یااللہ جل جلالہ

یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم

علمِ تصوف وطریقت پر مشتمل کتاب مستطاب

مفتاح السلوک

گنجینۂ ادبیات، آداب المریدین گواہرات

جلد چہارم

ازرشحات فیض قلم

قدوۃ العارفین العالم النبیل فقید المثیل الشیخ الاستاذ المفتی

سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: مفتاح السلوک

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: اپریل ۲۰۱۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

طباعت ثانی:

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

صفحہ نمبر

باب نوزدھم (19)

وجد اور تواجد کے بارے میں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ وجد اور تواجد، غشی اور بکاء اور رقص وغیرہ حالات شریفہ جو سالکین پر وارد ہوتے ہیں، آیا قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اور فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال سے ثابت ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو اس سے انکار کرنا کیسا ہے۔

بینوا وتوجروا۔

سائل محمد حمزہ سیفی

الجواب ومنہ الصدق والصواب!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جذب قلوب العارفین الیٰ جنابھط واحرق صدور العاشقین باستماع کتابہ وعجزت آراء العقول عن ادراک کنہ ذاتہٖ وتحیرت افہام الفحول فی معرفۃ صفاتہٖ ط وخلق نوع الانسان واودع فیہ جمیع ما فی مکنوناتہٖ وشرّفہ وکرّمہ علیٰ سائر العٰلمین بخلافتہٖ ورفع درجاتہ الی اوج القرب اقصیٰ غایاتہٖ والصلوٰۃ والسلام الاتمّان الاکملان علی اشرف مخلوقاتہٖ وعلی الہٖ واصحابہ الذین کانوا ائمۃ الحق وولاتہٖ ط وعلی اولیائہٖ الذین تمسّکوا سیرتہٗ فی جمیع حالاتہٖ ط امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ "اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَقُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ط (صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ) (سورۃ:الزمر:پارہ:۲۳)

مسئلۂ وجد اور تواجد اور جذب قرآن واحادیث مبارکہ اور فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال سے ثابت ہے جو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے لیکن میرے خوش قسمت بھائی یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ وجد لغت میں مطلوب پانے کو کہا جاتا ہے اور اس کا استعمال غمی اور خوشی، محبت اور

شوق وذوق، قدرت وعلم وغیرہ میں ہوتا ہے، لیکن اہلِ تصوف کی اصطلاح میں وجد، ذوق وشوق باطنی فیضِ الٰہی کو کہا جاتا ہے۔ اور تواجد تکلفاً حالتِ وجد کا اظہار کرنے کو کہا جاتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

التواجد استدعاء الوجد بضرب الاختیار ولیس لصاحبہٖ کمال الوجد۔

تواجد اپنی طرف سے حالتِ وجد کو ظاہر کرنا ہے جبکہ اس کو وجدِ حقیقی حاصل نہ ہو۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنہ مذموم ومنہ محمود۔

تواجد تکلف سے وجد ظاہر کرنا جب ریا مطلوب ہو تو مذموم ہے اور اگر وجد حقیقی سے مشابہت مقصود ہو تو محمود ہے۔

علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولا شک ان التواجد وھو تکلف الوجد واظہارہ من غیر ان یکون لہ وجدًا حقیقتًا فمنہ تشبہ باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعًا۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تکلف کے ساتھ وجد کا اظہار جب حقیقت میں نہ ہو۔ اس میں وجد حقیقی والوں کی مشابہت ہے تو جائز ہے بلکہ مطلوب شرعی ہے۔

عین العلم کے صفحہ نمبر ۲۰۵ پر عبارت اس طرح لکھی ہوئی ہے:

والتواجد مذموم لریآء لا لقصد الوصول الی الحقیقۃ۔

تواجد دکھاوے کے لئے مذموم ہے حقیقت تک پہنچنے کے لئے مذموم نہیں بلکہ محمود (اچھا) ہے۔

تواجد: تکلف کے ساتھ وجد ظاہر کرنے کو کہا جاتا ہے اور وجد کی جتنی تعریفیں بزرگوں نے کی ہیں سب کا مرجع (حاصل) ایک ہے فرق صرف اسباب میں ہے۔

جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الوجد وارد حق یزعج (ای یمیل) القلوب الی الحق، کمافی احیاء العلوم۔

وجد اللہ کی طرف سے ایسا ایک وارد ہے جو دلوں کو اللہ کی طرف مائل کرتا ہے جیسا کہ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔[1]

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا:

الوجد وارد یرد من الحق سبحانہ" کمافی عوارف المعارف۔

وجد اللہ تعالیٰ کی جانب سے عارفوں پر وارد ہونے والے فیض کا نام ہے۔

ابوالحسن دراج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الوجد عبارۃ عمایوجد عند السماع کمافی احیاء العلوم۔

وجد اس حال کا نام ہے جو سماع یعنی نعت و ثناخوانی کے وقت سالکین پر وارد ہوتا ہے۔[2]

ابوسعید بن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الوجد رفع الحجاب و مشاھدۃ الرقیب و حضور الفھم و ملاحظۃ الغیب و محادثۃ السر و ایناس المفقود" کمافی احیاء العلوم۔

---

[1] (احیاء العلوم جلد:۲:ص:۲۶۱)

[2] (جلد:۲:ص:۲۶۱)

وجد باطنی حجابات اٹھ جانے اور نگہبان حقیقی مشاہدہ کرنے اور فہم وفراست حاصل ہونے اور غیب کے مرتبوں کے ملاحظہ ہونے اور رازوں کے حصول کے ساتھ مشغول ہونے اور گم شدہ نعمت پانے کا نام ہے۔[3]

عین العلم (ص ۴۰۴) میں درج ہے:

الوجد صادق القلب من شوق وخوف وحزن وقلق ويجدى نقآء القلب وحصول العلم والمكاشفة وربما لا يمكن تعبير منه۔

وجد صادق دل کے احوال جیسے شوق، خوف، غم، پریشانی (اضطراب) کو کہا جاتا ہے وجد دل کی صفائی لاتا ہے علم باطنی اور کشف اس سے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وجد کی تعبیر ہی ممکن نہیں رہتی۔

عمر بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا يقع على كيفية الوجد عبارة لانه سر الله عند عباد المؤمنين الموقنين"۔

وجد کی کیفیت عبارت میں نہیں آسکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے کامل یقین رکھنے والے مسلمانوں کے ساتھ۔[4]

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انه عبارة عن حالة يثمرها السماع وهو وارد حق جديد عقيب السماع يجده المستمع من نفسه۔"

---

[3] (جلد:۲:ص:۲۶۱)

[4] (کمافی احیاء العلوم:جلد:۲:ص:۲۶۱)

وجد ایسی حالت کو کہاجاتاہے جو کہ نعت خوانی سے پیدا ہوتی ہے نعت سننے والا اس وارد حق کو اپنے اندر پاتا ہے۔[5]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

الوجد الحق ھو ینشاء من فرط حب اللہ و صدق ارادتہ و شوق الی لقائہ۔

وجد حق اللہ تعالیٰ سے کامل محبت اور سچی ارادۃ اور اللہ جل شانہ سے ملاقات کے شوق کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔

ابو الحسین دراج فرماتے ہیں:

الوجد عبارة عما یوجد عند السماع، وقال: جال بی السماع فی میادین البهاء فاوجدنی وجود الحق عند العطاء فسقانی بکاس الصفاء فادرکت به منازل الرضاء واخرجنی الی ریاض التنزہ والفضاء۔

حضرت ابو الحسین دراج رحمۃ اللہ علیہ سماع میں پائے جانے والے وجد کے بارے میں فرماتے ہیں، وجد اس چیز کو کہتے ہیں جو سماع کے وقت پائی جاتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے سماع رونق کے میدانوں میں دوڑاتا ہے تو عطا کے وقت وجود حق نے مجھے میرا مقصود عطا کر دیا اور مجھے جام صفا پلایا جس سے میں نے رضا کی منازل کو پالیا اور اس نے مجھے حفاظت اور کشادہ مکانات کی طرف پہنچا دیا۔[6]

ابو سعید بن اعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الوجد اول درجات الخصوص وھو میرات التصدیق بالغیب فلما ذاقوہ وسطع فی قلوبھم نورہ زال عنھم کل شک وریب۔

---

[5] (احیاء العلوم فی آثار السماع وآدابہ: جلد:۲:ص:۲۹۳)

[6] (الاحیاء:ج:۲:ص:۲۹۲)

ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہیں کہ وجد خصوص کا پہلا درجہ ہے اور یہ غیب کا توشہ ہے۔ جب وہ اسے چکھتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کا نور چمکتا ہے تو ان سے ہر شک دور ہو جاتا ہے۔[7]

اسی طرح ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہیں:

الذی یحجب عن الوجد رؤیة أثار النفس و التعلق بالعلائق و الاسباب، لان النفس محجوبة باسبابها فاذا انقطعت الاسباب و خلص الذکر و صحا القلب ورق و صفا و نجحت الموعظةفیہ و حل من المناجات فی محل قریب و خوطب و سمع الخطاب باذن و اعیة و قلب شاهد و سر ظاهر فشاهد ما کان منه خالیا، فذالک هو الوجد لانه قد وجد ما کان معه و ما عنده۔

ابو سعید بن اعرابی مزید فرماتے ہیں کہ نفس کے آثار کو دیکھنا اور اسباب سے تعلق وجد کے سامنے حجاب ہے کیونکہ نفس اسباب کی وجہ سے پردے میں ہوتا ہے۔ جب اسباب منقطع ہو جائیں ذکر خالص اور دل صاف اور رقیق ہو جائے اور اس میں نصیحت اثر کرے اور مناجات کے سلسلے میں قریب کے مقام پر اتر جائے اسے خطاب ہو تو وہ اسے ہوش کے کانوں، حاضر دل اور سرِ ظاہر سے سُنے اور جس سے خالی تھا اس بات کا مشاہدہ کرے تو یہ وجد ہے۔ کیونکہ بعض اوقات وہ اس چیز کو پالیتا ہے جو اس کے پاس نہ تھی۔[8]

مزید فرماتے ہیں:

الوجد ما یکون عند ذکر مزعج او خوف مقلق او توبیخ علی ذلة او محادثة بلطیفة او اشارة الی فائدة او شوق الی غائب او اسف علی فائت او ندم علی ماض او استجلاب الی حال او داع الی واجب او مناجاة بسر، و هو مقابلة الظاهر بالظاهر و الباطن بالباطن و الغیب بالغیب

---

[7](الاحیاء ج۲ ص ۲۹۲)

[8](الاحیاء: ج:۲: ص: ۲۹۲)

والسر بالسر واستخراج مالک بما علیک مما سبق للسعی فیه فیکتب ذالک لک بعد کونہ منک، فیثبت لک قدم بلا قدم وذکر بلا ذکر، اذ کان ھو المبتدی بالنعم والمتولی والیہ یرجع الامر کلہ فھذا ظاھر علم الوجد، واقوال الصوفیۃ من ھٰذا الجنس فی الوجد کثیرۃ۔"

ترجمہ: مزید فرماتے ہیں کہ وجد اس وقت ہوتا ہے جب ذکر حرکت دینے والا اور خوف پریشان کرنے والا ہو، پھسلنے پر جھڑک ہو یا کوئی لطیف بات کی جائے یا کسی فائدے کی طرف اشارہ ہو یا غائب کا شوق ہو یا فوت شدہ پر افسوس ہو، ماضی پر ندامت اور حال کو حاصل کرنا ہو، واجب کا داعی یا کسی سرِ قلبی سے مناجات ہو اور یہ ظاہر کا ظاہر سے، باطن کا باطن سے، غیب کا غیب سے، سر کا سر سے مقابلہ ہے جس چیز کے بارے میں تمہاری کوشش اور سعی مقدر سے نقصان کے بدلے اسے حاصل کرنا ہے تاکہ وہ تیری طرف سے ہونے کے بعد تیرے لئے لکھی جائے اور تمہارے لئے قدم بغیر قدم کے اور ذکر بغیر ذکر کے لکھا جائے کیونکہ وہی شروع میں نعمت دینے والا اور کاموں کا کفیل ہے۔ اور تمام امور اسی کی طرف لوٹتے ہیں تو یہ علم وجد کا ظاہر ہے۔ اور وجد کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے اس طرح کے اقوال بہت زیادہ ہیں۔ [9]

مختصر یہ کہ وجد طاری ہونے کیلئے استغراق، غم یا خوشی کا عظیم واقعہ اکثر ضروری ہوتا ہے اسی وجہ سے تمرین اور تمکین کے بعد تلوین باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ استغراق باقی نہیں رہتا۔ جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو تلاوتِ قرآن کے دوران روتے ہوئے دیکھا۔

---

[9] (الاحیاء: ج: ۲: ص: ۲۹۲)

فرمایا:

ھٰکذا کنا حتی قست قلوبنا۔

ہم بھی اسی طرح کے تھے یہاں تک کہ ہمارے دل میں مضبوطی آگئی۔[10]

یعنی تلوین تمکین سے بدل گئی اور استغراب ختم ہو گیا۔ اور اگر کبھی کبھی تمکین کے بعد بھی یہ حالت طاری ہوتی ہے۔

جیسے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"از دکـــــوفک چارہ نیســـت"۔

تنگی اور کشادگی سے خلاصی (چارہ) نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو منتہی (نہایت) اللہ کے قریب تھے جب اصل اور خالص تجلی بغیر ظل اور صفت کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (الایۃ) مختصر، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی سے فیض کے اثرات کو وجد کہتے ہیں، جو کسی بھی نوعیت کا ہو۔ جب تواجد اور وجد کے معنی آپ کو معلوم ہو گئے اب ہم وجد اور حال کے اسباب اللہ کے فضل اور توفیق سے بیان کرینگے۔

نمبر ا: وجد، نعت، قرآن، سننے یا اللہ کے ذکر سے طاری ہوتا ہے۔

جیسا کہ علامہ الوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وکثیرا تعرض ھٰذہ الحرکۃ للسالکین عند الذکر او سماع القرآن او مایتاثرون بہ۔

---

[10](عوارف المعارف)

ترجمہ: اکثر اوقات سالکین کو یہ حرکتیں ذکر یا قرآنِ مجید سننے یا شیخ کی توجہ سے پیش آتی ہیں۔[11]

"ما یتاثرون بہ" سے اشارہ ہے نعت ومنقبت سننے یا توجہ شیخ یا شیخ سے ملاقات کی طرف ہے۔

اور آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: بے شک مؤمن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت وجد طاری ہو جاتا ہے دل کا ڈر جانا وجد کی ایک قسم ہے۔

نمبر ۲: کبھی وجد، مشاہدہ، خوف اور ہیبت سے طاری ہوتا ہے۔

بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے:

وثیابک فطھر فجئثت منہ رعبا فرجعت فقلت زملونی الحدیث۔

مجھ پر اس فرشتے کا رعب طاری ہوا اور لوٹ کر گھر آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: "مجھے چادر میں لپیٹ دو" رُعب کا طاری ہونا یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔

اور آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الأعراف ۱۴۳)

ترجمہ: جب پہاڑ پر رب نے اپنی تجلی کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو بے ہوشی طاری ہوئی یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے جس کا

---

[11] (روح المعانی: سورۃ اعراف: آیت: ۱۵۵)

سبب وہ ہیبت ہے یا اس بجلی کی عظمت ہے۔ حضرت امام ربانی کے قول کے مطابق یہ تجلی ذاتی تھی۔ ظلّی یا صفاتی نہیں تھی باقی تفصیل مکتوبات شریف میں درج ہے۔

نمبر۳: وجد کبھی ایسے وقت میں طاری ہوتا ہے جب اپنی کسی خطا پر اللہ کا کوئی مقبول بندہ یا ولی اسے تنبیہ کرتا ہے جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلم عبادانی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ مسلم عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس چار مہمان آئے ان میں سے ایک عتبہ الغلام بھی تھا تو کھانا کھانے کے وقت کسی نے یہ شعر پڑھا:

وتھلیک عن دار الخلود مطاعم　　　ولذۃ نفس غیھا غیر نافع

ترجمہ: تمہیں آخرت سے غافل کرتے ہیں لذیذ کھانے اور نفس کی لذتیں جن کی تابعداری غیر نافع ہے۔

(یہ سن کر) عتبہ الغلام چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

نمبر۴: وجد کبھی ایسے وقت میں طاری ہوتا ہے جب ایک بلند مرتبے والا شخص کسی کی زبان سے اپنی تعریف سنے (اپنے بارے میں عزت و سعادت کے الفاظ سنے) جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صَلَّى اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے اپنی شان میں عزت وبلندی کے الفاظ سنے تو ایک پاؤں پر بھاگنے لگے اور پھر ناچنا شروع کر دیا۔ یہ حدیث مبارکہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ پر آداب سماع میں ذکر کیا ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ وتعالیٰ آئندہ بیان کرینگے۔

نمبر۵: وجد کبھی جنت و جہنم کے ذکر (یاد) سے بھی ہوتا ہے۔

جیسے کہ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فان ان او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ ان کان من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع" "ھدایہ باب مایفسد الصلٰوۃ و مایکرہ فیھا"۔

اگر کوئی شخص نماز میں آہ کرتا ہے یا اوہ کرتا ہے یا روتا ہے اور اسکی آواز بلند ہوتی ہے تو یہ اگر جنت و جہنم کی یاد سے ہوتا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس لئے یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اس میں عاجزی ہے۔ ان شاء اللہ یہ بحث بھی آئندہ تفصیل سے ذکر کریں گے۔

نمبر۶: کبھی وجد ایک محسوس فائدہ یا خوش خبری سننے پر طاری ہو جاتا ہے۔

جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

انہ علیہ الصلٰوۃ و السلام اذا مر بآیۃ رحمۃ استبشر و دعا عندہ۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم جب رحمت کی آیتیں پڑھتے تو خوش ہو جاتے اور اس وقت دعا کرتے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خیال میں (استبشار) یعنی خوش ہو جانا یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔[12]

نمبر۷: کبھی کبھی وجد کسی فوت شدہ شے پر افسوس کرتے ہوئے بھی طاری ہو جاتا ہے جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین بار حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی یاد میں بے ہوش ہو گئے تھے۔

شفیا اصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیث سناتے ہوئے:

"کمافی الترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی الریاء و السمعۃ"۔

---

[12] (الاحیاء: ج:۲: ص:۲۹۷)

نمبر۸: وجد کبھی پرانی غلطی جو صادر ہوئی اس پر پشیماں ہونے کی وجہ سے بھی طاری ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مدح میں آیاہے: ان کی آنکھیں ایسی ایسی گھوم رہی تھیں گویا وہ پاگل ہوں۔یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے۔ یہ روایت علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ جلد: نمبر: ۲:ص: نمبر: ۵۲۴ میں ذکر کیا ہے۔جو قسمیں ہم نے ذکر کی ہیں اس کے علاوہ بھی وجد کے اسباب ہیں۔یہ آٹھ مثال کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ وجد وحال کے اسباب بہت سارے ہیں جس طرح وجد وحال کے اسباب بہت زیادہ ہیں اسی طرح اقسام بھی بہت ساری ہیں۔جیسا کہ:

(۱)وجد غم وخوف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"شیبتنی ھود واخواتھا"۔

ترجمہ: سورۃ ھود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔[13]

"امام غزالی رحمہ اللہ اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں:

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم شیبتنی ھود واخواتھا خبر عن الوجد فان الشیب یحصل من الحزن والخوف وذالک وجد۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا یہ خبر دینا کہ سورۃ ھود اور اسطرح کی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔داڑھی کا سفید ہونا غم یاخوف کی وجہ سے یہ وجد کی قسم ہے۔[14]

(۲) کبھی وجد رونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[13](رواہ ترمذی)

[14](اخرجہ الترمذی والحاکم کمافی الاحیاء: ج:۲:ص:۲۹۸:باب آثار السماء وآدابہ)

شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان للباکین عند السماع مواجید مختلفة فمنهم من یبکی خوفا و منهم من یبکی شوقا و منهم من یبکی فرحا۔

جان لو کہ سماع یا نعت خوانی کے وقت وجد کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں بعض خوف کی وجہ سے، بعض شوق وذوق کی وجہ سے اور بعض خوشی و فرحت کی وجہ سے روتے ہیں۔[15]

جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کتاب التفسیر باب قولہ تعالٰی میں بیان کیا:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (النساء ۴۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے سورۃ النساء تلاوت کر رہا تھا جب میں اس آیت پر پہنچا **فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (النساء ۴۱)** تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: رک جاؤ: ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مڑ کر دیکھا **فاذا عیناہ تذرفان** تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا "**فاذا عیناہ تذرفان**" تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا (**حسبک**) (بس یہی کافی ہے)۔

"وفی روایة انه علیه السلام قرء هذه الآیة او قرء عنده ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصة و عذابا الیما" "فصعق"۔

ترجمہ: ایک اور روایت میں ہے کہ یہ آیت (**ان لدینا**) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے خود تلاوت کی یا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی موجودگی میں کسی اور نے تلاوت کی تو

---

[15] (کمافی عوارف المعارف: باب: ۲۴: ص: ۱۱۷)

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے آواز بلند کی (ذکر اللہ سے) یاد رہے کہ لغت میں لفظ صعق کا معنٰی بے اختیار اضطراری کیفیت ہی مذکور ہے۔[16]

(۳) کبھی وجد ایسی صورت میں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شور شرابہ، چیخ یا نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتا ہے اور وجد ظاہر ہوتا ہے۔

"جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "کتاب الجنائز جلدنمبر:1:صفحہ:183باب ما جاء فی عذاب القبر" میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت کی ہے "ضج المسلمون ضجة" کہ مسلمانوں نے چیخیں ماردیں۔یہی روایت امام نسائی نے نسائی شریف میں کتاب الجنائز جلدنمبر ۱ صفحہ ۲۲۶ پر ذکر کی ہے۔امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قاری سے یہ آیت مبارکہ سنی إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ (الطور۷) (فصاح صيحة وخر مغشيا فحمل الى بيته فلم يزل مريضا فى بيته شهرا) تو سننے کے بعد چیخ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی روز تک گھر پر بیمار رہے۔[17]

جامع الاحادیث المسانید والمراسیل میں امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے اس واقعہ کے بارے میں "فخر مغشيا عليه الى الغد" صبح تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش رہے:

---

[16] (الاحیاء:ج۲ص۲۹۷)

[17] (کمافی الاحیاء:ج:۲:ص:۲۹۷)

وقال النابلسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ قرا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا الشمس کورت حتی اذا بلغ و اذا الصحف نشرت فخر مغشیا علیہ وصار یضرب علی الارض ساعۃ کبیرۃ۔ و کذا فی تنبیہ المغتبرین للامام الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ ایضًا۔

اور علامہ نابلسی نے حدیقۃ الندیہ میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی علیہ نے اذا الشمس کورت تلاوت کی یہاں تک کہ (اذا بلغ و اذا الصحف نشرت) جب پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بہت وقت تک ہاتھ اور پاؤں مبارک زمین پر مارتے رہے۔ اسی طرح کا واقعہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ المغتبرین میں نقل کیا ہے۔

نمبر ۴: اور وجد کبھی (اقشعرار الجسد) یعنی اعضاء اور بدن پر لرزہ طاری ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے اللہ تعالٰی جل شانہ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

اللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالٰی نے بہت خوب صورت باتیں نازل کی ہیں۔ ایسی کتاب جس کی اٰیت ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں اور بار بار پڑھی جاتی ہیں ان کے جسم پر حرکت اور لرزہ طاری ہوتا ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

جس طرح حدیث مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی تعریف میں فرماتی ہیں:

"تدمع اعینھم و تقشعر جلودھم کما فی المظھری و سیأتی انشاء اللہ تعالٰی"۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور کھال لرزتے تھے۔

اورامام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **احیاء العلوم جلددوم صفحہ ۲۹۸** میں تحریر کیاہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک نیک نوجوان کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھااور اس کا بدن لرزنے لگاوہ نوجوان بہت خوش ہوا پھر اس کی مرض الموت میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عیادت کیلئے گئے تو اس نوجوان نے کہا کہ میرے جسم کالرزناخوب صورت شکل کی صورت میں آیااور کہا کہ:

ان اللہ قدغفر لی بھا کل ذنب۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔

تفسیر مدارک میں سورۃ زمر کی آیت نمبر 23 کی تفسیر میں یہ حدیث شریف منقول ہے:

اذا اقشعر جلد المؤمن من خشیۃ اللہ تعالٰی تحاتت ذنوبہ کما یتحاتت عن الشجرۃ الیابسۃورقھا۔

جب مومن کی کھال اللہ کے خوف سے لرزنے لگتی ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

نمبر ۵: وجد کبھی بے ہوشی کی صورت میں ہوتی ہے کہ انسان بے ہوش ہو جاتاہے کبھی فریاد کرنے لگتاہے اور کبھی آہ یاسسکیوں کی صورت میں ظاہر ہوتاہے اور سینے کے لطائف کی حرکت یاذکر کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتاہے جیسے کہ **ترمذی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۶۳، ابواب الزھد** میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شفی اصبحی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حدیث بیان کر تے وقت تین بار بے ہوش ہو جانامذکورہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھاہے کہ رمضان المبارک کی رات میں امام کے پیچھے نمازباجماعت میں کھڑے تھے کہ یہ آیت مبارکہ: **وَلَئِنْ**

شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْکَ (بنی اسرائیل ۸۶) سننے کے بعد آپ نے بہت زور سے چیخ ماری، آیت کا ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو ہم لے لیتے جو ہم نے وحی کی ہے واپس لے لیتے۔ (وظن الناس انه قدطارت روحه و احمر وجهه و ارتعد فرائضه) لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے۔ ان کا چہرہ مبارک سرخ ہوا۔ ان کا جسم لرزنے لگا۔[18]

اور ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کے مقدمے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاری سے یہ آیت کریمہ سنی:

"هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (المرسلات ۳۶)فتغير الشافعی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ و ارتعد و خر مغشیا علیہ"۔

تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور آپ لرزنے لگے اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔[19]

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلیل القدر تابعی ربیع بن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے لوہار کی آگ دیکھی تو چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے اور پانچ نمازیں بے ہوشی کے باعث قضا ہوئیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود ص ان کے سرہانے بیٹھ کر یہ فرمارہے تھے کہ (هٰذا و اللہ هو الخوف) اللہ کی قسم! یہ اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے، جیسے حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالتِ نماز میں غشی یا بے ہوشی طاری ہونا۔"[20]

---

[18] (الاحیاء: ج:۲: ص:۲۹۷: کتاب آداب السماع و الوجد)

[19] (مرقاۃالمفاتیح، ج ۱ ص ۴۴)

[20] (مرقاۃ ۴۵۴: ۱ عوارف المعارف ص ۱۵ مکتوبات شریف مکتوب ۱۱۸ : دفتر ۳)

اور حضرت زرارہ بن اوفی تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ آپ بنی قطیر کے محلے میں امامت کرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نماز فجر میں آیت مبارکہ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (۸) فَذَلِکَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (المدثر ۹) پڑھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ اس حدیث شریف کے تحت تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی میں قرآن سن کر مر جانے کے چند واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

حضرت خلید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت مبارکہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (العنکبوت ۵۷) کی تلاوت کی اور چند بار تکرار کیا۔ گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کم تردد۔۔۔ کب تک اسی آیت کا تکرار کرتے رہو گئے۔ اس سے چار جنوں کو تو مار چکے ہو جن کو آسمان کی طرف سر اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی پہلے ہی فوت ہو گئے یہ سن کر آپ رنج و غم سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ اہلِ خانہ تک حیران رہ گئے۔ گویا کہ بدل گئے تھے۔[21] اور یا ثعلبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالتِ نماز میں گر جانا اور چیخیں مارنا اور بے ہوش ہو جانا اور وفات پا جانا یہ بھی عین جذب ہے۔[22]

۶۔ اور وجد کبھی (رجفة البدن او رجفة القلب) (بدن کا لرزنا اور قلب کا لرزنا) کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے علامہ حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس آیت کریمہ (فلما أخذتهم الرجفة) کے نیچے ارشاد فرماتے ہیں:

أي رجفة البدن التي هي من مبادي صعقة الفناء عند طريان بوارق الأنوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ما تعرض هذه الحركة للسالكين

[21] (تحفۃالاحوذی: ج: ۲: ص: ۵۲۴)

[22] (تنبیہ الغافلین)

عندالذکر أو سماع القرآن أو مایتأثرون بہ حتی تکادتتفرق أعضائھم وقدشاھدنا ذلک في الخالدین من أھل الطریقۃالنقشبندیۃ۔[23]

ترجمہ: جسم کا ہلنا جو فنا فی اللہ کے مقام کی ابتدا میں وارد ہوتا ہے جب انوار اور تجلیات کی روشنیاں اس پر برستی ہیں اللہ کی صفات کی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے جو جسم ہلنے اور لرزنے لگتا ہے بہت سے سالکوں کو یہ حالت ذکر کے وقت قرآن کریم کے سننے کے وقت ہوتی ہے یا شیخ کی توجہ یا نعت خوانی یا سماع کے وقت پیش آتی ہے اس حد تک کہ قریب ہوتا ہے کہ اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اس حالت کو ہم نے مولانا خالد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں خود ملاحظہ کیا جو سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ لوگ تھے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف **"باب کیف بدا الوحی الی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم : ج: ۱ : ص: ۳"** پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

"قالت فرجع بھا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم یرجف فوادہ (وفی روایۃ فرجف بوادرہ) فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد رضی اللہ تعالٰی عنھا فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع"۔[24]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم پر پہلی وحی نازل ہونے کے بعد غارِ حرا سے واپس گھر تشریف لائے آپ کا دل مبارک ہل رہا تھا۔ دوسری روایت میں ہے آپ کے لطائف مبارکہ حرکت کر رہے تھے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ

[23] (روح المعانی: ج:۳:ص: ۸۶:سورۃ اعراف:آیت: ۱۵۵)

[24] باب کیف بدا الوحی الی رسول اللہ صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم: ج: ۱ : ص: ۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ مجھے چادر میں لپیٹ دو (تین مرتبہ فرمایا) تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے جسم اقدس پر چادر اڑھادی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے بدن کا لرزنا یا ہلنا ختم ہو گیا۔ ہیبت زدہ شخص کو علاج کی غرض سے کپڑوں میں لپیٹنا عربوں کا عام دستور ہوتا ہے پھر بعد میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (یا ایھا المزمل) اور (یا ایھا المدثر) اور خیرات الحسان:ص:۳٦: فصل:۱۵ : میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دن نماز فجر میں یہ آیت کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظَّالِمُونَ (ابراھیم ۴۲) کی تلاوت کی تو آپ کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ لوگ سمجھ گئے کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے۔[25]

۷۔ اور وجد کبھی (حنین) یعنی رونے کی صورت میں اور کبھی (صعق) اور (خرور) یعنی گرنا اور بے ہوش ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کہ آیت کریمہ میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

[25] خیرات الحسان:ص:۳٦:فصل:۱۵

مندرجہ بالا آیت کریمہ وجد کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جیسے کہ **شعب الایمان** میں اور ابن عدی کی **کتاب الکامل** میں حرب بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلًا روایت منقول ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۲۹۷:** پر نقل کیا ہے:

انه عليه الصلوة والسلام قرا عنده ان لدينا انكالا وجحيما وطعاما ذا غصة وعذابا اليما (فصعق)۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی گئی **(ان لدينا)** تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بے خود ہو گئے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **کتاب التفسیر باب قوله تعالیٰ: لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ (المائدة ۱۰۱)** ج:۲:ص:۲۶۵: میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے خوف کے معاملے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے وعظ کے دوران خوف کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت منقول ہے:

فغطى اصحاب رسول الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم وجوههم لهم حنين۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور فریاد و گریہ وزاری کر رہے تھے۔

۸۔ اور وجد کبھی اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کے کپڑے پھاڑتا ہے جیسے عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **حديقة الندية: ج: ۲: ص: ۵۲۵:** پر فرماتے ہیں:

وانشد الشيخ الامام شهاب الدين احمد الزهرى رحمة الله تعالٰى عليه متعذرًا عن كشف رأس الفقراء فى الذكر بقوله۔

حضرت شیخ شہاب الدین زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہلِ تصوف اور فقہائے حقیقی کے ذکر کے وقت میں سر ٹکرانے کا عذر پیش کرتے ہوئے یہ اشعار تحریر کئے:

یلومونني فی کشف راسي و انني — لمعترف انی علی ذالک اوجر

لقصدی به اظهار ذلتی التی — هی المقصد الاسنی لمن یتبصر

ترجمہ: یہ لوگ سر ٹکرانے میں مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مجھ کو اس کا اجر ملتا ہے اس لئے کہ میرا مقصد اپنی ذات اور عاجزی کا اظہار کرنا ہے جو کہ اہلِ بصیرت کے نزدیک بیش قیمت اور اعلیٰ مقصد ہے کہ انسان اپنی عاجزی کا اظہار کرے۔

شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا کہ حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

فمنهم من یمزق ثیابه و منهم من یبکی و منهم من یصیح۔

بعض سالک اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں اور بعض روتے ہیں اور بعض چیخیں مارتے ہیں۔[26]

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

و لا یبعد ان یغلب الوجد بحیث یمزق ثوبه۔آه[27]

ترجمہ: اور یہ بات بعید نہیں کہ حال اور وجد کی کیفیت اتنی زیادہ ہو جائے کہ سالک اپنے کپڑے پھاڑنے لگے۔

[26](عوارف المعارف ص ۱۰۹ باب ۲۲)

[27](کمافی الاحیاء: ج:۲: ص:۳۰۴)

اور علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے بعض ساتھیوں کے حوالے سے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"رایت الشبلی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ قائما یتواجد وقد خرق ثوبہ وھو یقول"۔

شققت ثوبی علیک حقا	اردت قلبی فصادقتہ
یدای بالجیب اذبرقاء	ومالثوبی اردت خرقا
لوکان قلبی مکان جیبی	لکان الشق مستحقا

ترجمہ: میں نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ کھڑے تھے اور وجد آپ پر طاری تھا اور اپنے کپڑے پھاڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ میں نے تیرے عشق میں اپنے کپڑے پھاڑ لئے اور میرا مقصد اپنے کپڑے پھاڑنا نہ تھا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے دل کو پھاڑ لوں مگر میرا ہاتھ گریبان سے ٹکرا گیا اگر گریبان کی جگہ دل میرے ہاتھ میں آجاتا تو یہ پھٹ جانے کا زیادہ مستحق تھا۔[28]

۹۔ وجد کبھی اضطراب اور لرزنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید حضرت ابوالحسن محمد بن احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کی صحبت میں ساٹھ (۶۰) سال رہا مگر آپ پر کبھی وجد طاری ہوتا نہ دکھائی دیا (اس لئے کہ وہ منتہی تھے) لیکن آخر میں ایک مرتبہ ایک آیت کریمہ: اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (الفرقان ۲۶) سنی تو سخت اضطراب طاری ہوا اور ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔[29]

---

[28] (کذافی ھدایۃ السالکین ص ۲۲۲ فی ردالمنکرین وفی احقاق المعالی ج ۲ ص ۵۲ کمافی الحدیقۃ ج ۲ ص ۵۲۴)

[29] (الاحیاء ج ۲ ص ۳۰۳)

مولانارومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

در ششان آشوب و چرخ و زلزلہ　　　　نہ زیاداتست و باب سلسلہ[30]

ترجمہ: اللہ کے عاشقوں کا درس آنسو بہانا اور لرزنا اور کپکپی طاری ہونا ہے۔ کتاب زیادۃ کے نو ابواب نہ تو پڑھتے ہوتے ہیں اور نہ ہی درس کا سلسلہ ہوتا ہے۔

۱۰۔ وجد کبھی اس صورت میں ہوتا ہے کہ زبان سے جاری ہو اللہ یاھو یا آہ یا مہمل الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں جیسے صاحبِ ہدایہ، علامہ برہان الدین مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وان ان فیھا اوتاوہ او بکی فارتفع بکائہ ان کان من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وسیاتی مفصلا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر نماز میں ایک شخص آہ یا اوہ یا ھو یا روتا ہے اور اس کا رونا بلند ہوتا ہے یعنی حروف خارج یا حاصل ہوتے ہیں اور اگر یہ رونا جنت یا جہنم کی یاد سے حاصل ہوا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ یہ عاجزی اور انکساری کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل بعد میں ان شاءاللہ بیان کی جائے گی۔

فتاوی امجدیہ میں مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ذکر جنت و نار پر اگر گریہ طاری ہو اور آہ اُف وغیرہما الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر ایک دو قدم ایسی حالت میں آگے یا پیچھے ہٹ گیا جب بھی حرج نہیں (درمختار میں ہے) ”لالذکر جنۃ او نار“ (رد المختار میں ہے) ”لان الانین ونحوہ اذا کان بذکرھما صار کانہ قالہ اللّھم انی اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار ولو صرح بہ لاتفسد صلٰوتہ“[31]

---

[30] (مثنوی شریف: دفتر چھارم)

[31] (فتاوی امجدیہ: ج: ۱: ص: ۱۸۱)

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انوار قدسیہ (ج ۲ ص ۳۹) میں آداب الذکر میں فرماتے ہیں:

"امامسلوب الاختیار فھو مع مایرد علیہ من الاسرار فقدیجری علی لسانہ: اللہ، اللہ، اللہ ، اللہ، او ھو، ھو، ھو، او لا، لا، لا، او آہ، آہ، آہ او عا، عا، عا او آ، آ، آ او ھا، ھا، ھا او صوت بغیر حرف او تخبیط و ادبہ عند ذالک التسلیم للوارد فاذا انقضی الوارد فادبہ السکون من غیر تقول"۔

جو کچھ مسلوب الاختیار سالک ہے اپنے اسرار جو ان پر وارد ہوتے ہیں اسے معذور سمجھا جائے گا۔ جب اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو جائیں اللہ، اللہ، اللہ کبھی ھو، ھو، ھو کبھی لا، لا، لا کبھی آ، آ، آ کبھی عا، عا، عا کبھی ھا، ھا، ھااور کبھی بغیر حروف بامعنی کے آواز نکالنااور کبھی غیر معنی الفاظ کا اس کے زبان سے ادا ہونا۔ تو اس وقت سالک کیلئے ادب یہ ہے کہ اس کا یہ وارد تسلیم کر لیا جائے اور جب وارد ختم ہو جائے پھر اس کے لئے ادب یہ ہے کہ سکون سے اس سے کسی متعلق سوال نہ کیا جائے۔ (صاحب فقہ علی مذاھب اربعہ علامہ عبدالرحمن جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے (تافیف) یعنی اُف، اُف کرنا باقی کی طرح شمار کیا ہے۔

۱۱۔ اور وجد کبھی ہنسنے کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ امام بزار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صحیح سند کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے دعا فرمائی:

فضحکت عائشۃ رضی اللہ عنہا حتی سقط راسھا فی حجرہ من الضحک فقال لھا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم ایسرک دعائی؟ فقالت مالی لایسرنی دعاؤک فقال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم لدعائی لامتی فی کل صلوۃ۔ (الحدیث)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی دعائے مبارکہ سے اس قدر تبسم فرمایا کہ آپ کا سر مبارک حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے دامن اقدس سے مس ہو گیا۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ آپ کو میری دعا سے اس قدر خوشی ہوئی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جی ہاں! کیوں نہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں ہر امتی کے لئے ہر نماز کے بعد یہی دعا کرتا ہوں۔ اس ہنسنے کی دو وجہ ہوتی ہیں یا وجد کا غلبہ اور خوشی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجد بھی اسی ہنسنے کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔

۱۲۔ وجد کبھی رقص کرنے یا ایک پاؤں پر بھاگنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ وجد کی حالت میں ایک پاؤں پر بھاگے تھے۔ یہ بھی وجد کے باعث ہوا۔[32]

امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے:

فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیھم۔

یہ صوفیاء کے رقص کی اصل ہے۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقه (ج ۲ ص ۵۴۲) میں شیخ نجم الدین عذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔ کبھی وجد انسان پر غالب ہو جاتا ہے کہ اس سے ایسے افعال واحوال صادر ہوتے ہیں کہ وہ بظاہر مجنون نظر آتا ہے۔

---

[32](الاحیاء: ج: ۲: ص: ۳۰۴)

"کالرقص والدوران وتخریق الثوب وھی حالة شریفة"۔

ترجمہ: جیسے رقص کرنا، گول دائرے کی صورت میں گھومنا، کپڑے پھاڑنا یہ اچھی حالت ہے۔

صاحبِ فتاویٰ خیریہ نے تحریر کیا ہے کہ:

اما الرقص ففیه للفقهاء رحمة الله تعالٰی علیهم کلام منهم من منعه ومنهم من لم یمنع حیث وجاء لذة الشهود وغلب علیه الوجد واستدل بما وقع لجعفر بن ابی طالب رضی الله تعالٰی عنه لما قال له النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم اشبهت خلقی وخلقی۔۔۔ فحجل وفی روایة رقص من لذة ھٰذا الخطاب۔

رقص کے بارے میں فقہائے عظام کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض فقہاء رقص کو منع کرتے ہیں اور بعض فقہاء منع نہیں کرتے، جب شہود کا مزہ پاتے ہیں تو وجد ان پر غالب آ جاتا ہے اور ان کے لئے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بطورِ دلیل قرار دیتے ہیں۔ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا کہ ان کی شکل شباہت، اخلاق حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے مشابہ ہے تو انہوں نے ایک پاؤں سے دوڑنا شروع کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس خطاب کی لذت سے انہوں نے رقص کرنا شروع کیا۔[33]

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رد المختار: ج:۳: ص:۳۳۴: قبیل باب البغات میں تحریر کیا ہے:

والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع۔الخ وسیاتی انشاء اللہ تعالٰی۔

وہ تحقیق جس سے اختلاف ختم ہو جاتا ہے سماع اور رقص کے بارے میں عارفوں کے لئے تفصیلی عبارت آگے بتائی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[33] (فتاوی خیریه علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیه: ج:۲: ص:۲۸۳: کذا فی الاحیاء: ج:۵: ص:۱۲۰: وکذا فی تفسیرات احمدیه: ص:۶۰۲)

پھر فرمایا:

فقمت تسعی علی رجل و حق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس۔

پس میں کھڑا ہوا اور ایک پاؤں پر دوڑتا ہوں جسے آقا اپنی طرف بلائیں اسے چاہئے کہ سر کے بل بھاگ کر پہنچے۔[34]

۱۳۔ وجد میں کبھی انسان بیٹھے ہوئے بھی اور کندھوں کو گول دائرے کی صورت میں حرکت دیتا ہے کبھی سر کو جھٹکے سے حرکت دیتا ہے۔

جیسے علامہ شامی مجموعہ رسائل جلد اول میں فرماتے ہیں:

فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید رضی اللہ تعالی عنہ ان اقواما یتواجدون ویتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالی یفرحون۔الخ۔ (الی ان قال) و لو ذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم۔

ترجمہ: حضرت جنید بغدادی سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ ذکر میں تاؤ پیچ کھاتے ہیں اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: کہ ان لوگوں کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو کہ اپنی خوشیاں منائیں پھر مزید آپ نے فرمایا کہ یہ مزہ اگر تم نے چکھا ہوا تھا تو ان کو چیخیں مارنے اور کپڑے پھاڑنے کو معذور سمجھتے۔[35]

جیسے علامہ نابلسی نے حدیقہ (جلد دوم) ص: ۵۲۴ میں فرمایا:

کالرقص والدوران وتخریق الاثواب۔

رقص کرنا دائرے کی صورت میں گھومنا اپنے کپڑے پھاڑنا۔ (کمافی الحدیقة)

---

[34] (ردالمختار ج۳ ص۳۳۷)

[35] (مجموعۃالرسائل ج ا ص ۱۷۳)

اس کے علاوہ اور بھی مختلف صورتیں ہیں جن سے وجد اور حال کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے توجہ مبارک سے نان فروش کا ظاہری رنگ، شکل وصورت حضرت خواجہ باقی باللہ کی صورت کے مشابہ ہوگئی تھی۔ بتوجہ اتحادی اور وجد وحال سے۔[36]

جیسے گرمی اور حرارت کا حاصل ہونا جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں مرقوم ہے:

وان جبینہ لیتفصد عرقا (وسیاتی انشاء اللہ تعالیٰ)۔

"اسی طرح وجد غم وخوف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

جس طرح ترمذی شریف کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"شیبتنی ھود واخواتھا"۔

سورہ ھود اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور صحبت سے انتقال کر جاتے اور کچھ لوگ صحرا کی جانب چلے جاتے اور کچھ ہوش وحواس سے بیگانہ ہو جاتے۔[37]

جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی طرح حال کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ انہوں نے چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھا اور حیران وسرگردان باہر نکلے اور یہ بھی فیصلہ نہیں کرسکتے تھے کہ میں کہاں جارہاہوں۔ تین دن اسی کیفت میں گزار دیئے۔

فصاح ووضع یدہ علی راسہ وخرج ھائما لایدری این یتوجہ مدۃ ثلاثۃ ایام کما فی الحدیقۃ:ص:۱۰۹۔

---

[36](تفسیر عزیزی:ص:338سورۃ اقراء)

[37](سیف المقلدین:ص:۵۳۸)

مشہور تابعی اور فقہ کے بانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام سے آیت: **و لا تحسبن اللہ، الخ۔** سنی تو بدن پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ دوسروں کو معلوم ہو رہی تھی۔[38]

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ وجد و جذب کی حالت میں بھاگنا، دوڑنا، زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنا۔ نیز بلا اختیار کسی طرف چلے جانا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے چنانچہ **رسالہ روح نماز: ص: ۲۳:** میں حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن کسی سے آیت **إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ (الطور ۷)** سن کر بہت بڑی چیخ ماری اور بے اختیار ہو کر گر پڑے، اٹھا کر گھر لائے گئے۔ مسلسل ایک مہینہ تک بیمار رہے۔

حضرت ابو جریر تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت صالح مرئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاوتِ قرآنِ مجید سن کر چیخ ماری اور فوت ہو گئے۔ **(اناللہ وانا الیہ راجعون) (حوالۂ مذکورہ)**

اس بیان سے غرض حصر اور تحدید نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ وجد کی اقسام اور صورتیں بہت زیادہ ہیں جن سے وجد ظاہر ہوتا ہے۔ وجد اور حال حقیقی عارف اور حقیقی اہلِ تصوف کیلئے بالکل ثابت ہے جب وجد اور تواجد کے معنی اور اقسام عامۃ الوقوع میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور اب وجد کے لئے ثبوت دلائل اور حوالے قرآنِ کریم کی آیات مبارکہ، آثارِ صحابہ مبارکہ اور تابعین اور اقوال مفسرین اور محدثین اور فقہاء اور اقوال اولیاء و علماء سے مدلل اثبات ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کیا جائے گا۔

---

[38] (الخیرات الحسان: ص: ۳۹)

اثباتِ وجد اور حال کے حق میں قرآنی آیات مبارکہ

اثبات میں قرآنِ مجید کی ان آیات کا تذکرہ کیا جائے گا جن سے مفسرینِ کرام نے وجد اور حال کے حق میں دلائل پیش کئے۔

آیت نمبر ۱: اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہری بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یاد خدا کی رغبت میں۔ یہ اللہ کی ھدایت ہے راہ دیکھائے اسے جسے چاہے اور جسے اللہ چاہے گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھلائے۔

تفسیر جلالین میں تقشعر کا معنٰی ترتعد (کانپنا، لرزنا) تحریر کیا ہے تفسیر مدارک میں تقشعر کا معنی تحرک اور تضطرب تحریر کیا ہے تفسیر مدارک میں تحریر کیا گیا ہے کہ کھال کی حرکت کے ساتھ اعضاء کی حرکت اور ان کا لرزنا عین وجد اور حال ہے اس آیت کریمہ سے وجد اور حال ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر مظھری جلد نمبر ۸: ص: ۲۰۸ اور روح البیان جلد نمبر ۸: ص: ۹۹ میں وجد اور حال کے اثبات کے حوالے سے استدلال کیا گیا ہے۔ تفسیر مظہری میں بے ہوش ہونے کو حال اور وجد حقیقی اہل تصوف کیلئے اس آیت مبارکہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سب کا انکار کرنے کے جوابات مدلل طور

پر اسی آیت کریمہ سے دیئے گئے ہیں امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انکار کا جواب بھی اسی آیت کریمہ سے مدلل طور پر آئیگا۔ان شاءاللہ۔

آیت نمبر۲: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْکَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلَكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَکَ تُبْتُ إِلَيْکَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (الاعراف ۱۴۳)

یعنی ’’اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر اور گفتگو کی ان سے ان کے رب نے (تو اس وقت) عرض کی اے میرے رب مجھے دیکھنے کی قوت دے تاکہ میں تیری طرف دیکھ سکوں۔اللہ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں دیکھ سکتے مجھے البتہ دیکھو اس پہاڑ کی طرف سو اگر یہ ٹھہرا رہا اپنی جگہ پر تو تم بھی دیکھ سکو گے مجھے پھر جب تجلی ڈالی ان کے رب نے پہاڑ پر تو کر دیا اسے پاش پاش اور گر پڑے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر۔پھر جب آپ کو ہوش آیا تو عرض کی پاک ہے تو (ہر نقص سے) میں توبہ کرتا ہوں تیری جناب میں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

پس جب پہاڑ اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تجلیات برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھ سکے بالخصوص جب اصل اور خالص تجلی بغیر ظل (سایہ) کے تھی تو فقرائے صوفیاء رحمۃ اللہ علیہ کس طرح برداشت کر سکیں گے۔امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں منتہی پر بھی اصل اور خالص تجلی بغیر ظل کی جب پڑ جائے تو اس پر بھی حیرت اور گر جانا، بے ہوشی کا طاری ہونا لازمی ہے۔اس کے بناء چارہ نہیں بلکہ منتہی بھی مغلوب الحال ہو جاتا ہے۔صرف ایک ذات اقدس حضرت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم ہی ہیں جو کہ شب معراج ذات باری تعالیٰ کی رُؤیت سے مشرف ہو کر بھی برداشت کر سکے اور بال برابر بھی نہ ہلے اس لئے کہ ایسی استعداد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں۔(مکتوبات مجددیہ) تو بہت سے اولیاء

کرام تابعین پر غشی طاری ہو جاتی ہے اسی طرح کی مثالیں پہلے بھی بیان کی جاچکی ہیں اور مزید تفصیل انشاءاللہ آگے بیان کی جائے گی۔

منتہی لوگوں پر بھی یہ حال (جریان الدموع او اقشعرار الجسد) وارد ہوتا ہے مگر ان کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہوتے ہیں اور ان کا جسم حرکت میں آجاتا ہے۔ (کمافی المظھری)

آیت نمبر ۳: "واختار موسیٰ قومه سبعین رجلا لیمیقاتنا ان موسیٰ علیه السلام اختار سبعین رجلا من اشراف قومه ونجباء هم اهل الاستعداد والصفاء والارادة والطلب والسلوک (فلما اخذتهم الرجفة) ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طریان بوراق الانوار وظهور طوالع تجلیات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وکثیرا ما تعرض هٰذا الحرکة للسالکین عند الذکر او سماع القرآن او ما یتاثرون به حتی تکاد تتفرق اعضاؤهم وقد شاهدنا ذالک فی الخالدین من اهل الطریقة النقشبندیة وربما یعتریهم فی صلاتهم صیاح معه فمنهم من یستانف صلاته لذالک ومنهم من لا یستانف وقد کثر الانکار علیهم وسمعت بعض المنکرین یقولون ان کانت هٰذه الحالة مع الشعور والعقل فهی سوء ادب ومبطلة الصلاة قطعا وان کانت مع عدم شعور وزوال عقل فهی ناقضة للوضوء ونراهم لا یتوضؤون۔ واجیب بانها غیر اختیاریة مع وجود العقل والشعور وهی کالعطاس والسعال ومن هنا لا ینتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلٰوة۔ وقد نص بعض الشافعیة ان المصلی لو غلبه الضحک فی الصلٰوة لا تبطل صلٰوته ویعذر بذٰلک فلا یبعد ان یلحق ما یحصل من آثار التجلیات الغیر الاختیاریة بما ذکر ولا یلزم من کونه غیر اختیاری کونه صادرا من غیر شعور فان حرکة المرتعش غیر اختیاریة مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنی للانکار۔"[39]

---

[39](تفسیر روح المعانی: ج۳ص ۱۵۵ سورۃ اعراف)

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ۷۰ افراد ہمارے وعدے کیلئے منتخب کئے پس جب ان کو کپکپاہٹ نے پکڑ لیا۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں روح المعانی جلد ثالث میں تحریر فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے (۷۰) ایسے آدمی منتخب کئے جو کہ شریف، بزرگ، صاحبِ استعداد، مریدین حق، اصحاب طلب اور اہل سلوک تھے پس جب ان کو رجفہ نے پکڑ لیا یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا جو کہ فنا کی صعقہ کی ابتداء میں پیش آتی ہے انوار رحمانیہ کے نزول اور صفات کی تجلیات کے وردد کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے جس اثر سے بدن اقشعرار الجسد حرکت اور اضطراب میں آتا ہے اور اکثر اوقات میں یہ حالت سالکین طریقت کو ذکر اور تلاوت قرأن کے وقت پیش آتی ہے اور جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں (یعنی توجہ اور نعت خوانی) سننے سے بھی یہ حالت پیش آتی ہے جو کہ اسباب تاثیر میں داخل ہیں۔ یہاں تک کہ ایسا لگتا ہے کہ ان کے اعضاء بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولیٰنا خالد قدس سرہ کے مریدین میں مشاہدہ کی ہے اور بعض اوقات میں ان کو نماز میں بھی حرکات کے ساتھ صیاح بھی پیش آتے ہیں۔ پس بعض نماز اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں کرتے اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے اور بعض منکرین سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کیلئے قطعی طور پر باطل کرنے والی ہے اور عقل اور شعور زائل ہونے کی وجہ سے ہے تو پھر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور یہ سالکین وضو کا اعادہ بھی نہیں کرتے لیکن میں اس اعتراض مذکورہ کے جواب میں کہونگا۔ کہ نماز میں یہ حالت مزکور (یعنی حرکات اور صیاح) غیر اختیاری ہے اور یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود پیش آتی ہے اور اس کی مثال کھانسی اور چھینک کی طرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتی ہے اس لئے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز باطل ہے اور شوافع نے کہا ہے کہ اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے تو اس

کی نماز فاسد نہیں ہے اور نمازی اس صورت میں معذور سمجھا جائیگا۔ بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جائے اور عدم فساد صلوٰۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کے غیر اختیا ری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا لازم نہیں کیونکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری ہے اور غیر شعوری نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ عقل اور شعور موجود ہوتے ہیں اور یہ تو ظاہر باہر کا معاملہ ہے۔ پس اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آیت نمبر ۴: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: بے شک مومن وہ ہے جب اللہ کا ذکر ہو ان کے دل دہل جاتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ وجد ثابت کرتی ہے اسلئے کہ خوف اور خشیت طاری ہو جانا ذکر الٰہی کے وقت یہ بھی وجد ہی کی ایک قسم ہے جو اس سے پہلے وجد کی اقسام میں اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تفصیلا انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے۔

آیت نمبر ۵: لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الحشر ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو پہاڑ پر تو تم اس پہاڑ کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

یہ آیت کریمہ اثبات وجد پر صریح دلیل ہے جب قرآن کریم کی نزول سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے تو چاہیئے کہ انسان کے بدن اور دل پر بھی اس کے آثار طاری ہوں یعنی خوف اور خشیت کے آثار طاری ہو جیسے رونا، بے ہوش ہونا، لرزہ طاری ہونا، یا دیگر احوال جو وجد کی اقسام میں درج کی جاچکی ہے۔

آیت نمبر۶:یَاأَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ (المزمل ۱)

اے وہ شخصیت جو لباس نبوت سے آراستہ و پیراستہ ہو۔

یہ آیت کریمہ بھی وجد ثابت کرتی ہے۔ جیسے بخاری شریف (باب کیف بدالوحی الی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم)حدیث اور کتاب التفسیر حدیث سے واضح ہے اور پہلے اسباب وجد اور اقسام وجد میں بیان ہو چکا ہے۔ تفصیل انشاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

آیت نمبر ۷: یَاأَیُّھَاالْمُدَّثِّرُ (المدثر ۱)

اے بالاپوشی زیب تن کرنے والے۔

اس آیت کریمہ سے بھی وجد کی اثبات پر استدلال بعینہ یَاأَیُّھَاالْمُزَّمِّلُ (المزمل ۱) کی طرح استدلال ہوتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری دیگر آیات مبارکہ موجود ہیں جن سے استدلال ثابت ہوتا ہے۔

وجد اور حال کے اثبات میں احادیثِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اور آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آئمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس باب میں ان احادیث اور آثار کا تذکرہ کیا جائیگا جن سے وجد اور حال کا ثبوت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱: امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف کے پہلے باب (کیف بداالوحی الی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

فجائه الملک فقال اقرأ فقال فقلت ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری، قال فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم۔ فرجع بها رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّم یرجف فواده (وفی روایة ترجف بوادره) فدخل علی خدیجة بنت خویلد رضی اللہ تعالٰی عنها فقال زملونی زملونی حتی ذهب عنه الروع۔[40]

ترجمہ: اس کے بعد میرے پاس فرشتہ آیا اور فرشتے نے کہا: پڑھئے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس فرشتے نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ ملا کر زور سے بھینچا۔ یہاں تک کہ مجھے مشقت میں ڈالا۔ پھر علیٰحدہ کیا۔ پھر کہا: پڑھئے! میں نے کہا: میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر مجھے اپنے سینے کے ساتھ ملا کر زور سے دبایا۔ یہاں تک کہ مجھے مشقت میں ڈالا۔ پھر سینے سے علیٰحدہ کیا۔ پھر کہا: پڑھئے! میں نے جواب دیا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر سینے کے ساتھ ملا کر زور سے دبایا اور کہا: پڑھئے: اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الۡإِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ (۲) اقۡرَأۡ وَرَبُّکَ الۡأَکۡرَمُ (العلق ۳)۔۔۔(پڑھو! اس ذات کے نام کے ساتھ جس نے پوری مخلوق کو پیدا کیا اور انسان کو خون کے لوتھڑے کے ٹکڑے سے پیدا کیا۔ اس رب کے نام پر پڑھو جو کریم ہے) پس اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم ان آیات مبارکہ کو لے کر واپس تشریف لائے تو آپ کا قلب مبارک حرکت کر رہا تھا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا: میرے اوپر کپڑے ڈالو۔ (دو مرتبہ فرمایا) یہاں تک کہ وہ خوف، رُعب اور ہیبت رخصت ہوئی۔

[40] (بخاری ۳: ۱ باب بدا الوحی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم پر جبریلِ امین نے توجہ کی۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی گردن مبارک، سینہ مبارک کا ہلنا وجد کے باعث ہے اور جبریلِ امین کی توجہ وحی کی منتقلی کے لئے تھی۔

یہاں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ ساری کائنات میں سب سے بڑے روحانی پیر، روحانی شخصیت حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس ہے (تمام انسانوں، جنوں اور فرشتوں کیلئے) جیسے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "**المبداو المعاد**" میں ذکر کیا ہے کہ یہ توجہ باطنی کمالات اور درجات کے بلند کرنے کیلئے نہیں تھی بلکہ یہ مناسبت کیلئے تھی۔ انسان اور فرشتے کے درمیان۔ اور جبریلِ امین علم ظاہر کے استاد تھے مگر علم باطن کی کامل شخصیت اور پیشوا حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس ہے۔

اس حدیث کے مضمون کے **مطابق "کنت نبیا و آدم بین الروح الجسد و فی روایۃ بین الماء و الطین"** عالمِ ارواح میں سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نورِ مجسم تمام ملائکہ اور تمام مخلوقات اور تمام اولیائے کرام کی ارواح کو معرفتِ خداوندی عطا کرنے والے توجہ دینے والے اور خبر کرنے والے بلکہ تمام ارواح کو بھی سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے توجہ باطنی دی اور ان کو سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے خبر دی مگر بات اتنی ہے کہ جس روح نے عالمِ ارواح میں استفادہ کیا تو عالمِ اجساد میں بھی اسے ہدایت اور نورِ قبول کرنے کا موقع ملا۔ اور جو وہاں محروم رہا اس دنیا میں بھی محروم رہا۔ **معاذ اللہ۔**

حضرت عبد الرحمن بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ازل کے دن کسی نے کمایا اور کسی نے گنوا دیا۔

مقصد یہ ہے کہ تمام کائنات کیلئے علمِ باطن کے استاد اور پیشوا حضرت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ اور علمِ ظاہر کے استاد حضرت جبریلِ امین علیہ السلام ہیں لیکن چونکہ علمِ باطن کے استاد کا مرتبہ علمِ ظاہر کے استاد کے مرتبے سے بلند اور اعلیٰ ہے جیسا کہ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **"المبدا و المعاد"** میں لکھا ہے کہ علمِ باطن اشرف ہے بہ نسبت علمِ ظاہر کے۔ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا حق مبارک جبریلِ امین علیہ السلام کی نسبت بلند ہے اس حدیث مبارکہ میں جبرائیل علیہ السلام کا حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے معانقہ کرنا اور علیٰحدہ ہو جانا اس سے توجہ ثابت ہوتا ہے اور یہ توجہ علمِ باطنی کے لئے نہیں تھی کیونکہ نبوت اور علمِ باطن حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کو پہلے ہی حاصل تھا جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ بلکہ یہ توجہ صرف مناسبت کے لئے تھی اور وحیِ الٰہی جبریلِ امین سے اخذ کرنے کیلئے تھی۔

الغرض مذکورہ صورت روایت وجد اور حال ثابت کرتی ہے۔ جو صاحبِ بصیرت لوگوں پر مخفی نہیں۔

حدیث نمبر ۲: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی باب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے:

ولقد رأیته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه وان جبینه لیتفصد عرقا۔[41]

ترجمہ: یقیناً میں دیکھتی تھی کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم پر سخت سردی کے دنوں میں وحی نازل ہوتی اور فرشتہ واپس چلا جاتا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی پیشانی مبارک پر پسینہ کے قطرات نمودار ہوتے۔

---

[41] (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم پر وحی کی تاثیر اور ثقل کے باعث گرمی کی کیفیت اور پسینہ آنا حالانکہ سخت سردی کا موسم ہوتا۔ سخت سردی میں حرارت کی کیفیت اور پسینے کے قطرات کا نمودار ہونا۔ یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے گرمی اور حرارت جیسے وحی اور تاثیر ملائکہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام مشائخ عظام کی صحبت میں اور ان سے ملاقات کے وقت میں انوار الٰہیہ اور تجلیات ربّانیہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی وجد اور حال کا ثبوت واضح ہے۔

حدیث نمبر ۳: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب التفسیر میں باب قولہ تعالیٰ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (النحل ۸۹) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال لي النبي صلى الله عليه و سلم اقرأ علي قلت آقرأ عليک أنزل؟ قال فإني أحب أن أسمعه من غيري فقرأت عليه سورة النساء حتى بلغت فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد و جئنا بک على هؤلاء شهيدا۔ قال (أمسک) . فإذا عيناه تذرفان۔[42]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم، نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ (صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم) قرآن کریم تو خود آپ کی ذات اقدس پر نازل ہوا ہے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے مجھے فرمایا مجھے پسند ہے کہ میں دوسروں سے تلاوت سنوں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی تلاوت کی یہاں تک کہ اس اٰیت مبارکہ پر پہنچے: (فکیف۔۔۔) تب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ: میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے چہرہ انور کی جانب دیکھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی مبارک آنکھو

---

[42] (بخاری ج ۲ ص ۶۵۹ کتاب التفسیر)

ں سے آنسو رواں تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی وجد کا ثبوت واضح ہے۔ اس لئے کہ رونا وجد کی انواع میں سے ایک نوع ہے جو پہلے اقسام وجد کے تزکرہ میں ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث نمبر ۴: اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شمائل ترمزی کے (باب ماجاء فی بکاء النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم) میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

قال انکسفت الشمس یوما علی عھد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم فقام رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم یصلی حتی لم یکد یرکع ثم رکع فلم یکد یرفع رأسہ ثم رفع رأسہ فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع رأسہ ثم رفع رأسہ فلم یکد ان یسجد ثم سجد فلم یکد ان یرفع راسہ فجعل ینفخ ویبکی الخ۔[43]

ترجمہ: ایک مرتبہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے زمانہ اقدس میں سورج گرہن ہو گیا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نماز کیلئے اٹھے اور اتنا لمبا قیام فرمایا کہ محسوس ہوا کہ رکوع ہی ادا نہ فرمائینگے بعد ازاں رکوع ادا فرمایا رکوع بھی طویل فرمایا قریب تھا کہ سر مبارک حالت رکوع سے اٹھانہ فرمائینگے پھر سر مبارک اٹھایا اور پھر بہت دیر کھڑے رہے پھر سجدہ ادا فرمایا سجدہ بھی نہایت طویل فرمایا اور سجدوں کے درمیان جلسہ بھی نہایت طویل فرمایا۔ پھر دوسرا سجدہ ادا فرمایا یہ بھی طویل سجدہ تھا سجدے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اوہ اوہ فرمارہے تھے اور گریہ وزاری جاری تھی۔ ایسا رونا کہ جس سے رونا حاصل ہو جائے یہ بھی عین وجد ہے جیسا کہ فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص حالت نماز میں اللہ کے خوف یا جنت یا دوزخ کے خیال سے روتا ہے اور رونے میں اف وآہ کرتا ہے یا الفاظ حاصل ہوتے ہیں اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ خوف عین اللہ کا خوف ہے اور یاد الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اور ابو داؤد شریف

---

[43](رواہ الترمذی: ۱۶۹)

میں یہ الفاظ موجود ہیں: (ثم نفخ فی آخر سجودہ فقال اُف اُف) حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے حالت نماز میں اف اف کہا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا حالت نماز میں اف اف کرنا کثرت خشیت کی وجہ سے ہے۔اس حدیث سے بھی وجد ثابت ہوتا ہے۔یہ بھی وجد کی ایک نوع ہے۔

حدیث نمبر ۵: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں حضرت مطرب بن عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے: قال اتیت رسول اللہ صَلّی اللّٰہ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلّم وھو یصلی ولجوفہ ازیز کأزیر المرجل من البکآء۔ وفی روایۃ ازیز الرحیٰ۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے قریب حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نماز ادا فرمارہے تھے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سینہ مبارک سے ابلتی ہوئی ھانڈی کی طرح آواز آرہی تھی جو کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے گریہ کے سبب تھی۔[44]

دوسری روایت میں یہ ہے کہ چکی کے گھومنے کی طرح آواز خارج ہورہی تھی۔ فتح القدیر شرح ھدایۃ: باب یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیھا (ج: ۱:۳۴۶) میں اس حدیث شریف سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ:

وھٰذا حجۃ علی الشافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ من انہ یقول ان الانین والتاوہ والبکاء یقطع الصلٰوۃ مطلقا اذا حصل منہ حروف لان بأزیز المرجل یحصل الحروف لمن یصغی۔

---

[44] (رواہ الترمذی)

یہ حدیث مبارکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہ اوہ اور رونا مطلقا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ جب ان سے حروف حاصل ہو جائیں حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ھانڈی کے ابلنے سے حروف ضرور حاصل ہوتے ہیں اگر کوئی شخص کان لگا کر سن لے۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے وجد ثابت ہوتا ہے اور عین حالت نماز میں رونا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ (جریان الدموع او اقشعرار الجسد) یعنی آنسوؤں کا جاری ہونا اور جسم کا لرزنا غالبا حال ہے منتہی لوگوں کا اور ابتداء اور درمیان میں بہت سارے احوال وارد ہوتے ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ منتہی لوگوں پر بھی کئی قسم کے احوال وارد ہوتے ہیں جسکی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

حدیث نمبر ٦: اس طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت کی ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ (باب ما جاء فی شیب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم):

قال: قال ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم قد شبت قال شیبتنی سورۃ ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتسآءلون و اذا الشمس کورت۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم آپ کی ریش مبارک میں سفید بال آ گئے ہیں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ سورۃ ھود والواقعۃ والمرسلات وعم یتسآءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ ریش سفید ہونے کے آثار امت کے غم اور ضعف کے باعث ہیں۔ اس لئے کہ سورۂ ھود میں: (واستقم کما امرت و من اتبعک من المؤمنین)۔

ترجمہ: ثابت قدم رہو جس طرح تمہیں حکم ہے وہ بھی ثابت رہے جو تمہارے پیروکار مومن ہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کیلئے استقامت اور قرآن پر حکم بالکل بھی مشکل نہیں کیونکہ حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق قرآن کریم پر عمل ہے مگر امت کے لئے استقامت کا حکم ہے اور عام امتی کیلئے استقامت بہت مشکل کام ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاستقامة للامة امر شدید صعب و لذا امروا بدعآء الهداية و الاستقامة فی کل صلٰوة وفی کل رکعةملخصًا۔

استقامت تمام امت کے لئے بہت مشکل کام ہے اسی وجہ سے امت کیلئے ہر نماز میں ہر رکعت میں استقامت علی الہدایۃ کا حکم ہے۔تو یہ غم در حقیقت امت کیلئے ہی ہے۔ (کمافی المرقاة)

جس طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظھری میں فرماتے ہیں:

رزقنا الله سبحانه وتعالٰی و ایاکم الاستقامة علی سبیل الشریعة و الطریقة و الحقیقة واحفظنا و ایاکم من زلة الاقدام و سوء الخاتمة آمین۔ بحرمة مرشدنا الکریم و لاسیما بحرمة سیدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم آمین۔

اسی طرح سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور سورہ عمّ یتسآءلون اور سورہ تکویر میں قیامت کی سختیاں اور خوفناک واقعات گزری ہوئی امتوں کے انکار اور نافرمانی کیوجہ سے ہلاکت کے واقعات مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے امت کی خاطر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم پر غم کے آثار ضعف اور ریش مبارک کا سفید ہونا ظاہر ہوا۔ اور ان آثار کا ظاہر ہونا بھی وجد کی ایک قسم ہے۔ جیسے کہ اقسامِ وجد میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۹۸ میں باب آثار السماع و آدابہ میں فرماتے ہیں:

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم شیبتنی ھود واخواتھا خبر عن الوجد فان الشیب یحصل من الحزن والخوف وذالک وجد۔[45]

ترجمہ: حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا فرمان سورۂ ھود کی طرح سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یہ بتانا خبر دینا ہے کہ داڑھی کا سفید ہونا بھی غم ہی کی وجہ سے ہے اور یہ وجد کی اقسام میں سے ایک ہے۔

حدیث نمبر ۷: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیہقی شعب الایمان اور ابن عدی کی (الکامل) کے حوالے سے ابو حرب بن ابی الاسود کی روایت سے مرسلا اس طرح نقل کیا ہے کہ:

انہ علیہ الصلٰوۃ والسلام قرأ عندہ "ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما" فصعق۔[46]

ترجمہ: حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ابو حرب بن ابو الاسود کے سامنے یہ آیت کریمہ تلاوت کی اور یہ مرسل حدیث پر حجت ہے۔ بلکہ حنفیوں کے نزدیک یہ مسند سے بھی اوپر ہے اصولِ فقہ کی کتابوں میں (باب السنہ) میں وضاحت موجود ہے اور مسلم شریف میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا بے ہوش ہو جانا بھی مروی ہے۔ مسلم شریف: ج: ۱: ص: ۱۵۴: میں بھی حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا بے ہوش ہو جانا یا ان پر غشی طاری ہونے کی روایت موجود ہے پھر تدریجا استعداد بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ

---

[45] (کمافی الاحیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۲۹۸)

[46] (احیاء: ج: ۲: ص: ۲۹۷)

شب معراج اللہ کے دیدار سے مشرف ہونے کے باوجود بھی بال برابر بھی نہ ہلے۔ اپنی عظیم ترین استعداد مبارکہ کی بدولت ذات حق کا مشاہدہ کیا۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات شریف میں یہ بات ذکر کی ہے کہ تجلی ذاتی اور اصلی خالص بدون ظل کے وقت میں دک وفک اور سقوط اور غشی کا طاری ہونا، اس سے چھٹکارا نہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ: فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳) لہٰذا منتہی کیلئے اصل تجلی خالص بغیر سایہ کے دیکھنے سے حالت متغیر ہو جاتی ہے مگر نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم کے پہلے احوال موسیٰ علیہ السلام کے پہلے احوال صحابہ کرام کے پہلے احوال تابعین و شیخین کے پہلے اقوال اس پر گواہ ہیں اور اس کے بعد سید الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم کو اتنی ترقی اور استعداد کیسے حاصل ہوئی کہ عین ذات کا دیدار کرتے ہوئے بھی حالت نہیں بدلی۔ یہ ایک باریک تحقیق ہے اور تفصیل مکتوبات شریف میں موجود ہے تاہم یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ بھی وجد کی ایک قسم ہے اسلئے کہ غشی اور بے ہوشی کا طاری ہونا وجد ہی کی قسم ہے۔

حدیث نمبر ۸: اسی طرح تفسیر مدارک: ج:۴: ص: ۱۳۶: تفسیر مظھری: ج:۸: ص: ۱۰۹: سورۂ زمر کی آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

اذا اقشعر جلد المؤمن (وفی روایۃ جلد العبد) من خشیۃ اللہ تحاطت عنه الذنوب کما یتحاطت عن الشجرۃ الیابسۃ ورقھا۔

جب مؤمن کی کھال اللہ کے خوف سے حرکت کرتی ہے۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ بندے کی کھال اللہ کے خوف سے لرزتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔

'اقشعرار' کے معنی ہیں 'ارتعاد' یعنی لرزنا، کانپنا یا اضطراب۔ یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اس حدیث سے بھی بندۂ صالح اور بندۂ مؤمن کیلئے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۹: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عذابِ قبر کے باب میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی:

تقول قام رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم خطیبا فذکر فتنة القبر التی یفتتن فیها المرء فلما ذکر ذالک ضج المسلمون ضجة۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو فتنۂ قبر کا ذکر کیا جو بندے سے امتحان ہوتا ہے۔ جب قبر کی حالت کا ذکر ہوتا ہے یہ سن کر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے چیخیں مارنا شروع کیں۔[47]

اور امام نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

حالت بینی و بین ان افهم کلام رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم فلما سکنت ضجتهم قلت لرجل قریب منی ای بارک اللہ لک ماذا قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم فی آخر قوله؟ قال: قد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور قریبا من فتنة الدجال۔

یہاں تک کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ شور میرے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا کلام مبارک سمجھنے کے درمیان حائل ہوا۔ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا خطبہ مبارک ختم ہوا تو میں نے ایک صحابی سے پوچھا کہ آخر میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم

[47](صحیح البخاری، کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۳۸)

نے فرمایاہے: کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ فتنۂ دجال کے وقت تم قبر کے فتنے میں ڈالے جاؤ گے۔[48]

مشکوٰۃ شریف (باب اثبات عذاب القبرج ا ص ٢٦) میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا وعظ و خطبے کے دوران صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا خوفِ الٰہی کے سبب چیخیں مارنا خلافِ ادب تصور کیا جائے گا یا نہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی محفل اقدس میں۔ اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی آواز مبارک سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آوازیں خوفِ الٰہی کیوجہ سے بلند ہو گئی تھیں۔ کہ چیخیں مار رہے تھے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی آواز مبارک سے اپنی آواز بلند کرنا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا تَرۡفَعُوا أَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ (الحجرات ٢) کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا خوفِ الٰہی کے سبب چیخیں مارنا اور رونا یہ غیر اختیاری تھا۔ عقل و شعور ہونے کے باوجود یہ چیخیں مارنا وجد کے باعث تھا اور یہ وجد بھی اقسامِ وجد میں سے ایک وجد ہے جس طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

---

[48] (سنن نسائی، کتاب الجنائز ج ا ص ٢٢٣ کتاب التعوذ من عذاب القبر)

حدیث نمبر ۱۰: اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

قَالَ سمعت النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم یقرأ فی المغرب بالطور فلما بلغ ھٰذہ الآیۃ (ام خلقوا من غیر شئ ام ھم الخالقون) کاد قلبی ان یطیر۔

محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نماز مغرب میں سورۂ طور تلاوت فرمارہے تھے جب اس آیت پر پہنچے: (ام خلقوا) تو قریب تھا کہ میرا دل اُڑنے لگ جائے۔ [49]

یہ حدیث شریف بھی اثبات وجد پر صریح دلالت کرتی ہے اس لئے کہ دل کا اُڑ جانا بھی وجد کی ایک قسم ہے مگر چونکہ قلب جسم سے متصل ہے اور جسم عالم سفلی ہے اور قلب عالم علوی ہے لہٰذی قلب حالتِ وجد میں اڑنے کا تقاضا کرتا ہے۔ جبکہ جسم کا ارادہ اس کے بر خلاف ہوتا ہے۔ نتیجۃً غیر اختیاری فعل سرانجام پاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱: احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور رسالہ چہل حدیث (مرتبہ امام عمر بن سعید علیہ الرحمۃ) حدیث نمبر ٦ کے حوالہ سے مولانا مولوی عبد الشکور صاحب حنفی، قادری، نقشبندی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ انا عند رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم اذا انزل جبرئیل علیہ السلام فقال یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم ان فقراء امتک یدخلون الجنۃ قبل الاغنیاء بنصف یوم فھو خمس مائۃ عام

---

[49] (رواہ البخاری ج ۲ ص ۷۲۰)

ففرح رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم قال افیکم ینشدنا فقال بدویّ انا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم قال ھات فانشد البدوی (شعر):

قد لسعت حیۃ الھویٰ کبدی — فلا طبیب لھا ولا راقٖ

الا الحبیب الذی شغفت بہٖ — فعندھ رقیتی و تریاقی

فتواجد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم و تواجد الاصحاب معہ حتی سقط ردائہ عن منکبتیہ فلما فرغوا اوی کل واحد منھم مکانہ قال معاویۃ بن ابی سفیان ما احسن لعبکم یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم فقال مہ یا معاویۃ لیس بکریم من لم یھتزّ عند ذکر الحبیب ثم قسم ردائہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم بین من حاضرھم باربع مأۃ قطعات۔[50]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم آپ کی امت کے غرباتونگروں سے نصف دن پہلے جنت میں جائینگے جو (دنیا کے لحاظ) پانچ سو برسوں کے برابر ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے (جو خوشی کے اس موقع پر) اشعار بنا کر سنائے؟ اس پر ایک بدوی (دیہاتی) نے کہا یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم میں سناؤنگا۔ آپ نے فرمایا لاؤ (سناؤ) بدوی نے یہ اشعار سنائے (جن کا ترجمہ یہ ہے) میرے جگر کو (محبوب کی) خواہش کے سانپ نے ڈس لیا۔ جس کے لئے نہ تو کوئی حکیم ہے نہ جھا ڑپھونک کرنے والا ہے۔ مگر وہ حبیب (مخلص ساتھی) جس کی محبت میں میں فریفتہ ہوں اسی کے پاس

---

[50] (احیاء العلوم: ج:۵: ص: ۱۲۱: التفسیرات الاحمدیۃ مطبوعہ کریمیہ الواقعہ فی ممبئ: ص: ۱۳۲۷: ۲۰۲: ھ: رھنمائے سالکین: ص: ۱۳۹: مطبوعہ حاجی عبدالغفور راہ حقیق: ص: ۱۱۱: ججہ میاسیاں ریاست بھاولپور)

میرے لئے تریاق بھی ہے اور تعویز بھی۔(یہ اشعار سن کر) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وجد طاری ہو گیا یہاں تک کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے دوش مبارک سے چادر مبارک گر پڑی۔ پھر جب وجد سے فارغ ہوئے تو ہر ایک اپنے اپنے مکان پر گیا۔(جہاں پہلے تشریف فرماتھے) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کتنا ہی حسین لعب (کھیل) ہے۔اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ایسانہ کہو(یعنی اس مخصوص حالت کو کھیل سے تشبیہ نہ دو یہ محبوب حقیقی کی یاد سے جنبش تھی اور) جو شخص اپنے محبوب کا ذکر سن کر جنبش میں نہ آئے وہ کریم (بزرگ) نہیں ہے پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم (کی اس وقت زیب تن کی ہوئی) چادر مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔یہ حدیث شریف شعر و اشعار، سننے سنانے وجد و جذب کے جواز کے لئے واضح دلیل ہے۔اس لئے کہ خود حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اشعار سنانے کا امر کیا۔(نمبر ۲) اشعار سن کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے اوپر وجد کا غلبہ ہوا۔(۳) اپنے اپنے مکانات سے (جہاں پہلے تشریف فرماتھے) ہٹ کر ادھر ادھر گئے (۴) اسی عالم میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی (۵) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وجد کو لہو و لعب کھیل کو د سے تشبیہ دینے کو ناپسند کیا۔ نیز بزرگی کی علامت ہی یہ بیان فرمائی کہ اپنے محبوب کے ذکر سے حرکت و جنبش میں آجائے۔ پس حضرات صوفیاء کرام بھی ان ہی چیزوں کو وجد و جذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲: اس طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم: ص: ۳۰۴: پر نقل کیا ہے یہ حدیث امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاوی میں ذکر کی ہے شیخ ضیاء الدین نے اداب المریدین میں ذکر کی ہے اور فتاوی خیریہ میں بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ وجد اور رقص اور بھا گنا، دوڑنا، چھلانگیں لگانا، اچھلنا، یہ حالت ہے جو حقیقی اہل تصوف کیلئے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا گیا تھا۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان میں لطیف اختلاف پیدا ہوا تھا کہ تربیت کی ذمہ داری سب ہی قبول کرنا چاہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"انا اخذتها وهي بنت عمي وقال جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنه بنت عمي و خالتها تحتي وقال زيد رضی اللہ تعالیٰ عنه بنت اخي فقضى بها النبي صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم لخالتها وقال الخالة بمنزلة الام وقال لعلي انت مني و انا منك فحجل علي وقال لجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنه اشبهت خلقي و خلقي فحجل جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنه (وفي رواية رقص) وقال لزيد رضی اللہ تعالیٰ عنه انت اخونا و مولانا فحجل زيد رضی اللہ تعالیٰ عنه كذا ذكر الغزالي في الاحياء"۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی تربیت میں کرونگا اس لئے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے (اور اس کی خالہ میری بیوی ہیں لہٰذا اس کی تربیت کا حق مجھے پہنچتا ہے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے بھائی کی بیٹی ہے مجھے اس کی تربیت کا حق حاصل ہے تو اللہ کے رسول صَلَّى اللّٰهُ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے خالہ کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔اور فرمایا کہ خالہ ماں کی (مثل) قائم مقام ہوتی ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رقص شروع کیا یا ایک پاؤں پر دوڑنا شروع کیا۔حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تم شکل وصورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ایک پاؤں پر دوڑنا شروع کیا یا رقص کرنا شروع کیا حضرت زید بن حارثہ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے ہی آزاد کردہ ہو تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک پاؤں پر دوڑنا شروع کیا۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں اس کا ذکر کیا ہے۔اس حدیث مبارکہ سے بھی دوڑنا عین وجد صراحتًا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

الحجل ان یرفع رجله وتقفز علی الاخری۔

حضرت ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حجل کا معنی یہ ہے کہ ایک پاؤں اٹھائے اور دوسرا پاؤں لے بھاگے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الحاوی میں اور صاحب فتاویٰ خیریہ میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے رقص کرنے کے الفاظ ذکر کئے ہیں اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان کو منع نہیں فرمایا۔

"ولم ینکر علیه النبی علیه الصلوٰة والسلام فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیة رحمة اللّٰہ تعالٰی علیھم اجمعین لمایدرکونه من لذات المواجید"۔

ترجمہ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس رقص کو منع نہیں فرمایا۔ حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا اس رقص سے منع نہ فرمانا صوفیوں کے رقص پر دلیل ہے جب وہ لذتِ عشق سے لبریز ہوتے ہیں۔ تو رقص بے خودی ہوتے ہیں۔

وجد اور رقص تقریر اور فعلِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ رقص اور ایک پاؤں پر بھاگنا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے لہٰذا یہ حدیث مبارکہ بھی وجد پر ثبوت ہے۔

حدیث نمبر ۱۳:

اور اسی طرح الحاوی للفتاویٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ بن ابی طالب بین یدی النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لما قال لہ "اشبھت خلقی و خلقی" و ذالک من لذۃ ھٰذا الخطاب ولم ینکر علیہ النبی صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین لما یدرکونہ من لذات المواجید وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعۃ من کبار الائمۃ رحمۃ اللہ تعالی علیھم منھم شیخ الاسلام عز الدین عبد السلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ"۔[51]

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا رقص حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں تھا جب حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا تمہاری شکل وصورت میرے مشابہ ہے تو اس خطاب کی لذت اور عشق میں وارفتہ ہو کر انہوں نے رقص شروع کیا حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا منع نہ کرنا اہل تصوف کے رقص پر دلیل ہے جب وجد کی لذت اور سرور کے باعث رقص ہو۔ تو مجلس سماع کی محفلوں میں رقص کرنا

---

[51] (الحاوی: ص: ۲۳۴)

بڑے علماء کرام سے ثابت ہے اور یہ بات صحت تک پہنچ چکی ہے۔ان ائمہ میں شیخ عزالدین بن عبد السلام شامل ہیں۔

اور(فتاویٰ ردالمحتار للشامی: ج:٣:ص:٣٣٧:قبیل باب البغات) میں ہے:

"والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع یستدعی تفصیلا ذکرہ فی عوارف المعارف واحیاء العلوم وخلاصۃ ما اجاب بہ العلامۃ النحریر ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بقولہ ما فی التواجد ان حققت من حرج ولا التمائل ان اخلصت من باس فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین۔الخ"۔

ترجمہ: رقص اور سماع کے مسئلہ کے بارے میں قطعی تحقیق تفصیل طلب ہے۔جو کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم میں ذکر کی گئی ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علامہ کمال بادشاہ نے اپنے قول میں ذکر کی۔ حقیقی تواجد میں گناہ نہیں اور اسی طرح تمایل اور جسم کو حرکت دینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔جگہ سے اٹھنا اور ایک پاؤں پر بھاگنا۔حالانکہ جسے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اپنی جانب بلائیں اسے حق ہے کہ سر کے بل حاضر ہو۔مذکورہ اعضاء سماع اور ذکر کے وقت حرکت دینے کی اجازت ہے۔

حدیث نمبر۱۴: اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (جامع ترمذی: ج: ٢ :ص: ٦٣: کتاب الزھد باب ماجاء فی الریاء و سمعۃ می شفی اصبحیص) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے:

قال قلت لہ أسئلک صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ وَسلَّم بحق و بحق لما حدثتنی حدیثا سمعتہ من رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم عقلتہ وعلمتہ فقال ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افعل لاحدثنک حدیثا حدثنیہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم عقلته وعلمته ثم نشغ ابو هريرةص نشغة فمكث قليلا ثم افاق فقال لاحدثنک حديثا حدثنيه رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فی هٰذا البیت ما معی احد غیری وغیره۔ ثم نشغ ابو هریرة ص نشغة شديدة ثم افاق ومسح وجهه وقال افعل لاحدثنک حديثا حدثنيه رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم انا وهو فی هٰذا البیت مامعی احد غیری وغیره ثم نشغ ابو هريرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه نشغة شديدة ثم مال خارا علی وجهه فاسندته طويلا ثم افاق فقال حدثنی رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ان اللّٰہ تعالٰی اذا كان يوم القيامة ينزل الی العباد ليقضی بينهم الخ۔"

ترجمہ: شفی اصبحی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہو اور اس کو آپ نے سمجھا ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی حدیث بیان کرونگا جو اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے بیان فرمائی اور جسے میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایسی حدیث بیان کرونگا جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس گھر میں بیان کی جس میں میرے علاوہ کوئی اور موجو نہ تھا۔ پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش میں آئے۔ اپنے چہرہ مبارک کا مسح کیا۔ فرمایا کہ تمہیں ایسی حدیث بیان کروں جو مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمائی۔ میرے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی ذات اقدس کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر گر گئے اور مائل ہوگئے اور بہت وقت تک بے ہوش رہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ایک ایسی حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بلا کیف بندوں کی طرف نزول فرمائے گا تاکہ بندوں کے درمیان

فیصلہ فرمائے۔اورآگے حدیث طویل ہے الفاظ یہ ہیں کہ پھر سخی کو بلایا جائیگا،شہید کو بلایا جائیگا،اور حا کم کو بلایا جائیگا۔(الیٰ آخر)حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غشی کا طاری ہو جانا اس کی دو وجوہات بیان ہوئی ہیں ایک وجہ یہ کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی یاد اور کمال محبت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہوئی۔دوسری وجہ یہ کہ اس حدیث میں وعید کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا وعید کا تصور اور اللہ کے خوف کی وجہ سے غشی طاری ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جید عالم تھے اور علوم ظاہری اور علوم باطنی کے حامل تھے لہٰذا عالموں کے بارے میں جو وعید کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا اس کے تصور سے ان پر غشی طاری ہوئی۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجہ کے خاشعین اور وارثین میں سے تھے۔لہٰذا یہ حدیث مبارکہ بھی اثبات وجد کیلئے قوی دلیل ہے اس لئے کہ غشی اور بے ہوشی بھی وجد کی انواع میں سے ایک نوع ہے۔

حدیث نمبر ۱۵: اسی طرح انوار محمدیہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم (ج ۱ ص ۴۲۰) مواہب لدنیہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

وقد کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربما مر بایۃ فی ورده فتخنقه الغبرة و یسقط و یلزم البیت یوم والیومین حتی یعاد ویحسب مریضا۔

(حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مرتبہ اپنے وظیفے میں ایک آیت پر جب گزرتے تھے گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ اپنا گلہ مبارک ہاتھوں سے تھام لیتے اور گر جاتے، ایک دن یا دو دن گھر کے اندر بند رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں بیمار سمجھتے تھے اور ان کی عیادت کیلئے آنا شروع کرتے تھے۔اور البدایہ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۶۷ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہو جانے کی روایت نقل کی ہے۔

اور حلیۃ الاولیاء ج ا ص ۳۰۰ پر بھی یہ روایت موجود ہے:

ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأ "ویل للمطففین" حتی بلغ الی "یوم یقوم الناس لرب العلمین" فبکی و خر۔

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورۃ مطففین کی تلاوت کرنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت مبارکہ پر پہنچے کہ (یوم یقوم) تک تلاوت کی تو رونا شروع کر دیا اور زمین پر گر گئے۔

بعض نام نہاد مفتیان جزب اور وجد کے نہ ماننے پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے انکار کیا ہے تو خود سوچئے کہ جو حال، جو کیفیت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر طاری ہوئی اس کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر یہ کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ کام تکلف کی طور پر کیا ہے یا مکر کے باعث سرزد ہوا ہے تو اتنے لوگوں کی موجودگی میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح انکار کر سکتے ہیں؟ حالانکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خود غشی طاری ہو گئی۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس طرح انکار کر سکتی ہیں حالانکہ خود ان پر غشی طاری ہوئی جیسا کہ بخاری شریف میں درج ہے۔[52]

لہٰذا اتنے دلائل کے باوجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس طرح اس وجد کو برا سمجھ سکتے ہیں۔ مگر انکار کی روایت بلا سند غیر مقبول جانے یا تاویل حسنہ جو قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۰۹: پر سورۃ زمر کی آیت ۶۳ کی

[52] (بخاری شریف ج ا ص ۴۷۹)

تفسیر میں تحریر کیاہے کہ جن لوگوں نے وجد کی وجہ سے انکار کیاہے وہ وجد مکرااور تکلفا تھا۔وہ لوگ اپنے آپ کو بتلاتے یا دکھلاتے تھے۔اور ان شاءاللہ تعالیٰ اس عبارت کی تفصیل تحریر کی جا ئیگی۔انکار کی قطعا کوئی گنجائش نہیں۔بعد میں منکرین وجد اور تواجد اور ان کے اعتراضات کی مزید وضاحت کی جائے گی۔

اسی طرح مجمع الزوائد میں امام بزار کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”انہا قالت لما رایت من النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ سَلَّم طیب النفس، قلت یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ سَلَّم ادع لی، فقال اللھم اغفر لعائشة رضی اللہ تعالی عنہا ماتقدم من ذنبہا و ماتاخر و ما اسرت و ما اعلنت فضحکت عائشة رضی اللہ تعالی عنہا حتی سقط راسہا فی حجرھا من الضحک، فقال لہا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ سَلَّم ایسرک دعائی؟ فقالت مالی لا یسرنی دعآءک فقال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ سَلَّم انہا لدعائی لامتی فی کل صلٰوة“۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو جب میں نے خوش دیکھا تو میں نے عرض کیا۔یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم میرے حق میں دعا فرمائیے۔تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ۔یااللہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اگلی پچھلی ظاہری،پوشیدہ تمام خطاؤں کو معاف فرما،توام لمومنین نے اس قدر تبسم فرمایا کہ سر مبارک انکے اپنی گود مبارک کی جانب جھک گیا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا آپ کو میری دعا سے اس قدر خوشی ہوئی ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے عرض کیا کہ مجھے کیا ہوا کہ آپ کی دعا سے مجھی خوشی نہ ہو۔مجھے آپ کی دعا

سے بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے حضور کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا۔ میں اپنی امت کے لئے ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگتا ہوں۔ اس روایت سے بھی وجد ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ام المومنین کا تبسم عام مسکراہٹ نہ تھی بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے الفاظ مبارکہ سے حاصل ہونے والی خوشی اور لذت تھی۔ یہ بھی حالت وجد اور غیر اختیاری مسکراہٹ تھی اور مسکراہٹ یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

حدیث نمبر ١٦: اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **(کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ 'لا تسئلوا عن اشیاء' الآیۃ ج ٢ ص ٦٦٥)** میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

"قال خطب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم خطبۃ ما سمعت مثلھا قط قال لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا قال فغطی اصحاب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم وجوھھم لھم حنین"۔

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ایسا بے مثل خطبہ دیا جس کا مثل کوئی خطبہ میں کبھی نہیں سنا۔ اس خطبے میں فرمایا: اگر تم جانتے، جو کچھ میں جانتا ہوں تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے اثر کے باعث صحابہ کرام نے اپنے چہرے چھپالئے اور رونا گریاوزاری کرنا سسکیاں لینا شروع کیں۔ اس روایت سے بھی وجد ظاہر ہوتا ہے کیونکہ خوف الٰہی کے باعث رونا، سسکیاں لینا یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

حدیث نمبر۱۷: اسی طرح تفسیر مظہری اور روح البیان اور دیگر تفاسیر میں سورۃ زمر آیت نمبر ۲۳ کے ذیل میں حضرت عبد اللہ بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

قلت لجدتی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنھا کیف کان اصحاب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم یفعلون اذا قرئ علیھم القرآن؟ قالت کانوا کما وصفھم اللہ تعالٰی تدمع اعینھم وتقشعر جلودھم۔

میں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ بنی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کرام کی اس وقت کیا حالت یا کیفیت ہوتی جب ان کے سامنے قرآن تلاوت کیا جاتا تھا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ان کی وہی حالت ہوتی تھی جو اللہ نے ان کی صفت بیان فرمائی ہے کہ ان کی آنکھیں آنسو بہاتیں اور ان کے کھال مبارک حرکت میں آجاتی۔ اس روایت سے بھی وجد ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آنسوؤں کا بہنا اور کھالوں کا لرزنا بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، اور یہ احسن کیفیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تمام اوقات میں بھی ان پر وجد طاری ہوتا اس لئے کہ وہ منتہی تھے۔ احیانا ان پر کبھی کبھی غشی، اضطراب، رقص، ایک پاؤں پر بھاگنا، ہنسنا، چیخیں مارنا، گریہ وزاری کرنا یہ تمام احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وارد ہوتے تھے۔ یہ سب کی سب اقسام وجد میں داخل ہیں۔ جیسے کہ اقسام وجد میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بہت سارے احوال کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طاری ہونا وجد اور حال کے مختلف انوع مختلف مواقع پر طاری ہونا۔ سلوک اور طریقت کے منتہی اولیائے کرام اور اصحاب تمکین بھی تمام احوال میں ان کا رونا اور جسم کا ہلنا کھال کی حرکت بدن کا لرزنا اور دیگر احوال کا وارد ہونا اور مبتدی اور متوسط اصحاب تلوین کا عام احوال میں رقص اور بے چین ہونا،

کپڑوں کا پھاڑنا، غشی کا طاری ہونا، چیخیں مارنا، تواجد خالص حقیقی ہے۔ منتھی کے طرز پر حالات کا طاری ہونا ایک حالت کا بھی انکار ممکن نہیں بلکہ سب کچھ دلالت کے ساتھ ثابت ہے اور اس سے انکار بے دینی اور جہالت ہے۔ یہ روایت بھی وجد اور حال کے اثبات پر دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے بیان فرمائی:

حدیث نمبر ۱۸: اسی طرح علامہ سید طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۴ میں حدیث مبارک مذکور ہے:

من اطاع اللہ باکیا دخل الجنۃ ضاحکا۔

جو شخص روتا ہوا اللہ کی عبادت اور اطاعت کے ساتھ وہ جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹: کفایہ شرح ھدایہ: ج:۱: ص:۳۴۶: **(باب ما یفسد الصلٰوۃ و ما یکرہ فیھا)** میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

"سئلت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا عن الانین فی الصلٰوۃ فقالت ان کان من خشیۃ اللہ لا تفسد صلٰوتہ و ان کان من الالم تفسد"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال ہوا کہ نماز میں آہ کرنا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر اللہ کے خوف سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگر درد یا مصیبت کے باعث ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (فاسد ہو جاتی ہے) یہ دونوں روایتیں بلخصوص نماز میں رونا اور آہ کرنا اوہ کرنا فریاد کرنا۔ یہ بھی اقسام وجد میں سے ایک قسم ہے۔ فقہی مسئلے سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ احوال وجد میں سے ایک قسم ہے۔ جو وارد ہوتے ہیں بلکہ یہ زیادہ خشوع اور خضوع پر دلالت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر۱۹: اسی طرح علامہ ابواللیث ثمرقندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنبیہ الغافلین کے:ص ۲۹۴: پر ثعلبہ انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ جب ان صحابی رضی للہ تعالیٰ عنہ سے ایک سہو واقع ہوا تو اس وجہ سے ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو پہاڑ پر چڑھ گئے نہایت عجزو انکساری کے ساتھ توبہ واستغفار میں مشغول ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مبارک توبہ کی قبولیت کی خوش خبری حضرت جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کو دی۔

چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم کو حضرت ثعلبہ کو تلاش کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دونوں صحابیوں کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ وَسلَّم نے اس امر پر معمور فرمایا دونوں اصحاب مبارکہ نے تلاش شروع کردی۔ اس پہاڑ پر ان کی ملاقات حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے آپ (ثعلبہ) رضی اللہ عنہ کو پہاڑ سے اتار کر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا۔ نماز کا وقت تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو آخری صف میں شامل کیا۔

”فقرأ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم الھاکم التکاثر۔ فشھق شھقة فلما تلا حتی زرتم المقابر شھق شھقة اخری و فارق الدنیا فلما انفتل النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم جاء الی ثعلبة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا سلمان انضح علیه الماء فنادی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا نبی اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم قد فارق الدنیا۔ الحدیث“۔

ترجمہ: حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ''الھاکم التکاثر'' تلاوت فرمائی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں چیخ ماری جب حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (التکاثر ۲) کی تلاوت کی تو حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پھر چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہوئے۔ بعد نماز کے حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضرت ثعلبہ کے چہرے پر پانی کی چھینٹیں ماریں۔ تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کہ یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم حضرت ثعلبہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں یعنی وفات پا چکے ہیں۔ یہ حدیث مبارکہ بھی وجد پر دلیل ہے بالخصوص قرآن کریم کی تلاوت سننے کے دوران زیادہ خوف خداوندی اور چیخیں مارنا وجد کے باعث وفات پاجانا اور وجد میں انتقال کر جانے پر قوی دلیل ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی مجلس میں دوران ذکر و تبلیغ بہت سے اشخاص دنیا سے رخصت ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ خود بھی حضرت داؤد ں بے ہوش ہو گئے تھے اور حاضرین مجلس سے چار سو اشخاص کے جنازے اٹھے۔ [53]

اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں بہت سارے جنازے اٹھتے تھے (کمافی سیف المقلدین علیٰ اعناق المنکرین نمبر ۵۳۷) اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی کی توجہ اتحادی سے ایک نان فروش بے ہوش ہو گیا تھا اور تین دن بعد وفات پا گیا تھا۔ [54]

---

[53] (الاحیاء ج ۲ ص ۲۸ عوارف المعارف ص ۱۱۱)

[54] (کمافی التفسیر العزیزی جلد آخر: ص: ۳۳۸)

حدیث نمبر ۲۰: اسی طرح ملا علی قاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

"وقد نقل عن جعفر الصادق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وایضا أنه خر مغشیا علیه وھو فی الصلاۃ، فسئل عن ذالک فقال: سری عنه قال ما زلت اردد الایة علی قلبی حتی سمعتھا من المتکلم بھا (بلا کیف) فلم یثبت جسمی لمعاینة قدرته"۔

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی منقول ہے کہ وہ نماز میں بے ہوش ہر کر گر گئے تھے، آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک آیت کریمہ بار بار دل میں تلاوت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ خالق حقیقی سے (بلا کیف) وہ آیت مبارکہ سنی تو میرا جسم اس ذات اور اس کی قدرت معانی کے سامنے قائم نہ رہ سکا اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہوئی۔ [55]

اسی روایت کو حضرت شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **عوارف المعارف ص ۱۵ باب دوم** میں ذکر کیا اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **مکتوبات ج ۲ مکتوب ۱۱۸ دفتر سوم** میں بھی یہی کیفیت ان کی نقل کی ہے۔

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے منتہی تھے مگر ان پر بھی یہ کیفیت وارد ہوئی اب سوال یہ ہے کہ غیر نبی کا اللہ کا کلام خود ذات الٰہی سے بلا کیف سننا بہتر ہے یا نہیں؟ یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔**تفسیر مظھری** میں اس آیت کریمہ **وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى (القصص ۷)** کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے حد دلائل دیئے ہیں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک وحی تو شرعی ہوتی ہے جو کہ صرف انبیاء علیہم

---

[55] (مرقات ج ۱ ص ۲۵۶ کتاب العلم فصل اول)

الصلوٰۃ وسلام کے لئے خاص و مخصوص ہے دوسری قسم وحی کی غیر تشریعی ہے جو غیر نبی کو بھی عطاء ہوسکتی ہے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ پہلی امتوں میں بعض محدث (اللہ کے ساتھ کلام کرنے والے) ہوتے تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو اس امت میں بہت سارے محدثین اور بھی ہیں جیسے سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ کیفیت وارد ہوئی۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجھ سے بھی بلا کیف کلام فرمایا۔ الحمدللہ میں بھی محدث ہوں۔ پوری تفصیل تفسیر مظہری اور مکتوبات شریف میں درج ہے یہ روایت بھی وجد کے ثبوت میں خصوصاحالت نماز میں وجد پر قوی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲۱: امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (تنبیہ المغترین) میں لکھا ہے:

قرأالنبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم یوما ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصة وعذابا الیما و کان ورائه حموان بن اعین رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فخر میتا"۔

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ایک دن یہ آیت کریمہ تلاوت فرمارہے تھے إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا (المزمل ۱۲) تو حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے قریب حضرت حموان بن اعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے فوراً گر کر وفات پا گئے اور (تذکرہ قرطبی: ج: ۱: ص: ۸۴) پر آدم علیہ السلام کا بے ہوش ہونا بھی مذکور ہے اور (البدایہ والنہایہ: ج: ۴: ص: ۲۳۱) پر حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے ہوش ہونا بھی ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۲۲: اسی طرح عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (حديقة الندية: ص: ۱۰۹) پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (تنبيه المغترين) میں روایت کی ہے:

وكان ميمون بن مهران رضی اللہ تعالیٰ عنه يقول: سمع سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنه قارئًا يقرأ (وان جهنم لموعدهم اجمعين) فصاح ووضع يده على راسه وخرج صائما لا يدری اين يتوجه مدة ثلاثة ايام۔

ترجمہ: حضرت میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قاری سے یہ آیت کریمہ سُنی (وان جھنم) تو چیخ ماری اور دونوں ہاتھ سر پر رکھ لئے اور سر گردان وپریشان باہر نکل گئے اور یہ سمجھ نہیں رہے تھے کہ کس جانب جائیں۔ تین دن تک اسی کیفیت میں رہے۔

حدیث نمبر ۲۳: اسی طرح آثارِ تابعین اور تبع تابعین کی بھی سن لیجئے۔ جو کہ اثباتِ وجد کیلئے قوی دلائل ہیں۔ من جملہ ان میں سے علامہ حافظ ابن حجر مکی ہیتمی نے الخيرات الحسان ص ۳۶ پندرھویں فصل میں جلیل القدر ہستی تابعی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے:

وقرأ الامام يومًا فی صلٰوة الصبح (ولا تحسبن الله غافلًا عما يعمل الظلمون) فارتعد حتى عرف ذالک منه۔[56]

ترجمہ: ایک دن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فجر کے نماز میں اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی (ولا تحسبن الله غافلًا عما يعمل الظلمون) تو لرزنے لگے یہاں تک کہ لوگوں نے

---

[56](الخيرات الحسان: ص: ۳۶: فصل: ۱۵)

ان کا لرزنا دیکھ لیا اور ارتعاد (یعنی لرزنا بدن کا) یہ بھی وجد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اور یہ واقعہ بھی نماز کی حالت میں وجد کے وارد ہونے کیلئے قوی دلیل ہے۔

حدیث نمبر ۲۴: اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ٦٦ ج ١) میں تحریر کیا ہے:

وروی انہ سمع قارئًا یقرأ (ھٰذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون) فتغیر الشافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وارتعد وخر مغشیا علیہ۔

ترجمہ: روایت ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک قاری کو یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے ہوئے سنا (ھذا یوم) تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لرزنے لگے اور بے ہوش ہوگئے جلیل القدر مجتہد جو تبع تابعین میں سے ہیں ایک مسلک کے امام ہیں ان پر کیا کیفیت طاری ہوئی خاصکر قرآن کریم کی تلاوت سننے کے وقت یہ بھی وجد کی اثبات پر قوی دلیل ہے کہ بزرگان دین پر وجد کی حالت طاری ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۵: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (احیاء العلوم ج ١ ص ١٧١) میں جلیل القدر تابعی ربیع بن اخثم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا علیہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

ومشی ذات یوم مع ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الحدادین فلما نظر الی الاکوار تنفخ والی النار تلتھب صعق وسقط مغشیا علیہ وقعد ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عند راسہ الی الساعۃ وقت الصلٰوۃ فلم یفق فحملہ علی ظھرہ الی منزلہ فلم یزل مغشیا علیہ الی مثل التی صعق فیھا ففاتتہ خمس صلٰوات وابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عند راسہ یقول ھٰذا واللہ ھو الخوف۔

ترجمہ: ایک دن ربیع ابن اخثم تابعی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لوہار کی بھٹی کے پاس سے جارہے تھے (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں جارہے تھے)

جب ربیع ابن اخثم نے لوہار کی بھٹی کو دیکھا کہ اس کو ہوا دی جاتی ہے اور آگ کے شعلے لپک رہے تھے تو چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قریب کھڑے تھے۔ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا اور آپ ہوش میں نہ آئے تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پیٹھ پر اٹھا کر ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ دوسرے روز صبح تک وہ بے ہوش رہے اسی دوران پانچ نمازیں ان سے قضاء ہوئیں بعد ازاں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم خوفِ الٰہی کے باعث ان پر یہ کیفیت طاری ہوئی۔

یہ فعل اور حال تابعی کا ہے اور تقریر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معا یہ وجد کیلئے مضبوط دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بے اختیار حال اسی پر وارد ہوا اور بے ہوشی طاری ہوئی اور بے ہوشی بھی طویل رہی یہاں تک کہ پانچ نمازیں ان سے قضاء ہوئیں ان پر کوئی گناہ اور حرج نہیں ہے۔ جب ہوش میں آئیں تو ان نمازوں کی قضاء ادا کریں۔ بلکہ صرف وجد غیر اختیاری باوجود یہ کہ اس کا عقل و شعور بھی ہو جس طرح کہ انسان چھینک مارتا ہے یا کھانستا ہے تو باوجود وجد کے ہوش بر قرار رہتے ہیں تو اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔[57]

اگر عملِ کثیر اس سے صادر ہو اور نماز کے بعد حال ختم ہو جائے تو نماز کو دوبارہ دہرانا پڑیگا۔ اگر عملِ کثیر نہ ہو بلکہ صرف رونا، آواز کا نکلنا، جسم کا ہلنا تو پھر اس شخص پر نماز کا دھرانا ضروری نہیں ہے۔ اس کی تفصیل روح المعانی: ج:۳: ص: ۸٦: پر مذکور ہے۔

[57] (تفسیر روح المعانی: ج:۳: ص: ۸٦: سورۃ اعراف: آیت: ۱۵۵)

حدیث نمبر ۲۶: اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۹۷) میں زرارہ بن اوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

وروی ان زرارۃ بن اوفی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وکان من التابعین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کان یؤم الناس بالرقۃ فقرأ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (المدثر ۸) فصعق ومات فی محرابہ"۔

روایت یہ ہے کہ زرارہ ابن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تابعی ہیں لوگوں کو رقہ نامی جگہ پر نماز کی امامت کیا کرتے تھے جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (المدثر ۸) تو دورانِ نماز محراب میں گر گئے اور انتقال کر گئے۔ جو کہ وجد کی اعلیٰ ترین قسم میں سے ایک قسم ہے۔

اور جامع ترمذی: ج: ۱: ص: ۵۹: پر یہ حدیث موجود ہے:

کان ضرارہ بن اوفی قاضی البصرۃ فکان یوم بنی قشیر فقرأ یوما فی صلاۃ الصبح فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (۸) فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ (المدثر ۹) خر میتًا۔

حضرت ضرارہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے قاضی بنو قشیر میں امامت کرتے تھے، انہوں نے صبح کی نماز میں ایک دن یہ آیت کریمہ تلاوت کی (فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (المدثر ۸) الخ) تو گر گئے اور وفات پا گئے۔

وجد اور حال کے ثبوت میں مفسرین، محدثین، فقہائے کرام اور اولیائے راسخین اور عُلمائے حق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فرمودات کے ساتھ

اس باب میں وجد اور حال کے مختلف احوال واقسام کے اثبات میں معتبر اور معتمد علمائے دین کے اقوال ذکر کئے جائیں گے اور بہت زیادہ کتابوں اور عبارات کا تذکرہ کیا جائیگا۔ ان شاءاللہ۔

تفسیر روح المعانی، روح البیان، تفسیر مظھری، تفسیر مدارک، تفسیر عزیزی، فتاویٰ شامی، رد مختار، فتاوی حامدیہ، فتاوی خیریہ، مجموعۃ الرسائل لابن عابدین شامی، فتاوی علمگیری، طحطاوی، حاوی

للفتاوی، مکتوبات شریف، مکاتیب شریفہ شاہ غلام علی دھلوی، حدیقۃ الندیہ، عوارف المعارف، احیاء علوم الدین، فتوح الغیب، انوار القدسیہ، قطب الارشاد، سیف المقلدین، حجۃ السالکین، مقامات خواجہ نقشبند، رشحات کاشفین، فتاوی رضویہ، انوار شریعت، رسائل میلاد النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ،النبراس علی شرح العقائد احقاق المعالی، وغیرہ معتبر، مقبول ومشہور کتابیں اہلسنت والجماعتکی ہیں ان میں اورباقی سب میں واضح لکھاہوا ہے کہ اہلِ وجد اور اہلِ حال کیلئے وجد، غشی کو جید بزرگانِ دین نے مانااور ثابت کیاہے۔

(ا) جلیل القدر مفسر خاتمۃ المحققین مفتیٔ بغداد حضرت علامہ مولانا محمود الوسی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ حنفی نقشبندی مجددی خالدی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ اپنی تفسیر روح المعانی: ج:۳:ص:۸۶: سورۃ اعراف :آیت نمبر:۱۵۵ :میں وجد کے بارے میں اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان موسیٰ قومه سبعین رجلا من اشراف قومه ونجباء هم اهل الاستعداد والصفاء ولارادة والطلب والسلوک (فلما اخذتهم الرجفة) ای رجفة البدن التی هی من مبادی صعقة الفناء عند طريان بوارق الانوار وظهور طوالع تجليات الصفات من اقشعرار الجسد وارتعاده وكثيرا ماتعرض هٰذه الحركة للسالكين عند الذكر او سماع القرآن او مايتاثرون به حتى تكاد تتفرق اعضاؤهم وقد شاهدنا ذالک فی الخالدين من اهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم فی صلٰوتهم صياح معه فمنهم من يستانف صلاته لذالک ومنهم من لا يستانف وقد كثر الانكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون ان كانت هٰذه الحالة مع الشعور والعقل فهی سوٓء ادب ومبطلة للصلٰوة قطعا وان كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهی ناقضة للوضؤ ونراهم لا يتوضؤون واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهی كالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلٰوة وقد نص بعض

الشافعیۃ ان المصلی لو غلبہ الضحک فی الصلٰوۃ لا تبطل صلٰوتہ ویعذر بذالک فلا یبعد ان یلحق ما یحصل من آثار التجلیات الغیر الاختیاریۃ بما ذکر ولا یلزم من کونہ غیر اختیاری کونہ صادرًا من غیر شعور فان حرکۃ المرتعش غیر اختیاریۃ مع الشعور بھا وھو ظاھر فلا معنی للانکار۔ [58]

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر (۷۰) افراد ہمارے میقات کیلئے منتخب کئے پس ان کو جب رجفہ نے پکڑ لیا۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی نے اس آیت کی تفسیر میں روح المعانی ج:ثالث میں تحریر فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر ایسے آدمی منتخب کئے جو کہ شریف، بزرگ باستعداد، مریدین حق، اصحاب طلب اور اہل سلوک تھے پس جب ان کو رجفہ نے پکڑ لیا۔۔الخ

یعنی بدن کی حرکت نے ان کو پکڑ لیا جو کہ فنآکی صعقہ کی ابتدا میں پیش آتی ہے۔ انوارات رحمانیہ کے نزول اور صفات کی تجلیات کے ورود کے وقت یہ حالت پیش آتی ہے۔ جس کے اثر سے بدن حرکت اور اضطراب میں آتا ہے اور اکثر اوقات یہ حالت سالکین طریقت کو ذکر اور تلاوت قرآن کے وقت پیش آتی ہے اور جس چیز سے وہ تاثیر لیتے ہیں (یعنی توجہ اور نعت خوانی) سننے سے بھی یہ حالت پیش آتی ہے جو کہ اسباب تاثیر میں داخل ہے یہاں تک کہ ان کے اعضاء بھی ٹوٹ جا تے ہیں اور ہم نے یہ حالت حضرت مولانا خالد قدس سرہ کے مریدین سے مشاہدہ کی ہیں اور بعض اوقات میں ان کو نماز میں بھی حرکات کے ساتھ صیاح بھی پیش آتے ہیں پس بعض نماز کا اعادہ کرتے ہیں اور بعض اعادہ نہیں کرتے ہیں اور ان پر انکار زیادہ ہو رہا ہے۔ اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود ہے تو یہ بے ادبی ہے اور نماز کیلئے قطعی

---

[58] (تفسیر روح المعانی:ج:۳:ص:۸۶:سورۃ اعراف:آیت:۱۵۵:باب:الاشارات)

طور پر باطل کرنے والی ہے اور اگر عقل اور شعور زائل ہونے کیوجہ سے ہے تو پھر سُکر کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ سالکین وضو کا اعادہ بھی نہیں کرتے لیکن میں اس اعتراض مذکور کے جواب میں کہتا ہوں کہ نماز میں یہ حالت مذکور (یعنی حرکات اور صیاح) غیر اختیاری ہے اور یہ حالت عقل اور شعور کے باوجود پیش آتی ہے اور اس کی مثال کھانسی اور عطس کیطرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتا ہے اس لئے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی نماز باطل ہوتی ہے اور شوافع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا ہے کہ اگر نمازی پر ہنسنا غالب آجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے اور نمازی اس صورت میں معذور سمجھا جائے گا۔

پس بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ کے آثار کو بھی اس کے ساتھ ملحق کیا جائے اور عدم فساد صلوٰۃ پر حکم کیا جائے اور کسی چیز کی غیر اختیاری ہونے سے اس چیز کا غیر شعوری ہونا لازم نہیں کو نکہ مرتعش کی حرکت غیر اختیاری ہے اور غیر شعوری نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ عقل اور شعور موجود ہوتے ہیں اور یہ تو ظاہر باہر معاملہ ہے پس اس سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ تو علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدن کی حرکت اور کا پنا خداوند قدوس کے انوارات کا اثر قرار دیا نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ حالت سالکین اور مریدین خصوصا طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کو حالت ذکر اور تلاوت کلام اللہ کے وقت یا توجہ مرشد کامل مکمل کیوقت یا خشیت خداوندی کے غلبہ کے وقت پیش آتی ہے۔ کبھی یہ حالت اقشعرار کم ہوتی ہے اور بعض بدن پر زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ لطائف کی حرکت اور بعض اوقات میں غلبہ پاکر سارا بدن حرکت کرنے لگتا ہے اور اعضاء ٹوٹ جانے کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ نیز کبھی نماز کے اندر اقشعرار جسد اور صیاح طاری ہوتی ہے جیسا کہ روح المعانی کی

عبارت سے واضح ہوا۔ لیکن عقل اور شعور کی موجود ہونے کیوجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا صرف اختیار سلب ہو تا ہے۔

(۲) اسی طرح مفسر جلیل القدر بیہقی وقت علم الہدیٰ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مظہری نقشبندی مجددی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر **تفسیر مظھری: ج:۸: ص:۲۱۰۔۲۰۸**: سورۃ زمر کی آیت نمبر ۶۳: کی تفسیر میں منکروں کے اعتراض غشی کے مسئلہ پر جواب تحریر کرتے ہیں کہ غشی اور وجد کا مدلل اثبات کیا ہے، فرماتے ہیں:

"فان قیل بعض اهل العشق من الصوفية يغشى عليه عند استما ع القرآن فهل هو من الاحوال الحميدة او القبيحة؟ وقد شنع عليهم الامام محى السنة البغوى رحمة الله تعالىٰ عليه فى تفسيره فقال قال قتادة رضى الله تعالىٰ عنه هٰذا يعنى ما ذكر من اقشعرار الجلد من خشية الله نعت اولياء الله نعتهم الله بان تقشعر جلودهم وتطمئن قلوبهم بذكر الله ولم ينعتهم بذهاب عقولهم والغشيان عليهم انما ذالک فى اهل البدع وهو من الشيطان اخبرنا عن عبد الله بن الزبير رضى الله تعالىٰ عنه قال قلت لجدتى اسماء بنت ابى بكر كيف كان اصحاب رسول الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم يفعلون اذا قرئ عليهم القرآن؟ قالت كانوا كما نعتهم تدمع عيونهم وتقشعر جلودهم قال فقلت لها ان ناسا اذا قرئ عليهم القرآن خر احدهم مغشيا عليه فقالت اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ وروى البغوى ان ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه مر على رجل (من اهل العراق) ساقط فقال ابن عمر ما بال هذا قالوا اذا قرئ عليه القرآن وسمع ذكر الله سقط فقال ابن عمر انا لنخشى الله وما نسقط وقال ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه ان الشيطان يدخل فى جوف احدهم ما كان هٰكذا صنيع اصحاب رسول الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم ۔ (قلت) وجه طريان هٰذه الحالة كثرة نزول البركات والتجليات مع ضيق حوصلة الصوفى وضعف استعداده۔ وانما لم توجد هٰذه الحالة فى الصحابة رضى الله تعالىٰ عنه مع وفور بركاتهم لاجل سعة حواصلهم وقوة استعدادتهم ببركة صحبة النبى

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم واما غیر الصحابة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم من الصوفية فعدم طریان تلک الحالة علیھم اما لقلة نزول البرکات واما لسعة الحوصلة والعجب من الامام الھمام محی السنة البغوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کیف انکر علی اصحاب تلک الحالة وشنع علیھم ونسی قولہ تعالٰی (حتی اذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر) وقد روی ھو فی تفسیر تلک الآیة عن النواس بن سمعان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اذا اراد اللّٰہ بالامر تکلم بالوحی اخذت السموات منہ رجفة او قال: رعدة شدیدةً خوفًا من اللّٰہ فاذا سمع ذالک اھل السموات صعقوا وخروا للّٰہ سجدا فیکون اول من یرفع راسہ جبرئیل علیہ السلام الحدیث۔ وروی البخاری عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم نحوہ بلفظ اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکة باجنحتھا خضعانا لقولہ کانہ سلسلة علی صفوان فاذا فزع عن قلوبھم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق الحدیث وقولہ تعالٰی (فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا) وقول ابن عمر ان الشیطان یدخل فی جوف احدھم وکذا استعاذة اسماء محمول علی انھما زعما غشی ذالک الرجل تکلفا ومکرا ولذا نسباہ الی الشیطان وانما کان انکار تلک الحالة منھما لعدم طریانالحالة علیھما وعلی امثالھما بناء علی وسعة الحوصلة وقوة الاستعداد ویدل علی ما قلت انہ ذکر عند ابن سیرین الذین یصرعون اذا قرئ علیھم القرآن فقال بیننا وبینھم ان یقعد احدھم علی ظھر بنیة باسطا رجلیہ ثم یقرأ علیھم القرآن من اولہ الی آخرہ فان رمی بنفسہ فھو صادق حیث علق صدقہ علی رمی نفسہ من ظھر بنیة مرتفعة فعلم منہ انہ حمل صرعہ علی الکذب والتکلف اعلم ان البشر اقوی استعدادا واوسع حوصلة من الملائکة کما یشھد علیہ قولہ تعالٰی (انی جاعل فی الارض خلیفة) الی قولہ تعالٰی (انی اعلم ما لا تعلمون) وقولہ تعالٰی (انا عرضنا الامانة علی السمٰوات والارض۔ الآیة) ولاجل ذٰلک یأتی حالة الغشی علی الملائکة کلما سمعوا الوحی دون البشر واما البشر فاذا تمّ نزولہ لا یتغیر حالہ الا نادرا او اذا تمّ عروجہٗ وقصر نزولہ یتغیر غالبًا۔ واعلم ان الصوفی متی کان فی السکر یتغیر حالہ غالبا عند ذکر المحبوب فی الشعر والتغنی ولذالک یستحبون السماع لکن تغیر

الحال عند سماع القرآن اشرف منه حالا لان عند استماع القرآن وتلاوته تتنزل البركات الاصلية المتعلقة بالتجليات الذاتية والصفات الحقيقية ولا سبيل اليها لاكثر الصوفية المحتبسين فی مقام ولاجل ذلک تراهم يتغير حالهم عند السماع ما لا يتغير عند تلاوة القرآن واما الذين صعدوا ذروة الافق الاعلی ثم دنی رب العزة وتدلی فکان قاب قوسين او ادنی لا يتغير احوالهم الا کما کان يتغير حال اصحاب رسول الله (صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم) رضی الله تعالیٰ عنهم تدمع عيونهم وتقشعر جلودهم ثم تلين جلودهم وتطمئن قلوبهم الی ذکر الله (ذلک) الخوف والرجاء واحسن الحديث (هدی الله يهدی به من يشاء) هدايته (ومن يضلل الله) ای يخذله (فما له من هاد) يخرجه من الضلالة"۔ [59]

ترجمہ: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرتا ہے کہ بعض عاشق صوفیائے کرام پر قرآن کریم پڑھتے وقت بیہوشی طاری ہوتی ہے کیا یہ اچھے احوال میں سے ہے یا برے احوال میں سے ہے۔ حالانکہ امام محی السنہ بغوی نے اسکو اپنی تفسیر میں بُرا کہا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے بدن کا لرزنا اولیاء اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے کہ اولیاء اللہ کے بدن لرزتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے اور یہ صفت بیان نہیں کی کہ جیسا کہ امام بغوی نے کہا انکی عقل ضائع ہوتی ہے تو یہ احوال اھل بدعت پر وارد ہوتے ہیں۔ یہ بے ہوش ہونا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے عبد اللہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے خبر دی گئی کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی نانی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔ (صحیح بات یہ ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبد اللہ ابن زبیر کی والدہ ہیں، نانی نہیں۔ شاید ناصح سے غلطی ہوئی ہے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ صحابہ کرام کا وہ حال تھا

---

[59] (تفسیر مظہری ص ۲۰۸ تا ۲۱۰ سورۃ زمر آیت ۲۶ پ ۲۳)

کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور بدن مبارک پر لرزہ طاری ہوتا۔

عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے یہ کہا کہ بے شک بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاوئے تو وہ گر کر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اعوذ باللہ پڑھی۔ اور اس بے ہوشی کو شیطان کا حال سمجھا۔ امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عراق کے ایک آدمی کے پاس سے گزرے کہ وہ آدمی بیہوش پڑے ہوئے تھے حضرت عبد اللہ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ جب قرآن پڑھا جائے یا ذکر الٰہی کیا جائے تو یہ شخص بے ہوش ہو جاتا ہے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ نہ ہم بے ہوش ہوتے ہیں بے شک شیطان بعض لوگوں کے پیٹ میں جاتا ہے اور انہیں بے ہوش کر دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کا یہ احوال نہ تھے۔ ہم امام بغوی کی ان باتوں کا مدلل جواب دیتے ہیں۔ اس حالت کے طاری ہونے کی وجہ کثرت نزول برکات اور تجلیات الٰہیہ ہیں اور صوفیوں کے حوصلہ تنگ اور صحابہ کرام کی نسبت صوفیوں رحمۃ اللہ علیہ میں استعداد کم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استعداد بہت زیادہ اور قوی ہوتی ہے کیونکہ یہ برکات تھیں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کے باعث اس لئے ان پر بے ہوشی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ صوفی میں برکات، تجلیات کا نزول اور استعداد کی کمی

انہیں بے ہوش کر دیتی ہے۔ بعض صوفیوں پر بے ہوشی کی حالت طاری نہیں ہوتی ان میں استعداد قوی ہوتی ہے۔

امام بغوی پر تعجب ہے کہ کس طرح اس حالت کا انکار کرتے ہیں اور اسے برا سمجھتے ہیں۔ اللہ کا یہ فرمان انہیں غالباً یاد نہ رہا:

"حتی اذافزع عن قلوبھم قالوا ماذاقال ربکم قالوا الحق وھو العلی الکبیر"۔

یہاں تک کہ جب فرشتوں کے دل سے نزول وحی کی طاری شدہ ہیبت دور ہوئی تو فرمایا تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے فرشتے جواب دیتے ہیں حق فرمایا: اللہ کی ذات بہت بلند ہے اور بڑی ہے۔

امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اس وحی کی ہیبت سے آسمانوں میں لرزہ طاری ہوتا ہے اور اہلِ آسمان سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ سجدہ سے سب سے پہلے جبرائیل امین سر اٹھائیں گے۔

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہی الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی معاملے کا فیصلہ فرماتا ہے تو آسمان والوں کو حکم فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کا قول سن کر عاجزی ظاہر کرنے کیلئے اپنے پروں کو ہلاتے ہیں تو وہاں سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے بہت بڑی زنجیر کو ہلایا جارہا ہو۔ جب فرشتوں سے ہیبت دور ہو جاتی ہے تو دوسرے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے فرشتوں نے کہا کہ جو فرمایا حق ہے۔ کیا یہ حدیث امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیش نظر نہ تھی؟ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اللہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے۔ اسی طرح بہت ساری احادیث اور آثار بھی مذکور ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ کہنا کہ شیطان پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لا حول پڑھنا اس پر محمول ہے کہ مکر ہے اور ان کا یہ بیان اس لئے ہے کہ ان دونوں شخصیات پر یہ حالت بالعموم طاری نہ ہوتی کیونکہ ان کی قوت استعداد نہایت بلند ہو تھی کہ حضرت ابن سیرین نے ان کا بے ہوش ہو جانا مکر پر محمول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بلند جگہ پر بیٹھ جائیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو ان کے سامنے قرآن شروع سے لیکر آخر تک پڑھا جائے تو پھر نہیں گریں گے۔

ابن سیرین نے کہا کہ اگر عقل سلب ہو جائے یا اختیار سلب ہو جائے تو گر جائیں گے مگر اگر بلند جگہ سے نہ گریں تو مکر پر گمان کیا جائے گا۔

انسانوں کی استعداد فرشتوں سے قوی ہے اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے فرمایا۔ "انی جاعل فی الارض خلیفة" (تو فرشتوں نے عرض کیا اس کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے تو رب نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے)۔

دوسری جگہ قرآن پاک میں ذکر ہے کہ ہم نے امانت کو آسمان اور زمین کے سامنے پیش کیا۔۔۔ الخ۔ اس لئے غشی فرشتوں پر نازل ہوتی ہے انسانوں پر نہیں۔ جب عروج مکمل ہو جاتا ہے اور نزول ختم ہو جاتا ہے تو غالبًا حالت متغیر ہو جاتی ہے جان لو کہ جب صوفی سُکر کی حالت میں ہوتا ہے تو شعر میں اور سماع میں وجد کی کیفیت ہوتی ہے مگر قرآن کریم کی تلاوت سنتے وقت وجد افضل ترین

ہے کیونکہ سمع قرآن کے وقت برکات اصلیہ نازل ہوتے ہیں جن کا تعلق تجلیاتِ ذاتیہ اور صفات حقیقہ سے ہوتا ہے۔

اکثر صوفیوں کی اس بارے میں کوئی رائے ہی مذکور نہیں ہے جو ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ان کی حالت سماع کے وقت زیادہ متغیر ہوتی ہے اور تلاوت قرآن کے سنتے ہوئے اتنی متغیر نہیں ہوئی۔ اگرچہ سماع میں فائدہ ہے ان لوگوں کیلئے جو واصل ہوتے ہیں جیسے مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں لکھا ہے۔ جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں، رب کے قریب ہوتے ہیں اور پھر مزید قریب ہوتے ہیں یہاں تک کہ دو کمانوں کا جتنا فاصلہ رہ جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ مگر عام حالت میں ان کی حالت متغیر نہیں ہوئی اور صحابہؓ کرام کی حالت بھی متغیر ہوئی کہ ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے اور ان کی جلد لرزنے لگتی یا کپکپی طاری ہوتی۔ یہ بھی وجد ہے جیسے پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ پھر ان کی کھال نرم ہوتی اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کی جانب۔ یہ خوف اور رجاء اور احسن الحدیث ہدایت ہے۔

اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے، جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی ہدایت نہیں کہ اس کو کوئی گمراہی سے نکال سکے۔[60]

اس عبارت سے بہت سارے نکتے نکلتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ وجد اور غشی ہر حالت میں ثابت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابن سیرین، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال کا مکمل جواب ہوا اور صحیح محمل پر محمول ہوا اور منکرین کے فاسد استدلال کا راستہ بند

---

[60](تفسیر مظہری:ص:۲۰۸تا۲۱۰:سورۂزمر:آیت:۲۶:پارہ:۲۳)

ہوا۔ صحابہؓ کرام اور راسخین اولیاء اللہ پر اور عام احوال میں غشی کا طاری نہ ہونا، اس کی وجہ بھی بیان کی جاچکی اگرچہ صحابہؓ کرام اور راسخین اولیائے کرام پر بھی کبھی وجد کے حالات طاری ہوتے ہیں۔ جن میں بہت ساری احادیث اور آثار کے ساتھ بیان کیا جاچکا ہے۔ منتہی اولیاء اللہ اکثر تلاوت اور سماع کے وقت ان کی حالت بدل جاتی ہے اور کبھی کبھی سماع کے علاوہ نعت خوانی کے دوران مبتدی متوسط اور منتہی اولیائے کرام اور متوسط سب کو فائدہ پہنچتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات شریف میں مرقوم ہے۔

متوسط اور مبتدیوں کے تجلیات ذاتیہ اور صفاتِ حقیقیہ سے زیادہ قربت نہیں ہوتی۔ دورانِ سماع ان پر وجد طاری ہوتا ہے کیونکہ مشائخ عظام ان کے لئے محفل سماع کے وقت میں ذکر خدا کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ سماع کے وقت میں ظلّی تجلیات زیادہ وارد ہوتی ہیں اور متوسطین کیلئے مناسبت اسی کی ہے۔

عنصرِ آگ خصوصی گرمی پہنچاتی ہے۔ آگے ترقی، بلندی، ہمت عطاء کرتی ہے عنصر آب کی برودت قویہ ٹوٹ جاتی ہے تو اس حیثیت سے سماع منتہیوں کیلئے بھی فائدہ پہنچاتی ہے جیسے حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

(۳) اسی طرح مفسر جلیل جامع بین الظواھر و البواطن عارف باللہ حضرت اسماعیل حقی بروسی حنفی نے تفسیر روح البیان (ج۸ ص ۱۰۰ تا ۱۰۱ سورۃ زمر آیت نمبر ۲۳) میں سب سے پہلے معترضین کے اعتراضات نقل کئے اور آخر میں فرمایا:

"یقول الفقیر لا شک ان القدح و الجرح انما ھو فی حق اھل الریاء و الدعوی وفی حق من یقدر علی ضبط نفسه کما اشار علیه السلام بقوله (من عشق وعف و کتم ثم مات مات شهیدا فان من غلب علی حاله کان الادب له ان لا یتحرک بشئ لم یؤذن فیه و اما من غلب علیه

الحال و كان فی امرہ محقا لا مبطلا فیکون کالمجنون حیث یسقط عنہ القلم فبای حرکۃ تحرک کان معذورا فیھا فلیس حال اھل البدایۃ و التوسط کحال اھل النھایۃ لا یقدر علیہ من دونھم و کان الاصحاب رضی اللہ تعالٰی عنھم و من فی حکمھم ممن جاء بعدھم راعوا الادب فی کل حال و مقام بقوۃ تمکینھم بل لشدۃ تلوینھم فی تمکینھم فلا یقاس علیھم من لیس لہ ھذا التمکین فرب اھل تلوین یفعل ما لا یفعلہ اھل التمکین وھو معذور فی ذلک لکونہ مغلوب الحال و مسلوب الاختیار فلیجتھد العاقل فی طریق الحق بلا ریاء و دعوی و لیلازم الادب فی کل امر متعلق بفتوی او تقوی و لیحافظ علی ظاھرہ و باطنہ من الشین و مما یورث الرین و الغین۔"[61]

ترجمہ: "فقیر کہتا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قباحت اور جرح ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جو کہ ریاکار اور باطل دعوی کرنے والے ہوں۔ اپنے آپ پر جو لوگ کنٹرول کرنے کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم نے اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو لوگ اللہ کے عاشق ہوتے ہیں اور اپنے عشق کا اظہار نہیں کرتے اور اپنے عشق کو اپنے دل میں چھپانے کی قدرت رکھتے ہیں اور مر جاتے ہیں، شہید ہوتے ہیں۔ جو لوگ اپنی حالت پر غالب ہوتے ہیں تو ان لوگوں کیلئے ادب یہ ہے کہ ناجائز حرکت نہ کریں، جو حال پر غالب نہیں ہوتے ہیں اور اہلِ حق ہوتے ہیں اہلِ باطل نہیں ہوتے، پاگلوں کی طرح ان سے قلم اٹھالیا جاتا ہے اور ان کی حرکت پر ان کو معذور سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ یا تو یہ مبتدی ہوتے ہیں یا متوسط ہوتے ہیں، منتہی نہیں۔ اس لئے کہ منتہی جن باتوں پر قادر ہوتا ہے۔ غیر منتہی ان پر قادر نہیں۔ مبتدی اور متوسط کی حالت منتہی کی طرح نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی

---

[61] تفسیر روح البیان (ج۸ ص ۱۰۰ تا ۱۰۱ سورۃ زمر آیت نمبر ۲۳)

مثل ہر حالت اور مقام میں ادب کا لحاظ ان کیلئے ضروری ہے قوتِ تمکین کے ساتھ بلکہ شدتِ تلوین فی التمکین میں خود پر قابو رکھتے ہیں یعنی منتہی پر عام لوگوں کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سارے اہل تلوین وہ کام کرتے ہیں جو اہلِ تمکین نہیں کرتے اسلئے کہ اہلِ تمکین خود پر قابو رکھتے ہیں جب کہ اہلِ تلوین پر حال غالب ہوتا ہے اور اختیار ان کا سلب ہو چکا ہوتا ہے تو عقل مند حق کی راہ سے بغیر ریا اور دعوی کے کوشش نہ کرے اور ہر وہ کام جس کا تعلق فتویٰ یا تقوی سے ہو ادب کا لحاظ رکھے او اپنے اوپر لازم کرے کہ ظاہر اور باطن میں اپنے آپ کو عیب سے محفوظ رکھے۔ اور ان چیزوں سے جن میں شک اور میل پیدا ہوتا ہو تو اس سے اپنے آپ کو بچائے۔"

خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ مغلوب الحال نہیں ہوتے ان کو خلافِ شرع حرکت ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ اگر وہ شریعت کے مطابق حرکات تواجد محمودہ میں کر سکتا ہے جیسے آئندہ بیان کیا جائے گا۔ جو لوگ مغلوب الحال ہو جائیں تو ہر قسم کی حرکات ان سے صادر ہوتی ہیں تو ہر حال میں ایسے لوگوں کی ہر حرکت اچھی ہے۔

اسی طرح علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روح البیان ج ۲ ص ۱٦۷ سورۃ آل عمران کی اس آیت پر کہ:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا (آل عمران ۱۹۱)

ترجمہ: وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر بھی۔

تو اپنی تفسیر میں وہ ذکر بالجہر، وجد وحال، مضبوط اور مدلل دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ تفصیلی عبارت وہاں ملاحظہ کریں۔ یہاں پر اختصار کی بناء پر ہم پوری عبارت نقل نہیں کر رہے۔

اسی طرح مفسر جلیل القدر فقیہ اعظم علامہ ابو البرکات عبد اللہ نسفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر مدارک ج۴ ص۳۶ پر سورۃ زمر کی آیت ۲۳ کی تفسیر میں بدن کا لرزنا وجد اور حال کے اثبات اور شرافت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

"تقشعر ای تضطرب منه جلود الذین یخشون ربهم یقال اقشعر الجلد اذا تقبض تقبضا شدیدا و المعنی انهم اذا سمعوا بالقرآن و بآیات وعیده اصابهم خشیة تقشعر منها جلودهم وفی الحدیث اذا اقشعر جلد المؤمن من خشیة الله تحاتت عنه ذنوبه کما یتحاتت عن الشجرة الیابسة ورقها۔"

ترجمہ: قرآنِ کریم کی آیت کی تلاوت سن کر ان لوگوں کی کھال (جلد) حرکت میں آئی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں کہ کھال کا اکڑ جانا اور پھر لرزنا نیز معنی یہ ہوئے کہ اللہ سے ڈرنے والے جب قرآن سنتے ہیں تو اس کے سننے سے ان کی کھال لرزنے لگتی ہے اور اس میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں کہ: "جب مؤمن کی کھال اللہ کے خوف سے حرکت میں آتی ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح خشک درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں"۔

اسی طرح شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی نے تفسیر عزیزی کی آخری جلد میں سورۃ اقرأ صفحہ ۳۳۸ میں حضرت خواجہ باقی باللہ حنفی مرشد امام ربانی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک نانبائی یا نان فروش نے حضرت باقی باللہ کے مہمانوں کیلئے کھانا پکایا حضرت باقی باللہ اس طرزِ عمل سے نہایت خوش ہوئے اور نان فروش سے فرمایا کہ جو مانگنا چاہتے ہو مانگو۔ اس نان فروش نے کہا کہ آپ کی طرح بننا چاہتا ہوں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کو اندر لے گئے اور اس پر توجہ اتحادی فرمائی۔

تو حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ناچار او را در حجرہ بردند تا شیر اتحادی بروی کردند۔ چون از حجرہ بر آمدند درمیان خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و درمیان نان وائی در صورت و شکل ہیچ فرق نماندہ بود مردم را امتیاز مشکل افتاد این قدر بود کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہوشیار بود و آن نان وائی مدہوش و بے خود۔ آخر بعد از سہ روز در ہمین حالت سکری و بیہوشی قضاء کرد۔"[62]

ترجمہ: مجبوراً حضرت باقی باللہ اسے خانقاہ کے اندر لے گئے اور توجہ اتحادی فرمائی۔ باہر آنے پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور نان بائی کی ظاہری صورت ایک جیسی نظر آرہی تھی۔ لوگوں کے لئے ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اتنا فرق اندازہ سے ہوتا کہ حضرت خواجہ ہوش میں تھے اور نانبائی بے ہوش اور مجذوب آخر تین دن بعد اسی بے ہوشی میں دارلفناء سے دارالبقاء کی جانب رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح مشہور اور مقبول فقیہہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتویٰ ردالمحتار: ج:۳: ص:۳۳۷: قبیل باب البغاۃ میں وجد اور تواجد اور رقص حقیقی عارفوں کے حق میں اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"والتحقیق القاطع للنزاع فی امر الرقص والسماع یستدعی تفصیلا ذکرہ فی عوارف المعارف واحیاء العلوم وخلاصتہ ما اجاب بہ العلامۃ النحریر ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بقولہ: (ما فی التواجد ان حققت من حرج ولا التمایل ان اخلصت من باس فقمت تسعی

---

[62] (تفسیر عزیزی جلد آخر ص ۳۳۸ سورۃ علق)

علی رجل وحق لمن دعا مولاہ ان یسعی علی الراس الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین) الخ"۔[63]

ترجمہ: جو تحقیق قاطع (قطعی تحقیق) رقص اور سماع کے مسئلہ میں وہ تفصیل طلب ہے جیسا کہ عوارف المعارف اور احیاء العلوم ان کا تفصیلی ذکر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن کمال پاشا نے اپنے قول میں یہ ذکر کیا ہے کہ حقیقی تواجد میں کوئی گناہ نہیں اور خالص حرکتوں میں بھی کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ ایک پاؤں پر بھاگتے ہو حالانکہ جس کو اس کا آقا اپنی طرف بلائے اس پر حق ہے کہ سر کے بل بھاگے۔ مذکورہ اعضاء میں حقیقی سماع کے وقت وجد اور تواجد دونوں کی اجازت ہے۔

تو اس عبارت سے وجد کی مختلف اقسام اور ان کے اثبات کیلئے اشارہ ملتا ہے۔ امام عقیلی اور ابو نعیم اصفہانی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"قال: لما قدم جعفر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ من ارض الحبشۃ، تلقاہ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فلما نظر جعفر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ الی رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم حجل، قال سفیان بن عیینۃ من احد رواتہ یعنی مشی علی رجل واحدۃ فقبل رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بین عینیہ۔ الحدیث"۔[64]

سنن ابو داؤد کی روایت امام شعبی سے مروی ہے جس میں **"فالتزمہ"** (آپ نے انہیں سینے سے لگایا) زائد ہے۔

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ سے تشریف لائے تو (حضور علیہ السلام) نے ان سے ملاقات کی، جب حضرت جعفر رضی اللہ

---

[63] (فتاوی رد المختار ج۳ ص۳۴۷ قبیل باب البغاۃ)

[64] (سنن ای داؤد: ج:۴: ص: ۳۵٦: رقم حدیث: ۵۲۲۰:)

عنہ کی نظر چہرہ انور پر پڑی تو انہوں نے حجل کیا۔ امام سفیان ابن عینہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں: احترااً اپنے ایک پاؤں پر چلنے لگے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ سنن ابی داؤد: ج:ص:۳۵۶: کی روایت: امام شعبی سے مروی ہے فالتزمہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم آپ علیہ السلام نے انہیں سینے سے لگایا "مسند احمد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی روایت ہے جو حسن سے کم درجہ کی نہیں۔

حجل زید بن حارثه و جعفر و علی بین یدیه صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم لما قال: للاول انت مولای و للثانی انت اشبهت خلقی و خلقی، و للثالث انت منی و ان منک۔

حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے رقص کیا، جبکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے پہلے کو فرمایا، تو میرا پیارا غلام ہے دوسرے کو فرمایا، تو سیرت و صورت میں میرے مشابہ ہے اور تیسرے کو فرمایا، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ [65]

اور طبقات ابن سعد میں ایک مرسل روایت یوں ہے جس کی سند امام ابن سعد کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے:

فقام جعفر رضی اللہ تعالٰی عنه فحجل حول النبی صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم دار علیه۔

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے ارد گرد حلقے کی صورت میں رقص کیا۔

---

[65](صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ ایضًا ج ۱ ص ۳۷۲ مسند احمد ج ۵ ص ۲۰۴)

”والحجل:قال فی النہایۃ:ان یرفع رجلا ویقفز علی الاخری من الفرح النہایۃ“۔

(لغت الحدیث) میں ہے حجل کے معنی ہیں۔ فرط مسرت سے ایک پاؤں اٹھا کر دوسرے پاؤں پر اچھلنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھو رقص بھیئۃ مخصوصۃ۔

حجل: خاص حالت میں رقص کرنے کو کہتے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حبشہ سے واپس آنے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا رقص حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم و تکریم اور آپ کے دیدار کی خوشی اور احترام میں تھا۔ اور ان کے ساتھ دیگر دو اصحاب کا رقص اپنی تعریف سننے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے شرف مخاطبت کی لذت کے باعث تھا۔ اور اس بات کے شکرانے میں تھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے کمال عزت و محبت اور قرب سے نوازتے ہوئے انہیں اپنی طرف نسبت عطا کی اور یہ وہ عظیم کرم نوازی ہے جس پر جتنا ناز کیا جائے کم ہے پھر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان کے اس فعل پر توقف فرمایا اور قول و فعل سے ان کی تردید نہیں کی۔

اور اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف مجموعہ رسائل: ص:۱۷۳:ج:۱: پر وجد اور تواجد اور تمایل اور کپڑے پھاڑنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ولا کلام لنا مع الصدق من ساداتنا الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم المبرئین عن کل خصلۃ ردیۃ، فقد سئل امام الطائفتین سیدنا الجنید رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اقواما یتواجدون ویتمایلون: فقال دعوھم مع اللہ تعالٰی یفرحون فانھم قوم قطعت الطریق اکبادھم، ومزق

النصب فوادهم، وضاقوا ذرعا فلا حرج علیھم اذا تنفسوا مداواة لحالھم، ولو دقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم۔ وبمثل ما ذکرہ الامام الجنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجاب العلامۃ النحریر ابن کمال باشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لما استفتی عن ذالک حیث قال: "مافی التواجدان حقّقت من حرج ولا التمایل ان اخلصت من باس

قمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

الرخصۃ فی ما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم الصارفین اوقاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الامن الالہ، ولا یشتاقون الا لہ ان ذکروہ ناحوا، وان شکروہ باحوا، وان وجدوہ صاحوا، وان شھدوہ استراحوا، وان سرحوا فی حضرات قربہ ساحوا، اذا غلب علیھم الوجد بغلباتہ، وشربوا من موارد اراداتہ: فمنھم من طرقتہ طوارق الھیبۃ فخر و ذاب ومنھم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرک وطاب، ومنھم من طلع علیھم الحب من مطالع القرب فسکر وغاب، ھٰذا ماعن لی فی الجواب واللہ اعلم بالصواب۔ ومن یک وجدہ وجدا صحیحًا فلم یحتج الی قول المغنی لہ من ذاتہ طرب قدیم وسکر دائم من غیر دنی۔[66]

ترجمہ: علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہم صادق سادات صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں زبان درازی نہیں کرسکتے اس لئے کہ یہ تمام اخلاق رزیلہ سے مبرا ہیں۔ یہ پاک باطن لوگ ہیں۔ امام طائفتین سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض صوفی ایسے ہیں جو تواجد کرتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عشق میں انہیں چھوڑ دو کہ خوشحالی کریں اس لئے کہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ طریقت نے ان کے دل پھاڑ دیئے ہیں اور مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہیں اب ان کے حوصلے تنگ ہوگئے ہیں۔ آہ کے ساتھ سانس لیتے ہیں ان پر کوئی حرج نہیں۔ اس حالت کی دائمیت کے لئے اگر تمہیں ان کی

---

[66] (مجموعۃ الرسائل: ج: ۱ : ص: ۱۷۳)

حالت حاصل ہو جائے اور انوار و تجلیات کامزہ حاصل ہو جائے تو ان کی چیخوں اور نعروں میں تم بھی شامل ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالو۔ تم ان کو ان کے چیخیں مارنے اور کپڑے پھاڑنے میں معذور سمجھو۔

اسی طرح حضرت ابن کمال پاشا صاحب سے اسی مسئلے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

آپ نے اپنے شعر میں یہ فرمایا:

مافی التواجدان حققت من حرج و التمایل ان اخلصت من باس۔

اس شعر میں یہ فرمایا کہ اس تواجد کے کرنے میں کوئی حرج اور نہ ہی جسم کے ہلنے میں کوئی حرج ہے جبکہ باطنی علتوں سے پاک لوگوں میں یہ آجائے۔

وجد کی وجہ سے اٹھ کر بھاگنا بھی جائز ہے۔ اسلئے کہ اپنا مالک و مولیٰ جب بلائے تو انہیں اپنے سر کے بل بھاگنا چاہئے۔ محفل ذکر و محفل سماع میں کامل عارفوں کے لئے وجد اور رقص کی رخصت ہے کیونکہ یہ لوگ اپنا قیمتی وقت بہترین اعمال میں صرف کرتے ہیں۔ طریقت کے سالکین ہوتے ہیں۔ جو اپنے نفسوں کو قبیح اعمال کرنے سے منع کرتے ہیں۔ وہ ان صفات سے متصف ہوتے ہیں کہ جب صوفیاء کرام سنتے ہیں تو اپنے پروردگار کی جانب سے سنتے ہیں۔ جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو روتے ہیں اور جب کبھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ جب محبوب حقیقی کی جانب سے تجلیات و انوارات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو چیخیں مارتے ہیں۔ جب شوق سے اللہ ذکر کرتے ہیں تو روتے ہیں اور جب محبوب حقیقی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو آرام پاتے ہیں۔ اور جب قرب کے مراتب میں انہیں حصہ نصیب ہوتا ہے تو اس میں سیر کرتے ہیں اور بلند مقامات طے کرتے ہیں۔ جب ان پر وجد غلبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ارادت اور واردات سے بعض سالکوں پر ہیبت اور تجلیات کا عروج ہوتا ہے تو

گر پڑتے ہیں۔ یا بے دم ہو جاتے ہیں۔ بعض سالکوں پر لطف خداوندی کی انوار نازل ہوتے ہیں تو خوشی کا اظہار کرتے ہیں بعض سالکوں پر قرب خداوندی اور مطلع جب ظاہر ہوتا ہے تو سُکر (مستی) کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اپنے جسم اور جان سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ یہ مقام سُکر مقام غیبت اسے کہا جاتا ہے۔ یہ تمام مذکورہ حالات جائز اور ثابت ہیں۔ جس کو صحیح وجد نصیب ہو جائے تو اس کے لئے گانے والے اور گانے کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے ملی مستی نصیب ہوتی ہے جو بغیر شراب کے دائمی مستی اور سُکر حاصل ہوتی ہے۔[67]

اس عبارت سے نہ صرف وجد بلکہ وجد کے مختلف اسباب اور اقسام کا بھی ذکر ہوا۔ اسی طرح جلیل القدر فقہی علامہ مفتی سید احمد طحطاوی حنفی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار: ج:۴: ص:۱۷۶تا۱۷۷ میں وجد، رقص اور سماع ذکر کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا:

"ومن الفقهآء رحمة الله تعالٰى عليهم من لم يمنع الرقص حيث وجد لذة الشهود فغلب عليه الوجد واستدلوا بما وقع لجعفر ذى الجناحين رضى الله تعالٰى عنه لما قال له النبى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم اشبهت خلقى وخلقى فحجل اى مشى على رجل واحدة وفى رواية رقص من لذة هٰذا الخطاب ولم ينكر عليه النبى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم رقصه وجعل ذلک اصلا لجواز رقص الصوفية رحمة الله تعالٰى عليهم عند ما يجدونه من لذة الوجد فى مجلس الذكر والسماع وفى التتارخانية ما يدل على جوازه للمغلوب الذى حركاته كحركات المرتعش۔ وبهٰذا افتى البلقينى رحمة الله تعالٰى عليه وبرهان الدين الانباسى رحمة الله تعالٰى عليه۔"[68]

---

[67] (مجموعہ رسائل: ج:۱: ص:۱۷۳)

[68] (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ج:۴: ص:۱۷۶ تا ۱۷۷)

ترجمہ: بعض فقہائے کرام رقص سے نہیں روکتے جب شہود کا مزہ پاتے ہیں، جب سالک پر وجد کا غلبہ آجائے تو فقہا کرام اس حدیث تقریری سے استدلال کرتے ہیں۔ جعفر ذوالجناحین کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم اخلاق شکل اور صورت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ اس خطاب کے سننے کے ساتھ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں پر بھاگنے لگے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس خطاب کی لذت سے رقص کرنے لگے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان پر انکار نہیں کیا۔ یہ حدیث اہل تصوف کے رقص کے لئے دلیل بن گئی۔ جب اسطرح حال صوفی کو مل جائے اور محافل ذکر و سماع میں وجد کی لذت کیوجہ سے اسطرح کا حال صوفی پالیتا ہے۔ فتویٰ تاتارخانیہ میں مغلوب الحال سالک کیلئے نماز کی حالت میں یا نماز سے خارج میں یہ حال اور چیخیں مارنا جائز لکھا ہے جب یہ حرکات مرتعش کی طرح غیر اختیاری ہوں اور مشابہت مجذوبین کیوجہ سے اختیاری حرکات کثیرہ کرتے ہیں تو اس کو تواجد کہتے ہیں۔ تو اس طرح نماز میں کرنا جائز نہیں ہے اور نماز کے باہر جائز ہے کہ ریاکاری سے خارج ہو اور دوسروں کو تکلیف دینے سے خارج ہو۔ اسی طرح فتویٰ علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین انباسی نے بھی دیا ہے۔ (یہاں پر طحطاوی کا کلام مکمل ہوا) علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مراقی الفلاح میں وجد کے اسباب کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے (مجمع الانھر) میں وجد کی بہت سی قسمیں ہیں جہاں اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ مطلق انکار کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ فتویٰ تاتارخانیہ میں مغلوب الحال سالک کا وجد ثابت کیا ہے جو حرکت وہ مرتعش کی طرح کرتا ہے وہ غیر اختیاری ہوتی ہیں اور تواجد بھی اچھا ہے اس کے اثبات کے دلائل بعد میں آجائیں گے۔ اللہ نے چاہا تو۔ [69]

---

[69] (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۱۷۴: قبیل باب مایفسد الصلٰوۃ)

(۹) اسی طرح علامہ خیر الدین رملی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ خیریہ (نفع البریہ) میں فتویٰ تنقیح الحامدیہ:ج:۲:ص:۲۸۳:میں اسی طرح وجد کے بارے میں لکھا ہے:

"اما الرقص ففیه للفقهآء کلام منهم من منعه و منهم من لم یمنع حیث و جد لذة الشهود وغلب علیه الوجد و استدلوا بما وقع لجعفر بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه لما قال له علیه الصلٰوة والسلام "اشبهت خلقی و خلقی" ای مشی علی رجل واحد، وفی لفظ جعفر رضی الله تعالیٰ عنه "اشبه الناس بی خلقا و خلقا فحجل" وفی روایة "رقص من لذة هٰذا الخطاب ولم ینکر علیه النبی صَلی الله تعالیٰ علیه وَ اٰله وَسلّم رقصه" و جعل ذلک اصلا لرقص الصوفیة رحمة الله تعالٰی علیهم عند ما یجدونه من لذة المواجید فی مجالس الذکر و السماع وفی التتارخانیة ما یدل علی جوازه وبهٰذا افتی البلقینی رحمة الله تعالٰی علیه وبرهان الدین الابناسی رحمةالله تعالٰی علیه و بمثله اجاب بعض الحنفیة و المالکیة"۔[70]

ترجمہ: رقص میں فقہائے کرام کا کلام ہے بعض منع کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔ کب جب شہود کی لذت موجود ہو اور سالک پر وجد کی کیفیات طاری ہوں اور وہ دلیل کے طور پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ جواز کی دلیل بناتے ہیں۔ جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان سے کہا۔ تم شکل وشباہت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔ ایک اور جگہ آپ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اوروں میں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اخلاق میں بھی اور شکل وصورت میں بھی۔ یہ خطاب سن کر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پاؤں پر بھاگنا شروع کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جعفر نے رقص شروع کیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس رقص کو منع نہیں کیا۔ یہ واقعہ اہلِ تصوف کے نزدیک ایک دلیل ہے جب ذکر وسماع میں لذت محسوس کرے۔ فتویٰ تاتارخانیہ میں

---

[70] (فتاوی خیریه علی هامش تنقیح الحامدیة: ج:۲:ص:۲۸۳)

جواز کے دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح امام بلقینی اور علامہ برہان الدین نے جواز کا فتوی دیا۔ اس کے علاوہ جواز کا فتوی حنفیوں اور مالکیوں نے بھی دیا ہے۔[71]

ایک نکتہ: اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جب بعض علمائے احناف اور بعض علمائے مالکیہ سے وجد اور رقص کے بارے میں پوچھا گیا تو سب نے جواز پر فتوی دیا۔ اسی طرح امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ شافعی المسلک ہیں۔ انہوں نے بھی جواز بلکہ استحباب کا حکم دیا ہے۔ (الحاوی للفتاوی:ج:۲:ص:۲۲۴) میں اس کی پوری وضاحت موجود ہے بعد میں ان کی عبارت پوری نقل کریں گے۔ ان شاءاللہ۔

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، وجد اور حال کا اثبات کیا ہے۔ فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ صوفی کیلئے آٹھ (۸) خصلتیں ہونی چاہئیں۔ ایک ان میں سے وجد بھی ہے۔ بعد میں ان کی عبارت جو کہ فتوح الغیب میں آجائے گی خلاصہ یہ ہوا۔ چاروں مذہبوں کے علماء وجد اور حال کے اثبات کے قائل ہیں۔ عارفوں کیلئے لہٰذا منکرین کس طرح وجد اور حال کو چاروں مذہبوں میں حرام کہتے ہیں؟ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ فاسق اور خلافِ شرع متصوفہ کا رقص اور تماشہ اور لہو ولعب چاروں مذہبوں میں حرام ہے اور قرطبی کی بھی یہی مراد ہے اور جو حقیقی عارفوں اور متشرع اہلِ تصوف کا وجد اور حال ہے وہ بالکل ثابت اور جائز ہے بلکہ نور عنایت الٰہی ہے اور یہ حال اولیائے کرام کا ہے جیسا کہ حدیقۃ الندیہ لنابلسی کے حوالہ سے بھی عبارت بعد میں آئے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔ اس طرح تطبیق عبارتوں کے درمیان کرنا علمائے راسخین اور غیر متعصب اہلِ بصیرت کا کام ہے۔ منکرین کی طرح نیم ملا خطرہ ایمان کی طرح نہیں۔ روایتوں کے

---

[71] (فتاوی خیریہ علی ھامش تنقیح الحامدیہ:ج:۲:ص:۲۸۳)

درمیان تطبیق نہیں کرسکتے بلکہ اسے سمجھ بھی نہیں سکتے بلکہ روایات اور عبارات سے نجدیوں کا مسلک تلاش کرتے ہیں اور انہیں سے جوڑتے ہیں اور اس بات کی عبارتوں کو ہضم کر جاتے ہیں لیکن یہ ارمان ان کا کبھی پورا نہ ہو گا۔ افسوس درافسوس یہ منکرین اپنے آپ کو مفتی اور شیخ الحدیث کہلاتے ہیں اور دوسری طرف جانتے کچھ نہیں۔ یہ ایک عجیب سا معاملہ ہے۔

آن کس کہ نداند ونداند کہ نداند　　　　در جہل مرکب ابدالدہر بماند

ترجمہ: جو نہیں سمجھتا اور اپنی ناسمجھی اور ہیچ مدانی پر بھی خبردار نہیں وہ ہمیشہ کیلئے جہل مرکب ہی میں رہ جاتا ہے۔

(۱۰) اسی طرح علامہ حامد بن علی بن عبدالرحمن آفندی عمادی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفتی دمشق وشام نے اپنی کتاب (مغنی المستفتی عن سوال المفتی المعروف فتاوی تنقیح حامدیه: ج: ۲: ص: ۳۵۴: باب الحظر والاباحة) میں علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (شرح ھیاکل نور) کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"الانسان يستعد بالحركات العبادية الوضعية الشرعية للشوارق القدسية بل المحققون رحمة الله تعالٰى عليهم من اهل التجريد رحمة الله تعالٰى عليهم قد يشاهدون فى انفسهم طربا قدسيا مزعجا فيتحركون بالرقص والتصفيق والدوران ويستعدون بتلك الحركة لشروق انوار أخر الى ان ينقضى ذلك الحال عنهم بسبب من الاسباب كما عليه تجارب السالكين رحمة الله تعالٰى عليهم"۔[72]

ترجمہ: انسان کبھی شرعی عبادات ادا کرنے کیوجہ سے پاکیزہ انوار کے لئے مستعد بلکہ تجدید محققین اولیاء اپنے اندر پاکیزہ انوا مستی کا مشاہدہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے وہ حرکات کا باعث بنتا ہے تو

[72](تنقیح فتاوی حامدیه ج ۲ ص ۳۵۵)

وہ حرکت میں لگ جاتے ہیں۔ رقص اور تالیاں بجانا، یوں بھاگنا دوڑنا، اس طرح کی حرکتیں ان سے سرزدتی ہیں کیونکہ ان پر انوار کا نزول ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کا حال ختم ہوجاتا ہے کسی سبب کے ساتھ اور عام سالکوں کا تجربہ اس پر گواہ ہے۔اس عبارت سے کہ یہ حرکات انوار کے نزول کے سبب کرتے ہیں جو برداشت نہیں کرپاتے۔

(۱۱) اسی طرح محدث مفسر فقیہ اور ادیب وصوفی حضرت امام جلاالدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو کہ چاروں مذاہب میں مقبول ہیں، خود شافعی ہیں اپنی کتاب (الحاوی للفتاوی المتعلقۃبالتصوف) تصوف کے متعلق باب میں وجد، رقص، سماع اور مجالسِ ذکر، قیامِ ذکر کے اثبات میں یوں رقمطراز ہیں کہ:

مسئلة:فی جماعة الصوفيةرحمة الله تعالٰی عليهم اجتمعوا فی مجلس ذكر ثم ان شخصا من الجماعة قام من المجلس ذاكرا واستمرا على ذالک لوارد حصل له فهل له فعل ذلک سوآء كان باختياره ام لا؟ وهل لاحدمنعه وزجره عن ذلک؟

الجواب: لاانكار عليه فی ذلک وقد سئل عن هٰذا السؤال بعينه شيخ الاسلام سراج الدين البلقينی رحمة الله تعالٰی عليه فاجاب بانه لا انكار عليه فی ذلک وليس لمانع التعدی بمنعه ويلزم المتعدی بذلک التعذير۔وسئل عنه العلامة برهان الدين الابناسی رحمة الله تعالٰی عليه فاجاب بمثل ذلک وزاد ان صاحب الحال مغلوب والمنكر محروم ما ذاق لذة التواجد ولا صفا له المشروب (الى ان قال فی آخر جوابه) وبالجملة فالسلامة فی تسليم حال القوم واجاب ايضًا بمثل ذلک بعض ائمة الحنفية رحمة الله تعالٰی عليهم والمالكية رحمة الله تعالٰی عليهم كلهم كتبوا على هٰذا السوال بالموافقة من غير مخالفة (اقول) وكيف ينكر الذكر قائما والقيام ذاكرًا وقد قال الله تعالٰی (الذين يذكرون الله قيامًا وقعودًا وعلى جنوبهم۔ الآية) وقالت عائشة رضی الله تعالٰی عنها كان النبی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم يذكر الله على كل احيانه وان انضم الى هٰذا القيام رقص او نحوه فلا انكار

علیهم فذالک من لذات الشهود او المواجید وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه بین یدی النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم لما قال له 'اشبهت خلقی و خلقی' وذلک من لذة هٰذا الخطاب ولم ینکر ذلک علیه النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم فکان هٰذا اصلا فی رقص الصوفیة رحمة اللہ تعالٰی علیهم لما یدرکونه من لذات المواجید۔ وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعة من کبار الائمة رحمة اللہ تعالٰی علیهم منهم شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام رحمة اللہ تعالٰی علیه۔[73]

ترجمہ: (مسئلہ) صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت جو کہ ذکر کیلئے جمع ہوئے ہوں اور پھر ایک شخص اس جماعت سے اٹھے جو کہ ذکر کرنے والا ہو اور یہ حال اس سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حصول کیوجہ سے ایک وارد سے مستمر ہو جائے، پس یہ کام اس سالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مغلوب الحال اگر اختیار کے ساتھ ہو یا کہ بغیر اختیار ہو، تو جواز رکھتا ہے کہ نہیں؟ اور آیا کونسے شخص کو اختیار ہے کہ اسے منع کرے یا روکے؟

الجواب: اس سالک کے معاملے کا کسی قسم کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ بعینہٖ یہی سوال شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی سے ہوا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس کام میں اس سالک سے کسی قسم کا انکار نہیں اور منع کرنے والے کو منع نہیں کرنا چاہیئے اور منع کرنے والے کو سختی سے روکنا چاہیئے اور تعزیر کرنا چاہیئے اور اسی مسئلہ کا علامہ برہان الدین انباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پوچھا گیا تو ان کا جواب بھی یہی تھا کہ اس مغلوب الحال کا جو منکر ہے وہ محروم اور بے نصیب ہوا۔ یہاں تک کہ جواب کے

---

[73](الحاوی للفتاوی: ج:۲:ص:۲۳۴)

آخر میں یہ فرمایاہے کہ خلاصہ ٔکلام یہ ہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے حال کو تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔

اسی طرح کا جواب احناف نے دیاہے اور مالکیہ کا جواب بھی یہی ہے۔ جب ان سے پوچھا گیاتو ان سب نے اسی طرح جواب دیا اور اس پر اکتفا کیا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے تو کس طرح کھڑا ہو کر ذکر کا انکار کیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے۔ عقل مند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلوں پر لیٹ کر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضور اکرم صَلَّی اللّٰہ ُتَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اللہ کا ذکر ہر حالت اور ہر ہیئت سے کرتے تھے تو اس میں کھڑا ہونے کی بھی ہیئت آتی ہے اگر مغلوب الحال سالک کھڑا ہو کر ناچنا شروع کر دے یا دوسری حرکات اور چیخیں اس کے ساتھ مل جاتیں ہوں تو اس میں بھی انکار نہیں ہے کیونکہ یہ حال شہود اور لذت سے پیدا ہوا ہے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث شریف میں ان کا رقص ثابت ہے جب حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ ُتَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تیری صورت اور اخلاق مجھ سے مشابہت رکھتے ہے تو آپ نے رقص شروع کیا اور حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہ ُتَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس پر منع نہیں فرمایا تو یہ صوفیوں کے رقص پر بھی دلیل ہے۔ جب وہ وجد پاتے ہیں ذکر اور نعت خوانی کی مجلس میں رقص اور قیام کے متعلق آئمہ سب کے سب اس کے قائل ہیں جس میں سے شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ [74]

اس عبارت شریف سے مسئلہ وجد اور تواجد کے اثبات اور کچھ اور نکتے بھی نکلتے ہیں۔

---

[74](الحاوی للفتاوی: ج:۲:ص:۲۶۴)

نمبر ا: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ذکر کرنے والوں کو قیام اور تواجد سے منع کرے اور اگر کسی نے منع کیا تو اس کو تعزیر (سزا) دینا چاہئے یا اسے مارنا چاہئے تو منکرین اپنے بارے میں سوچیں۔

نمبر ۲: وجد اور حال والا سالک عارف مغلوب الحال ہے منکرین فیض الٰہی سے محروم ہیں خود انہوں نے اس حال کا مزہ اور باطنی لذت نہیں پائی۔ اس لئے دوسرے اہل اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ تو اب منکرین اپنی محرومیت کے بارے میں سوچیں۔

نمبر ۳: چاروں مذاہب کے علمائے حقیقی اہلِ تصوف اور عارفین کے وجد اور حال کے اثبات پر متفق ہیں اور تردیدی عبارتیں فساق اور خلافِ شرع متصوفہ اور ریاکار کے حق میں ہیں تو کس طرح منکرین حقیقی اہلِ تصوف عارفین کے وجد اور حال چار مذہبوں کے مطابق حرام سمجھتے ہیں۔

اسی طرح فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) ج:۵:ص:۳۵۲:باب:۱۷: میں مشائخ صادقین کے وجد اور غشی طاری ہونے سماع میں اچھے اشعار سنتے وقت فاسق کا گانا اور رقص ناجائز کے حق میں اس طرح لکھا ہے:

فان فی زمانهم ربما ینشد واحدا شعرا فیه معنی یوافق احوالهم فیوافقه من کان له قلب رقیق اذا سمع کلمة توافقه علی امر هو فیه وربما یغشی علی عقله فیقوم من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من اختیار وذلک مما لا یستبعد ان یکون جائزا مما لا یؤاخذ به ولا یظن فی المشائخ رحمة الله تعالٰی علیهم انهم فعلوا امثل ما یفعل اهل زماننا من اهل الفسق والذین لا علم لهم باحکام الشرع وانما یتمسک بافعال اهل الدین۔[75]

ترجمہ: بے شک ان کے زمانے میں بہت مرتبہ شعر بناتا اور اس کا ایسا معنی ہوتا کہ ان کے باطنی حال کے موافق تو ان کا دل نرم ہو جاتا اس موافقت سے ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ان کے باطنی

[75] (کذافی جواهر الفتاوی) (فتاوی هندیه: ج:۵:ص:۳۵۲:باب:۱۷)

حال کے موافقت کی وجہ سے کہ شعر ان کے باطن کے موافق ہوتا تو بے اختیار کھڑے ہو جاتے اور ان سے وہ حرکات صادر ہو جاتیں تو یہ کام جائز اور ان پر مواخذہ نہیں اور حقیقی مشائخ طریقت پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے زمانے میں فاسق اور جاہلوں اور فاسقوں کی طرح خلاف شرع امور کریں حالانکہ یہ فاسق لوگ اہلِ دین اور مشائخ حقیقی کے احوال پر دلیل پکڑتے ہیں جبکہ خلافِ شرع کام کرتے ہیں بلکہ صوفیاءِ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تو ان کی طرح نہیں تھے۔

"اسی طرح جواہر الفتاویٰ میں بھی لکھاہے: تو اس عبارت سے فتاویٰ ہندیہ کی دوسری عبارت کا محمل بھی معین ہوا۔ جس میں سماع ورقص اور وجد پر رد کیاہے۔ وہ اس طریقے پر صادق مشائخ اور متشرع سالک کیلئے یہ جائز ہے اور فاسق اور خلافِ شرع کیلئے اس کا جواز نہیں بلکہ اس عبارت کے ساتھ فقہاء کی تمام عبارتوں کی تطبیق ہوئی کہ ایک طرف ثبوت اور دوسری طرف منع متعصب منکرینِ اولیاء صرف نفی کی عبارات لیتے ہیں جیسے یہودی احبار حق کو چھپاتے ہیں۔ پوری تحقیق ان شاءاللہ بعد میں آئے گی۔

اسی طرح سیدنا وسید کل امام ربانی محبوبِ صمدانی واقف متشٰبہات قرآنی سیدنا مجدد ومنور الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی نقشبندی احراری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوباتِ قدسی الآیات مکتوب:۳۵۲:حصہ:۵:ج:۱:میں فرماتے ہیں۔

"ای فرزند! ولولۂ عشق وطنطنۂ محبت ونعرہائے شوق انگیز وصیحاھائی درد آمیز ووجد وتواجد ورقص ورقاصی ہمہ در مقامات ظلال است ودر آوان ظہورات وتجلیات ظلیہ"۔

ترجمہ: اے بیٹے! عشق کے شور اور ولولہ اور محبت اور شوق سے بھرے ہوئے نعرے اور درد کی چیخیں اور وجد تواجد اور رقص یہ تمام حالات ظلال کے مقام میں آتے ہیں۔ ظلی تجلیات کے ظہور کے وقت یہ وارد ہوتے ہیں۔[76]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وجد اور حال کے مختلف انوار اکثر تجلیاتِ ظلیہ کے مقام پر وارد ہوتے ہیں جن کا تعلق ولایت سے ہے اور تجلیات اصلیہ کے وارد ہونے کا وقت اور اس کا تعلق کمالات اور حقائق سے ہوتا ہے۔ زیادہ تر جسم میں کپکی کا آجانا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنا اور کبھی کبھی اس مقام پر رقص اور غشی وغیرہ کے احوال بھی وارد ہوتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے بہت ساری آیات اور احادیث مبارکہ سے ثابت کیا جاچکا ہے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ "از دک وفک چارہ نیست" یا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی کے طاری ہونے کا واقعہ اس پر دلیل ہے۔ نیز اور بہت ساری روایات اللہ کے مقبول بندے عارفوں کے وجد اور حال کے اثبات کیلئے دلیل ہیں۔

یہاں تک کہ حضور پُر نور عظیم البرکت امام اہل سنت قاطع بدعت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی ثم بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد اور تواجد کے بارے میں فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں۔ تواجد یعنی اہلِ وجد کی صورت بنانا اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کیلئے تو نماز بھی حرام ہے اور اگر نیت صالح ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں ایک عام یعنی **تشبہ بصلحاء کرام "ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ان التشبہ بالکرام فلاح"** اگر نیک لوگوں کی طرح نہیں ہو تو نیکوں کی مشابہت اختیار کرلو۔ تحقیق کے ساتھ

---

[76] (مکتوبات شریف: مکتوب: ۳۰۲: ج: ۱)

نیک لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا"من تشبہ بقوم فھو منھم" جو کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ ان میں سے ہی ہے۔ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے: "ان لم تبکوا فتباکوا" رونانہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

دوسری نیت طالبانِ راہ کیلئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے نیت صادقہ کے ساتھ بتکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصولِ حقیقت کی طرف منجر ہو جاتا ہے۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

التواجد المتکلف فمنہ مذموم یقصد بہ الریاء و منہ محمود و ھو التوصل الی استدعاء الاحوال الشریفۃ و اکتسابھا و اجتلابھا بالحیلۃ فان للکسب مدخلا فی جلب الاحوال الشریفۃ ولذلک امر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم من لم یحضرہ البکاء فی قراءۃ القرآن ان یتباکی و یتحازن۔

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

لاشک ان التواجد و ھو تکلف الوجد و اظھارہ من غیر ان یکون لہ وجد حقیقۃ فیہ تشبہ باھل الوجد الحقیقی و ھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم من تشبہ بقوم فھو منھم۔

فتاوی علامہ خیر رملی استاذ صاحب در مختار علیہما رحمۃ الغفار میں ہے:

اما الرقص ففیہ للفقھاء کلام منھم من منعہ و منھم من لم یمنع حیث وجد لذۃ الشھود و غلب علیہ الوجد و استدلوا بما وقع لجعفر بن ابی بطالب رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اشبھت خلقی و خلقی و فی لفظ جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ اشبہ الناس بی خلقا و خلقا فحجل ای مشی علی رجل واحدۃ و فی روایۃ رقص من لذۃ ھٰذا الخطاب و لم ینکر علیہ الصلٰوۃ والسلام رقصہ و جعل ذلک اصلا لجواز رقص الصوفیۃ عند ما یجدونہ من لذۃ المواجید فی مجالس الذکر والسماع و فی التتارخانیۃ ما یدل علی جوازہ للمغلوب الذی

حرکاتہ کحرکات المرتعش وبھذا افتی البلقینی وبرھان الدین الابناسی وبمثلہ اجاب بعض ائمۃ الحنفیۃ والمالکیۃ وکل ذلک اذا خلصت النیۃ وکانوا صادقین فی الوجد مغلوبین فی القیام والحرکۃ عند شدۃ الھیام والشئ قد یتصف تارۃ بالحلال وتارۃ بالحرام باختلاف القصد والمرام وبتقریر جمیع ماقالوہ یطول الکلام"۔

(نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار) میں ہے:

"قال صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم لزید انت مولانا فحجل الحجل ان یرفع رجلا ویقفز علی الاخری من الفرح زاد فی النھایۃ وقد یکون بالرجلین الا انہ قفز"۔

چاہنا بھی اگر بے اختیاری سے ہو تو مثل وجد کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا اور اگر ریا سے ہے تو نماز بھی حرام ہے اور اگر کوئی نیت فاسدہ نہیں مگر وہاں کسی مریض یا نائم کو تکلیف یا نمازی یا ذاکر یا مشتغل علم کی تشویش ہو تو ممنوع ہے۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث میں ہے وقت نماز میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے تلاوت کرنے والوں کو جہر قرآن سے منع فرمایا اور اگر تمام مفاسد سے پاک ہو تو کوئی حرج نہیں علامہ ابن عابدین شامی منہوات شفاء العلیل میں نور العین فی اصلاح جامع الفصولین سے علامہ ابن کمال وزیر کا فتوی نقل فرماتے ہیں۔

"ما فی التواجد ان حققت من حرج۔ ولا التمایل ان اخلصت من بأس۔ فقمت تسعی علی رجل وحق لمن۔ دعاہ مولاہ ان یسعی علی الرأس۔ الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتھم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسھم عن قبائح الاحوال فھم لا یستمعون الا من الالہ ولا یشتاقون الا الہ ان ذکروہ ناحوا وان وجدوہ صاحوا اذا وجد علیھم الوجد فمنھم من طرقتہ طوارق الھیئۃ فخر وذاب ومنھم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرک وطاب"۔

یعنی وجد اور تواجد اور رقص بالکل جائز ہے اور احوال صحیحہ ہے اس سے انکار کرنا صراحۃً گمراہی ہے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوب نمبر:۲۶: میں ج:۱: وجد اور حال کے اثبات میں فرماتے ہیں:

والعروج الی حضرۃ الذات تعالیٰ لا یتصور الا بالسیر الاجمالی فی الصفات والاعتبارات۔ومن وقع سیرہ فی الاسمآء بالتفصیل حبس فی الصفات والاعتبارات ولم یزل منہ الشوق والطلب ولم یفارق عنہ الوجد والتواجد فاصحاب الشوق والتواجد لیسوا الا اصحاب التجلیات الصفاتیۃ ولیس من التجلیات الذاتیۃ لھم نصیب ما داموا فی الشوق والوجد۔

ترجمہ: حضرت ذات کی طرف عروجِ روحی کرنا ممکن نہیں مگر صفات اور اعتبارات کے ساتھ وہ بھی اجمالی عروج کرنا جس کی سیر اسماء وصفات میں تفصیلی واقع ہو تو وہ صفات اور اعتبارات میں بند ہو جاتا ہے تو ہمیشہ اس کے شوق بعد طلب میں رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ وجد اور تواجد میں رہتا ہے اور تجلیاتِ صفات والی عام حالت میں ہوتے ہیں اور تجلیاتِ ذاتیہ میں ان کا نصیب نہیں ہوتا۔[77]

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ وجد اور تواجد اولیائے کرام کے احوال ہیں اور تجلیات صفاتیہ ظلیہ کے وقت میں بہت زیادہ حرکات اور اس کے علاوہ دیگر اشکال میں ظاہر ہوتا ہے جب تجلیاتِ ذاتیہ اور اصلیہ اولیائے راسخین کا نصیب ہو جائے تو اس کے بعد زیادہ وجد، رونا اور بدن کے لرزنے کی صورت میں اور کبھی دوسری امثال یا صورتیں بھی ظاہر ہو جاتی ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

---

[77] (مکتوبات شریف مکتوب:ج:۱:ص:۲۶)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوسرے مکتوب میں تحریر کیا ہے:

ازدکـــوفک چارہ نیست۔

یعنی کبھی کبھی اور احوال بھی اصل اور خالص تجلی کے وقت میں سالک پر آتے ہیں۔

جس کا ذکر ہم نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

اس طرح امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو چاروں مذہبوں میں مقبول شخصیت ہیں اپنی کتاب "انوار قدسیہ فی معرفۃ قواعد صوفیاء:ج:۱:ص:۳۹: باب آداب ذکر" میں وجد اور مختلف نعروں کے اثبات کے حق میں اس طرح لکھا:

"وقال سیدی یوسف العجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وماذکروہ من آداب الذکر محلہ فی الذاکر الواعی المختار اما المسلوب الاختیار فھو مع مایرد علیہ من الاسرار، فقد یجری علی لسانہ اللہ اللہ اللہ او ھو ھو ھو ھو او لا لا لا لا او آہ آہ آہ آہ او عاعاعا او آآآ او ھاھاھا او صوت بغیر حرف او تخبیط وادبہ عند ذلک التسلیم للوارد فاذا انقضی الوارد فادبہ السکون من غیر تقول"[78]

ترجمہ: اور میرے سید یوسف عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مشائخِ طریقت نے سالک کیلئے جو آداب ذکر کئے ہیں وہ صاحب اختیار سالک کے حق میں ہیں اور جو مسلوب الاختیار ہوتے ہیں ان کو اسرار واردہ کی وجہ سے چھوڑیئے کبھی ان کی زبان سے بے اختیار اللہ، اللہ، اللہ یا ھو، ھو، ھو یا لا، لا، لا یا آہ، آہ، آہ یا عا، عا، عا، عا یا آ، آ، آ، آ یا ھا، ھا، ھا یا بغیر حروف کے آواز نکالتے ہیں اور کبھی بعض کلمات کو بعض الفاظ کے ساتھ ملا لیتے ہیں جیسے کہ اللہ ھو، ھو اللہ یا ھو عا، یا عا ھو وغیرہا اور اس کیلئے ادب

[78] (انوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم: ج: ۱: ص: ۳۹)

یہ ہے جب یہ اسرار وارده کو تسلیم کرے پس جب یہ اسرار وارده ختم ہو جائے اس کیلئے ادب یہ ہے کہ سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھ جائے۔

اسی طرح امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو چاروں مذاہبِ حق میں مقبول شخصیت ہیں اپنی کتاب مستطاب (احیاء علوم الدین: ج: ۲: ص: ۳۰۴:مقام ثالث من السماع) پر بیان کرتے ہیں کہ وجد کی حالت میں کپڑے پھاڑنے کے بارے میں لکھا ہے:

"ولا یبعد ان یغلب الوجد بحیث یمزق ثوبه وھو لا یدری لغلبة سکر الوجد علیه او یدری ولکن یکون کالمضطر الذی لا یقدر علی ضبط نفسه۔"[79]

ترجمہ: یہ بات بعید نہیں ہے کہ وجد اس قدر غالب ہو جائے کہ اپنے کپڑے پھاڑے سکر اور وجد کے غلبے کیوجہ سے اور اپنی حالت کو سمجھے بھی نہیں یا سمجھتا ہے مگر مجبور شخص کی طرح بن جائے۔ اپنے نفس پر کنٹرول اور قدرت نہ ہو۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے رقص کے اثبات میں یہ لکھا ہے:

"وذلک یکون لفرح او شوق فحکمه حکم مھیجه ان کان فرحه محمودا والرقص یزیده ویؤکده فھو محمود وان کان مباحا فھو مباح وان کان مذموما فھو مذموم"[80]

ترجمہ: رقص اور خوشی شوق کیوجہ سے صادر ہوتا ہے اس کا حکم سبب کے ساتھ متعلق ہے اگر خوشی جائز اور نیک ہو تو رقص بھی اسے بڑھا دیتا ہے تو اس طرح کا رقص بھی محمود اور اچھا ہے اگر خوشی مباح ہو تو رقص بھی مباح اگر خوشی ناجائز ہو تو رقص بھی مذموم ہو گا۔

---

[79] (احیاءعلوم الدین: ج: ۲: ص: ۳۰۴:مقام ثالث من السماع)

[80] (احیاءالعلوم: ج: ۲: ص: ۳۰۴)

پھر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم (ج:۲:ص:۲۷۳:باب کتاب السماع والوجد) میں بخاری شریف کتاب النکاح قبیل کتاب الطلاق جلد ۲ صفحہ ۷۸۸ پر حبشیوں کے مسجد میں رقص کی روایت نقل کی ہے اور دوسری صحیح احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سبب مباح کی وجہ سے حبشیوں کیلئے مسجد میں رقص کرنا جائز ہے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے منع نہیں فرمایا اور ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دیکھنا اور اس کیلئے ان کا کھڑے ہو کر دیکھنا اہلِ تصوف کیلئے سبب محمود کی وجہ سے جو کہ انوارِ الٰہیہ کا ورود ہے۔ بطریقِ اولیٰ مسجد میں رقص ووجد ہونا جائز ہوتا ہے حالانکہ اہلِ تصوف سے اختیار بھی سلب ہو جاتا ہے اگرچہ عقل وشعور باقی ہوتا ہے۔ جیسے تفسیر روح المعانی میں غشی اور بے ہوشی کی حالت میں عقل واختیار، دونوں سلب ہو جاتے ہیں۔ غشی کے احوال میں ہوش باقی رہتا ہے۔ اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ کھانسی اور چھینک کی طرح۔ اس پر بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ مسجد اور غیر مسجد میں اس طرح جائز اور ثابت ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ پر حضرت موسیٰ عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

انه قال اقدم علینا صالح المری رحمة اللہ تعالٰی علیه وعتبة الغلام رحمة اللہ تعالٰی علیه وعبدالواحد بن زید رحمة اللہ تعالٰی علیه ومسلم الاسواری رحمة اللہ تعالٰی علیه فنزلوا علی الساحل قال فهیأت لهم ذات لیلة طعاما فدعوتهم الیه فجاءوا فلما وضعت الطعام بین ایدیهم اذا بقائل یقول رافعا صوته هٰذا البیت۔ وتلهیک عن دار الخلود مطاعم۔ ولذة نفس غیها غیر نافع۔ قال فصاح عتبة الغلام رحمة اللہ تعالٰی علیه صیحة وخر مغشیا علیه وبکی القوم فرفعت الطعام وماذاقوا واللہ منه لقمة۔

ترجمہ: مسلم عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم پر صالح المری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عبدال واحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مسلم الاسواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے یہاں پہنچے اور دریا کے کنارے پر ہمارے مہمان بن گئے تو حضرت عبادانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کیلیئے رات کو کھانا تیار کیا اور میں نے انہیں کھانے کی دعوت دی اور ان کو کھانا کھانے کیلیئے بلایا اور وہ آ گئے۔ جب ان کے سامنے کھانا دیا گیا تو ایک شخص بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ تمہیں جنت کے کھانوں سے غافل کر دیا نفس کی ان لذتوں نے جن کی تم تابعداری کرتے ہو اور ان میں کچھ بھی فائدہ نہیں۔ تو عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تو سب نے رونا شروع کر دیا تو کھانا میں نے دوبارہ اٹھالیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا۔

حضرت عتبۃ الغلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پرانے اولیاء اللہ میں سے ہیں اور صاحبِ کرامت شخصیت ہیں اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں۔ اس کی پوری تفصیل تذکرہ اولیاء میں مذکور ہے۔ جو کہ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے۔

اسی طرح حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم (جلد ۲ صفحہ ۲۹۷) میں حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ تحریر کیا ہے کہ:

فقد کان الشبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی مسجدہ لیلۃ من رمضان وھو یصلی خلف امام لہ فقرأ الامام ولئن شئنا لذھبن بالذی اوحینا الیک فزعق الشبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زعقۃ ظن الناس انہ قد طارت روحہ واحمر وجھہ وارتعدفرائصہ۔

ترجمہ: حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسجد میں رمضان کے مہینے کی ایک رات امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب امام نے یہ آیت پڑھی: "ولئن شئنا لذھبن بالذی اوحینا الیک" تو

حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسی چیخ ماری کہ لوگوں نے گمان کیا کہ ان کی روح پرواز کر گئی۔ ان کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ ان کے لطائف نے تیزی کے ساتھ حرکت شروع کر دی۔[81]

اس واقعہ سے نماز کی حالت میں وجد ثابت ہوا اور وجد کے وقت میں چہرہ کا سرخ ہو جانا بھی ثابت ہوا۔ حالانکہ منکرین نے استہزائیہ انداز میں لکھا ہے کہ جن کے مریدوں کے چہرے مریضوں کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔ آیا کیا منکرین یہ نسبت حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب کرتا ہے۔(**معاذ اللہ**) کہ ایک ولی اللہ کا انکار کفر اور بے دینی ہے لہٰذا منکرین اپنے افکار اور استہزاء کو غور سے دیکھیں۔ استہزاء کی عاقبت اور انجام کی فکر کرے۔

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں حضرت سہل ابن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اضطراب اور وجد کا واقعہ اور ان کے مرید اور خلیفہ حضرت شیخ ابوالحسن محمد بن احمد کی روایت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

صحبت سهل بن عبد الله ستين سنة فما رأيته تغير عند شيء كان يسمعه من الذكر أو القرآن فلما كان في آخر عمره قرأ رجل بين يديه فاليوم لا يؤخذ منكم فدية الآية فرأيته قد ارتعد وكاد يسقط فلما عاد إلى حاله سألته عن ذلك فقال نعم يا حبيبي قد ضعفنا وكذلك سمع مرة قوله تعالى "اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٱلْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ (الفرقان ٢٦)" فاضطرب۔[82]

ترجمہ: میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں ساٹھ سال گزارے۔ میں نے ان کو ذکر یا تلاوت قرآن یا سماع کے وقت متغیر حال میں نہیں دیکھا۔ آخری عمر میں ایک مرتبہ جب یہ آیت کریمہ تلاوت کی جارہی تھی: اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ٱلْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ (الفرقان

---

[81] (احیاءالعلوم: ج:۲: ص:۲۹۷)

[82] (احیاءالعلوم: ج:۲: ص:۳۰۳: مقام ثالث من السماع)

۲۶) تو انہوں نے لرزنا شروع کیا، ان پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منتہی اور اصحاب تمکین میں سے تھے لہٰذا عام حالتوں میں ان پر تغیر احوال وارد نہ ہوتا۔ البتہ کبھی کبھی ان پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی۔ یہ واقعہ منتہیوں پر وجد کے آنے کی دلیل ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلطان اولیاء حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وجد کے حق میں (احیاء العلوم ج:۲:ص:۲۹۸) پر تحریر کیا ہے: حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب کسی سے یہ آیت مبارکہ سنی:

"انه اذا سمع احدا يقرأ "إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق ۱)" اضطربت او صاله حتى كان يرتعد۔"

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی سے یہ آیت مبارکہ "إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الانشقاق ۱)" سنی تو ہڈیوں اور جوڑوں میں اضطراب آگیا اور کپکپی طاری ہو گئی۔

اس کے علاوہ دیگر بہت ساری احادیث اور اقوال و واقعات حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "احیاء العلوم" میں نقل کئے ہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (عوارف المعارف باب ۲۴ ص ۱۱۷) میں وجد کے بیان میں فرمایا ہے کہ وجد میں انسان پر رونے کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے۔

"واعلم ان للباكين عند السماع مواجيد مختلفة فمنهم من يبكى خوفا ومنهم من يبكى شوقا ومنهم من يبكى فرحا"۔

ترجمہ: جان لو کہ سماع اور نعت خوانی میں رونے کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں بعض خوف سے روتے ہیں بعض خوشی سے اور بعض شوق سے روتے ہیں۔

اسی طرح شیخ اجل شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سماع کے وقت میں وجد کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں جیسے رونا، کپڑے پھاڑنا، چیخیں مارنا وغیرہ۔ آپ نے (عوارف المعارف باب:۲۲) میں لکھا ہے:

"سئل رویم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن وجد الصوفیۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم عند السماع فقال یتنبھون للمعانی التی تغرب عن غیرھم فیشیر الیھم الی (ای ھلموا الی) فیتنعمون بذلک من الفرح ویقع الحجاب للوقت فیعود ذلک الفرح بکاء فمنھم من یمزق ثیابہ ومنھم من یبکی ومنھم من یصیح"۔

ترجمہ: حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے وجد کے بارے میں پوچھا گیا کہ سماع کے وقت میں وجد کی کیا حالت ہوتی ہے؟ تو حضرت رویم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اہلِ تصوف ایسی معنویت کو بیدار کرتے ہیں جو دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف متوجہ ہو جاؤ تو وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں اور کبھی حجابِ معنوی رونما ہوتا ہے تو کچھ وہ ہیں جو کپڑے پھاڑتے ہیں کچھ وہ ہیں جو روتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو چیخیں مارتے ہیں۔

اسی طرح فقیہ نبیل متکلم شہید صوفی جلیل حضرت عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ:ج:۲:ص:۵۲۳) سچے عارفوں کا وجد اور تواجد کا مضبوط اثبات تحریر کیا ہے۔ سب سے پہلے مخالفوں کے دلائل لکھتے ہیں: جو کہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے مخالفین نے دلیل پکڑی ہے اور علامہ برکلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے اور مختلف لوگوں کے اقوال سے دلیل پکڑی ہے۔ اس کے بعد سب کے تردیدی اقوال نقل کئے ہیں

کہ یہ خلافِ شرع صوفی اور فاسقین پر محمول کئے ہیں۔ اس کے بعد منکرین کے اعتراضات کے جوابات تحریر کئے اور فرمایا:

”واعلم ان ھٰذا الذی سبق ذکرہ فی المتن من عبارات الفقھاء جمیعہ فی تردید الوجد فی حق من ذکرنا ھم من طائفۃ متصوفۃ اللہ تعالٰی اعلم باعیانھم فلا تنزلہ انت فی حق کل من وجدتھم علی شبہ منھم وقیاس منک لھم علیھم فان الشیطان للانسان عدو مبین والا فان طریق الوجد والتواجد الذی تعلمہ الفقرآء الصادقون فی ھٰذا الزمان وبعدہ کما کانوا یعلمونہ من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایۃ واثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایۃ۔ قال المناوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی طبقات الاولیاء فی ترجمۃ الشیخ ابراھیم الدسوقی قدس سرہ انہ قیل للجنید قدس سرہ علیہ ان قوما یتواجدون ویتمایلون فقال دعوھم مع اللہ تعالیٰ یفرحون فانھم قوم قطعت الطریق اکبادھم ومزق النصب فؤادھم وضاقوا ذرعا فلا حرج علیھم اذا تنفسوا مداواۃ لحالھم ولو ذقت مذاقھم عذرتھم فی صیاحھم وشق ثیابھم (الی ان قال) وربما غلب الولہ علی اھل اللہ والوجد حتی یغیبوا عن وجودھم فتبدوا منھم احوال وافعال لو صدرت عن احد وھو مشاھد الفعل والاحساس بین یدیھم لحکموا علیہ انہ خرج عن حد العقل والحقوا تلک الافعال باحوال المجانین کالرقص والدوران وتخریق الثواب وھی حالۃ شریفۃ علامۃ صحتھا ان تحفظ علی صاحبھا اوقات الصلٰوات وسائر الفرائض فیرد علیھم فیھا عقولھم وھٰذا حال جماعۃ من اولیاء اللہ تعالٰی منھم ابو بکر الشبلی وابو الحسن النوری وسمنون المحب وسعدون المجنون وامثالھم۔ ذکر الیافعی عن بعضھم قال رأیت الشبلی قائما یتواجد وقد خرق ثوبہ وھو یقول: شققت ثوبی علیک حقا وما لثوبی اردت خرقا اردت قلبی فصادفتہ یدای بالجیب اذ برقا لو کان قلبی مکان جیبی لکان للشق مستحقا (الی ان قال فی: ج:۲: ص:۵۲۵) وانشد الشیخ الامام شھاب الدین احمد الزھری الشافعی متعذرا عن کشف راس الفقراء فی الذکر بقولہ:“

یلومونني في كشف راسي وانني لمعترف اني على ذلك اوجر
لقصدي به اظهار ذلتي التي هي المقصد الاسنى لمن يتبصر [83]

ترجمہ: جان لو کہ جو طریقہ محمدیہ کے متن میں وجد کی تردید کے حوالے سے جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ سب خلاف شرع ناقص پیروں کے حق میں ہیں۔ یہ تنقیدی عبارتیں اس شخص کے حق میں مت چسپاں کرنا جو کہ ظاہری حالت میں ان متوصفہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے تا کہ صادق اولیائے کرام سے بدگمان نہ کرسکے اس لئے صادق اولیائے کرام کا وجد اور تواجد زمانۂ حال یا آنے والے زمانے میں یا گزرے ہوئے زمانے میں دوسروں کیلئے ہدایت ہے۔ اللہ کی توفیق کا اثر ہے۔ اللہ کی خاص عنایت اور مہربانی ہے۔

علامہ امام مناوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ طبقاتِ اولیاء میں شیخ ابراہیم الدسوقی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے پوچھا گیا بعض صوفیوں کے بارے میں کہ وہ تواجد اختیار کرتے ہیں، اس بارے میں کیا حکم ہے؟ تو حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنے حال میں اپنے اللہ کے ساتھ خوش ہوں اس لئے کہ یہ اپنے لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کو پھاڑ دیا گیا ہے اور مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے انہوں نے اپنے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا حوصلے تنگ ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان کے تواجد پر گناہ یا اعتراض نہیں۔ جب وہ آہ کے ساتھ سانس لیتے ہیں تا کہ ان کا یہ حال دائمی ہو جائے یا اس کا مزہ تم نے چکھا ہو تو تم ان کو چیخیں مارنے میں معذور جانو۔

---

[83] (حديقة النديه شرح طريقه محمديه للعلامة عبد الغني النابلسي الحنفي رحمة الله تعالٰى عليه: ج:۲: ص:۵۲۳ تا ۵۲۵)

بہت مرتبہ اولیائے کرام پر دیوانگی کا غلبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے وجود میں فانی ہو جاتے ہیں اور ان سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں کہ اگر ایک عام باہوش انسان سے ایسے احوال صادر ہو جائیں تو لوگ ان پر حکم جاری کر دیں کہ یہ شخص عقل و دانش کے دائرے سے باہر ہے تو ان کی معنویت کے یہ احوال اور افعال پاگلوں کے احوال کے ساتھ ملحق کر لیں کہ یہ وجد کی حالت میں ناچتے اور اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں مگر در حقیقت یہ احوال اچھے ہیں اور ان کی حالت یہ ہونی ہے کہ نماز کیلئے پوری طرح ہوش و حواس میں ہوتے ہیں اور اگر بے ہوشی طاری ہو جائے یا چیخیں نکلیں تو یہ بھی معاف ہے جیسا کہ روح المعانی کے حوالہ جات میں بیان کیا جا چکا اور اگر دورانِ نماز ان پر بے ہوشی طاری ہو جائے تو ان پر نماز کا اعادہ لازم ہے۔

حضرت ابو بکر شبلی، حضرت ابو الحسن ثوری، حضرت سمعون المحب، حضرت سعدون المجنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور انکی طرح اور دیگر اولیاء اللہ، حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض عالموں کے قول نقل کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علامہ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ حالتِ تواجد میں تھے اور اپنے کپڑے پھاڑ رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے: "میں نے اپنے کپڑوں کو تیری محبت میں حق پر پھاڑ دیا۔ میرا ارادہ کپڑوں کو پھاڑنے کا نہ تھا۔ میرا ارادہ اپنے دل کو چیرنے کا تھا مگر میرے ہاتھ میرے گریبان سے ٹکرا گئے۔ اگر میرے گریبان کی جگہ میرا دل ہوتا تو وہی پھاڑے جانے کے لائق ہوتا کہ میں اس کو پھاڑتا"

پھر: ص:۵۲۵: پر لکھتے ہیں: کہ حضرت شیخ شہاب الدین احمد زہری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقرائے طریقت کے ذکر کے وقت میں سر برہنہ رہنے کے عذر میں اشعار تحریر کئے ہیں: لوگ مجھے سر ننگا رہنے پر ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں اس بات کا معترف ہوں کہ مجھے اس پر اجر ملتا ہے

اس لئے کہ سر نگار رہنے سے میرا مقصد عاجزی کا اظہار کرنا ہے جو کہ اہلِ نظر کی نظر میں بیش قیمت مقصد ہے۔[84]

اس عبارت سے کچھ نکتے نکلتے ہیں: جن فقہاء اور علماء نے وجد اور تواجد کی تردید کی ہے وہ خلافِ شرع متصوفہ ریاکار اور فاسق مدعی تصوف پر محمول ہیں تو حنفی عارف اور فقراء کو ان فاسقوں اور خلافِ شرع متصوفہ پر قیاس کرنا شیطانی وسوسہ اور گمراہی ہے۔

حقیقی فقیروں کیلئے وجد اور تواجد بالکل جائز ہے بلکہ نور اور ہدایت اور عنایت اور اثرِ توفیق حالت ہے۔ وجد اور تواجد کوئی نیا کام نہیں ہے بلکہ حقیقی عارفوں کیلئے بہت پُرانا اور ثابت ہے اور کسی خاص زمانے کیلئے مختص نہیں ہے۔

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی عارفوں کے وجد، تواجد، تمائل اور چیخیں مارنا اور کپڑے پھاڑنا ثابت کیا ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم پر کبھی ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جو معاذ اللہ مجنونوں کے افعال واعمال دکھائی دیتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

قال النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون۔

تم میں ایک بھی اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتا جب تک لوگ اسے مجنون نہ کہیں۔

”عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم قال: اکثروا ذکر اللہ تعالیٰ حتی یقولوا مجنون“۔

[84] (حدیقۃ الندیہ للعلامۃ عبد الغنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ج:۲: ص:۵۲۳ تا ۵۲۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔[85]

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون: انکم تراؤون“۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔[86]

”عن ابی جوزا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اکثروا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراؤون۔“

حضرت ابو جوزا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔[87]

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اذکروا اللہ ذکرا حتی یقول المنافقون انکم تراؤون“۔

---

[85] (الکنز الثمین فی فضیلة الذکر: ص:۹۳: احمد بن حنبل: المسند: ج:۳: ص:۶۸: ج:۳: ص:۷۱: ابن حبان الصحیح: ج:۳: ص:۹۹: ابو یعلیٰ: المسند: ج:۲: ص:۵۲۱: عبد ابن حمید: المسند: ج:۱: ص:۲۸۹: دیلمی الفردوس الخطاب: ج:۱: ص:۷۲: ابن رجب: جامع العلوم والحکم: ج:۱: ص:۴۴۴: حاکم المستدرک: ج:۱: ص:۶۷۷: بیہقی شعب الایمان: ج:۱: ص:۳۹۷: منذری الترغیب والترھیب: ج:۲: ص:۲۵۶: مزی تہذیب الکمال: ج:۸ ص:۴۷۹: ابن معین التاریخ: ج:۴: ص:۴۱۳: ہیثمی مجمع الزوائد: ج:۱۰: ص:۷۵: عجلونی کشف الخفاء: ج:۱: ص:۱۸۷: قرطبی الجامع لاحکام القرآن: ج:۲: ص:۱۹۷: تبلیغی نصاب باب فضائل ذکر حدیث: نمبر:۱۵: لمولوی زکریا: ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم: ج:۳: ص:۴۹۶)

[86] (الکنز الثمین فی فضیلة الذکر والذاکرین ص ۹۴ طبرانی المعجم الکبیر ج ۲ ص ۱۶۹ ابو نعیم حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۳ ص ۸۱ ابن رجب جامع العلوم والحکم ج ۱ ص ۴۴۸، ۴۴۴ ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۶ مناوی فیض القدیر ج ۱ ص ۴۵۶)

[87] (الکنز الثمین فی فضیلة الذکر والذاکرین: ص:۹۴: بیہقی شعب الایمان: ج:۱: ص:۳۹۷: مناوی فیض القدیر: ج:۲: ص:۸۵: عجلونی کشف الخفاء: ج:۱: ص:۱۸۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار خیال کریں۔ [88]

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما مرفوعا اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤون"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریاکار ہو۔ [89]

"ماروا البیھقی فی شعب الایمان مرسلا و مرفوعا اکثروا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراؤون۔" [90]

ترجمہ: امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعب الایمان میں ایک روایت مرسل اور دوسری بار مرفوع ذکر کیا ہے: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو حتی کہ منافقین تمہیں ریاکار کہیں۔

اور علامہ رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد　　　اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد

ترجمہ: وہ شخص پاگل ہے جو اللہ کے عشق میں پاگل نہ ہو جائے۔ وہ شخص ہوشیار ہے جو دنیاداری کا ہوشیار نہ ہو۔

---

[88] (ھیتمی المجمع الزوائد: ج ۱۰: ص: ۷۶: منذری الترغیب والترھیب: ج: ۲: ص: ۲۵۶: الکنز الثمین فی فضیلۃ الذکر والذاکرین: ص: ۹۴)

[89] (رواہ الطبرانی کذافی الجامع)

[90] (سیاحۃ الفکر ص ۲۴ اقسام الذکر واحکامہ ص ۲۴۲)

کبھی کبھی عارفوں پر رقص اور جنون اور کپڑے پھاڑنا اور سر ننگا کرنے جیسے احوال آجاتے ہیں۔ صحیح وجد اور حال کی علامتیں یہ ہیں کہ جس پر یہ احوال وارد ہوتے ہیں وہ نماز اور عبادات کا پابند ہوتا ہے۔ فاسق اور فاجر پر یہ احوال وارد نہیں ہوتے اگرچہ کبھی کبھی سالک نماز ادا کرنے سے بھی عاجز ہوتا ہے بعد میں نماز کی قضاء ادا کرتا ہے۔ جیسے ربیع بن اخثم تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پانچ وقت نمازوں میں بالکل بے ہوش رہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرتے ہیں کہ:

هٰذا واللّٰه هو الخوف۔

یہ سب کچھ اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے۔

جیسے پہلے احیاء العلوم کے حوالے سے احادیث اور آثار کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے عام وجد اور احوال کے ساتھ عقل ضائع نہیں ہوتی۔ عین وجد کی حالت میں بھی نماز ہوتی ہے اور وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔

اسی طرح حضرت عارف باللہ حضرت علامہ فقیر اللہ صاحب حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب الارشاد:ص:۵۴۰:میں فرماتے ہیں:

”واذا واظب علی تکرارها بالوجه المذکور یحصل له فی بعض الاوقات کیفیة عجیبة وهو مقدمة الجذبة۔الخ“۔

ترجمہ: جب سالک ذکر کا تکرار کرتا ہے مذکورہ طریقے سے ہمیشگی کے ساتھ تو بعض اوقات اس پر عجیب حالات طاری ہوتے ہیں۔ یہ حالت مقدمہ ہے جذب کا۔

قطب الارشاد: ص: ۵۲۴: میں اللہ کی طرف پہنچنے کا کثرت ذکر کے تین راستے ہیں۔ تیسرے راستے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وثالثھا طریق السائرین الی اللہ تعالٰی و الطائرین باللہ تعالٰی و ھو طریق الشطار من اھل المحبۃ و السالکین بالجذبۃ۔ الخ"۔

تیسرا راستہ اللہ تعالٰی کے وصول کا سیر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالٰی کی معرفت تک پرواز کرنے کا یہ ہے شطاریوں کا راستہ جو محبت اور جزب کے راستے سے سلوک کا راستہ طے کرنے والے ہیں۔[91]

اس طرح سیف المقلدین: ص: ۵۳۷: میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا واقعہ لکھتے ہیں:

"در وقتے کہ آن حضرت رحمۃاللہ تعالٰی علیہ بکرسی بر می آید بانواع علوم تکلم میکرد و حاضران ہمہ از مشاہدہ ہیبت و عظمت ساکت وصامت میبودند ناگاہ درمیان کلام میفرمودند (مضی القال و عطفنا بالحال) این گفتن ودر مردم اضطراب ووجد وحال درآمدن۔ یکی در گریہ وفریاد می درآمد ودیگرے جامہ پارہ می کرد وراہ صحرا می گرفت ودیگری بی ہوش می افتاد وجان میداد و وقتہا بودی کہ از مجلس وعظ آن حضرت رحمۃاللہ تعالٰی علیہ جنازہا بیرون می آمد از جہت غلبۂ شوق وہیبت وتصرف وقہرمان عظمت وجلال او۔"

---

[91] (قطب الارشاد ص ۵۲۴)

ترجمہ: اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ وعظ کے لئے کرسی پر تشریف فرماہوئے اور ہر علوم پر خطاب فرمایا۔ حاضرین سب کے سب ہیبت وعظمت اور مشاہدہ کی وجہ سے ساکت اور خاموش رہے اچانک خطاب کے دوران غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قال ختم ہوا اور حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ لوگوں پر وجد اور حال آیا اور لوگوں نے رونا اور کچھ نے فریاد شروع کی اور کچھ نے اپنے کپڑے پھاڑنے شروع کئے اور کچھ بے ہوش ہوگئے اور کچھ کی روح پرواز کر گئی اور ایسے مواقع بھی آئے کہ لوگوں کے جنازے بھی اٹھتے۔ وعظ کی مجلس سے شوق کے غلبے اور ہیبت کی وجہ سے تصرف اور قہرمانی عظمت وجلال آپ کی شخصیت کی وجہ سے وجد طاری ہو جاتا تھا۔[92]

حیرت کی بات یہ ہے کہ وجد اور تواجد چاروں مذہبوں میں جائز اور رائج ہے اور مذاہب اربعہ میں چاروں طریقے ثابت ہیں۔ جیسے نقشبندیوں کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور تفسیر روح المعانی کی عبارت سے ثابت ہوا اور بعد میں بھی شاہ نقشبند کا وجد اور حال اور بعض واقعات، مقامات، خواجہ اور مکاتب شاہ غلام دہلوی کے حوالے سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اور قادریوں کیلئے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا۔
اور چشتیوں کیلئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مبارکہ ہے۔ جیسے: (شعر)

آنجا کہ زاہدان بہزار اربعین رسند
مست شرابِ عشق بہ یک آہ میرسند

ترجمہ: جہاں زاہد ہزار چلوں سے پہنچتے ہیں، شرابِ عشق کے مست اک آہ میں پہنچتے ہیں۔

[92] (بحوالہ سیف المقلدین علی اعناق المنکرین: ص: ۵۳۷)

سلسلۂ سہروردیہ کے بزرگوں کیلئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت ساری عبارتوں اور عوارف المعارف سے ثابت ہوا۔

اسی طرح مجموعۃ الفتاوی: ص:۳۵۵: وجد اور تواجد اور رقص اور تصفیق (تالیاں بجانے) کے حق میں لکھاہے:

التواجد والاهتزاز والرقص والتصفيق وامثال ذلك ان صدرت من الذاكر فى حالة الطرب والخروج عن حيز الاختيار وغلبة الشوق اخرجته عن حيز الخبرة فهو فى ذلك معذور وغير ملام۔

ترجمہ: تواجد مستی اور رقص اور تصفیق (تالیاں بجانا) اور اس جیسے دیگر امور اگر ذکر کرنے والے کو روحانی حالت میں اور مستی میں اختیار سے باہر اور شوق کے غلبے ذاکر کو اختیار سے صادر ہو جائے تو ذاکر اس میں معذور ہے۔ اسے ملامت نہیں کرنا چاہیئے۔

اسی طرح حضرت سیدنا شاہ غلام علی دہلوی مجددی قدس سرہ نے بار بار وجد اور تواجد اور اثبات کا ذکر کیا ہے: مولانا خالد نقشبندی کے سارے مریدوں نے وجد اور حال اور جذبات میں بہت تائید کی ہے۔ منکرین کے بارے میں کفر کا خطرہ سمجھا۔ نقشبندیوں، چشتیوں، قادریوں، سہروردیوں اور مجددیوں کی معرفت کی نشانی یہی بیان کی ہے کہ ان میں جذب ہوتا ہے یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند عبارتیں تحریر کرتے ہیں:

"مجمع فضائل ظاہر و باطن مولنا خالد سلمہم اللہ تعالیٰ بہ اشارت غیبی در ہند در شاہ جہان آباد نزد احقر لا شئ رسیدہ در طریقہ نقشبندیہ مجددیہ مصافحۂ بیعت نمودہ بافکار واشغال ومراقبات در خلوتی پرداختند بعنایت الٰہی سبحانہ بواسطہ مشائخ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایشان را حضور

وجمعیت وبیخودی وجذبات وارادات وکیفیات وحالات وانوار حاصل شد ومناسبتی بہ نسبت قلبی نقشبندیہ دست داد باز توجہات بر لطائف عالم امر ولطائف عالم خلق ایشان کردہ شد وباین توجہات نمی از دریاہائے نسبتہائے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہرہ یافتہ وباین حالات ومقامات اجازت وخلافت در تلقین وارشاد طالبان ایشان رادادہ شد دروطن رسیدہ بریاضات وپرداخت نسبت باطن مشغول شدندویشاں را قبولی پید اشد و بغایت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اشاعت طریقۂ نقشبندیہ دراں دیار نمودند فالحمد للہ دست ایشان دست من ودیدن ایشان دیدن من ودوستی ایشان دوستی من وانکار وعداوت ایشان بمن میرسد ومقبول ایشان مقبول پیران کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم من۔۔۔الخ۔

وفیض ازآن حضرت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بر دلھائی اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وارد شد بیتابیھا واضطراب وولولہ ونعرہ را باعث گشت نعرہ ھائے حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از عجائب احوال صوفیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گفتہ اند در صحبت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ومرزا مراد بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورحم اشرف این ہر دو ازین فقیر استفادہ داشتند نعرہ وآہ وبیتابیھا بسیار حاصل می شد۔ در خاندان حضرت میر ابوالعلی

نقشبندی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ آہ ونالہ بسیار است اگر در اصحاب مولانا خالد این امور ظاہر شد ہنر وخوبی مولانا خالد است نہ جائے طعن ناواقفان۔الخ۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ چشتیہ وقادریہ وسہروردیہ از والد خود رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ وکبرویہ از مولانا یعقوب صوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گرفتہ۔ استفادہ نقشبندیہ از حضرت شیخ المشائخ خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمودند ودر اندک زمانہ باسرار وانوار وحالات وکیفیات وجذبات وواردات کثیرہ رسیدند۔

ملاعبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ گفتہ کہ ایشان مجدد این الف اند امام المحدثین شاہ ولی اللہ در مکہ شریفہ رسالہ کہ در رد روافض حضرت مجدد رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ نوشتہ اند آنرا ضیین عربی از فارسی ترجمہ کردہ اند در آنجا نوشتہ اند۔[93]

اسی طرح مکتوب:۸۷:ص:۸۲: میں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں لکھتے ہیں کہ:

"اصحاب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در چند روز از غلبۂ حالات در نمکین وشیرین امتیاز نمی کردند یک بار بر کنیز کی توجہ نمودند سرشار وبے خود گردید بخانہ رفت مالکہ اش بدیدن او بیہوش افتاد، زن ہمسایہ آمد بدیدن مالکہ اش مغلوب غلبات بیخودی وسکر گردید"

---

[93] (بلغ امرہ الی ان لا یحبہ الا مؤمن تقی و لا یبغضہ الا منافق شقی: مکاتیب شریفہ: مکتوب: ۱۰۹: ص: ۲۲۵ تا ۲۲۷)

سکہ کہ بہ یثرب وبطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

از خط اُن سکہ نشد بہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند

این گوہر پاک نہ ہر جا بود معدن او خاک بخارا بود[94]

ترجمہ: ظاہری وباطنی فضائل کے جامع مولانا خالد غیبی اشارہ کے ساتھ ہندوستان میں شاہ جہان آباد میں فقیر کے پاس پہنچا۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصافحہ کے ساتھ بیعت کی اور خلوت میں مشغول ہوئے اللہ کی مہربانی اور مشائخ کرام کے واسطہ سے اس مبارک کو حضور کی جمعیت جذبات واردات کیفیات حالات انوار حاصل ہوئے۔ نسبت قلبی نقشبندی کے ساتھ مناسبت پیدا ہوئی اس مبارک کو عالم امر اور عالم خلق کے لطائف پر میں نے توجہ کی تو ان ہی توجہات کی وجہ سے نمی یا تری اس دریا سے جو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہرور تھے وہ حضرت خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں آئی۔ تو ان حالات میں ان مقامات کی وجہ سے خلافت اور اجازت دے دی اور مریدوں کو تلقین دینے لگے۔

اس کے بعد شاہ غلام علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: اس کا ہاتھ، میرا ہاتھ۔ اس کا دیکھنا، میرا دیکھنا۔ اس کی دوستی، میری دوستی۔ اس کی دشمنی، میری دشمنی ہے۔ خالد بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو مقبول ہے وہ میرے بڑے پیروں کا مقبول ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ فیض رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے بزرگوں کے دلوں پر وارد ہوتا ہے۔ بے تابیاں اور اضطراب، ولولہ اور نعرہ کا سبب بنتا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعرے اور عجیب اقوال اولیاء کرام نے شمار کئے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی صحبت میں میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرزا مراد

[94] (مکاتیب شریفہ:مکتوب:۷۸:ص:۱۲۰:رسالہ سوم)

بیگ اور رحم اشرف کو یہ نعرہ اور آہ کرنا اور بہت ساری بے تابی حاصل تھی اور بعد میں دونوں نے فقیر سے استفادہ کیا۔ اور میر ابو علی نقشبندی کے خاندان میں آہ فریاد اور چیخیں مارنا بہت زیادہ تھا۔ اگر مولانا خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں اس طرح کے امور ظاہر ہوتے ہیں تو یہ مولانا خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمال وہنر ہے یہ طعن و تشنیع کی جگہ نہیں بیوقوفوں کے لئے۔

اس کے بعد اسی مکتوب میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ چشتیہ قادریہ اور سہروردیہ اپنے والد بزرگوار سے اور طریقہ ٔکرویا مولانا یعقوب صوفی سے لیا اور طریقہ ٔنقشبندیہ سے استفادہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا تو انہوں نے بہت کم وقت میں اسرار، انوار حالات، کیفیات، جزبات اور بہت سارے واردات پر مشرف ہوا۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ یہ مبارک ایک ہزار سال تک مجدد ہیں۔ امام المحدثین شاہ ولی اللہ نے مکہ مکرمہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالئہ اہل سنت کی تائید اور شیعہ کے تردید میں فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا اور اس میں یہ بات لکھی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان ولایت مقبولیت اس حد تک پہنچی ہے کہ ان سے محبت نہیں کرتے مگر تقویٰ دار مؤمن ان سے بغض نہیں رکھتے مگر منافق بدبخت۔

اسی طرح مکتوب:۸۷:ص:۸۲: پر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حق میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں کئی کئی دن حالات کے غلبہ کی وجہ سے ایسا ہوتا کہ میٹھے اور نمکین کے ذائقہ میں بھی فرق نہیں کرسکتے تھے۔ ایک دن ایک کنیز کو توجہ کی تو وہ وجد میں آگئی اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ پھر وہ کنیز اپنے گھر چلی گئی۔ مالک نے اسے دیکھا اور بے ہوش

ہو کر گر گیا۔ اتنے میں ایک پڑوسی عورت آگئی اور مالک کو دیکھ کر مغلوب الحال، سکر اور جذب کی کیفیت میں مبتلا ہو کر گر پڑی۔

سکہ کہ بہ یثرب وبطحا زدند | نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خطر ان سکہ نشد بہرہ مند | جز دل بے نقش شاہ نقشبند
این گوہر پاک نہ ہر جا بود | معدن او خاک بخارا بود[95]

ترجمہ: جو سکہ مدینہ منورہ میں لگتا وہی سکہ آخر میں بخارا میں لگایا جانے لگا اس سکے سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا سوائے اس کے کہ جو حضرت شاہ نقشبند مبارک کے بے نقش دل کے یہ پاک موتی ہر جگہ نہیں ہے۔ اسکا خزانہ بخارا کی مٹی ہے۔

اسی طرح آگے اسی کتاب میں مکتوب نمبر ۱۰۰ سے ۱۱۰ تک اور پھر ۱۳۹ تک رقمطراز ہیں فرماتے ہیں:

"واین مراقبہ ولایت صغری میکند کہ دائرۂ ثانی است وانیجا سیر تجلیات افعالیہ الٰہیہ وظلال اسماء وصفات است۔ درانیجا توحید وجودی وذوق وشوق وآہ ونالہ واستغراق وبیخودی ودوامِ حضور وتوجد وغیرہ حاصل می شود"۔

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں ہوتا ہے جو دائرہ ثانی ہے۔ اس مقام میں افعال الٰہیہ اور ظلال اور اسماء وصفات کے تجلیات کی سیر ہے۔ اس مقام پر توحید وجودی، ذوق وشوق اور استغراق اور بے ہوشی اور ہمیشہ حضوری اور وجد وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

---

[95] (مکاتیب شریف:مکتوب:ص:۲۸:۷۸:رسالہ سوم)

اسی کتاب کے مکتوب ۱۰۲ میں فرماتے ہیں:

"الحمد للہ سعی نمایند کہ جمعیت و توجہ و حضور وجذبات وواردات دردلہا پیدا آید"۔

ترجمہ: الحمد للہ کوشش کرو کہ جمعیت، توجہ، حضورئی قلب، جذبات اور واردات دل میں پیدا ہو جائیں۔

اسی طرح مکتوب ۱۰۴ میں فرماتے ہیں:

در ترقی طالبان سعی نمایند، ہرگاہ حضور وجمعیت وتوجہ وجذبات وواردات لطائف عالمِ امر رادریابد توجہ بر لطیفۂ نفس نمایند۔ پس بلطائف عالم خلق ودیگر درجات باید نمود۔[96]

ترجمہ: مریدوں کی ترقی میں کوشش کرو۔ جب عالم امر کے لطائف میں حضوری، جمعیت، توجہ، واردات اور جذبات پالو تو لطیفہ نفس پر توجہ کرو اور باقی لطائف عالم خلق (عناصر اربعہ) پر توجہ کرو۔

اسی طرح مکاتب شریفہ میں مکتوب: نمبر: ۵۸: ص: ۷۵: میں فرماتے ہیں:

"اگر چشتی است از صحبت اوذوق و شوق و گرمی و بی تابی دل وترک و تجرید حاصل گردد واگر قادری است صفائی قلب ومناسبت بہ عالمِ ارواح وملائکہ واز گزشتہ وآیندہ علمی نقد او شود واگر نقشبندی است حضور وجمعیت ونسبت یادداشت وبے خودی وجذبات وواردات دست دہد واگر مجددی است آنچہ در لطائف فوقانیہ کیفیات وصفاء ولطائف نسبت باطن وانوار واسرار کہ در

---

[96](مکتوب شریف: مکتوب: ۱۰۴)

طـــریقـــہ مجـددیہ مقـــرراست پیـدا شود وا گر در صحبـت ـــ او این احوال ظہور نکند توان گفــتـ۔

شعر:

صحبـت ـــ نیکان زجہـان دور شـد   خـانۂ عـــــل خـانہ زنبور شـد[97]

ترجمہ: اگر کوئی شخص چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے تو اس کے لئے ذوق شوق ترک دنیا، گرمی باطن بے تابی دل، اور تجرید حاصل ہوتی ہے اور اگر ایک آدمی قادری سلسلے میں ہے تو اس کی صحبت سے دل کی صفائی اور عالم ارواح سے مناسبت اور فرشتوں سے مناسبت اور ماضی اور مستقبل کے حالات کا علمی کشفی طریقے اور الہام کی عطاء سے نقد حاصل ہوتا ہے اگر ایک آدمی نقشبندی سلسلے میں ہے تو اس کی صحبت سے حضورئی جمعیت، نسبت، یاداشت اور بے خودی اور جذبات اور واردات حاصل ہوتے ہیں اور اگر ایک آدمی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے تو اس کے صحبت سے کیفیات، صفائی باطن اور باریکیاں اور نسبت باطنی، انوار اور اسرار جو طریقہ مجددی میں مقرر ہیں۔ وہ لطائف عالم امر اور عالم خلق کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے اور اس کی صحبت میں اس قسم کے احوال پیدا ہوتے ہیں۔

شعر:

نیـکوں کی صحبـت ـــ دنیـا سے چلی گئی   شہـد کا چھتا بھـڑوں کا چھتا بن گیا[98]

اسی طرح (بھجۃالنفوس) میں، ایک بار حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ پر وجد اور حال کا ایسا غلبہ ہوا کہ سات دن تک اپنے گھر سے نہیں نکلے اس دوران نہ کچھ کھاتے اور نہ پیتے تھے اور نہ ہی

[97] (مکاتیب شریفہ:مکتوب:۵۸:ص:۷۵)

[98] (مکاتب شریف مکتوب:۵۸:ص:۱۰۹)

سوتے تھے اور ان کی پیر صاحب کو خبر ہوئی تو پیر صاحب مبارک نے فرمایا کہ اس کی نماز محفوظ ہے یا نہیں؟ تو لوگوں نے عرض کیا کہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: **الحمد للہ الذی لم یجعل للشیطان علیہ سبیلا**۔یعنی تمام تعریفیں صرف اسی اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اس پر شیطان کا راستہ نہ بننے دیا۔ تو اس واقعہ سے بھی وجد اور حال پر استدلال ہوتا ہے۔

اسی طرح امام زنادقہ ملحد کبیر ابن تیمیہ خارجی بھی وجد اور حال کے مسئلے سے انکار نہ کر سکا اس لئے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور تسلیم شدہ اور متواتر ہے اس لئے اس ملحد نے بھی مجبورًا اس مسئلے کا اثبات کیا ہے۔ علماء اہل سنت کے اتنے اقوال کے باوجود اس کے اقوال لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ اس ملحد کے تابعدار لوگوں کے لئے حجت بن جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وجد اور حال کا مسئلہ ایسا اجماعی اور اظہر من الشمس ہے کہ ابن تیمیہ جیسے ملحد کبیر کو بھی اس سے کوئی انکار کا موقع ہاتھ نہ آیا۔ اگرچہ بہت سارے ضروریات دینیہ اور متواترۂ اجماعیہ سے اس ملحد کبیر نے علی الاعلان انکار کیا ہے۔ اس کے فتویٰ اور رسائل اس سے بھرے ہوئے ہیں۔

علامہ مجتہد افخم تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ کوثری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بہت سارے علماء دین اہل سنت و جماعت نے اس کے عقائد کفریہ کا تفصیل کے ساتھ آپریشن کیا ہے۔ اس کی خارجیت اور رافضیت اکٹھے ثابت کئے ہیں۔ تفصیل کے لئے مخزن الحقائق کی طرف رجوع کریں۔

تاہم اس نے وجد و حال کو مضبوط طریقے سے ثابت کیا ہے۔

اپنے فتویٰ مجموعۃ الفتاویٰ ابن تیمیہ کی: ج:۱: ص:۱۸٦: میں طرح لکھا ہے:

وما یحصل عند السماع والذکر المشروع من وجل القلب ودمع العین واقشعرار الجسد فھٰذا افضل الاحوال التی نطق بھا الکتاب والسنۃ۔ واما الاضطراب الشدید والغشی والموت والصیحات فھٰذا ان کان صاحبہ مغلوبا علیہ لم یلم علیہ کما قد کان یکون فی التابعین ومن بعدھم فان منشاہ قوۃ الوارد علی القلب مع ضعف القلب والقوۃ والتمکن افضل کما ھو النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم والصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

ترجمہ: ”وہ کچھ جو حاصل ہوتا ہے سماع اور ذکر مشروع کے وقت دل کا خوف اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا اور بدن کا لرزنا۔ یہ سب کے سب اچھے احوال ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اس پر ناطق ہے۔ جو کچھ شدید اضطراب اور بے ہوشی اور وفات پاجانا اور چیخیں مارنا مغلوب الحال ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں جیسے تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس کے بعد اولیاء اللہ کے احوال تھے۔ اس لئے اس کا منشاء وہ قوت واردہ ہے جو ان کے دل پر وارد ہوتی ہے۔ حالانکہ ان کا دل ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔ تمکین جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے یہ افضل ہے جو اکثر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمکین کا حال تھا۔“

تنبیہ: اس اضطراب اور غشی کا ثبوت اولاً صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے احوال میں احادیث سے بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ بہت سی عبارات وجد اور تواجد کے اثبات کے لئے حقیقی پابند شریعت اہل تصوف کے لئے ہیں لیکن اس ذکر شدہ عبارات پر مسئلہ پورہ پورہ واضح اور ثابت ہوا۔ اب خصوصیت کے ساتھ تواجد کے اثبات کیلئے چند عبارات کو ملاحظہ

کیجئے۔ اس لئے کہ بعض لوگ وجد مانتے ہیں مگر تواجد سے انکار کرتے ہیں۔ تواجد علیٰ الاطلاق نہیں مانتے تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تواجد بنیت حسنہ جائز بلکہ مطلوب شرعی ہے۔

(فاقول و باللہ التوفیق)

تواجد محمودہ کے اثبات میں علماء حق کے اقوال

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ تواجد کے ثبوت کی کچھ وضاحت پہلے کی جاچکی ہے۔ یہاں مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ تواجد باب تفاعل سے ہے۔ اس کی معنیٰ ہے تکلفاً وجد کو ظاہر کرنا۔ امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

"التواجد استدعآء الوجد بضرب الاختیار و لیس لصاحبه کمال الوجد"

ترجمہ: تواجد وجد کے دعویٰ کا نام ہے اور اپنے اختیار کے ساتھ حالانکہ تواجد کرنے والے کو کمال وجد حاصل نہ ہو۔ تواجد اس نیت سے ہو کہ اہل وجد کے ساتھ مشابہت ہو جائے۔ تو یہ جائز بلکہ مطلوب شرعی بھی ہے۔

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃ الندیہ: ج:۲: ص:۵۲۵: پر تحریر فرماتے ہیں:

ولاشک ان التواجد وھی تکلف الوجد و اظھارہ من غیر ان یکون له وجد حقیقة فیه تشبه باھل الوجد الحقیقی وھو جائز بل مطلوب شرعا قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم من تشبه بقوم فھو منھم۔[99]

ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تواجد تکلفاً وجد ظاہر کرنے کو کہتے ہیں حالانکہ اسے حقیقی وجد حاصل نہ ہو تو اس میں حقیقی اہل وجد کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ جائز بلکہ مطلوب شرعی

[99] (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنه)

ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ ان میں سے ہو گا۔

اسی طرح شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (عوارف المعارف :ص: ۱۱۳: باب: ۲۳) میں فرماتے ہیں:

"سئل بعضهم عن التكلف فی السماع فقال هو علی ضربين تكلف فی المستمع لطلب جاه او منفعة دنيوية وذلک تلبيس و خيانة وتكلف فيه لطلب الحقيقة كمن يطلب الوجد بالتواجد وهو بمنزلة التباكی المندوب اليه"۔

ترجمہ: بعض عارفین سے سوال کیا گیا سماع میں تکلف کے معاملے میں انہوں نے جواب دیا کہ ان کی دو قسمیں ہیں: سماع پڑھنے والا اور سماع سننے والا جو عزت اور نفع دنیوی تلاش کرنے کیلئے ہو تو یہ دھوکہ اور خیانت ہے اور دوسری قسم وہ تکلف ہے کہ اس شخص میں ہو جو حقیقت کی طلب میں ہو جیسے ایک شخص تواجد کے ذریعے وجد طلب کرتا ہے جیسا تکلفاً ہوتا ہے یہ اچھا اور مطلوب شرعی ہے۔

اسی طرح عین العلم: ص: ۴۰۵: پر تحریر ہے:

"والتواجد مذموم للرياء لا لقصد الوصول الی الحقيقة"۔

ترجمہ: تواجد برا ہے اگر دکھاوے یا ریاکاری کے لئے ہو حقیقت تک پہنچنے کے لئے تواجد برا نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۲۹۶: پر لکھتے ہیں:

" وهذا التواجد المتكلف فمنه مذموم وهو الذی يقصد به الرياء واظهار الاحوال الشريفة مع الافلاس منها ومنه ما هو محمود وهو التوصل الی استدعاء الاحوال الشريفة واكتسابها واجتلابها بالحيلة فان للكسب مدخلا فی جلب الاحوال الشريفة ولذلک امر

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم من لم یحضرہ البکاء فی قرآءۃ القرآن ان یتباکی ویتحازن فان ھٰذہ الاحوال قد تتکلف مبادیھا ثم تحقق اواخرھا"۔

ترجمہ: تکلفاً وجد ظاہر کرنا، بعض اوقات مذموم ہے مثلاً اس کا مقصود ریاکاری ہو اور اس کا مقصد احوال شریفہ کا ظاہر کرنا ہو حالانکہ وہ شخص احوال شریفہ سے عاری ہو اور بعض تکلف اچھے ہیں، نیک ہیں جو کہ تکلفاً کرتا ہے۔ احوال شریفہ حاصل کرنے کیلئے حیلہ اور تدبیر کے ذریعے اسکو ذریعہ بناتا ہے اور اچھی کوشش کرتا ہے۔ تو یہ کسب ہے کہ احوال شریفہ اسے حاصل ہو جائیں۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ قرآن پاک پڑھتے وقت جس کو رونا نہ آئے اسے چاہیئے کہ تکلفاً اپنے آپ کو غمزدہ ظاہر کرے۔ اس لئے یہ احوال شریفہ ابتداء میں تکلفاً کئے جاتے ہیں اور بعد میں حقیقتاً حاصل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح امام ابو القاسم عبد الکریم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رسالہ قشیرہ میں فرماتے ہیں:

"فقوم قالوا التواجد غیر مسلم لصاحبہ لما یتضمن من التکلف ویبعد عن التحقیق۔ وقوم قالوا انہ مسلم للفقراء المجردین الذین ترصدوا لوجدان ھٰذہ المعانی۔ واصلہ خبر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا۔" (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ تواجد مسلّم نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تکلف ہے اور اس میں تحقیق نہیں ہے، تحقیق سے دور ہے اور بعض دوسرے علماء نے فرمایا کہ تواجد حقیقی فقیروں کے لئے مسلّم ہے جو کہ باطنی معنی حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرتے ہیں اور اس کی اصل اور دلیل حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عالی شان ہے کہ تم رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت اختیار کرو۔

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃ الندیہ :ج:۲:ص:۲۰۸:پر فرماتے ہیں:

"ان التواجد بتکلف الوجد فی نفسه من غیر حقیقة الوجد لا باس به من قبیل التشبه بالصٰلحین محبة فیهم ورغبة فی التزی بزیهم وتکلف التخلق باخلاقهم"۔

ترجمہ: یقیناً تواجد تکلف کے ساتھ وجد جبکہ وجد حقیقی نہ ہو، اس میں گناہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ نیک لوگوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نیک لوگوں کی محبت کیوجہ سے ان کے اطوار اختیار کرتے ہیں اور تکلفاً ان کے اخلاق اختیار کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ مطلوب ہے۔

اسی طرح سیدنا امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوب نمبر:۲۶:ج:اول میں فرماتے ہیں:

"ومن وقع سیره فی الاسماء بالتفصیل حبس فی الصفات والاعتبارات ولم یزل منه الشوق والطلب ولم یفارق عنه الوجد والتواجد۔"

جس شخص کے سیر اسماء وصفات میں تفصیل کے ساتھ واقع ہو تو وہ صفات اور اعتبارات میں محبوس ہو جاتا ہے اور شوق اور طلب اس سے زائل نہیں ہوتا تو اس سے وجد اور تواجد دور نہیں ہوتا۔

اور مکتوب نمبر:۳۰۲:ج:اول میں فرماتے ہیں:

"ووجد و تواجد ورقص ورقاصی ہمہ در مقامِ ظلال است"۔

وجد و تواجد ور قص یہ سب مقام ظلال میں آتا ہے۔

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃ الندیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ پر فرماتے ہیں:

"واما الوجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون۔۔۔ نور وهدایة واثر توفیق من الله تعالیٰ وعنایة (ملخصًا)"۔

ترجمہ: جو وجد اور تواجد صادق فقیر تعلیم دیتے ہیں تو وہ نور اور ہدایت اور مہربانی ہے اور اثر ہے توفیق الٰہی سے یہ اولیاء اللہ کی حالت ہے۔

اسی طرح سید الطائفہ سید جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

ان قوما یتواجدون ویتمایلون۔

بے شک بعض لوگ ایسے ہیں جو تواجد کرتے ہیں اور ہلتے جلتے ہیں۔

تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"دعوھم مع اللہ تعالیٰ یفرحون"۔

انہیں چھوڑ دو وہ اللہ کے ساتھ فرحت محسوس کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتویٰ ردالمحتار: ج: نمبر:۳: ص:۳۴۷: پر (قبیل باب البغات) میں فرماتے ہیں: شعر:

مافی التواجد ان حققت من حرج   ولا التمایل ان اخلصت من باس

تواجد محمودہ میں کوئی گناہ نہیں ہلنا جلنا بھی جرم نہیں جس میں ریاکاری نہ ہو۔ پوری عبارت پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الحاوی للفتاویٰ: ج: نمبر: ۲: ص:۲۳۴: مجالس ذکر میں قیام اختیاری اور غیر اختیاری دونوں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"لاانکار علیہ فی ذلک وقال ناقلا عن البرھان الابناسی انہ قال اصحاب الحال مغلوب والمنکر محروم ماذاق لذۃ التواجد"۔

ترجمہ: قیام پر کوئی انکار نہیں ہے۔ نیز علامہ ابناسی سے نقل کیا ہے کہ صاحب حال مغلوب ہے اور منکر محروم ہے اور تواجد کا مزہ اس نے نہیں چکھا۔ پوری عبارت پہلے بیان کی جاچکی ہے۔

الغرض اچھی نیت کے ساتھ تواجد باتفاق جائز ہے۔

علامہ پیر علی بیر کلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں تحریر کیا ہے:

"من الافتراء علی اللہ التواجد"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر افتراء کے جملے سے تواجد بھی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تواجد کرنے والے کی کوئی ذاتی غرض، ریاکاری، طلب دنیوی، طلب عزت اور منفعت ہو تو یہ تواجد ممنوع ہے۔

اسی طرح تمام عبارات جو تواجد کے بارے میں تحریر کی گئیں ہیں ان سب کا مقصد ریاکاری کے ساتھ تواجد کی مذمت ہے اور اگر تواجد ریاکاری سے پاک ہو تو عین مطلوب شرعی ہے۔

اسی طرح شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مفتی محمد غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فضیلت الذاکرین فی جواب المنکرین (ص ۲۱) میں فرماتے ہیں:

"سوال نمبر ۱: وجد اور تواجد کی حقیقت کیا ہے، کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: وجد عموماً بعض ذی روح چیزوں خصوصاً اہلِ ایمان میں سے ایسے حضرات کو ہوتا ہے جو تلاوتِ قرآن یا نعتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم یا ذکر باری تعالیٰ یا بزرگانِ دین کی تعریف وتوصیف سنتے ہیں تو ان پر کسی خاص کیفیت کا ورود ہوتا ہے۔ یا انوار و تجلیات کا ورود ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنے اوپر قابو اور کنٹرول نہیں کر پاتے جس وجہ سے ان کے جسم پر اضطراب و حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر کبھی ادھر کبھی آگے کبھی پیچھے جھکتے ہیں اور گر پڑتے ہیں اور کبھی کبھار بے ہوش بھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے اور اس کا محمود و محسن ہونا قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

(۱) اللّٰہُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں۔ بار بار دھرائی جاتی ہیں۔ جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کانپنے لگتے ہیں۔(یعنی حرکت کرتے ہیں) پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی ان کے جسم وابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں حتیٰ کہ ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں اس نص قطعی الثبوت کی دلالت بھی اقشعرار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے گویا وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہے۔ اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو کفر خالص ہے۔ جیسا کہ اس کی تفسیر میں صاحب مدارک اور صاحب جلالین اور صاحب تفسیر مظہری وغیرہ نے لکھا ہے۔

(۲): فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔)

یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے تو پھر ذاتی انوار و تجلیات کا کیا عالم ہو گا۔

(۳): وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (الاعراف ۱۵۵)

ترجمہ: اور چنے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی ہماری ملاقات کے لئے پھر جب ان کو پکڑ لیا زلزلے نے۔ یہاں پر صاحب روح المعانی کا استدلال قابلِ غور ہے۔

(۴): فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ (یوسف ۳۱)

ترجمہ: جب مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

یہاں صرف جمال یوسفی علیہ السلام کے مشاہدہ سے زنانِ مصر ایسی بے ہوش ہوئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں یہ وجد ہی کی کیفیت ہے جو جمالِ خداوندی یا جمالِ مصطفوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے۔ (مطالعہ کیلئے روح البیان زیادہ مفید ہے۔)

(۵): إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ (الانفال ۲)

ترجمہ: بے شک ایمان والوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ الغرض ان پانچ عدد آیاتِ قرآنیہ سے اہلِ ایمان خصوصاً اہلِ سلوک، اہلِ ذوق وعشّاق کے وجد حقیقی کا ثبوت بالکل واضح ہے اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

حدیث اول

حدیث پاک سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے جیسا کہ یہ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف: ص: ۱۸۴: پر موجود ہے اگر قرآن سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہو سکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیات کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا۔

رہا معاملہ تواجد کا۔ تو تواجد کے معنی ہیں از خود وجد والی صورت اختیار کرنا۔ یعنی یہ وہ صورت ہے کہ جس میں حقیقی وجد نہیں ہوتا بلکہ حقیقی وجد والوں کی نقل اتارنا مراد ہے۔ جس طرح حقیقی

وجد والا آدمی حرکات وسکنات کرتا ہے گرتا ہے، اچھلتا ہے تڑپتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو اسی طرح وہ آدمی جو تواجد کرتا ہے یعنی نقل اتارتا ہے وہ بھی ویسے ہی حرکات وسکنات کرتا ہے تو اس کو تواجد کہتے ہیں جو کہ منع نہیں بلکہ جائز ہے اور احسن عمل ہے۔

حدیث پاک میں حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے کہ "من تشبه بقوم فهو منهم" جو شخص کسی قوم سے اپنی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے ہو گا۔ اور یاد رہے کہ تواجد کے جواز پر صرف ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ تواجد پر یوں ہے۔ کہ ذاکر خواہ ذکر کرتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور یہ کھڑا ہونا اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو ہر حال میں جائز ہے بلکہ جواب میں فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر نہ انکار جائز ہے اور نہ ہی ان کو منع کرنا جائز ہے اور یہی جواب دیا ہے۔

علامہ بلقینی اور علامہ برہان الدین انباسی فرماتے ہیں کہ صاحب حال مغلوب ہے اور اس کا منکر محروم ہے اس لئے کہ اس نے تواجد کی لذت نہیں دیکھی اور عشق حقیقی کا جو مشروب ہے وہ منکر کو نصیب نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام سے بھی یہی کچھ منقول ہے بلکہ مجلس ذکر میں کھڑے ہونے اور رقص کرنے والوں میں یہ شیخ الاسلام بھی شامل ہیں اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا اور گھومنے وغیرہ کا ثبوت بھی الحاوی الفتاویٰ: ص:۲۲۴: ج: ۲: میں موجود ہے۔ اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا: مجموعۃ الرسائل: ج:۱: ص:۱۷۳: اور فتاویٰ شامی: ج:۳: ص:۳۰۷: پر وجد مع تواجد اور رقص وغیرہ کا ثبوت ملتا ہے۔

حدیث دوم

الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳۴ پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"وان انضم الی ھٰذا القیام رقص او نحوہ فلا انکار علیھم فذالک من لذات الشھود والمواجید وقد ورد فی الحدیث رقص جعفر بن ابی طالب بین یدی النبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم لما قال لہ أشبھت خلقی و خلقی و ذلک من لذۃ ھذا الخطاب ولم ینکر ذلک علیہ النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فکان ھٰذا اصلا فی رقص الصوفیۃ۔الخ"۔

ترجمہ: اور اگر اس قیام وغیرہ کے ساتھ رقص وغیرہ کو ملایا جائے تو بھی صوفیاء پر انکار جائز نہیں کیونکہ یہ شہود اور مواجید (وجد کی جمع) کی لذت کی وجہ سے ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ جناب جعفر بن ابی طالب کو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم اپنے اخلاق اور خلقت میں میرے ساتھ مشابہت رکھتے ہو۔ تو یہ سن کر انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے رقص کیا یعنی ناچنے لگے۔ تو آپ نے منع نہ فرمایا۔ اور نہ انکار فرمایا۔ جو جواز کی دلیل ہے نوٹ یادرہے کہ اسی حدیث کو صوفیاء کرام کے وجد تواجد اور رقص کی اصل دلیل قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت سید احمد طحطاوی نے اپنی کتاب حاشیۃ الطحطاوی علی در المختار جلد چھارم میں صفحات ۱۷۶ تا ۱۷۷ پر اور حضرت علامہ عبد الغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے الحدیقۃ الندیہ شرح طریقۃ المحمدیہ جلد دوم میں صفحہ ۵۲۲ پر اور اسی طرح امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار قدسیہ جلد اول میں صفحہ ۳۹ پر تحریر فرمایا ہے۔

نوٹ: یادرہے کہ اختصار کی خاطر صرف حوالہ جات پر اکتفا کیاہے اور بعض عبارات کے مختصر جملے نقل کر دیئے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ وجد و تواجد اور رقص جلیل القدر اولیاء کرام پر طاری ہوتا رہاہے۔مثلاً ابو بکر شبلی، ابوالحسن نوری، سمنون المحب، معدون المجنون وغیرہ۔

مزید براں حضرت شاہ غلام علی دہلوی مکاتب شریفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین شاہ نقشبند کی توجہات سے مریدین پر عجیب وغریب کیفیات طاری ہوتی تھیں۔[100]

سوال نمبر ۲: حضرت جعفر بن ابی طالب کی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے وجدو رقص کرنے والی روایت کس کتاب میں ہے؟

جواب: **الحاوی للفتاویٰ جلد دوم**:ص:۲۳۴:**سیرت حلبیہ جلد دوم**:ص:۲۵۲:کے حاشیہ میں ہے(**السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ**) اور **حدیقۃ الندیۃ جلد دوم**:ص: ۵۲۴: **تفسیر احمدی**:ص:۶۰۳:۶۰۲:میں بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں ملاحظہ فرمائیں۔**تفسیر روح البیان**:ص: ۲۱۱:(**ویخرون للاذقان ویزیدھم خشوعا**) کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وجد وجذب ہوا۔ ملاحظہ ہو **ترمذی شریف:باب الزھد**: نیز سورۃ محمد کی تفسیر میں **تفسیر روح البیان**:ج:۸:ص:۱۴۷:وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔خوف طوالت سے عبارات نہیں لکھیں۔ البتہ کسی کوشبہ ہو تو دکھائی جاسکتی ہیں۔

سوال نمبر ۳: ابن عابدین علیہ الرحمۃ نے تورقص یعنی ناچنے کو حرام قرار دیاہے جیسا کہ ان کی کتابوں سے ثابت ہے۔

---

[100] (حوالہ مکاتب شریفہ ص ۸۲-۸۷)

جواب: انہوں نے اگرچہ منع کیا ہے لیکن یاد رہے کہ جس رقص کو انہوں نے حرام قرار دیا ہے وہ جھوٹے اور جعلی صوفیاء کا رقص ہے۔ ایسا رقص جو کہ شہوات نفسانی میں ہیجان پیدا کرے، اس کو حرام و منع فرمایا ہے۔ سچے صوفیا کرام جو معرفت خداوندی سے مراد اور واصلین ہیں ان کے وجد و رقص کو انہوں نے حرام و منع نہیں فرمایا۔ ابن عابدین کے مجموعہ رسائل کا ص:۲:۱۷۲:۳:، اور شفاء العلیل کا مطالعہ فرمانے سے وہم دور ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر۴: کیا نماز کی حالت میں اپنے جسم کا ہلنا اور حرکت کرنا جائز ہے اور کیا صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے؟

جواب: کسی کیفیت کے وارد ہونے کی صورت میں جسم کا ہلنا اور جسم کا حرکت کرنا بے شک صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو البدایہ والنھایہ: ج:۸:ص:۶: امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو اراکہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب وہ اپنی دائیں طرف پھرے تو رک گئے جب سورج نیزے کے برابر آیا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اپنا دست اقدس الٹا کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ کو دیکھا ہے۔ آج میں ان سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا۔ وہ خالی ہاتھ بکھرے ہوئے بالوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ صبح کرتے تھے کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے قدموں اور پیشانیوں کے درمیانی حصے کو حرکت دیتے جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسے ہوا والے دن درخت حرکت کرتا ہے ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے، خدا کی قسم انکے کپڑے بھاری ہو جا تے۔

اسی طرح حلیۃ الاولیاء:ص:۷۳: میں بھی مذکور ہے:

ذکر میں سرشار ہوکر جسم کا حرکت کرنا ایک اچھا عمل ہے اور شرعاً جائز ہے امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں صحیح حدیث نقل کی ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حبشی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے رقص کرتے تھے۔ اور اپنی زبان سے یہ کہتے تھے کہ محمد عبد صالح ہیں لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے ان کو دیکھ کر منع نہیں فرمایا جو اپنی کیفیت کے پیدا ہونے کی صورت میں رقص ووجد کے جواز کی دلیل ہے۔

سوال نمبر ۵: نماز کے اندر وجد حقیقی کے بعد جسم کا حرکت کرنا اور منہ سے آوازیں نکالنا دونوں ہاتھوں سے تالی بجانا، چیخنا، چلانا اور ہاہو وغیرہ کی صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے لہٰذا ایسا کرنا منع وناجائز ہے بلکہ آداب مسجد کے منافی ہے اور عمل کثیر ہے جو کہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

جواب: قارئین سے گزارش ہے کہ اگر نماز کے اندر مزکورہ بالا امور کا پایا جانا انوار و تجلیات اور دیگر ایسی ہی کیفایت کی وجہ سے ہوا۔ جو انسان کو ایسی حرکات پر مجبور کر دیتی ہیں تو اس صورت میں وہ شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے اور مغلوب الحال کی نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور ٹوٹتی ہے نہ ہی وضو۔ اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصل نماز ہی یہی ہے۔ اسمی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں۔ یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں۔ جن لوگوں پر خشوع وخضوع طاری ہوتا ہے تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

نیز سوال نمبر ۴: میں صحابہ کرام کے متعلق جواب ثابت ہو چکا ہے۔

نوٹ: نماز کے اندر وجد کی کیفیت کے جواز اور نماز نہ ٹوٹنے کے متعلق ایک اہم عبارت فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہدایہ شریف سے نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو اور اس کے علاوہ بھی چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱):هدايه: ج: ۱: ص: ۱۳۵: میں فرماتے ہیں کہ:

"فان ان فيها او تاوه او بكى فارتفع بكاؤه فان كان من ذكر الجنة والنار لم يقطعها لانه يدل على زيادة الخشوع وان كان من وجع او مصيبة قطعها لان فيه اظهار الجزع والتاسف فكان من كلام الناس"۔

ترجمہ: اگر نمازی نے نماز میں آہ یا اوہ کہا یا ایسا رویا کہ آواز بلند ہو گئی تو اگر یہ رونا وغیرہ جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو نماز کو نہیں توڑے گا کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیادتی کی وجہ سے ہے اور اگر جسمانی درد یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے رویا یا آہ اوہ کی تو نماز کو توڑ دے گا۔ کیونکہ اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کے کلام سے ہو گا۔

(۲): اسی طرح فقہ حنفی کی معتبر ترین اور مشہور زمانہ کتاب بحر الرائق میں ہے یعنی جو کچھ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس سے بھی زیادہ مفصل طور پر علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے اختصار کے پیش نظر عبارت نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔ اور حوالہ پر ہی اکتفا کیا ہے۔

نیز ایک بات جو بحر الرائق نے زائد لکھی ہے وہ یہ ہے کہ:

"ولو صرح بهما فقال اللهم انى اسئلك الجنة واعوذبك من النار لم تفسد صلٰوته"۔

ترجمہ: اگر نمازی نماز کی حالت میں صراحۃً مذکورہ بالا جملے کہہ دیتا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی کیونکہ یہ خشوع و عاجزی کی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳):فتاویٰ تاتار خانیہ: ج: ۱ :ص: ۵۷۹: میں ہے کہ:

”ولو ان فی الصلٰوۃ او تاؤہ او بکی فارتفع وفی الخانیۃ فحصل لہ حروف فان کان من ذکر الجنۃ او النار فصلواتہ تامۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فسدت صلٰوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ“۔

یعنی اگر آہ، اوہ کہنا یا بلند آواز نماز میں رونا جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے ہو تو خواہ حروف بھی حاصل ہو جائیں تو بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک نماز تام و کامل ہے۔ اور اگر درد یا مصیبت کی وجہ سے آواز نکلے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔[101]

(۴):اس طرح فتاویٰ عالمگیری: ج: ۱ :ص: ۱۰۰: میں بھی لکھا ہوا ہے۔

(۵): اور اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علیٰ ھامش عالمگیر: ج: ۱ :ص: ۱۳۶: پر بھی موجود ہے۔

(۶):”الانین والتاوہ والتافیف والبکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعۃ فانھا تبطل الصلٰوۃ الا اذا کانت ناشئۃ من خشیۃ اللہ او من مرض بحیث لا یستطیع وھٰذا الحکم متفق علیہ بین الحنفیۃ والحنابلۃ فقہ علی مذاھب الاربعۃ“۔[102]

یعنی نماز کی حالت میں نمازی کا آہ اوہ اور اف کہنا اور اس طرح رونا کہ حروف سنے جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ہاں، اگر یہ رونا آہ، اوہ، یا اف کہنا اللہ تعالٰی کے خوف و خشیت کی وجہ سے ہو یا کسی ایسی بیماری کیوجہ سے ہو جس پر یہ کنٹرول، قابو نہیں رکھ سکتا۔ تو پھر نماز فاسد نہ ہو گی۔ اور اس حکم پہ احناف، حنابلہ و مالکیہ کا اتفاق ہے۔

---

[101](فتاویٰ تاتار خانیہ، ۵۷۹)

[102](فتاویٰ بزازیہ علیٰ ھامش عالمگیر: ج: ۱ :ص: ۱۳۶)

(۷) اسی طرح علامہ شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **علی مراقی الفلاح: ص: ۱۷۴:** میں فرماتے ہیں کہ:

"الوجد له مراتب و بعضه یسلب الاختیار فلاوجه لمطلق الانکار وفی التاتارخانیة ما یدل علی جوازه للمغلوب الذی حرکاته کحرکات المرتعش۔ آه"

یعنی وجد کی کئی اقسام ہیں اور بعض اقسام ایسی ہوتی ہیں جو اختیار کو سلب کر دیتی ہیں۔ لہٰذا مطلقاً انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں لکھا ہے کہ مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرتعش کی حرکات جیسی ہوتی ہیں۔ اور غیر اختیاری ہوتی ہیں اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے (اور یہ حالت مفسد صلوٰۃ یعنی نماز کو توڑنے والی نہیں)۔

(۸): صاحب روح المعانی **تفسیر روح المعانی** میں تقریباً اسی طرح فرماتے ہیں کہ اس وجد سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور نماز بھی باطل نہیں ہوتی۔

(۹): **حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۱۷۸:** میں بھی ایسی ہی عبارت موجود ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر خشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے آہ یا اوہ یا اف یا تف کہا اور حروف بھی حاصل ہو گئے تو بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

(۱۰): ہدایہ کی **شرح فتح القدیر** میں بھی یہی کچھ فرمایا گیا ہے۔ الغرض ان دس عدد حوالہ کتب فقہ اور روح المعانی کے حوالے سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ نمازی کو اگر نماز کی حالت میں وجد ہو جائے اور وہ وجد کی کیفیات میں سرشار ہو جائے اور مغلوب الحال ہو جائے اور منہ سے ھا، ھو، کی آوازیں نکل جائیں یا چیخے چلائے یا مرتعش کی طرح حرکتیں کرے۔ جسم کو ہلائے، ہاتھ کھل جائیں اور تالی کی شکل بن جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ فقہاء احناف علیہم الرحمۃ والرضوان نے بلند آواز سے رونا اور آہ یا اوہ یا اف وغیرہ نماز کے اندر کہنے سے نماز فاسد نہ ہونے کی

جو علت خشیۃ الٰہی خوف خداوندی، خشوع و خضوع میں زیادتی بتائی ہے وہ علت جب بھی پائی جائے گی اور جہاں بھی پائی جائے گی تو وہاں معلول یعنی حکم بھی پایا جائیگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت تو پائی جائے مگر معلول نہ پایا جائے۔ معلول کا تخلف علت سے جائز نہیں ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف جہاں دیکھتے ہیں کہ فلاں فعل نمازی سے خشیت الٰہی اور خشوع کی وجہ سے پایا گیا ہے تو وہاں یہی حکم لگا دیتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی لہٰذا ہمارے سلسلہ عالیہ مجددیہ سیفیہ کے مریدوں میں نماز کی حالت میں جو مزکورہ بالا حرکات و افعال پائے جاتے ہیں۔ ان کی علت بھی خشیت الٰہی خوف خدا اور خشوع کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ حکم یہاں بھی لگے گا کہ نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے۔ اگرچہ بے شمار حوالہ جات مزید پیش کئے جاسکتے ہیں بوقت ضرورت لیکن فی الحال خوف طوالت سے یہاں دس حوالہ جات پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اب اسی مسئلہ کے متعلق ذرا تفسیر روح المعانی ملاحظہ کریں۔

یہ عبارت ملاحظہ کریں جو ایمان کو تازہ کر دیتی ہے جس کا ایک ایک لفظ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے موجودہ طریقہ کی تائید کرتا ہے اور جس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کو جو لوگ نئ اختراع یا نئی ایجاد قرار دیتے ہیں وہ دراصل بے خبر ہیں یا غفلت کا شکار ہیں یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام چلاتے ہیں اور یا پھر تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے۔ ان کو چاہیئے کہ یہ پٹی آنکھوں سے اتار کر مذکورہ حوالہ جات دیکھیں اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں اور قصہ کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ محض لکیر کے فقیر نہ بنیں۔ علماء دین کے شایان شان لکیر کا فقیر بننا نہیں ہے۔

مزید بر آں حوالہ نمبر (۱۱) علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ان موسی ن اختار سبعین رجلا من اشراف قومہ و نجباء ھم اھل الاستعداد و الصفاء و الارادۃ و الطلب و السلوک فلما اخذتھم الرجفۃ ای رجفۃ البدن التی ھی من مبادی صعقۃ الفناء عند طریان بوارق الانوار وظھور طوالع تجلیات الصفات من اقشعرار الجسد

وارتعاده وكثيرا ماتعرض هٰذه الحركة للسالكين عند الذكر او سماع القرآن او مايتاثرون به حتى تتفرق اعضاء هم وقد شاهدنا ذلک فی الخالدين من اهل الطريقة النقشبندية وربما يعتريهم فی صلاتهم صياح معه (الى ان قال) وقد كثر الانكار عليهم وسمعت بعض المنكرين يقولون ان كانت هٰذه الحالة مع الشعور والعقل فهى سوء ادب ومبطلة للصلٰوة قطعا وان كانت مع عدم شعور وزوال عقل فهى ناقضة للوضوء ونراهم لا يتوضؤون واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهى كالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل ولا تبطل الصلٰوة (الى ان قال) فلا يبعد ان يلحق ما يحصل من آثار التجليات الغير الاختيارية بماذكر ولا يلزم من كونه غير اختيارى كونه صادرا من غير شعور فان حركة المرتعش غير اختيارية مع الشعور بها وهو ظاهر فلا معنى للانكار۔ الخ"[103]

ترجمہ: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر (۷۰) نجباء اور شرفاء کو چنا جو اسقدر صفاء ارادت اور طلب و سلوک والے تھے کہ جب ان کے بدن کو رجفہ یعنی کپکپی نے پکڑا جو حقیقۃً فناء کے مبادیات سے ہے جب انوار و تجلیات کی تجلیاں وارد ہوتی ہیں اور تجلیات صفات کا ظہور ہوتا ہے جیسے جسم پر کپکپی اور ارتعاد کا وارد ہونا۔ اور بہت دفعہ یہ حرکت سالکین کو عارض ہوتی ہے۔ ذکر کے وقت یا قرآن پاک کے سماع کے وقت یا اس چیز کے سننے کے وقت جو سامعین کو متاثر کرتی ہے۔ مثلاً (نعت خوانی وغیرہ) یہاں تک کہ ان کے اعضاء جسمانی بکھر جاتے ہیں یا قریب ہوتا ہے کہ ان کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ایسی حالت کا مشاہدہ ہم نے حضرت خالد علیہ الرحمۃ کے پیروکاروں میں کیا ہے۔ یا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سالکین میں اور بسا اوقات ان کو نماز کے اندر چیخ و پکار کی کیفیت طاری ہوتی ہے (یہاں تک کہ) ان پر انکار بھی بکثرت کیا گیا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے وہ کہتے ہیں: کہ اگر یہ حالت عقل و شعور کے ہوتے ہوئے ہوئی تو پھر یہ سوء ادب بھی ہے اور نماز کو

[103](روح المعانی: ج:۳: ص:۸٦: الجزء التاسع)

باطل بھی کر دیتی ہے اور اگر یہ حالت عقل و شعور کے زوال کے بعد ہوئی تو پھر وضو کو توڑنے والی ہے۔ مگر ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ وضو نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حالت باوجود عقل و شعور کے قائم رہنے کے غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور جمائی انسان کو آتی ہے۔ عقل و شعور کے موجود ہوتے ہوئے بھی یہ غیر اختیاری ہوتی ہے۔اسی وجہ سے نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور بعض شوافع نے نصًا فرمایاہے کہ نمازی پر اگر نماز میں ضحک (یعنی کھل کر ہنسنا غالب) ہو جائے تو نماز باطل نہ ہو گی اور اس نمازی کو معذور قرار دیاجائیگا لہٰذا بعید نہیں کہ تجلیات غیر اختیاریہ سے حاصل ہونے والے غیر اختیاری اثرات کو (حکمی طور پر) چھینک اور جمائی سے ملحق قرار دیاجائے اور ان کے غیر اختیاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتاہے کہ وہ عقل و شعور کے بغیر ہو۔ کیونکہ مرتعش کی حرکت باوجود شعور کے غیر اختیاری ہے اور یہ ظاہر ہے لہٰذا انکار کا کوئی معنی نہیں۔[104]

سوال: صاحبِ **روح المعانی** نے اس مذکورہ: ص:۸٦: پر یہ بھی فرمایاہے کہ حضرت خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدوں کو ایسی صورت میں وضو کرنے اور نماز نئے سرے سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے جس سے یہ ثابت ہوتاہے کہ ایسی کیفیت کے وارد کے بعد وضو بھی ٹوٹ جاتاہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اگر ایسانہ ہوتا تو حضرت خالد وضو کرنے اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرماتے۔ لہٰذا یہ عبارت تمہارے خلاف ہے۔

جواب: اس عبارت میں یہ جملہ موجود ہے کہ **سدالباب الانکار** حضرت خالد اس وجہ سے وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیتے تھے کہ وضو اور نماز فاسد ہو گئی ہے یا ٹوٹ گئی ہے بلکہ منکرین کے انکار

---

[104] (روح المعانی: ج۳ص ۸٦)

کادروازہ بند کرنے کیلئے ایسا حکم دیتے تھے یہ اعادہ کا حکم احتیاطی تدبیر کے طور پر تھا شرعی حکم کے طور پر نہ تھا۔ لٰہذا وضو اور نماز کے ٹوٹنے کا نتیجہ نکالنا باطل و مردود ہے۔

سوال: روح المعانی کے مذکورہ: ص:٨٦: میں یہ عبارت بھی موجود ہے جو تمہارے خلاف ہے:

"والحق ان مایعتری ھٰذہ الطائفۃ غیر ناقض الوضوء لعدم زوال العقل معہ ولکنہ مبطل للصلٰوۃ لمافیہ من الصیاح الذی یظھر بہ حرفان مع امور تأباھا الصلٰوۃ"۔

یعنی حق یہ ہے کہ صوفیاء وسالکین کے اس گروہ پر جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ناقض وضو نہیں ہے یعنی وضو کو نہیں توڑتی کیونکہ اس حالت میں عقل زائل نہیں ہوتی لیکن یہ کیفیت نماز کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس میں وہ چیخ وپکار ہوتی ہے جس میں دو حرف ظاہر ہوتے ہیں باوجود مزید چند ایسے امور کے جو نماز کے لائق نہیں۔

جواب: اس عبارت میں جس صیاح و چیخ وپکار کا ذکر ہے وہ محمول ہے اس صورت پر جب یہ صیاح و چیخ وپکار خشوع و خضوع اور خشیتِ الٰہی کے درجہ سے نہ ہو بلکہ کسی دنیاوی مصیبت وتکلیف کیوجہ سے ہو جیسا کہ سابقہ صفحات میں کتب فقہ حنفی کے معتبر حوالہ جات سے اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اگر یہ چیخ وپکار محض خشیت اور خشوع و خضوع کیوجہ سے ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہوتی جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر ودیگر معتبر کتب سے نقل کر دیا گیا ہے گزشتہ صفحات میں۔

حضرت سیدی ومرشدی ووالدی پیر طریقت رہبر شریعت شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی حنفی ماتریدی فرماتے ہیں کہ: ثبوتِ وجد اور تواجد حرکت غیر اختیاری جو صوفیائے کرام پر انوار و تجلیات کے غلبے کے باعث آتا ہے وجد کہلاتا ہے اور اگر تکلف کے ساتھ یہ حال اپنے اوپر کوئی لائے تو تواجد کہلاتا ہے۔ وجد اور تواجد کے ثبوت میں بے شمار آیتیں، احادیث اقوالِ فقہاء

وصوفیاء وارد ہیں کہ جنہیں بیان کرنے سے ایک ضخیم کتاب بن جائے گی اور اتنی موٹی اور ضخیم کتاب کوئی نہیں دیکھتا لہٰذا عوام وخواص کو ہلاکت سے بچانے کیلئے یہ مختصر رسالہ مرتب کیا گیا ہے۔

حالِ وجد غیر اختیاری

جیسا کہ بادِ صرصر کے چلنے سے درخت جنبش وحرکت میں آ جاتے ہیں اس طرح طریقت کا سالک بھی جب اس پر انوار وتجلیات وفیوضات اور برکات غیبی توجہ شیخ کامل مکمل کے ذریعے غالب ہو جاتی ہیں تو یہ بے اختیار ہو جاتا ہے اور حالات غریبہ محمودہ ان پر غالب ہو جاتے ہیں عقل وشعور ان میں بطریقہ کمال موجود ہوتا ہے لیکن یہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے ہیں اس کی مثال عطس اور کھانسی کی طرح ہے کہ غیر اختیاری طور پر پیش آتی ہے۔

تواجد: روایت ہے کہ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ صورت وسیرت میں مجھ سے مشابہ ہیں۔ **"اشبهت خلقي وخلقي"** تو اس خطاب کی لذت سے اٹھ کر رقص کرنے لگے اور رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

اس طرح حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: **"انت اخونا ومولينا"** آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں اس پر وہ رقص کرنے لگے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر کوئی اعتراض وانکار نہ فرمایا۔[105]

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک صحابی سورۃ کہف کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر گھوڑا بندھا ہوا تھا، جو کانپنے لگا اور بادلوں نے آکر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ڈھانپ لیا تو جب

---

[105] (مشکوۃ ص ۲۹۲ باب بلوغ الصغیر حاشیہ ۲۰ تفسیر احمدی ۲۰۲ بوادر النوادر ۴۰۶)

کبھی قرآن کی تلاوت کرتے تو گھوڑا چھلانگیں لگانے لگتا۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے یہ واقعہ بیان کیا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ تیرے دل کی تسلی کیلیئے ہے جو قرآن شریف کی برکت سے نازل ہوئی۔[106]

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس طرح کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔ (رواہ احمد)

رسول اکرم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کے وقت رویا کرو اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی سی صورت اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ)

کیونکہ رونا وجد کی ایک صورت ہے اور قصداً رونا عین تواجد ہے جو شرعًا جائز مامور و مطلوب ہے۔

تواجد کا حال احادیث شریف میں موجود ہے جو تکلف اور اپنے اختیار سے لایا جاتا ہے جبکہ حال وجذب بے اختیار آتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی زلیخا کا واقعہ: کہ زلیخا نے اپنے آپ کو تہمت سے بچانے کے لئے زنان مصر کو اکٹھا کیا اور ہر ایک کے ہاتھ میں میوہ اور چھری تھمادی اور ان سے کہا کہ جب یوسف علیہ السلام تشریف لائیں تو آپ ان میووں کو کاٹ دینا۔ جب یوسف علیہ السلام تشریف لائے تو زنان مصر نے مدہوشی میں میووں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں کیونکہ ان کے دل حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں مشغول تھے۔

---

[106] (مشکوٰۃ: ص: ۱۸۴)

حاشیہ پر لکھتے ہیں زلیخا بھی وہیں موجود تھی مگر شب و روز مشاہدہ جمال نے اس کو متحمل بنادیا تھا لہٰذا نہ تو وہ بے ہوش ہوئی نہ انگلیاں کاٹیں اس لئے کہ وہ محبت کے انتہا میں تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت نے ان کے دل میں قرار پکڑ لیا تھا جبکہ دوسری عورتیں محبت کی ابتداء میں تھیں۔ [107]

یہی حال سالک مبتدی کا ہوتا ہے کہ ابتداء سلوک میں اس پر وجد و حال کا غلبہ رہتا ہے۔ جس طرح کہ زنان مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو کوئی بعید بات نہیں کہ عاشق الٰہی دوران وجد فوت ہو جائے۔ جیسا کہ بہت سے عشاق وجد و حال کے دوران وفات پا چکے ہیں۔ [108]

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھ پر ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہو گیا اور پسینے سے شرابور ہو گیا اور حال میرا یہ تھا کہ جیسے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ [109]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں تین دفعہ چیخ ماری اور بے اختیار ہو گئے۔ جب تیسری مرتبہ چیخ ماری تو زمین پر گر گئے۔

حضرت شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافی دیر تک میں نے اپنے اوپر تکیہ کر رکھا تھا۔ کچھ وقت کے بعد جب اختیار میں آئے تو مجھے حدیث بیان فرمائی۔ [110]

---

[107] (حاشیہ جلالین ص ۱۹۲ ج ۱ بحوالہ روح البیان)

[108] (وفات مولانا شاہ محمد حسین صاحب تکشف: ص ۱۹۰ وفات زرارہ بن اوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترمذی ص ۸۴ ج ۱)

[109] (مشکوۃ ص ۱۹۲ تکشف ص ۲۶۶)

[110] (ترمذی: باب الریاء: ص: ۳۴۲: ص: ۷۳: ج: ۲: تکشف: ص: ۴۸۱)

حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک دن کسی سے یہ آیت إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ (۷) مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ (الطور ۸) سن کر بڑی چیخ ماری اور بے اختیار ہو کر گر پڑے۔ اٹھا کر گھر لائے گئے۔ مسلسل ایک مہینہ تک بیمار رہے۔[111]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورت تکویر کی تلاوت کی جب آیت مبارکہ: "واذا الصحف نشرت" پر پہنچے تو بے اختیار ہو کر گر پڑے اور کافی دیر تک زمین پر (ہاتھ پاؤں) مارتے رہے۔[112]

"جان لو کہ جذب اور وجد تین قسم کا ہے"۔

پہلی قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: زور سے چلانا، دوڑنا، زمین پر گر کر ہاتھ پاؤں مارنا، اعضاء کا ہلنا اور حرکت کرنا، آہ، اوہ، اف اور فریاد کرنا، خوشحالی وخوف یاشوق سے۔

یہ حال طریقے کے مبتدی کا ہے جس پر حال اور وجد کا غلبہ ہوتا ہے اور مجذوب اپنے کپڑے پھاڑ دیتا ہے حتی کہ اس پر وجد اور جذب کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء ٹوٹ جائیں گے۔[113]

دوسری قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: چیخ مارنا، اور محبت وعشقِ الٰہی میں بے اختیار ہونا، دھاڑیں مارنا، زمین پر گرنا، اعضاء کا لرزنا اور مرتعش ہونا۔

---

111 (احیاءالعلوم: ج:۲: ص:۲۹۷)

112 (حدیقةالندیه: ۱۰۹)

113 (تفسیر احمد ۲۰۲، روح المعانی ج۳ ص ۲۰ تکشف ۲۲۶ حاشیه ۲ ص ۲۰۳ حاشیه ۱ ردالمحتار ج۳ ص ۳۰۷ مجوعةالشامی ج ۱ ص ۱۷۲)

یہ حال اور وجد متوسطین کا ہے جیسا کہ پہلی حدیث شریف بیان ہو چکی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی محبت میں تین دفعہ چیخ ماری اور گر پڑے پھر کافی دیر تک اسی طرح بے اختیار پڑے رہے۔

تیسری قسم کے وجد کی علامات یہ ہیں: چیخ مارنا، بالوں کا کھڑا ہونا، بدن کا کانپنا، شوق اور محبت کے غلبہ کیوجہ سے آنسو بہانا رونا۔

اور یہ حالت وجد منتہی کا ہے جس کا ثبوت احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

اگر نماز کے اندر خشیت الٰہی کیوجہ سے کسی پر وجد وصیاح طاری ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ اس وقت بھی باشعور اور ذی عقل ہوتا ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر نمازی نے نماز میں آہ اور اوہ اف کیا اور اتنا رویا کہ اس کا رونا حروف مسموعہ پر مشتمل ہو جائے پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ خشوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر دنیاوی درد و مصیبت کیوجہ سے یہ حالت پیش آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ پھر اس میں جزع اور افسوس کا اظہار ہے۔[114]

اور اگر مجذوب سے دوران وجد کفریہ الفاظ صادر ہو جائیں تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اس لئے کہ اس پر انوار الٰہی غالب آگئے ہیں اور یہ مغلوب اور مسلوب الاختیار ہے۔[115]

---

114 (ھدایۃ ج ا ص ۱۲۵، فقہ علی المذاھب الاربعۃ ج ا ص ۳۰۰ جزء ا رسائل ابن عابدین ج ا ص ۱۷۲)

115 (کمال ایثم: مترجم خلیل احمد سھارنپوری۔ شارح بخاری ص: ۲۰۶: تربیت سالکین: ج: ا: ص: ۱۵۴: تکشف لمولوی اشرف علی تھانوی: ص: ۷۰)

اور اگر مجذوب کو کسی نے جذب سے روکا یا منع کیا تو یہ منع کرنے والا گناہ گار ہے بلکہ واجب تعزیر ہے۔[116]

اور اگر حالت مذکورہ مسجد کے اندر کسی پر غالب آجائے تو شریعت میں کوئی حکم و دلیل نہیں کہ مغلوب و مجذوب الحال کو روکا جائے یا منع کیا جائے کیونکہ وہ تو معذور ہے۔[117]

جبکہ ثبوت کے بارے میں دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ چند حبشی مسجد کے اندر نیزوں سے کھیل رہے تھے حضور علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ یہ کھیل دراصل جہاد کی تربیت دینا تھا اور اس کا حکم بھی عبادات میں شامل ہے لہٰذا ذکرِ الٰہی عام اوقات میں جہاد سے افضل و بہتر ہے تو یہ بطریقہ اولی کے ساتھ مسجد میں جائز اور مامور ہے اگر حرکت غیر اختیاری ساتھ میں ہو۔[118]

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن گبول طاہری اپنی کتاب راہِ حقیقت: ص:۱۰۸: میں وجد اور جذب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض صالحین عشق و محبت خداوندی اور ذکر اللہ میں محویت و فنائیت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر و لاتعلق ہو جاتے ہیں اور بے خودی کے عالم میں بلند آواز سے ذکر، تلاوت کرتے، حمد و نعت پڑھتے، گریہ وزاری کرتے، بلا اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے، بدن پر لرزہ و کپکپی طاری ہو جاتی، کبھی دوڑتے زمین پر گرتے، لیٹتے جسم و جان کی پرواہ کئے بغیر درختوں اور دیواروں سے ٹکراتے، آگ میں کود پڑتے، انگارے تک اپنی جھولیوں میں اٹھا لیتے، سردی گرمی کی تفریق کئے بغیر کئی کئی گھنٹے پانی میں اچھلتے رہتے اور عموماً صحت پر بھی کوئی برا اثر نہیں

---

116 (حاوی للفتاویٰ ص ۲۳۴ ج ۲ للسیوطی صاحب جلالین)

117 (حاوی ص ۲۳۴ ج ۲)

118 (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۲۸۰ معارف القرآن ج ۴ ص ۳۳۵)

پڑتا۔ یہ کوئی کہاوت، مبالغہ آمیز حقیقت یا محض مولف کا اپنے مشائخ کے یہاں مشاہدہ نہیں بلکہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک ایسے بیسیوں واقعات سینکڑوں افراد نے مشاہدہ کئے ہیں۔ مشہور محدثین اور فقہائے کرام نے ایسے واقعات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔بقول محدث ابن قیم ذاکر کے جسم میں ذکر اللہ کی بدولت اس قدر قوت وطاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات وہ ایسے کام کر لیتا ہے کہ بغیر ذکر کے اس شخص سے ایسے افعال کا صدور نہیں ہو سکتا۔

الغرض قرآن وحدیث اور کتب فقہ وفتاویٰ وتصوف میں غیر اختیاری طور پر کسی کیفیت ہونے کیلئے وجل، وجد، جذبہ، رقص اور اقشعرار کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ ایک طرح کی عمدہ وصف ہے، تاہم بزرگی یا ولایت کی نہ تو دلیل ہے نہ ضروری۔

اسی طرح مشہور ومعروف ماہر علم نحو ومنطق حضرت سید میر شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اس عالم میں آپ کے سر سے دستار بھی گر پڑی۔ کافی دیر بعد جب سنبھلے اور آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا بڑے عرصہ سے یہ میرے دل کی خواہش تھی کہ کاش مجھے ایک ساعت ہی ایسی میسر آجائے جس میں میری لوح مدرکہ (عقل وخرد) سے علمی نقوش (مختلف علوم عقلیہ کے خیالات) مٹ جائیں تو بہتر ہے۔ الحمد للہ آج مجھے وہ مطلوب ساعت میسر آگئی اور مجھے غیر معمولی سرور ولذت حاصل ہوا۔ [119]

---

119 (رشحات: ص: ۸۲: مؤلفہ مفسر قرآن حضرت شیخ فخر الدین علی بن حسین المشہور واعظ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ولی کی زیارت سے وجد: حضرت سلطان الاولیاء سید شاہ مردان شاہ اول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (چھٹے پیر صاحب پاگارہ جو کہ حضرت کوٹ دھنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لقب سے مشہور تھے) کے حالات زندگی میں مرقوم ہے کہ آپ دستور کے مطابق ۲۷ رجب کو مریدین کو زیارت سے مستفیض فرماتے اور نصیحت فرماتے تھے تو بہت سے فقراء پر وجد وحال طاری ہو جاتا تھا کئی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے جبکہ گریہ وزاری تو جماعت میں عام ہوتی تھی۔[120]

ولی کے غائبانہ کلام سے وجد: حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ کو مطلق آواز یہاں تک کہ چکی کے پیسنے کی آواز پر بھی وجد ہو جاتا تھا۔

کسانیکہ این پرستی کنند باآواز دولاب مستی کنند۔

یہ حضرت ایک بار تھانیسر تشریف لے گئے جہاں ان کے ایک جولاہا مرید بھی رہتے تھے اور فقہی مسائل کے سلسلہ میں حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف رجوع کرتے تھے ایک مرتبہ مولانا موصوف نے فقیر صاحب مذکور کو فرمایا: تمہارے ناچنے والے پیر صاحب بھی تو آئے ہیں (اس سے ان کا مقصود شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کثرت وجد پر تنقید کرنا تھا) گو مولانا صاحب کے یہ کلمات ان کو شاق گزرے لیکن صبر کیا اور چلے آئے موقع مناسبت سے یہ بات حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی سنا دی شاہ صاحب قدس سرہ نے سن کر فرمایا اگر آئندہ میرے متعلق یہ کلمات (ناچنے والے پیر) دھرائے تو ان کو کہنا وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔

چنانچہ دوسری بار جب فقیر صاحب کے سامنے مولانا صاحب نے مذکورہ کلمات دہرائے تو انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ جی وہ ناچتے بھی ہیں اور نچاتے بھی ہیں۔ فقیر صاحب کی زبان سے یہ الفاظ

---

120 (تاریخ پاگاران: ص:۱۰)

نکلتے ہی مولانا جلال الدین قدس سرہ کی حالت دگر گوں ہوگئی۔ حالت وجد کا غلبہ ہوگیا اور کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔

بالآخر یہی مولانا جلال الدین حضرت شاہ صاحب عبد القدوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید بلکہ خلیفہ بنے۔ یہ کیا تھا۔ ایک اللہ والے کے غائبانہ کلام کا اثر و کمال۔ [121]

سندھ کے مشہور ولی حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات میں ہے کہ جب آپ حضرت شاہ عبد الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بلڑی والے) کے عرس کے موقع پر تشریف لے گئے سماع کے وقت آپ پر وجد کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اپنے کچھ کپڑے (قمیص یا عمامہ وغیرہ) اتار کر دوہے پڑھنے والے فقراء کی طرف پھینک دئے۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگوں نے بھی کپڑے ان کی طرف پھینکے۔ یہاں تک کہ اس قدر کپڑوں کا وزن ہوگیا کہ اونٹ ہی اٹھا سکتا تھا۔ [122]

حافظ محمد ضامن صاحب نے کچھ قمریاں پال رکھی تھیں اور ان کے حق سرہ کی آواز پر بعض وقت بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ [123]

دار العلوم دیوبند میں وجد

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی دیوبندی کی اشرف السوانح (ص ٦٤) کے حوالہ سے صاحب رہنمائے سالکین نے لکھا ہے کہ دورانِ وعظ ان کے سامعین پر اکثر گریہ اور بعض پر وجد اس حد تک طاری ہوتا تھا کہ لوٹنے تڑپنے لگ جاتے تھے چنانچہ مدرسہ دار العلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں حضرت مولانا موصوف کے وعظ میں ایک صاحب پر اس قدر شدید کیفیت وجد

---

121 (رسالہ الظاھر: ص: ٢٤: مطبوعہ مکتبہ تھانوی الابقاء کراچی)

122 (بھٹ دھنی: ص: ٥٦)

123 (حاشیہ انوار قاسمی: ص: ١٣٤)

طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو نہ ہوئی یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی باطل درہم وبرہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔

نیز اس کتاب کے ۱۳۱، ۱۳۰ پر مولانا خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے دار العلوم کانپور کے ایک طالب علم کا واقعہ لکھا ہے کہ بوستان کے درس میں

بہ مجنون کسے گفت کہ ایک نیک پے

چہ بودت کہ دیگر نیائی بے

اشعار سن کر وجد میں آکر لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے ہوئے زور زور سے بھاگتے ہوئے بازار کی طرف نکل گئے جو ملتا اس سے یہی کہتے یہاں تک کہ ہندوؤں سے بھی لا الہ الا اللہ کہلوایا۔ نماز عصر کا وقت ہونے پر کہنے پر وضو تو کر لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن نماز عجیب طرح کی پڑھی کہ بجائے اللہ اکبر کے آہ آہ کہتے تھے اور بجائے تلاوت کے عشقیہ اشعار پڑھتے تھے۔ حالانکہ اس سے قبل انہیں کبھی اشعار پڑھتے ہی نہ سنا گیا۔ اس نماز میں انہوں نے سجدے بھی بے تعداد کئے۔ رات بھر یہی کیفیت رہی دوسرے روز جب کانپور کے درویش میاں خاکی شاہ سے کیفیت سلب کرائی گئی تو رات کو خواب میں اس طالب علم کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ اس فقیر سے کہہ دینا کہ کیا تیری کم بختی آئی ہے کہ ایسی نعمت کو سلب کرتا ہے؟ (تلخیص رہنمائے سالکین)

ولی کامل حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے لئے اٹھے کہ بانسری کی آواز سنی بے تاب ہو کر گر پڑے، جس سے دست مبارک پر چوٹ آگئی۔ تو فرمایا: کہ لوگ ہمیں بے درد کہتے ہیں، بے درد تو وہ خود ہیں جو سماع کی تاثیر پر صبر کرتے ہیں۔[124]

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرشد کامل سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کو اعلیٰ درجہ کا استغراق حاصل تھا۔ چنانچہ پندرہ سال تک افاقہ نہ ہوا۔ مگر نماز کے وقت نماز ادا کرتے پھر مغلوب الحال ہو جایا کرتے تھے۔[125]

نیز اوائل حال میں (حضرت مرزا شہید قدس سرہ) کی توجہ شریف کی تاثیر سے لوگ بے تاب ہو جاتے اور کمال استغراق کی وجہ سے بیخود ہو کر گر پڑتے اور شوق کی حرارت دلوں کو راہ سلوک پر امادہ کرتی اور محبت کی جازبہ سے مقامات طے کرتے۔[126]

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان مقام جزبہ کی شورش اور بے تابی کی وجہ سے ارباب حلقہ وذکر کی معیت اور طمانیت میں تشویش پیدا کرتے آپ نے انہیں اعلیٰ مقام میں جہاں پر باطن کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بطور طغرہ پہنچادیا۔ فوراً وہ گھبراہٹ اور شورش جاتی رہی اور ان کی باطنی نسبت پر اور طرح سے حالات وارد ہونے لگے۔[127]

فائدہ: حضرت مرزا جان جاناں مظہری شہید قدس سرہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ شورش و جذبہ کمال کی علامت نہیں، کمال کا مقام اس کے بعد ہے۔

---

[124] (مقامات مظہری مترجم: ص: ۳۴۹)

[125] (ص ۲۴۱ مقامات مظہری)

[126] (ص ۳۱۰ حوالہ مذکورہ)

[127] (ص ۳۱۲: حوالہ مذکور)

توجہ سے وجد: نیز مقامات مظہری: ص۵۹۵ میں ہے کہ ایک بار نماز فجر کے بعد ذکر ومراقبہ سے پہلے آپ نے یہ فرماتے ہوئے مولوی کرامت اللہ صاحب پر توجہ فرمائی۔ کہ بحق بہاء الدین میں تجھے بے محنت دونگا۔ بقول مولوی صاحب مذکور میں بے ہوش ہوگیا۔ گویا میرا دل سینہ سے باہر نکل گیا ہے۔ مدت بعد ہوش میں آیا تو آپ حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور میں دھوپ میں تھا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتانی صاحب انوار شریعت المعروف "جامع الفتاویٰ جلد دوم: ص۱۸۸" پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں رقص اور وجد ایک بے اختیاری حالت ہے جو طالب علم پر آتی ہے جس کو شارع علیہ السلام نے جائز رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے فتاویٰ میں بچند وجوہ جائز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:

مقصود از فرمائش محبت حضرت منعم واطاعت اوست وایں محبت را بسیار اقسام است و حکم بچند سبب مختلف میشود یکے اسباب محرک ایں محبت دوم مقتضائے دورہ سوم فیض مرشد آں چہارم امزجہ محباں بایں سبب گونہ گوں طریقہ برائے اظہار محبت پیدا میشود وحق تعالیٰ چندیں درجات جنت کہ پیدا کردہ است برائے اختلاف امزجہ واحوال اہلِ جنت است۔ جماعت را ی الحقیقت شورشے در دل پیدا مے شود کہ بمثل خفقان از محافظت ادب معقول ومشروع عاجزی آیند۔ صحابہ کرام وتابعین عظام را بسبب غلبہ انوار نبوت وانوار قرآن مجید ایں احوال طاری تمیشد۔ چوں نظر خلق بر احوال قلب افتاد بذکر وشغل کہ لطیفہ قلب بہوش مے آرد مشغول شدند۔ گوں ناگوں احوال از انواع دیگر پیدا شد بعضے او در مزاج غلبہ لذت حسن سماع بود۔ ہمراہ آں غلبہ

نسبت باطن میشود۔ بعضے را بالعکس زیرا کہ نسبت ایشان سکون واطمینان واستغراق بودہ است وبعضے رانسبت ابتہاج وانبساط بدریافت وصل محبوب حقیقی شدوبعضے رابملاحظہ غایت تنزیہہ حسن ابدی لازم حال گشت بالجملہ مردن بعضے ازیں حادثہ شوق دلیل صریح است بر شدت ہیجان محبت الٰہی واستیلائے آن بر قلب ایشان میں اعتراض بر ہیچ یکے ہر گز نباید کرد۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنہ پاکان کند

ظاہر است کہ اوقات لیل ونہار چہ قدر تفاوت وارد۔الخ

اور علاوہ اس کتاب وجیز الصراط:ص:۱۴۰:سطر اول علامہ ابن جیون بایں طور اس کے جواز پر دلیل تحریر فرماتے ہیں:

”والرقص وممایو کد جواز الرقص ما ذکر فی مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتیت النبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم انا وجعفر وزید فقال علیہ السلام لزید انت مولای فحجل وقال لجعفر انت اشبھت خلقی وخلقی فحجل ثم قال لی انت منی فحجلت والحجل رقص خاص والعام جزء الخاص فاذا جاز نوع من الرقص جاز مطلقہ۔الخ“

ترجمہ: اور رقص کی بابت جس سے اس کی تائید ملتی ہے یہ کہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مسند میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ میں اور زید اور جعفر حضور صَلَّی اللّٰہ ُتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ نے زید کو فرمایا”انت مولائی “پس میں رقص میں آیا پھر آپ نے جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:”انت اشبھت خلقی وخلقی“تو اس پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہ رقص میں آئے اور پھر آپ نے

مجھے فرمایا کہ:"انت منی"تو آپ کے فرمانے سے میں بھی رقص میں آیا۔اور رقص خاص ہے اور عام خاص کی جز ہوا کرتی ہے جب نوع رقص کا جواز ملتاہے تو مطلق بھی جائز ہوا۔اور قرآن مجید سورۃ بنی اسرائیل کے اخیر میں مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ جب مومن قرآن مجید سنتے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر گرپڑتے ہیں:وھوھٰذا:وَيَخِرُّونَ لِلأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (الاسراء ۱۰۹) یعنی گرپڑتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے اور زیادہ کرتا ہے ان کو بلحاظ خشوع کے۔

پس ان دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ اہل دل کا رونا اور رقص بے اختیار کرنا جائز ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں جو باختیار خود ناچتے کودتے ہاتھ پاؤں مارتے اور ہاہو کرتے ہیں اور مزامیر سے رقص وسرور کرتے ہیں اور کنجروں اور ڈوموں سے غنا سنتے ہیں اور نمازوں کی کچھ پروا نہیں کرتے، یہ سب امور بے شک باتفاق علمائے دین حرام و ناجائز ہیں چنانچہ فتاویٰ نورالھدیٰ:ص:۴۲۷:پر بایں طور ہے:

"الرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لایجوز القصد و الجلوس الیه۔"[128]

جذب اور وجد اور تواجد دو قسم کے لوگوں پر آتا ہے ایک صوفیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہوتے ہیں شریعت کے پابند ہوتے ہیں۔ان سے جذب وجد اور تواجد ظاہر ہونا محمود ہے باعث ثواب ہے۔ایک ہے متصوفہ جو بناوٹی پیر ہوتے ہیں۔شریعت کے مخالف ہوتے ہیں۔پانچ وقت کی نمازیں ادا نہیں کرتے چرس وغیرہ بھی پیتے ہیں۔ داڑھی وغیرہ بھی بالکل صاف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صوفیاء کہتے ہیں فقہاء کرام نے جو حرام کہا ہے وہ اشارہ ان متصوفہ کی طرف ہے جو کہ خلاف شرع ہیں۔

---

[128] (انوارِشریعت ج ۹ ص ۱۸۸)

اسی طرح پیر طریقت علامہ مولانا محمد ظفر عباس محمدی سیفی اپنی کتاب مخزن طریقت: ص:۱۰۲: میں وجد اور تواجد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وجد: وجد ایک ایسا روحانی جزبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے باطن انسانی پر وارد ہو جس کے نتیجہ میں خوشی یا غم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس جزبہ کے وارد ہونے سے باطن کی ہیئت بدل جاتی ہے اور اس کے اندر رجوع الی اللہ کا شوق پیدا ہوتا ہے گویا وجد ایک قسم کی راحت ہے یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کی صفات نفس مغلوب ہوں اور اس کی نظریں اللہ تعالیٰ کی طرف لگی ہوں۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کی کیفت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ یہ وہ غم ہے جو محبت میں ملتا ہے اس لئے بیان سے باہر ہے وجد نیز وجد طالب اور مطلوب کے درمیان ایک راز ہے جسے بیان کرنا مطلوب کی غیبت کے برابر ہے وجد عارفوں کی صفت ہے۔

تواجد: عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ذکر اور فکر سے وجد کو حاصل کرنا تواجد کہلاتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ تواجد وجد لانے میں ایک تکلف ہوتا ہے اور یہ انعامات و شواہد حق کو دل کے حضور پیش کرتا ہے اور محبوب کے وصال کا خیال اور انسانی آرزوؤں کا جوش میں آتا ہے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرتا ہے وہ اسی سے ہوتا ہے" حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب تم قرآن پڑھو تو رویا کرو، اگر رونا نہ آئے تو تکلف سے رویا کرو۔" اور یہ حدیث تواجد کے مباح ہونے پر گواہ ہے۔

(کشف المحجوب)

وجد قرآن حکیم کی روشنی میں

(۱): لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم نازل کرتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر تو ضرور تو دیکھتا اسے جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ تعالیٰ کے خوف سے۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد کے متعلق لکھتے ہیں:

اور جہاں تک وجد کا تعلق ہے جو اہل صلوٰۃ و اہل قرآن صالحین پر طاری ہوتا ہے تو یہ حلال اور جائز ہے اس میں ہمارے علماء میں سے کسی کا اختلاف نہیں جبکہ اس کا مقصد صرف رضا الٰہی کا حصول ہو اور خوف آخرت سے ذکر کرتے ہوں اس طرح یہ سب محمود اور غیر مذموم ہے اور اسی معنٰی کے لحاظ سے تواجد اور رقص بھی غیر مذموم ہے۔[129]

(۲): فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

"پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کر گر پڑے۔"

تفسیر: ممشاد الدینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم کی زیارت کی میں نے پوچھا: یارسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم سماع پر انکار کرتے ہیں۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مجھے اس کی کوئی بھی چیز بری نہیں لگتی لیکن ان لوگوں سے کہہ دو کہ سماع کا افتتاح اور اختتام قرآن پاک کی تلاوت سے کریں۔

---

129 (تفسیر مظہری ص ۲۴۹)

(۳): وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (الاعراف ۱۵۵)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو ہمارے عہد کیلئے منتخب کیا جب زلزلہ نے آلیا۔

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے اشراف سے ستر ایسے افراد کا انتخاب کیا جو صاحبانِ استعداد اور سلوک تھے۔ جب ان پر تجلیات کا ظہور ہوا تو ان کے جلد اور بدن حرکت کرنے لگے۔ اور ان کو زلزلے نے آلیا۔ یعنی وہ کانپنے لگے اور کانپنا جو بدن پر تجلی صفاتیہ اور انوار وخوارق کے ظہور کے سبب سے ہوتا ہے جو بدن پر بال کھڑے ہونے اور بدن کی حرکت سے عبارت ہے ایسی حالت اکثر سالکین پر ظاہر ہوتی ہے جو قرآن کی تلاوت کرنے سننے یا اشعار سننے سے آتی ہے قریب ہے کہ اس سے ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ (وہ اشعار جن میں رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی صفت کی گئی ہو یا اولیائے کرام کی مدح پر مشتمل ہوں) اور ہم نے یہ مشاہدہ کیا ہے۔ حضرت خالد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں جو طریقہ نقشبندیہ میں تھے اور نماز کے دوران یہ حالت عارض ہونے کیوجہ سے اکثر وہ نماز میں چیختے تھے۔ اسی وجہ سے بعض سالکین نماز کا اعادہ کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے ان لوگوں پر بہت انکار کیا جاتا ہے اور میں نے بعض منکرین سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حالت عقل وشعور کی موجودگی کے باوجود عارض ہو جائے تو یہ بے ادبی ہے اور اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اگر یہ حالت عقل وشعور کی عدم موجودگی میں آجائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ وضو نہیں کرتے۔ میں ان کو جواب دیتا ہوں جن کا خیال کہ وجد اور اس حالت سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہین کہ یہ حالت غیر اختیاری ہے۔ عقل وشعور کے

ساتھ اس کی مثال کھانسی اور چھینک جیسی ہے اس لئے اس سے نہ تو نماز باطل ہوتی ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے۔[130]

(۴): فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ (یوسف ۳۱)

ترجمہ: جب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں اللہ تعالیٰ کیلئے پاکی ہے۔

حضرت افندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ علاوالدین الخلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بروسہ شہر میں وعظ کیلئے منبر پر بیٹھ گئے بہت سارے لوگ ان کی تقریر سننے کیلئے جمع تھے۔ حضرت خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار کہا: یا اللہ پوری جماعت پر ایک حالت طاری ہوئی اور رقص کرنے لگے قریب تھا کہ اس کی آہ وبکاء سے نہ لوٹتے۔[131]

(۵) اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

تفسیر: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں یعنی اللہ کی رحمت اور عموم مغفرت کا جب وہ ذکر کرتے ہیں تو اس ذکر کی وجہ سے ان کے دلوں میں سکون اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے ذکر اللہ کے ساتھ رحمت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اصل تو رحمت ہی ہے۔ اللہ کی رحمت

---

[130] (تفسیر روح المعانی: ۹: ص: ۸۶: ج: ۳)

[131] (تفسیر روح البیان: ج: ۱، ۲: ص: ۳۹۸)

غضب پر غالب ہے۔ الی ذکر اللہ میں الیٰ بمعنی لام ہے یعنی اللہ کے ذکر کی وجہ سے لیکن ذکر کے اندر چونکہ سکون واطمینان کا مفہوم داخل ہے اس لئے بجائے لام کے الیٰ کہا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب قرآن میں آیاتِ وعید کا ذکر آتا ہے تو مؤمنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جلد بدن سکڑ جاتے ہیں اس میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے اور جب آیات وعدہ کا ذکر آتا ہے تو کھال کا انقباض جاتا رہتا ہے۔ کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دلوں میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ کتاب کی صفت مثانی بیان کی تھی یعنی اس میں فرمانبر داروں کیلئے وعدہ ثواب اور نافرمانوں کیلئے وعید عذاب کا بار بار ذکر ہے اس آیت میں وہ اثر بیان کر دیا جو وعدہ وعید سے مؤمنوں پر پڑتا ہے۔[132]

(٦): أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللهِ (الحديد ١٦)

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کیلئے کہ گڑگڑائیں۔ ان کے دل اللہ کی یاد سے۔

تفسیر: اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں یعنی حقیقت میں مؤمن مؤمن نہیں ہوتا مگر خشوعِ قلب کے ساتھ اور رونا اور بے اختیار گرنا یعنی وجد و حال کے باعث زیادتی خشوع قلب کا ہے۔[133]

وجد حدیث شریف کی روشنی میں

حضرت عقبی بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شفیا الاصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ: میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ میں نے ایک آدمی دیکھا۔ جس کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب میں کہا یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں شفیا الاصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

---

132 (تفسیر مظھری ج١٠ ص١٦٢)

133 (تفسیر کبیر ج٨ ص٩٣)

عنہ کے قریب بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حدیث بیان کر رہے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ چلے گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہو اور آپ کو یاد ہو۔ آپ نے فرمایا: میں تم کو ایک ایسی حدیث بیان کرونگا جو مجھے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے بیان کی ہے جو میں نے سمجھی اور یاد کی ہے۔ جب آپ سردار کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے اسم شریف کو پہنچ جاتے تو بے ہوش ہو جاتے۔ پھر بیدار ہوتے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو مسح کرتے۔[134]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب رب کریم نے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم پر یہ آیت نازل کی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو: اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

یہ آیت ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اصحاب کے سامنے تلاوت کی ایک نوجوان لڑکا سنتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس کے دل پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کہو "لا الہ الا اللہ" اور اس کے ساتھ ہی جنت کی خوشخبری سنائی۔[135]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ترجمہ: اور جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ پھر فرمایا: یہ آگ

---

[134] (جامع الترمذی ج٦ ص ١٦١ ابواب الزھد)

[135] (الترغیب والترھیب: ج:٤: ص:٢٣٣)

ہزار سال تک جلتی رہی کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار سال تک (جلتی رہی) جل کر سفید ہو گئی۔ پھر ہزار سال تک جل کر سیاہ ہو گئی۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک کالا آدمی تھا اس نے چیخ مار کر رونا شروع کر دیا۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا: "یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم" آپ کے سامنے والا کون ہے؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کہ یہ حبش کا ایک آدمی ہے۔ آپ نے اس کی اچھی صفت و مدح بیان فرمائی اور پھر فرمایا: کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ: کسی آنکھ سے میرے خوف کی وجہ سے آنسو نہیں بہتا مگر میں ضرور جنت میں اس کیلئے ہنسنا زیادہ کرونگا۔[136]

حدیث میں ہے کہ: رقص کیا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سامنے اس وقت جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے خطاب کیا تو اس خطاب کی لذت کیوجہ سے کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس کے رقص کرنے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ اور یہی صوفیاء حضرات کیلئے وجد ور قص کی دلیل ہے اور ذکر کے جلسوں میں کھڑا ہونا اور وجد و تواجد اور رقص کرنا بالتحقیق صحیح ہے اور یہ قول بڑے بڑے ائمہ دین سے ثابت ہے۔[137]

---

[136] (الترغیب والترھیب ج۴ ص۲۳۳)

[137] (الحاوی للفتاوی ج۳ ص۲۳۴ مکتبہ مصریہ)

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بنی آدم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح خشک درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔[138]

حدیث شریف میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اچھی صفت بیان کی گئی ہے کہ داؤد علیہ السلام اتنے خوش آواز تھے کہ آپ علیہ السلام کی مجلس سے چار صد یا اس کے قریب جنازے اٹھائے جاتے تھے۔[139]

(**وقودها الناس والحجارة**) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جب یہ آیت ایک نوجوان نے سنی تو اللہ کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے نوجوان کا سر شفقت کی وجہ سے اپنی گود مبارک میں رکھا۔[140]

روایت کی گئی ہے کہ زراۃ بن اوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ایک مشہور تابعی تھے۔ آپ لوگوں کو مقام رقہ میں امامت کروایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے نماز میں یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: (**فاذا نقر فی الناقور**) تلاوت فرماتے ہی آپ نے چیخ ماری اور محراب میں وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔[141]

---

138 (الترغیب والترھیب: ج:۴:ص:۲۳۴)

139 (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۶۶)

140 (الترغیب والترھیب: ج:۴:ص:۴۷۴)

141 (الترغیب والترھیب: ج:۴:ص:۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک لڑکا تھا جو پہاڑ پر رہتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنی ماں سے کہا: کہ آسمان کس نے پیدا کیا ہے اس کی ماں نے جواب دیا: اللہ عز وجل نے پیدا کیا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔[142]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا (الانسان ۲۰) تو ایک حبشی نے کہا: یارسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم کیا میری آنکھیں جنت کی نعمتیں اس طرح دیکھیں گی جس طرح آپ کی آنکھیں دیکھتی ہیں؟

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں! اس حبشی نے رونا شروع کر دیا حتی کہ اس کی روح اس کے جسم سے پرواز کر گئی، اور فوت ہو گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم کو دیکھ رہا تھا کہ حبشی کو قبر میں رکھ رہے تھے۔[143]

حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حجرے میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بیٹھے تھے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ روئیے یعنی اگر رونا نہیں آتا تو ایسی شکل اختیار کریں جس طرح کوئی زور سے روتا ہے اگر آپ کو معلوم ہوتا تو تم میں سے ہر ایک نماز میں اتنا قیام کرتا کہ اس کی کمر ٹوٹ جاتی اور اتنا روتا کہ اس کی آواز رونے کیوجہ سے ختم ہو جاتی۔[144]

---

[142] (احیاءالعلوم::۲۷۹:۳)

[143] (الترغیب والترھیب ج۴ص ۳۹۹)

[144] (الترغیب والترھیب:ج:۴:ص:۲۳۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر ۱) سے وَإِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ (التکویر ۱۰) تک تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ایک دن ایک مقام پر سے گزر رہے تھے اور صاحب مکان نماز میں مشغول تھا۔ نماز میں یہ آیت کریمہ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ (۷) مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ (طور ۸) تلاوت کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر دیر تک کھڑے رہے اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر تشریف لائے اور ایک مہینے تک بیمار رہے، لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیمارداری کیلئے آتے تھے، لیکن کسی کو بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری معلوم نہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس چیز سے بیمار ہیں۔[145]

روایت کی گئی ہے کہ انصار کا ایک نوجوان جس کے دل میں دوزخ کا خوف داخل ہوا تھا جس کی وجہ سے روتا تھا۔ اور اس کے باعث گھر سے نکلتا نہ تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نوجوان کے گھر تشریف لائے اور نوجوان کے ساتھ معانقہ کیا۔ وہ نوجوان مر کر گر گیا سردار کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اپنے دوست (یعنی نوجوان) کیلئے کفن کا انتظام کریں۔[146]

ارشادِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک آگ میں نہیں ڈالا جائے گا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس داخل نہ ہو۔ یعنی جس طرح دودھ کا تھن میں واپس داخل ہونا محال اور ناممکن ہے اس طرح اس شخص کا جہنم میں داخل ہونا ناممکن ہے اسے تعلیق بالمحال کہتے ہیں۔

---

[145] (احیاءالعلوم ۱۸۱: ۴)
[146] (الاحیاء ۱۸۱: ۴)

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ تلاوت کے دوران بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ [147]

وجد فقہاء ومشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ دورانِ وجد بے قابو ہو جاتے ہیں اور وجد میں گھومتے ہیں اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

نیز فرمایا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں چھوڑ دو کیونکہ طریقت نے ان کے دل کاٹ دیئے ہیں اگر تم ان کی لذت سے آشنا ہو جاؤ تو چیخنے چلانے اور کپڑے پھاڑنے میں ان کو معذور سمجھو گے۔

ترجمہ اشعار: وجد میں کوئی گناہ نہیں اگر حقیقی ہو یا ظاہری بشرطیکہ خالص اللہ کیلئے ہو۔ حقیقی وجد سماع یا دوسرے لوازمات کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ ایسے شخص کو دائمی لذت اور خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ بھاگتے رہیں ایک پاؤں پر چلیں یا سر کے بل چلیں اس میں کوئی گناہ نہیں۔ [148]

تحقیق اور دلائل کے لحاظ سے اس مسئلے کا قطعی جواب صاحبِ عوارف المعارف مصنف احیاء العلوم اور علامہ ابن کمال پاشا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے وہ فرماتے ہیں: کہ وجد اور تواجد میں کوئی گناہ نہیں اگر یہ خالص رضائے الٰہی کیلئے ہوا اور جو عارفین باللہ ہیں اور ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں اور ایسے سالکین جو اپنے آپ کو اعمال قبیحہ سے بچاتے ہیں۔ اور جب عشقِ الٰہی ان پر غالب آ جاتا ہے تو یہ لوگ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں اور محبتِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ [149]

---

[147] (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۹۹۹)

[148] (رسائل ابن عابدین: ج: ۱: ص: ۱۷۲، ۱۷۳)

[149] (فتاوی شامی: ج: ۱: ص: ۳۳۷)

خیر النساج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے ایک حکایت بیان فررہے تھے۔ کہ اس دوران ایک شخص پر وجد طاری ہوااور چیخ ماری حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ڈانٹا۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ:اے موسیٰ علیہ السلام اس شخص نے میری محبت میں چیخ ماری آپ کو کیونکر انکار ہے۔[150]

بعض صوفیائے عظام پر جب خوفِ الٰہی غالب آجاتا ہے تو وہ رونے لگتے ہیں اور ان کے اعضاء حرکت کرتے ہیں جیسا کہ حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم جب رات کو نماز پڑھتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے سینے مبارک سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز آتی۔[151]

جناب ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: اشعار اور سماع ہر وقت نفع بخش ہے خاص کر ضعیفوں کیلئے مفید ہے اس لئے کہ سماع سے ہر عضو پر خاص اثر ہوتا ہے آنکھیں اس کے اثر سے روتی ہیں زبان پر اثر ہو تو وہ چیخ مارتی ہے۔ ہاتھ متاثر ہو تو کپڑے پھاڑے جاتے ہیں اور چہرے پر تھپڑ مارا جاتا ہے اور جب پاؤں پر اثر ہو تو رقص کرنے لگتے ہیں۔[152]

منقول ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وعظ کیلئے کرسی پر تشریف فرماہوئے تقریر انواع علوم پر ہوتی تھی۔ حاضرین حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت اور ہیبت کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہتے۔ اچانک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے (مضی القال وعطفنا

---

[150] (علامہ عبدالوہاب شعرانی:انوار القدسیہ: ج: ۱ :ص:۱۸۵)

[151] (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۹۹)

[152] (انوار القدسیہ ج ۱ ص ۱۸۶)

بالحال) اس جملے کے ساتھ ہی حاضرین پر وجد طاری ہو جاتا کچھ رونے لگتے بعض کپڑے پھاڑنے شروع کر دیتے اور بعض بے ہوش ہو کر جان دے دیتے۔[153]

یعنی جو شخص سماع اور وجد کے اثرات سے انکار کرتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی کوتاہ علمی ہے۔ اس شخص کے پاس وہ علم نہیں جس کے ذریعے وہ صوفیائے کرام کے احوال جان سکے ایسے شخص کی مثال اس ہیجڑے (نامرد) کی طرح ہے جو اپنی نامردی اور قوتِ شہوت کی عدم موجودگی کے باعث لذتِ جماع سے انکار کرے۔[154]

صوفیائے کرام ایک مجلس میں ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں اس مجلس میں ایک شخص پر وجد طاری ہو جاتا ہے اور وہ اٹھتا ہے خواہ یہ جذب اختیاری ہو یا بے اختیار کیا یہ جذب جائز ہے یا نہیں اور کیا لوگوں کو منع کرنا چاہیئے یا نہیں؟

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بعینہ یہ سوال شیخ الاسلام سراج الدین البلقینی سے پوچھا گیا۔

انہوں نے جواب دیا کہ اس سے انکار نہیں ہے اور جو لوگ ان کو منع کرتے ہیں ان کو تعزیر شرعی دینی چاہیئے۔ علامہ انباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ سے یہی سوال پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا۔

---

[153] (شیخ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ: اخبار الاخیار)

[154] (علامہ شعرانی انوار القدسیہ ج ۱ ص ۱۸۵)

مزید فرمایا: صاحب الحال مغلوب ہوتا ہے اس سے منکر محروم ہے۔ یہ لوگ وجد کی لذت سے نا آشنا ہیں۔ یہی جواب حنفیہ اور مالکیہ کے علماء نے بھی دیا ہے اور مذکورہ جوابات کی تائید کی ہے مخالفت نہیں۔[155]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ جب برکات اور تجلیات کی بارش بکثرت ہوتی ہے اور صوفی کا حوصلہ تنگ اور استعداد کمزور ہوتی ہے تو (صوفی برداشت نہیں کر سکتا اس لئے) بیہوشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ظرف وسیع تھے اور صحبت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے استعداد قوی تھی۔ اس کے باوجود برکات کی کثیر بارش کے ان پر بے ہوشی طاری نہیں ہوتی تھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ دوسروں کو یہ چیز میسر نہیں اس لئے دو وجوہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ یا نزولِ برکات ہی کم ہوتا ہے یا ان کا ظرف تنگ ہوتا ہے اور حوصلہ میں سمائی نہیں ہوتی۔

ایک دن امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد میں امام کے پیچھے ماہ رمضان میں عشاء پڑھ رہے تھے امام نے سورہ بنی اسرآئیل کی یہ آیت (٨٦) تلاوت فرمائی: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْکَ (اسرائیل ٨٦) تو حضرت امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد کی وجہ سے ایک چیخ ماری۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ امام شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وفات پا گئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور باقی اعضاء حرکت میں آ گئے۔[156]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سجدوں میں لوگوں کو ذکر بالجہر سے منع نہیں کرنا چاہیئے تاکہ اس آیت کریمہ کی مخالفت واقع نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں

---

[155] (حافظ جلال الدین سیوطی فی لحاوی للفتاویٰ ج:٢:ص:٢٣٤)

[156] (احیاء العلوم:ج:٢:ص:٢٩٧)

فرماتے ہیں۔(ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو لوگوں کو سجدہ میں ذکر الٰہی سے منع کرتا ہے)یعنی کوئی نہیں۔[157]

حجۃ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: رقص مباح ہے کیونکہ حبشی لوگ مسجد النبی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم میں رقص کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے دیکھتیں اور جب حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو لوگ وجد کو حرام جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اس کی انتہا مستی ہے جبکہ مستی بھی حرام نہیں۔[158]

جامع الشریعت والطریقت عالم با عمل مرشد اکمل شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی پیر سید احمد علی شاہ حنفی ترمذی سیفی دامت برکاتہم القدسیہ اپنی تصنیفِ لطیف "مجموعہ رسائل" میں حصہ:۲:ص:۸۰۴: پر لکھتے ہیں۔ ابو داؤد شریف میں کتاب (الکسوف فی باب من قال یرکع رکعتین ج ۱ ص ۱۶۹ اور شمائل ترمذی ص ۲۷ فی باب بکاء النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلَّم) میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم صلوٰۃ کسوف ادا فرما رہے تھے۔ حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ سجدہ میں حضور صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اُف اُف فرماتے تھے اور شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے سجدہ میں بہت دیر تک توقف فرمایا اور سجدہ میں اُف اُف کرتے اور روتے رہے۔

شرح شمائل میں علامہ عبد الجواد الرومی فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اس اُف اُف کے ساتھ اپنے رب العٰلمین کیلئے بکاء بھی کرتے: ص:۳۴۷: دوسری حدیث

---

[157] (طحطاوی:ص:۱۷۴)

[158] (امام محمد غزالی، کیمیائے سعادت ج ۲ ص ۲۰۵)

شریف میں ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے قریب یہ آیت تلاوت کی جارہی تھی۔ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا (مزمل ١٢)تو نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بیہوش ہوگئے۔[159]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ (المائدة٨٣)

ترجمہ: یعنی اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں اسی سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آجانا اور دلوں کا نرم ہو جانا۔یہی جذب اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔ دیگر فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا(الاعراف ١٤٣) یعنی پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے اختیار ہو کر گر پڑے۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خدا تعالیٰ کی تجلّی کے پرتو سے بے اختیار ہو کر گر جانا کمالِ جذب ووجد کی دلیل ہے۔ سالک بھی خدا تعالیٰ کی تجلیات کے پرتو کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر وجد وجذب چھا جاتا ہے اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبہ میں محو ہو جاتا ہے جس کو استغراق کہتے ہیں اور بھی بہت سی آیتیں وجد وحال پر دلالت کرتی ہیں۔

---

[159](احیاءالعلوم:ج:٢:ص:٢٩٧ وفی عمدۃالسلوک:ص:١٠٩،١٠٨،١٠٧)

مثلاً:

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا (الاسراء۱۰۷)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں کو قرآن پاک سے پہلے علم دیا گیا تھا، یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کیلئے اور پھر حق کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا اور پوچھا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرونگا میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم بیان کرونگا جس کو میں نے سمجھا اور پوچھا ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بے تابی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کم وکاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا)۔

الحدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بڑے زور سے چیخ مارنا، بے اختیار ہو کر گرنا اور پسینہ آجانا وجد اور حال کی کھلی دلیل ہے۔ دوسری حدیثیں بھی بہت ہیں جو وجد وحال کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً عن مطرّف عن ابیہ رایت رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم يصلى وفی صدرہ عزیز کعزیز الرحی من البکاء۔ (رواہ ابو داؤد: جمع الفوائد و مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نماز پڑھ رہے تھے اور

رونے کیوجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے سینے مبارک سے چکی کی آواز کی مانند آواز آرہی تھی۔

مختلف سلاسل کے اولیاء کے یہاں بھی وجد کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت ابو علی وقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہات سے بعض لوگوں کا وجد میں وصال پانا بھی مروی ہے۔ خواجہ ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی برکاتِ احمدیہ میں ایسے واقعات درج کئے ہیں مثلاً حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ہے کہ ان کی خدمت میں ایک صاحب خواجہ برہان حاضر ہوئے جو پہلے کسی دوسرے سلسلے میں نسبت اور اجازت حاصل کر چکے تھے وہ تصور شیخ کی نگہداشت سے اس قدر جذب سے مغلوب ہوئے کہ بڑھاپے کے باوجود وہ قریب دو ہاتھ اوپر اُچھلتے تھے اور خود کو دیوار و درخت پر مارتے تھے اور کسی طرح قابو میں نہ آتے تھے۔

مولوی اشرف علی دیوبندی فرماتے ہیں کہ وجد آنا ایک نا آشنا اور بہتر حال ہے جو سالک پر آتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا حال غالب ہوا تھا کہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ ابھی وفات پا جائیں گے۔ لہٰذا یہ حال و وجد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے سے بہت واضح ثابت ہو گیا۔[160]

اگر کوئی زیادہ معلومات چاہے تو ہمارے والد محترم کے مجموعہ رسائل حصہ دوم کا مطالعہ کرے۔

جذب، وجد، تواجد: سالک اکثر دو حالتوں سے دوچار ہوتے ہیں کبھی تلوین اور کبھی تمکین سے تلوین مقام طلب ہے جس میں حالتیں آتی جاتی رہتی ہیں اور سالک مغلوب الحال ہوتا ہے۔[161]

---

[160] (تکشف: ص: ۵۴۵)

[161] روحانی نصاب صفحہ ۱۸۲

گہ گریاں گہے خنداں گہے حیراں گہے نالاں

بجز ایں شغل یک لحظہ بنودے روزگار من

یعنی کبھی رونا کبھی ہنسنا کبھی حیران ہونا ہے اور تمکین مقام رسوخ و استقرار ہے جس میں سالک مغلوب الحال نہیں ہوتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زنان مصر نے دیکھا تو مدہوشی میں اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں یہ عورتیں مقام تلوین میں تھیں اور زلیخا بھی وہیں موجود تھی مگر شب و روز کے مشاہدہ جمال نے اس کو متحمل بنادیا تھا لہٰذا نہ تو بے ہوش ہوئی نہ انگلیاں کاٹیں نہ اس کی زبان سے بے ساختہ کوئی کلمہ نکلا حالانکہ اس کا عشق روز افزاں ترقی پر تھا مقام تمکین میں سالک انبیاء علیہم السلام کے کمالات معنوی سے فیض یاب ہوتا ہے اور مقام تلوین میں محروم رہتا ہے۔ سالک مبتدی ابتداء میں مرشد کامل کی توجہ سے عشق حقیقی کی گرمی محسوس کرتا ہے تو اندوہ یافت کی شدت سے مشتعل ہوتا ہے کبھی پیچ و تاب کھاتا ہے کبھی تڑپتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے اور کبھی چیختا ہے چلاتا ہے ھاؤ، ہو اور ہو اللہ کے نعرے لگاتا ہے کبھی لرزہ براندام ہوتا ہے بے قراری کا اظہار کرتا ہے، کبھی روتا ہے اور کبھی خوشی اور طرب کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اگر تو یار نداری چرا طلب نکنی　　　اگر بیار رسیدی چرا طرب نکنی

سیر عروجی میں عموماً سکر استغراق فنا اور بے خودی سے سالک کو واسطہ پڑتا ہے۔

ساکنان سر کوہائے تو بناشند بیہوش

آں زمینے است کہ آنجا ہمہ مجنوں خیزد

جذب و وجد کی بعض کیفیات عجیبہ اور حالات غریبہ جو ہمارے سلسلہ عالیہ صدیقیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے سالکین کو حاصل ہوتی ہیں۔

"والتاوه اعنی الوجد التواجد والایصاح والانین والتاوه والبکاء وغیرھا من شدة الفرح او شدة الجنون لاجل الوارد الذی نزل من اللہ تعالٰی علی السالک عند استماع القرآن او الذکر او بتوجہ الشیخ وغیر ذلک ممایتاثر بہ"۔

یعنی میری مراد اس سے وجد ہے جس میں بے اختیار سالک کرتا ہے کھڑا ہوتا ہے مرتعش کی طرح حرکت کرتا ہے یا تواجد یعنی اہل حال کی محبت میں اور وجد کی تمنا میں قصداً وجد کی کیفیت طاری کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (ابکو فان لم تبکو فتباکو)۔

یعنی روؤ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کی صورت اختیار کرو کیونکہ بے اختیار رونا وجد کی ایک صورت ہے اور قصداً رونا عین تواجد ہے جو شرعاً مامور و مطلوب ہے۔

انین یعنی بلک بلک کر رونا اور تاؤ یعنی آہ آہ کرنا یا ادابنا کر رونا یہ حالت فیض الٰہی کے اصول کی خوشی میں طاری ہوتی ہے یا محبوب حقیقی کی یاد یا خوف خداوندی یا جنت و دوزخ کے ذکر سے طاری ہوتی ہے۔ ان واردات کا من جانب اللہ ورود ہوتا ہے جب سچی طلب ہو اور سالک فیضان کا منتظر ہو اور اولیاء کرام سے محبت کرتا ہو تو یہ مبارک حالت اس کو نصیب ہوتی ہے اور جو مغرور اور متکبر ہو یا غافل غیر طالب اور گستاخ ہو تو اس کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور اس کی بنجر زمین میں پھول نہیں کھلتے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

جذب استغراق کی نعمت عظمٰی شیخ کامل کی توجہ اور دیدار سے کبھی حمد و نعت مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم اور کلام عارفانہ کے سننے سے اور کبھی ذکر سے حاصل ہوتی ہے بعض علماء نے بناوٹی صوفیوں یعنی متوصفہ کا رد کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ بعض بھنگی، چرسی اور شراب خور نام

نہاد نشے میں دہت ہو کر دھمال مچاتے ہیں ناچتے ہیں اور ان کا شریعت و طریقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا لوگوں کو بے قوف بناتے ہیں اور شریعت سے استہزاء کرتے ہیں۔

کار شیطان میں کند نامش ولی   گر ولی ایں است لعنت بر ولی

مگر منصف مزاج عقل مند لوگ جانتے ہیں کہ اہل اللہ جو شریعت مطہرہ کے پابند ہیں ان کے جذب اور پاکیزہ وجد میں اور گمراہ پیروں کے دھمال اور شیطانی رقص میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔جب سالک پر مرشد کی توجہ سے فیوضات ربانی اور قوی واردات کا ورود ہوتا ہے تو سالک چیختا ہے مرغ بسمل کی طرح تڑپتا ہے اور ھو کے نعرے لگاتا ہے: آہیں بھرتا ہے اور اس طرح منازل و مقامات سلوک طے کرتا ہے۔ آتش عشق بھڑک اٹھتی ہے اور اس طرح منزل قریب آجاتی ہے **وللّٰہ در القائل**

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند
مست شراب عشق بہ یک آہ می رسند

یعنی جس مقام تک زاہد ہزار چلّوں کے بعد پہنچتا ہے وہاں تک مست شراب عشق ایک ہی آہ میں جا پہنچتا ہے۔

"اللّٰھم اعطنا حبک وحب حبیبک واولیائک حضرت علامہ عبد الغنی النابلسی (حدیقة الندیة)" میں بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اگر نام نہاد فاسق وفاجر متصوفہ نہ ہوں بلکہ سچے صوفیائے کرام کا طریق وجد و تواجد ہو تو **"نور و ھدایة و از توفیق من اللہ و عنایتہ"** یعنی نور ہے ہدایت ہے اور اللہ کی توفیق کا اثر ہے اور اس کی عنایت ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تواجد اور تمایل (دائیں بائیں جھکنا) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: **دعوھم مع اللہ یفرحون۔** ان کو اپنے حال پے چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش ہونے دو

کیونکہ یہ لوگ کبیدہ خاطر اور عشق خداوندی میں خستہ جگر ہیں لہٰذا ان کے لئے کوئی حرج کی بات نہیں۔

اسی طرح "امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افغانی قندھاری ثم بریلوی" اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ" میں جذب اور وجد پر بہت سے دلائل تحریر فرمائے ہیں۔ منجملہ ان میں سے چند یہ ہیں۔ فتاویٰ رضویہ: ج: ۲۴: ص: ۱۵۴: اور: ۹۸: میں تحریر فرماتے ہیں کہ: (بحوالہ حدیقۃ ندیۃ)

"فان طریق الوجد والتواجد الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی هٰذا الزمان وبعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور وهدایة واثر توفیق من اللّٰه تعالٰی وعنایته"۔

یعنی اس لئے کہ وجد اور تواجد کا طریقہ جسے اس زمانے کے سچے فقراء ہی جانتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے زمانے کے لوگ جانتے تھے۔ ایک نور ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی عنایت کا اثر ہوتا ہے۔

اور اسی طرح: ص: ۹۸: میں احیاء العلوم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وقال الغزالی فی الاحیاء ان ابا الحسن النوری رحمة اللّٰه تعالٰی علیه کان مع جماعة فی دعوة فجرت بینهم مسئلة فی العلم وابو الحسین ساکت ثم رفع راسه وانشدهم" یقول:

رب ورقاء هتوفی الضحیٰ — ذات شجو هتفت فی فتن
ذکرت الفا وحزنا صالحا — فبکیت حزنا فحاجت حزنی
فبکائی ربما ارقها — وبکاءها ربما ارقنی
ولقد تشکو فما افهمها — ولقد اشکو فما یفهمنی
غیر انی بالجوی اعرفها — وهی ایضا بالجوی تعرفنی

قال فما بقی احد من القوم الا قام وتواجد ولم یحصل لهم هٰذا الوجد من العلم الذی خاضوا فیه وان کان العلم حق۔ انتهیٰ۔

ترجمہ: چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی دعوت میں ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرماتھے کہ اچانک ان کے درمیان میں ایک علمی بحث چھڑ گئی اور حالت یہ تھی کہ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالکل خاموش بیٹھے تھے۔ پھر اچانک سر اُٹھایا اور یہ اشعار پڑھنے لگے۔ بہت سی کبوتریاں چاشت کے وقت لمبی لمبی آوازیں نکال کر درختوں کے شاخوں پر بولنے لگیں۔ میں نے محبت اور قابل قدر تخم کو یاد کیا۔ پھر میں غم کی وجہ سے رو پڑا۔ اور میرے غم میں اُبال اور جوش آگیا۔ بسا اوقات میری گریہ وزاری نے انہیں نرم کر دیا اور بسا اوقات ان کے آہ وبکاء نے مجھے نرم کر ڈالا۔ بے شک وہ شکوہ و شکایت کرتے ہیں مگر میں تو انہیں نہیں سمجھاتا اور میں شکایت کرتا ہوں تو وہ مجھے نہیں سمجھاتے مگر میں اپنی اندرونی سوز عشق کی وجہ سے مجھے پہچانتے ہیں۔ پھر بقول راوی سب کے سب وجد کرنے لگے اور یہ وجد اس علم کیوجہ سے نہ تھا جس میں وہ اُلجھے ہوئے تھے۔ اگرچہ علم حق ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

ولا شک ان تواجد فیه تشبه باهل الوجد الحقیقی وهو جائز بل مطلوب شرعًا قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم من تشبه بقوم فهو منهم۔[162]

ترجمہ: بلاشبہ اس تواجد میں حقیقی وجد کرنے والوں سے مشابہت ہے اور یہ جائز ہے بلکہ شرعًا مطلوب ہے چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت حزیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔[163]

---

[162] (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنه)

[163] (فتاویٰ رضویہ: ص:۹۸، ۱۵۴: ج:۲۴:)

اسی طرح مولوی فرید فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ میں جلد ا ص ۳۹۷ میں وجد اور جذب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وجد ایک غیر اختیاری امر ہے سلف صالحین پر بھی طاری ہوا ہے لہٰذا اس پر انکار کرنا منکر ہے۔

اور اسی طرح فتاویٰ بلخی المسمیٰ عیون النکات شرح شروط الصلوٰۃ میں جذب اور وجد کے بہت سے دلائل دینے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ولا ینکرھا الا احمق او مجنون۔[164]

یعنی اس حالت شریفہ سے احمق اور مجنون کے علاوہ اور کوئی انکار نہیں کرتا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وجد اور جذب تواجد رقص غشی اور بکا۔ یہ تمام حالت شریفہ اگر ایسے لوگوں سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادر ہو جائیں جو فاسق و فاجر متصوفہ نہ ہوں بلکہ سچے صوفیاء کرام ہوں تو یہ تمام کے تمام حالات شریفہ نور و ہدایت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کا اثر ہے اور اس کی عنایت ہے جیسے کہ حدیقہ ندیہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا۔

فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے جو رد کیا ہے وہ ان لوگوں پر ہے جو کہ فاسق و فاجر ہوتے ہیں۔ خلاف شرع کام کرتے ہیں۔ دین سے دور ہوتے ہیں۔ چرسی ،افیمی ،دیگر نشے وغیرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں نہیں ہوتا جو کہ متصوفہ ہے یعنی بناوٹی پیر۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رد کیا ہے وہ ان لوگوں پر کیا ہے۔

---

164 (ص: ۱۳۱)

نماز کے دوران وجد و اثبات کا حال

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے عارفوں کا وجد اور حال بہت سارے دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور ان کی بہت ساری اقسام میں سے اللہ کا ذکر تلاوت قرآن اور قرآن کریم کی سماعت کے وقت وجد اور حال کی کیفیات وارد ہوتی ہے چونکہ نماز اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن کریم پر مشتمل ہے تو نماز کی حالت میں یقیناً وجد اور حال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

تو بہر کیف کہ وجد اور حال جسم کے ہلنے کی صورت میں ہو یا رونے کی صورت میں یا چیخ مارنے کی صورت میں ہو یا زبان سے آہ اُوہ اُف یا دیگر الفاظ زبان سے خارج ہو یا انسان کے گرنے یا بے ہوش ہونے کی صورت میں ہو یا لطائف کی حرارت تیزی سے حرکت کرنے کی صورت میں ہو جیسا کہ اقسام وجد میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا وجد و حال خاشعین پر نماز کی حالت میں یا نماز سے باہر دونوں صورتوں میں جائز بلکہ ثابت ہے۔ بلکہ اللہ کی جانب سے توفیق سے اور نور اور ہدایت ہے۔ یہاں پر خصوصیت کے ساتھ وجد اور حال نماز کی حالت میں وارد ہو تو اس کے لئے دلائل ملاحظہ کریں۔

(۱): نماز کی حالت میں وجد اور حال پر ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (۱) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (المومنون ۲)

ترجمہ: "یقیناً وہ مؤمن کامیاب ہیں جو نماز کی حالت میں خشوع رکھنے والے ہیں"

اس لئے کہ جو لوگ نماز کی حالت میں خشوع خضوع رکھتے ہیں ان پر ایک قسم کا وجد اور حال اور کیفیت طاری ہوتی ہے کیونکہ نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومن کی معراج ہے۔

(۲): دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر ۲۳)

ترجمہ: قرآن مجید کی آیتیں سننے کے ساتھ ان کی کھال لرزنے لگتی ہے۔

جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ بدن کا لرزنا وجد کی ایک نوع ہے اور پہلے ہم تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ قرآن کریم سننا اور اس وقت بدن کا لرزنا اللہ کا خوف رکھنے والوں کی صفت ہے چونکہ نماز بھی قرآن کریم کی تلاوت پر مشتمل ہے تو لہٰذا نماز میں لرزنا ثابت ہوا۔ اور یہ بھی وجد کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ جیسے پہلے گزر چکا ہے مفصلًا۔

(۳): فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اکمل تجلی ذاتی دنیا میں حالت نماز میں ہوتی ہے۔ اس کے بعد اکمل تجلی ذاتی حالت نزع میں ہوتی ہے اور اس سے اکمل تجلی ذاتی قبر میں ہوتی ہے۔ اور اس سے اکمل تجلی ذاتی میدان حشر میں ہوتی ہے۔ اور اس سے اکمل تجلی ذاتی جنت میں اللہ کے دیدار کے وقت۔

رزقنا اللہ سبحانہ بفضلہ و کرمہ و رحمۃ و بطفیل حبیبہ المکرم صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَسَلَّم و بطفیل مرشدنا الکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آمین

اور جب نماز میں اکمل تجلیات سالکوں پر وارد ہوتی ہیں تو کبھی کبھی گر جانا اور بے ہوش ہو جانا یہ بھی آتا ہے جیسے کہ احادیث کے باب میں تفصیل سے گزر چکا ہے اور بہت ساری مثالیں گزر چکی

ہیں۔جب مختلف احوال وجد کے انہی تجلیات سے آتی ہیں تو آیت کریمہ نماز میں وجد کی دلیل بن گئی ،کیونکہ تجلیات ربانیہ اللہ کی تجلیات نماز میں اتم اور اکمل ہیں۔

اور اسی طرح قرآن مجید کی بہت سی آیتیں پہلے گزر چکی ہیں جو کہ نماز میں وجد اور حال کی دلیل ہیں۔ منجملہ ان میں سے جو تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکاہے تفسیر روح المعانی کی آیت نمبر ۱۵۵:ج:۳:سورہ الاعراف۔

اسی طرح فقہائے کرام اور علمائے دین بھی نماز کی حالت میں وجد وحال ثابت کرتے ہیں۔ان میں سے ہم چند معتبر کتابوں کی عبارات ذکر کریں گے۔

جیسا کہ ہدایہ،عالم گیری،بزازیہ،درمختار،ردمحتار،عنایہ،فتح القدیر،احیاء العلوم،رشحات،عدالسالکین،مقامات خواجہ نقشبند،مکاتیب شریفہ اور کفایہ،اور فقہ علی المذاہب الاربعہ،تاتارخانیہ بحرالرائق،وغیرہ معتبر اور معتمد کتابوں کی عبارات ملاحظہ کریں۔

(۴): علامہ شیخ السلام برہان الدین مرغینانی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور اور معتمد درسی کتاب ہدایہ شریف میں ”باب یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا“میں اس طرح لکھاہے کہ:

فان ان فیہ اوتاوہ او بکی فارتفع بکائہ فان کان من ذکر الجنۃ او النار لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان من وجع او مصیبۃ قطعھا لان فیھا اظھار الجذع و التاسف فکان من کلام الناس۔

ترجمہ:یعنی اگر نمازی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کیا یا اتنا رویا کہ اس کا رونا حروف پر مشتمل ہو جائے تو پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کیوجہ سے طاری ہوئی تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ خشوع پر دلالت کرتی ہے اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کیوجہ سے یہ حالت ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی

ہے کیونکہ اس میں بے چینی اور افسوس کا اظہار ہے۔(اسے عام لوگوں کی باتوں میں سے شمار کیا جاتا ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے)[165]

(۵): اسی طرح کفایہ شرح ہدایہ علیٰ ہامش فتح القدیر :ج:۱:ص:۳۴۶: پر اس طرح لکھا ہے کہ:

"سئلت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا عن الانین فی الصلٰوۃ فقالت ان کان من خشیة اللہ لا تفسد صلٰوتہ و ان کان من الالم تفسد"

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نماز کے دوران رونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ اگر اللہ کے خوف سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی اگر دنیاوی درد یا مصیبت کیوجہ سے ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(۶): اسی طرح فتح القدیر شرح ہدایہ :ج:۱:ص:۳۲۶: پر ترمذی شریف کی حدیث کے حوالے سے (وهو يصلي ولجوفه عزيز كعزيز المرجل) "وهٰذا حجة على الشافعي من انه قول ان الانين والتاوه والبكاء يقطع الصلٰوة مطلقًا اذا حصل منه حرفان لان يعزيز المرجل يحصل الحروف لمن يصغى"

ترجمہ: یہ حدیث مبارکہ حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حجت ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دوران نماز آہ اوہ کی آواز نماز کو توڑ دیتی ہے جبکہ یہ الفاظ زبان سے خارج ہو جائیں۔اس لئے کہ ہانڈی کے اُبلنے سے حروف حاصل ہوتے ہیں اگر کان لگا کر سنا جائے۔

[165](هداية۔ج: ۱:ص ۱۳۵)

(۷):اسی طرح عنایہ شرح ہدایہ علی ھامش فتح القدیر ج۱ ص ۳۴۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

فان ان فیھا او تاوہ۔ الخ۔ الانین صوت المتوجع وقیل ھو ان یقول آہ والتاوہ ان یقول اوہ۔ وارتفاع البکاء ھو ان یحصل بہ حروف وکل ذلک اما ان یکون من ذکر الجنۃ او النار او من وجع او مصیبۃ فان کان الاول لم یقطعھا لانہ یدل علی زیادۃ الخشوع وان کان الثانی قطعھا لان فیہ اظھار الجزع والمصیبۃ فکان کل منھما دلیلا علی امر (علیحدۃ) والدلالۃ تعمل عمل الصریح اذا لم یکن ھناک صریح یخالفھا ولو صرح بذکر الجنۃ او النار فقال اللّٰھم انی اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار لم یفسد صلٰوتہ ولو صرح باظھار الوجع فقال اللّٰھم انی مصاب فسدت صلوتہ فکذلک بالدلالۃ اذ لیس ثم صریح یخالفھا۔

ترجمہ: اگر ایک شخص دوران نماز آہ یا اوہ کرتا ہے۔(الانین) درد مند کی آواز کو کہتا ہے۔ کسی نے کہا آہ اوہ کرنے کو الانین کہتے ہیں اور ارتفاع البکاء اس کو کہتے ہیں کہ رونے کے ساتھ حروف حاصل ہو جائیں۔ ہر ایک امور مثلاً جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہو یا دنیاوی مصیبت کی وجہ سے ہو۔ اگر جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ اللہ کے خوف کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کی فریاد اور مصیبت کا اظہار دونوں جدا جدا صورتیں ہیں۔

یہ دلیل صریح ہے اگر دوسری صریح اس کے خلاف نہ ہوں۔ اور اگر جنت یا جہنم کی یاد کی وجہ سے ہو تو تصریح کرلے کہ یا اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر دنیاوی مصیبت کے اظہار کی تصریح کی کہ میں درد میں ہوں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دلالت کی صورت میں بھی حکم ہے کہ اس کے آہ یا اوہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسے کوئی تکلیف ہے اور اس طرح کے الفاظ ادا کرتا ہے کہ اے اللہ: مجھے مصیبت پہنچی ہے، میں

مصیبت زدہ ہوں تو نماز فاسد ہوتی ہے۔اور اسی طرح دلالت کی صورت میں بھی حکم ہے اس لئے کہ صریح اس کے خلاف موجود نہیں۔

(۸): اسی طرح بحر العلوم واقف مذاہب اربعہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الفقہ المذاہب اربعہ (ج۱ص۳۰۰) پر تحریر فرماتے ہیں:

الانین و التاوہ و التافف و البکاء اذا اشتملت علی حروف مسموعۃ فانھا تبطل الصلٰوۃ الا اذا کانت ناشئۃ من خشیۃ اللہ تعالیٰ او من مرض بحیث لا یستطیع منعھا و ھٰذا الحکم متفق علیہ بین الحنفیۃ و الحنابلۃ"۔

یعنی نماز میں آہ اوہ اف کرنا اور اسی طرح رونا کہ حروف مسموعۃ پر مشتمل ہوں تو یہ چیزیں نماز کو فاسد کرتی ہیں مگر جب یہ حالت اللہ کے خوف کیوجہ سے صادر ہو یا ایسے مرض کیوجہ سے ہو جس میں حالت مذکورہ کے منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ حکم حنفیہ و حنابلہ کے مابین متفقہ ہے۔(یعنی نماز فاسد نہیں ہوتی)

شوافع کہتے ہیں کہ اگر اس طرح رونا ہو کہ دو حروف حاصل ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن حدیث ترمذی اور ابو داؤد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حجت ہے۔ حروف کے علاوہ اور قسم کے بھی وجد ہیں جو دوران نماز حنفی و حنبلی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم مانتے ہیں۔ نماز کے علاہ وجد اور حال کی تمام اقسام پر مذاہب اربعہ متفق ہیں۔

(۹): اسی طرح (الشیخ العلامہ زین الدین ابن نجیم بحر الرائق:ج:۲: ص:۳۰ سے ۴ تک علامہ زین الدین ابن نجیم قدس سرہ) فرماتے ہیں:

"و الانین و التاوہ و ارتفاع بکائہ من وجع او مصیبۃ لا من ذکر جنۃ و نار ای یفسدھا اما الانین فھو ان یقول او کما فی الکافی و التاوہ ھو ان یقول اوہ۔۔۔ و اما اتفاع البکاء فھو ان

یحصل بہ حروف وقولہ لا من ذکر جنۃ او نار عائد الی الکل فالحاصل انھا ان کانت من ذکر الجنۃ او النار فھو دال علی زیادۃ الخشوع ولو صرح بھما فقال اللّٰھم انی اسئلک الجنۃ واعوذ بک من النار لم تفسد صلٰوۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فھو دال علی اظھارھما فکانہ قال انی مصاب (فتفسد صلٰوۃ)"۔

ترجمہ: یعنی نماز میں آہ اوہ اور حروف پر مشتمل رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جب دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے صادر ہو اور اگر جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے یہ حالات پیش آجائیں تو پھر نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انین یہ ہے کہ "آہ" کریں اور تاوہ کا مطلب یہ ہے کہ "اوہ" کریں اوبکاء مرتفع کا یہ ہے کہ اس کے ساتھ حروف بھی صادر ہو جائیں اور "لا من ذکر جنۃ او نار" کا قول "آہ" "اوہ" اور "بکاء" مرتفع تینوں کی طرف راجع ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کیوجہ سے ہو جائے تو زیادت خشوع کی دلیل ہے۔ اور نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر جنت اور دوزخ پر تصریح کر دی پس اس طرح کہا کہ اے اللہ: میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو تب بھی زیادت خشوع کی دلیل ہے اور اگر یہ حالت دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر بھی اس درد اور مصیبت کی دلیل ہے پس گویا اس نے کہا کہ میں مصیبت زدہ ہوں۔ (تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائیگی)

(۱۰): اسی طرح فتاویٰ تاتارخانیہ: ج:۱: ص:۵۷۹: پر علامہ علاؤ الانصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ولو ان فی صلٰوۃ او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ وفی الخانیۃ فحصل لہ حروف فان کان من ذکر الجنۃ او النار فصلٰوتہ تامۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فسدت صلٰوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھا اللہ تعالٰی۔"

یعنی اگر کسی نے نماز میں آہ۔اوہ کی یا رویا اور اس کا رونا مرتفع (اونچا) ہو گیا اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ مرتفع رونا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے حروف حاصل ہو جائیں پس اگر یہ حالت جنت اور دوزخ کی یاد کی وجہ سے طاری ہو جائے تو نماز تام اور کامل ہے اور اگر دنیاوی درد اور مصیبت کی وجہ سے طاری ہو تو اس کی نماز فاسد ہو گی۔یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں کا قول ہے۔

(۱۱):اسی طرح علامہ شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی مراقی الفلاح:ص:۱۷۴:پر تحریر فرماتے ہیں:

"الوجدمراتب وبعضہ یسلب الاختیار فلاوجہ لمطلق الانکار وفی التاتارخانیۃ مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاتہ کحرکات المرتعش۔آہ"

یعنی وجد کی کئی اقسام ہیں ایک وجد ایسا ہوتا ہے جو اختیار کو سلب کر لیتا ہے۔پس مطلقاً انکار کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے مغلوب الحال سالک جس کی حرکات مرتعش کی حرکات کی طرح بغیر اختیاری ہوتی ہیں(اس کے لئے نماز کے اندر بھی یہ حالت جائز ہے)۔

(۱۲):اسی طرح فتاویٰ عالمگیری:ج:۱:ص:۱۰۰:پر مرقوم ہے کہ:

"ولو ان فی صلٰوۃ او تاوہ او بکی فارتفع بکائہ فحصل لہ حروف فان کان من ذکر الجنۃ او النار فصلٰوتہ تامۃ وان کان من وجع او مصیبۃ فسدت صلٰوتہ ولو تاوہ لکثرۃ ذنوب لا یقطع الصلٰوۃ وتفسیر الانین ان یقول آہ،آہ،وتفسیر التاوہ ان یقول اوہ۔کذافی التاتارخانیۃ"۔

یعنی اگر کسی نے نماز میں آہ کی یا اوہ کہا یا بکاء مرتفع سے رویا جس کی وجہ سے حروف حاصل ہوں پس اگر یہ حالت جنت یا دوزخ کی یاد کی وجہ سے ہو تو نماز صحیح اور کامل ہے اور اگر یہ حالت دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو تو پھر نماز فاسد ہے اگر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے "اوہ" کیا تو بھی نماز فاسد

نہیں ہے۔انین کی تفسیر یہ ہے کہ "آہ آہ" کریں اور تاوہ کی تفسیر یہ ہے کہ "اوہ" کریں۔(فتاویٰ تاتارخانیہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے)۔

(۱۳): اسی طرح فتاویٰ بزازیہ علی ھامش عالمگیری: ج:۱: ص:۱۳۶: پر عبارت اس طرح ہے کہ:

"وان ارتفع صوته فحصل به حروف ان كان من ذكر الجنة او النار لم تفسد صلٰوة وان كان من وجع او مصيبة تفسد صلٰوة"۔

یعنی اگر نماز میں آواز مرتفع ہو گئی اور اس سے حروف حاصل ہوں تو اگر جنت یا دوزخ کی یاد کیوجہ سے ہے تو نماز فاسد نہیں ہوتی اور اگر دنیاوی درد یا مصیبت کی وجہ سے روئے تو پھر نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۴): اسی طرح علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بغداد کے مشہور قاضی و مفتی ہیں نماز میں وجد کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

"واجيب بانها غير اختيارية مع وجود العقل والشعور وهى كالعطاس والسعال ومن هنا لا ينتقض الوضوء بل لا تبطل الصلٰوة"

یعنی میں منکرین وجد کو جواب دیتا ہوں کہ نماز میں وجد یا آہ اوہ اف اف کرنا یہ حالات غیر اختیاریہ ہیں عقل و شعور کے ساتھ اس کی مثال کھانسی اور چھینک کی سی ہے جو ایک غیر اختیاری فعل ہے اس وجہ سے اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔[166]

---

[166] (تفسیر روح المعانی ص ۸٦ ج ۹)

(۱۵): اسی طرح علامہ شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۶ پر فرماتے ہیں:

لا لذکر جنۃ او نار الخ۔ لان الانین ونحوہ اذا کان بذکرھما کانہ قال اللّٰھم انی اسئلک الجنۃ واعوذبک من النار ولو صرح بہ لا تفسد صلٰوتہ۔

یعنی جنت اور جہنم کے خیال کی وجہ سے اگر یہ امور صادر ہو جائیں تو نماز فاسد نہیں ہو گی اس لئے کہ الانین وغیرہ کبھی جنت یا جہنم کی یاد پر مشتمل ہوتی ہے جیسا کہ ایک شخص کہتا ہے یا اللہ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس طرح تصریح کرتا ہے تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نیز تاوہ یا تافیف کی تفسیر میں لکھا ہے:

التاوہ قال فی شرح المنیۃ بان قال اوہ بفتح الھمزۃ وتشدید الواو مفتوحۃ او بضم الھمزۃ واسکان الواو او قال آہ بمد الھمزۃ؛ وذکر فی الحلیۃ فیہ ثلاث عشرۃ لغۃ ساقھا فی البحر والتافیف قال فی الحلیۃ اُف اسم فعل لا تضجر وفیہ لغات انتھت الی اربعین منھا ضم الھمزۃ مع تثلیث الفاء مخففۃ اُف ومشدودۃ اُف منونۃ او غیر منونۃ اف۔ الخ۔

ترجمہ: اوہ کے بارے میں شرح مُنیہ میں لکھا ہے یا تو الف پر فتح ہو واوَ پر تشدید مفتوحہ یعنی اَوّہ اور یا اوہ کے الف پر ضمہ اور واو ساکن یعنی اُوْہ اور یا آہ ہمزہ پر مد کے ساتھ۔ اور حلیہ میں اس کے (۱۳) عدد لغات ذکر کئے ہیں جو کہ بحر الرائق میں موجود ہیں۔ اور تافیف کے بارے میں حلیہ میں ہے کہ یہ اسم فعل ہ۔ یعنی دل چھوٹا نہ کریں۔ اور اس میں تقریباً چالیس عدد لغات ہیں۔ بعض اس میں سے یہ ہیں۔ ہمزہ ضمہ کے ساتھ اور فا پر تینوں حرکات ہیں یعنی زبر زیر اور پیش۔ یا ف غیر مشددہ ہو یا مشددہ ہو یا تنوین کے ساتھ ہو یا بغیر تنوین کے ہو۔

(۱٦): اسی طرح علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مختار: ج:۱:ص:۴۱٦: پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فلو اعجبته قرآءة الامام فجعل يبكى ويقول بلى او نعم او ارى لا تفسد لدلاته على الخشوع"۔

یعنی اگر کسی کو امام کی قراءت اچھی لگی اور وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ جی ہاں بالکل تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس کی دلالت عاجزی پر ہے۔ یعنی یہ خشوع اور خضوع پر دلالت کرتی ہے۔

(۱۷): اسی طرح فتاویٰ امجدیہ میں مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں کہ: "ذکرِ جنت و نار پر اگر گریہ طاری ہو اور آہ اُف وغیرھما الفاظ زبان سے نکل گئے تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر ایک دو قدم ایسی حالت میں آگے یا پیچھے ہٹ گیا جب بھی حرج نہیں" (در مختار میں ہے) **"لا لذكر جنة او نار"** (رد المحتار میں ہے) **"لان الانين ونحوه اذا كان بذكر هما صار كانه قال اللّٰهم انى اسئلك الجنة واعوذبك من النار ولو صرح به لا تفسد صلٰوته"**[167]

(۱۸): مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ: "جنت و دوزخ کی یاد سے اگر آہ یا اُف وغیرہ بھی منہ سے نکل جاوے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی"[168]

رشحات نمبر ۴ پر لکھتے ہیں کہ:

"وھم وی میگفت کہ یکی از علماء رسوم نزد شیخ ما آمدہ بود میگفت حال اہلِ رقص وسماع از دو حال بیرون نیست یاد ران وقت شعور دارند یا ندارند اگر شعور دارند باوجود

---

[167] (فتاویٰ امجدیہ: ج:۱:ص:۱۸۱)
[168] (امداد: ج:۱:ص:۲۷۸)

شعور حـــرکت ورقص واظہـار بیخودی بغـایت قبیح است واگر شعور ندارند بعـد از شعور طہـارتـــ نکردہ نمـاز میگزارند قبیح تراست۔

شیخ درجوابـ آن دانشمـند گفتنـد کہ اسـبابـ نقض یکے آن است کہ عقـل مسـلوبـ می شود چنـانچـہ مجانین راواقع است ودیگری آن کہ عقـل مسـتور میگردد چنـانچـہ در حـال اغمـاء میباشـد اما بی شعوریٔ این طـائفـہ در حـال رقص وسمـاع نہ مسـلوبـ شـدن عقـل است ونہ مسـتور شـدن عقـل است بلکہ این بی شعوری راجہتـ آنستـ کہ دران محـل عقـل کلی ازعـالم الٰہی برین عقـل جزوی قابض گردد و در مملکتـ وجود سـالک حـاکم وغـالب میشود واین عقـل کلی را قوتـ وقدرتـ آن ہستـ کہ تدبیـر وضبط عـالمی کنـد چـہ جـائے تدبیـر وضبط بدن وبدن دران حـال درظـل حمـایت وتدبیـر اوست وآن عقـل کلی مدبر درمقـام حفظ ونگہـداشت او بلکہ نواقض وضوء درآن محـل نمی ماند چـہ طـالب صـادق دران محـل از طبیعتـ واحکام او بـہ تمـام بیـرون می آید واز لوازم بشـریت خـلاص میشود پـس در ان وقت بـہ تجـدید وضوء اصلًا احتیاج نیفتد"۔

ترجمہ: اور یہ مبارک فرماتے ہیں کہ ایک شخص علمائے ظواہر میں سے میرے پیر صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ اہلِ وجد اور جذب اور اہلِ رقص اور سماع والوں کا حال دو حالتوں سے باہر ممکن نہیں۔ یا تو اس وقت ان کو شعور ہو گا یا نہیں ہو گا۔ اگر شعور ہے اور باوجود شعور کے یہ حرکات کرتے ہیں تو برا ہے اور اگر شعور نہیں ہے اور وضو کے بغیر نماز پڑھتا ہے تو یہ اس سے بھی برا ہے۔

اس سلسلے میں شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ وضو ٹوٹنے کا ایک سبب عقل کا سلب ہونا ہے جیسا کہ پاگلوں کے ساتھ واقع ہوتا ہے اور دوسری وجہ عقل کا مستور ہونا ہے۔ جیسا کہ بے ہوشی کے عالم میں عقل مستور ہو جاتی ہے جبکہ اہلِ تصوف کی بے شعوری درحالِ رقص و سماع اور درحالِ جذب ووجد اس میں نہ عقل مسلوب ہوتی ہے اور نہ عقل مستور ہوتی ہے۔ لیکن اس بے شعوری کی توجیہ اس مقام پر یہ ہے کہ عقل کلی عالمِ الٰہی سے عقل جزوی پر حاوی اور قابض ہو جاتی ہے اور سالک کے وجود کی مملکت پر حاکم وغالب ہو جاتی ہے اور عقلِ کلی کو یہ قدرت اور قوت حاصل ہے کہ سارے عالم کی تدبیر ضبط کرے۔ رہ گیا صرف ایک بدن کی تدبیر وضبط تو بدن اس حالت میں ظل حمایت اور تدبیر میں ہوتا ہے اور اس وقت عقلِ کلی مقامِ حفاظت ونگہداشت میں بدن کا مدبر ہوتا ہے تو نواقضِ وضو نہیں رہتا اس محل میں کیونکہ مرید صادق اس حالت میں طبیعت اور احکامِ طبیعت سے بالکل باہر ہوتا ہے اور لوازماتِ بشریت ختم ہو جاتے ہیں تو اس حالت میں تجدیدِ وضو کی بالکل احتیاج نہیں رہتی۔ اس لئے کہ نہ عقل زائل ہوئی نہ مستور ہوئی ہے بلکہ مغلوب ہوئی ہے یہ عقل و شعور باقی ہے مگر اختیار سلب ہو گیا ہے۔

لہٰذا اس عبارت شریفہ سے بھی علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر کی تائید ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ وجد وحال کی حالت میں عقل و شعور باقی رہتا ہے جبکہ اختیار سلب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر نماز کی حالت میں یہ وجد وحال آجائے تو بھی نہ وضو ٹوٹے گا اور نہ نماز فاسد ہو گی جیسے کہ روح المعانی کی عبارت میں گزرا۔

(۲۰): اسی طرح شیخ ابو الحسن محمد باقر بن محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف مقامات حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: مقصد سوئم: ص:۱۵۵: باب بیانِ کراماتِ حضرت شاہِ نقشبند:

میں اور شیخ صلاح بن مبارک بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف: عدۃ السالکین قسم چہارم: باب کراماتِ خواجہ بزرگ: ص: ۱۸۲: پر حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت سے حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امامت کا واقعہ جو انہوں نے علاقہ سفید مون بخارا میں حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے باغ میں ادا کی تھی اور وہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"بباغ در آمدند وقت نماز پیشین شدہ بود بنماز مشغول شدند مولینا ابو بکر افسنجی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ راامامت فرمودند بعد از تکبیر تحریمہ غایتی گزشتہ از مولانا ابو بکر رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ ہیچ حرکت صادر نشد حضرت خواجہ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ او را از محراب بیرون آوردند خود بہ امامت مشغول شدند ہیبتی در آن قوم پیدا شدہ بود بر ہر یکی کیفیتی تصرف کرد کہ نتوانستند نماز گزاردن۔ آن جماعت کہ دران باغ بودند ہفتاد تن بودند ہر یکی را حالتی بود بعضی می گریستند و بعض در خاک میغلطیدند و بعضی بطرف صحرا رو آوردہ بود و مولانا ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمامہ ودراعہ را انداختہ بودند بہر طرف می رویدند و میگفتند دلیل من رنجیدہ مست وخاک بر سر میکرد"۔

ترجمہ: جب باغ میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے تو ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا نماز میں مشغول ہو گئے اور حضرت مولانا ابو بکر افسنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امامت کیلئے آگے کیا۔ جب مولانا صاحب نے تکبیر تحریمہ کہی تو کافی دیر تک ان سے کوئی حرکت صادر نہ ہو سکی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں محراب سے پیچھے کیا اور خود مصلۂ امامت پر امامت

کرنے میں مشغول ہوئے تو اس دوران آپ کی اقتداء میں جتنے لوگ تھے سب پر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو گئی اور ہر مقتدی پر ایسی کیفیت نے غلبہ کیا کہ اس میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ یہ جماعت جو باغ میں نماز ادا کر رہے تھے (۷۰) افراد پر مشتمل تھی اور ہر شخص کو الگ الگ حال در پیش ہوا۔ کوئی رو رہا تھا تو کوئی خاک میں لوٹ رہا تھا اور کوئی صحرا کی طرف دوڑ رہا تھا جبکہ مولانا ابو بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عمامہ کوٹ اور جبہ پھینکا ہوا تھا اور چاروں طرف گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میری دلیل خفا ہو گئی اور مٹی اپنے سر پر ڈال رہے تھے۔

اسی طرح کی حالت ہمارے مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز اور صحبت میں بعض دوستوں پر طاری ہوتی ہے اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حقیقی نقشبندی ولی ہیں اور صاحبِ انوار و فیوضات ہیں اور صداقت کے ساتھ اپنے متقدمین بزرگانِ طریقت کے نقشِ قدم پر گامزن ولی اللہ اور صاحبِ وقت ہیں۔

"الحمد للہ تعالیٰ افاض اللہ علینا من فیوضاتہ دائما آمین"۔

اس واقعہ سے اگر ایک طرف نماز میں وجد و حال کا اثبات ہوتا ہے تو دوسری طرف یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلۂ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں کتنا جذب و وجد اور حال موجود ہے جیسا کہ روح المعانی کی عبارت میں بھی یہ گزرا کہ:

"وقد شاھدنا ذلک فی الخالدین من اھل طریقة نقشبندیة" اور حضرت خواجہ شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مکاتب شریف کی بعض عبارات بھی پہلے نقل کی جا چکی ہیں کہ حضرت شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین پر کس قسم کا وجد و حال آیا کرتا تھا اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوب نمبر ۳۰۲:ج:۱: کی عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے جس

میں کثرتِ وجد وحال کو مقامِ ظلال میں ثابت کیا تھا اور احیانًا تجلی ذاتی کے مقام میں بھی تغیرِ احوال غشی دک وفک ثابت کیا تھا تو ابھی آپ خود فکر کریں کہ بعض منکرین تو اپنے آپ کو نقشبندیوں میں شامل کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنے اسلاف کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔ اگر یہ منکرین جو اپنے آپ کو نقشبندیوں میں شامل کرتے ہیں اگر انہیں اپنے اسلاف کے بارے میں علم ہوتا تو کبھی بھی یہ وجد وحال سے منکر نہ ہوتے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو نقشبندی کہتے ہیں حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

کارِ شیطان می کند نامش ولی — گرولی اینست لعنت بر ولی
از بروں چون گور کافر پُر حلل — وزدرون قہر خدائی عزوجل

ترجمہ: شیطان کے کام کرنے والا اپنے آپ کو ولی کہے تو اگر ولی ایسا ہو جو شیطانی کام کرتا ہو تو ایسے ولی پر لعنت ہے۔ باہر سے کافر کی قبر کی طرح خوبصورت نظر آئے اور اندر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو رہا ہو گا۔

الغرض: میرے عزیز بھائیو! وجد وحال خارج از نماز اور عین نماز کی حالت میں اولیائے کرام خاشعین اور حقیقی اہلِ تصوف کیلئے کتاب اللہ سنت رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم اور اجماعِ امت کے ساتھ ثابت ہے اور اس امرِ حق سے انکار کرنا کفر، زندیقیت اور الحاد ہے۔

منکرینِ وجد وتواجد کے شبہات اور ان کے جوابات

منکرینِ وجد وحال یک طرفہ روایتوں اور مطلق عبارتوں سے کام لے کر سادہ لوح اور کم فہم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جیسا کہ منکرین نے یہی طرز اپنایا ہے۔ اس باب میں ایسی یک طرفہ

عبارات اور روایتوں کا صحیح محمل بیان کیا جائے گا اور ان کے جوابات قویہ کا ذکر کیا جائے گا کہ کہیں دوسرے منکرین وزندیق کسی سادہ وکم فہم کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ (فاقول وباللہ التوفیق)

اعتراض اول: منکرین اعتراضاً کہتے ہیں کہ سیدہ اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا گیا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا حال قرآن پاک سنتے وقت کیسا ہوتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، بدن لرزرہا ہوتا، تو کسی نے کہا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ قرآن پڑھا جائے تو بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعوذ باللہ پڑھی۔ اور اسے شیطانی کام قرار دیا تو معلوم ہوا وجد وحال اور جذب ایک شیطانی عمل ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک عراقی آدمی پر گزرے جو بیہوش تھا تو آپ نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ حاضرین نے کہا کہ جب اس کے سامنے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے یا ذکر کیا جاتا ہے تو اس پر یہ حالت آتی ہے تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ کبھی ہم نہیں گرتے اور پھر فرمایا کہ اس کے پیٹ میں شیطان گھس گیا ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرزِ عمل ایسا نہ تھا۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ وجد وحال اور بے ہوشی شیطانی عمل ہے۔ دوسرا یہ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ بعض لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قرآن پاک اس سے زیادہ پاک اور معزز اور عظیم ہے کہ لوگوں کی عقل زائل کرے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

دوسرا یہ کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ قرآن سنتے وقت بے ہوش ہو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا! کہ اسے کوٹھے کی چھت پر بٹھاؤ اور اول تا آخر ان کو قرآن پاک

سناؤ اگر بے ہوش ہو کر گر جائیں تو صادق ہیں ورنہ کاذب اور ریاکار ہیں تو ان سب روایات سے وجد وحال کی نفی ثابت ہوئی۔ "الجواب بعون الملک الوھاب"

اولًا: تو ان تمام عبارات سے صرف اور صرف غشی (بے ہوشی) کی نفی معلوم ہوتی ہے اور بے ہوشی کے علاوہ باقی اقسام کے وجد وحال کی نفی بالکل ثابت نہیں ہوتی تو منکرین جو ان روایات کیوجہ سے مطلق وجد وحال کی نفی کرتے ہیں یہ ان کی اعلیٰ درجہ کی حماقت، جہالت اور بلادت (کند ذہنی) ہے اور علی الاعلان عناد مع الحق ہے۔

ثانیًا: کہ اگر بے ہوشی یا غشی علی الاطلاق شیطانی حال ہے تو العیاذ باللہ پھر حضرت آدم، موسیٰ، داؤد اور سید المرسلین علیہم السلام، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عمر فاروق، حضرت ابن عمر، حضرت جعفر صادق، حضرت ثعلبہ انصاری، حضرت ابو ہریرہ، امام شافعی، زرادہ تابعی، ربیع بن اخثم تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور دوسرے بہت سارے اصحاب اور تابعین اور ائمۂ دین پر غشی وبے ہوشی آتی تھی جیسا کہ پہلے باب میں احادیث وآثار میں مفصلًا گزر چکا ہے۔

ثالثًا: ان عبارات کی نفی کیلئے ایک خاص محمل ہے اور وہ یہ ہے کہ ان اکابر نے ان لوگوں کی غشی اور بے ہوشی تکلفًا اور مکرًا مانا تھا تو اس سے صادقین اور حقیقی غشی کی نفی کبھی نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ عام حالات میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قوت استعداد کی وجہ سے غشی نہ آتی تھی۔ اس لئے عام حالات میں غشی کی نفی کرتے ہیں۔ تسلی کیلئے تفسیر مظہری اور روح البیان کی عبارات ملاحظہ کریں جو پہلے گزر چکی ہیں لیکن تھوڑے تھوڑے ضروری حصے ادھر بھی ملاحظہ کریں کہ اعتراض کا تسلی بخش جواب ہو جائے۔

(۱): علامہ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **تفسیر مظھری: ج:۸: ص: ۲۰۹: سورۃ زمر: آیت: ۲۳**: کی تفسیر میں مذکورہ بالا اعتراض کے جواب میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

"وجه طريان هٰذه الحالة كثرة نزول البركات والتجليات مع ضيق حوصلة الصوفي وضعف استعداده وانما لم توجد هٰذه الحالة فى الصحابة مع وفور بركاتهم لاجل سعة حواصلهم وقوة استعداد هم ببركة صحبة النبى صَلى الله تعالىٰ عليه وَاٰله وَسلّم واما غير الصحابة من الصوفية فعدم طريان تلك الحالة عليهم اما لقلة نزول البركات واما لسعة الحوصلة (الى ان قال) وقول ابن عمر ان الشيطان يدخل فى جوف احدهم وكذا استعاذة اسمآء فمحمول على انهما زعما غشى ذلك الرجل تكلفًا ومكرًا ولذا نسباه الى الشيطان وانما كان انكار تلك الحالة منهما لعدم طريان تلك الحالة عليهما وعلى امثالهما بناء على وسعة الحوصلة وقوة الاستعداد ويدل على ماقلت انه ذكر عند ابن سيرين الذين يصرعون اذا قرئ عليهم القرآن فقال بيننا وبينهم ان يقعد احدهم على ظهر بنية باسطا رجليه ثم يقرء عليهم القرآن من اوله الى آخره فان رمى بنفسه فهو صادق حيث علق صدقه على رمى نفسه من ظهر بنية رتفعة فعلم منه انه حمل صرعه على الكذب والتكلف۔الخ" (مظهرى)

ترجمہ: غشی اور بے ہوش ہونے کی حالت آنے کی وجہ یہ ہے۔ برکات و تجلیات کا کثرت سے نزول ہوتا ہے اور صوفی اور سالک کا حوصلہ پست ہوتا ہے اور استعداد ضعیف ہوتی ہے اور اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عام حالات میں یہ حالت نہیں آئی (اگرچہ احیانًا آئی ہے) حالانکہ ان پر تو زیادہ برکات و تجلیات کا نزول ہوتا تھا لیکن ان کے حوصلے پختہ اور استعداد قوی تھے جس کی وجہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کی برکت تھی اور جو صحابہ کرام کے علاوہ عام صوفیاء کرام ہیں جن پر یہ حالت نہیں آتی تو اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یا تو ان پر نزول

برکات کم ہو گی۔ دوم یہ کہ ان کی استعداد زیادہ اور قوی ہو گی۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول کہ بے شک شیطان اس شخص کے پیٹ میں گھس گیا اور اس طرح حضرت اسماءرضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اعوذ باللہ پڑھنا محمول ہے ان اشخاص کے تکلف اور مکر پر (اس سے حقیقی غشی کی تردید مراد نہ تھی) اسی وجہ سے اس کی نسبت انہوں نے شیطان کو کی۔ (اگر کہیں تکلفاً غشی پر تردید محمول نہ ہو تو پھر صحیح تاویل یہ ہو گی کہ) اس حالت سے ان دونوں مبارکوں نے اس وجہ سے انکار کیا کہ عام حالت میں ان اشخاص کی مثل قوت استعداد زیادہ ہونے کیوجہ سے آپ دونوں پر غشی نہ آئی ہو اور میری اس مذکورہ دلیل پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ ہوا جو قرآن سن کر بے ہوش ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے مابین صداقت کا حال معلوم کرنے کی یہ شرط ہے کہ ان میں سے ایک شخص کو ایک کوٹھے کی چھت پر اس طرح بٹھایا جائے کہ اس کے پاؤں لٹک رہے ہوں اور اس پر اول سے آخر تک پورا قرآن پڑھا جائے تو اگر اس نے اپنے آپ کو چھت سے نیچے گرایا اور بے ہوش ہو گیا تو پھر صادق ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو اونچی جگہ سے گرا کر بے ہوش ہونے سے انہوں نے اپنی صداقت ثابت کر دی۔ لہٰذا ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ آپ نے بھی اس شخص کا بے ہوش ہونا جھوٹ اور تکلف پر محمول کیا۔ نہ یہ کہ صادقین کیلئے حقیقی غشی کے منکر تھے کلا وحاشا ثم کلا وحاشا۔

(۲): اسی طرح علامہ عارف باللہ اسماعیل حقی بروسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر **روح البیان شریف: ج:۸: ص: ۱۰۰: سورۃ زمر: آیت: ۲۳:** کی تفسیر میں مذکورہ بالا اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"یقول الفقیر لا شک ان القدح والجرح انما هو فی حق اهل الریاء والدعوی وفی حق من یقدر علی ضبط نفسه کما اشار علیه السلام بقوله (من عشق وعف وکتم ثم مات مات شهیدا) فان من غلب علی حاله کان الادب له ان لا یتحرک بشیٔ لم یؤذن فیه واما من غلب علیه الحال وکان فی امره محقا لا مبطلا فیکون کالمجنون حتی یسقط عنه القلم فبای حرکة تحرک کان معذورا فیها فلیس حال اهل البدایة والتوسط کحال اهل النهایة لا یقدر علیه من دونهم وکان الاصحاب ومن فی حکمهم ممن جاء بعدهم راعوا الادب فی کل حال ومقام بقوة تمکینهم بل لشدة تلوینهم فی تمکینهم فلا یقاس علیهم من لیس له هذا التمکین فرب اهل تلوین یفعل ما لا یفعله اهل التمکین وهو معذور فی ذلک لکونه مغلوب الحال ومسلوب الاختیار۔"[169]

ترجمہ: فقیر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ غشی کی قباحت وجرح صرف ریاکار اور اہلِ دعویٰ لوگوں کے حق میں ہے اور ان لوگوں کے حق میں ہے جو اپنے نفس کو کنٹرول کرنے پر قادر ہوں (اور ویسے ہی مکراً وتکلفاً غشی کا اظہار کریں) جیسا کہ اشارہ کیا ہے ہمارے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس حدیث میں (جو شخص اللہ تعالیٰ پر عاشق ہو جائے اور اپنے عشق کو مخفی رکھے حتی کہ وفات پا جائے تو وہ شہید مرا) تو اگر سالک پر حال غالب ہوا تو اس کیلئے اب یہ ہے کہ کوئی غیر شرعی حرکت نہ کرے اور اگر کسی سالک پر حال غالب ہو اور اپنے کام میں حق بجانب ہو باطل نہ ہو تو اس کی مثال پاگل کی طرح ہے کہ مرفوع القلم ہے اور جس طرح کی بھی حرکت کرے اس میں یہ

[169] (تفسیر روح البیان: ج:۸: ص: ۱۰۰)

معذور ہے اور مبتدی کا حال متوسط اور منتہی کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ منتہی جس چیز پر قادر ہوتا ہے اس کے ماتحت اس پر قادر نہیں ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور وہ جو ان کے حکم میں تھے اور جو بعد میں آئے تھے انہوں نے ہر حال اور ہر مقام میں ادب کی رعایت کی تھی جس کی وجہ سے قوت تمکین بلکہ شدت تلوین فی التمکین تھی لہٰذا ان پر وہ لوگ قیاس نہیں کئے جائیں گے جن کو ان کے برابر تمکین حاصل نہ ہوں تو بہت سے اہلِ تلوین ایسے کام کر جاتے ہیں جو اہلِ تمکین یعنی اہلِ صحو نہیں کرتے کیونکہ یہ اہلِ تلوین اس میں معذور ہوتے ہیں کیونکہ مغلوب الحال اور سلوب الاختیار ہوتے ہیں۔ (فاندفع الاشکال فھٰذا غیرہ)۔

اعتراض ثانی: منکرین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لایجوز القصد الیہ والجلوس علیہ" تو اس سے اہل تصوف کے سماع اور رقص کی حرمت ثابت ہورہی ہے۔ "الجواب بعون الملک الوھاب"۔

یاد رکھیں یہ بات کہ ایک صوفیاءِ کرام ہوتے ہیں اور ایک متصوفہ۔

صوفیاءِ کرام وہ ہوتے ہیں جن کا ظاہر شریعت محمدی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ظاہر کے ساتھ اور ان کا باطن سے آراستہ ہو اور وہ انوار و تجلیات ربانیہ سے بہرور ہوں تو ان کا وجد وحال اور رقص و سماع حق و ثابت ہے جس کے بارے میں کافی دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔

متصوفہ وہ ہوتے ہیں جو تصوف کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ یہ شریعت کے ظاہر پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور نہ ہی باطن کے حال سے واقف ہوتے ہیں بلکہ دھوکے کے شیخ ریاکار اور فاسق ہوتے ہیں اور تصوف کو اپنے عیب چھپانے کیلئے بطورِ پردہ استعمال کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا رقص و سماع اور تواجد بالکل ممنوع ہے اور حرام ہے لہٰذا جن مقامات میں فقہائے کرام نے رقص و سماع یا وجد و تواجد

کی تردید کی ہے تو وہ سب ان متصوفہ پر محمول ہے تو ان دونوں کے درمیان فرق کرنا لازمی ہے لہٰذا فتاویٰ ہندیہ میں جس رقص وسماع کی تردید کی ہے تو "وہاں" (المتصوفه فی زماننا) کی قید موجود ہے اور متصوفہ کی تردید میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

دوسری طرف اس فتاویٰ ہندیہ میں حقیقی صوفیاءِ کرام کے وجد وحال غشی وسماع کا اثبات بھرپور طریقے سے کیا ہے جیسا کہ صاحبِ فتاویٰ ہندیہ لکھتے ہیں:

"فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرا فیه معنی یوافق احوالهم فیوافقه ومن کان له قلب رقیق اذا سمع کلمة توافقه علی امر هو فیه ربما یغشی علی عقله فیقوم من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من غیر اختیار وذلک مما لا یستبعد ان یکون جائزاً امما لا یوخذبه"۔[170]

ترجمہ: حقیقی عارفوں کے زمانے میں کئی دفعہ ایک شخص شعر بناتا اور ان کے سامنے پڑھتا جس کا معنی ان کے احوال کے موافق ہوتا تو جس کا دل نرم ہوتا تو وہ اس شعر کے ساتھ موافقت کرتا تو کئی دفعہ اس کے عقل پر مدہوشی آجاتی، اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا اور اس سے بے اختیار حرکات صادر ہوتیں اور یہ بعید نہیں کہ یہ جائز کام ہے اور اس پر مواخذہ نہیں۔

پوری عبارت پہلے گزر چکی ہے ادھر ملاحظہ کریں تو معلوم ہوا کہ تردید متصوفہ پر محمول ہے اور اثبات حقیقی اہلِ تصوف کیلئے ہے۔

---

[170] (فتاویٰ عالمگیری ج:۵:ص:۳۵۲)

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی **مجموعة الرسائل: ج: ۱ : ص: ۱۷۳** : میں پہلے تو حقیقی صوفیائے کرام کے لئے وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے اور بعد میں فاسق متصوفہ کے احوال پر تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ:

"بل کلامنا مع ھولاء العوام الفسقة اللئام الذین اتخذوا مجالس الذکر شبکة لصید الدنیا الدنیة وقضآء لشھواتھم الشنیعة الردیة من کلامھم واجتماعھم من المردان والتلذذ وتنزیلہ علی اوصافھم الحسان وغیر ذلک الی۔"[171]

ترجمہ: بلکہ ہماری بات تو ان فاسق اور رزیل عوام کے ساتھ ہے جنھوں نے اس رزیل دنیا کا شکار کرنے کیلئے اور اپنی ناکارہ خواہشات کو پورا کرنے کیلئے مجالس ذکر کا حال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور امرد کو اپنے ارد گرد جمع کر کے ان کے ساتھ شہوت کی باتیں کرتے ہیں اور گانوں سے تلذذ لیتے ہیں اور ان گانوں میں ان کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر خلافِ شرع کام کرتے ہیں تو ہم ان لوگوں کے وجد وتواجد کی تردید کرتے ہیں کہ یہ شیطانی وجد وتواجد ہے نہ کہ رحمانی۔

اسی طرح علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف **(الحدیقة الندیة: ج: ۳: ص: ۵۳۳)** میں حقیقی اہلِ تصوف کیلئے وجد وتواجد اور رقص وسماع ثابت کیا ہے اور فاسق وجاہل متصوفہ کے رقص وتواجد وسماع کی تردید کی ہے۔

---

171 (مجموعة الرسائل: ج: ۱ : ص: ۱۸۴)

آپ فرماتے ہیں:

بحیث یلتھون به عن حضور الجمع و الجماعات و رد ما یفعلونه وھم سکاری باکل الحشیش وبالخمر وانواع المسکرات وتحضر فی مجالسھم المردان الحسان ما بین الفسقةاللوطیین فیحصل منھم المس بشھوۃ و التقبیل و غیر ذلک من انواع الاثام۔"[172]

ترجمہ: متصوفہ کے وہ افعال واحوال قابلِ مذمت ہیں جب وہ چرس وشراب اور دوسری نشہ آور چیزیں کھا کر نشہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور ان کی مجالس میں خوبصورت مرد فاسق ولواطت کرنے والوں کے درمیان حاضر ہوتے ہیں اور وہ انہیں شہوت کے ساتھ چھوتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں اور اس کے علاوہ دیگر گناہ کے کام اور خلافِ شرع امور ان کے مجالس میں جاری ہوتے ہیں۔

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف (کشف النور عن اصحاب القبور) میں جذبِ رحمانی کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں:

"وبیان ذلک انا نسالہ ما الذی حملک حتی صحت وزعقت و اضطربت فان بین معنی الھیا یحمل ذلک و شرح لنا شیئا من المعانی الواردۃ علی قلبه عند السماع بحیث نستدل بالثمرۃ علی الاغصان وبالزھرۃ علی البستان سلمناہ ذلک واعتقدناہ فیه الصلاح۔"[173]

ترجمہ: اور اس کی وضاحت کہ ہم اس مجذوب سالک سے پوچھیں گے کہ وہ کس وجہ سے چلا رہا تھا اور شور مچارہا تھا اور اس پر کیوں اضطراب اور حرکات آرہی تھیں؟ تو اگر کہیں اس طرح کا معنی بیان کیا جس کیوجہ سے اس پر یہ حال طاری ہوا تھا اور اس کے دل پر سماع وارد ہوئی ایک چیز کی

---

[172] (حدیقةالندیة: ج:۲:ص:۵۱۸)

[173] (کشف النور ص:۲۱)

وضاحت کی اس طرح کہ میوہ سے ہم درخت پر اور پھولوں کی شاخ سے ہم باغ پر دلیل پکڑتے ہیں تو پھر ہم اس کیلئے یہ حالِ وجد وجذب تسلیم کریں گے اور اس پر نیک عقیدہ رکھیں گے۔

اسی طرح علامہ نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیقۃالندیۃ (ج۲ ص ۵۲۰-۵۱۸) میں فرماتے ہیں:"جو لوگ ہمیشہ قسما قسم گناہوں میں مبتلا ہوں اور مسکرات کھاتے ہوں اور اپنے آپ کو تصوف کے ساتھ منسوب کرتے ہوں تو ان کا حال مردود ہے اور اگر عارفین باللہ اور عاملین بالشریعۃ ہوں تو ان کیلئے وجد و تواجد ورقص وسماع ثابت ہے اور ان کے حال شریفہ و محمودہ ہیں جو کہ بعد میں دونوں عبارتیں برکلی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے جواب میں آئیں گے"

الغرض نفی وجد وتواجد اور رقص وسماع متصوفہ اور خلافِ شرع جاہل اور فاسق لوگوں پر محمول ہے اور اس کا اثبات حقیقی اہلِ تصوف اور با عمل عارف پر محمول ہے تو جو یہ فرق نہ جانے وہ جاہل ہے اور اگر ایک شخص جانتا ہے لیکن اپنے آپ کو بے خبر فرض کرتا ہے تو وہ معاند اور تجاہل ہے۔

اعتراض ثالث: تیسرا اعتراض منکرین وجد وحال اس طرح کرتے ہیں کہ علامہ پیر علی برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے کہ:"ویدخل فیھا ما یفعلہ بعض الصوفیۃ" لہٰذا اہلِ تصوف کا رقص بھی ممنوع رقص واضطراب میں شامل ہے۔

"الجواب بعون الملک الوھاب"

سیکھ لیں یہ بات کہ طریقہ محمدیہ کی اس عبارت میں اہلِ تصوف سے مراد متصوفہ اور فاسق ہیں۔

جیسا کہ مشہور محقق اور شارح طریقہ محمدیہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب (حديقة الندية: شرح طريقه محمديه) میں فرماتے ہیں:

"مايفعله بعض الصوفية اى الذين ينسبون انفسهم الى مذهب التصوف وهم مصرون على انواع الفسوق والفجور وياكلون الحشيش ويشربون الخمور فى زماننا من غير تخصيص احد بعينه هٰذا وصفه۔"[174]

ترجمہ: ماتن کا یہ قول کہ یہ جو کرتے ہیں بعض متصوفہ تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مذہبِ تصوف سے منسوب کرتے ہیں اور یہ لوگ قسما قسم فسق وفجور اور گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں چرس اور شراب پیتے ہیں ہمارے زمانے میں کسی خاص معین شخص کو نہیں مخصوص کرتے بلکہ اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس میں مذکورہ صفاتِ قبیحہ موجود ہوں۔

اعتراض رابع: چوتھا اعتراض منکرینِ وجد وحال یہ کرتے ہیں کہ پیر علی برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں:

فاول ما احدثه اصحاب السامرى لما اتخذ له عجلاً جسداً له خوار قاموا يرقصون عليه ويتواجدون فهو دين الكفار۔

تو معلوم ہوا کہ رقص وتواجد سامری کے ساتھیوں اور کفار کا دین ہے۔

"الجواب بعون الملک الوهاب۔"

پہلے اکثر احادیث وآثار رقص ووجد کے بارے میں دلائل کے طور پر پیش کئے جا چکے ہیں اور اقوالِ مفسرین وفقہاء میں بھی کثیر دلائل گزر چکے ہیں تو ان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عبارات بالا کا مطلب یہ ہے کہ فساق، مبتدعین اور خلافِ شرع لوگوں کا رقص وتواجد سامری اور اس کے

---

[174] (حديقة الندية: ج:٢: ص:٥١٨)

ساتھیوں کے ساتھ مشابہ ہے اور حرام ہے اس لئے کہ رقص ووجد کے سبب کو سامنے رکھنا چاہئے اگر سبب محمود ہے تو رقص ووجد وتواجد بھی محمود ہے اور اگر سبب حرام ہو تو یہ بھی حرام اور اگر سبب مباح ہو تو یہ بھی مباح جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے:

"فحکمه حکم مهیجه ان کان فرحه محمودا و الرقص یزیده ویؤکده فهو محمود و ان کان مباحا فهو مباح و ان کان مذموما فهو مذموم۔"[175]

ترجمہ: رقص کا حکم اس کے سبب پر منحصر ہے تو اگر خوشحالی کے اچھے سبب سے ہو اور رقص سے اس میں زیادتی آتی ہو اور اسے موکد کرتی ہو تو یہ رقص بہتر اور محمود ہے اور اگر سبب مباح ہو تو یہ رقص بھی مباح ہے اور سبب بُرا اور مذموم ہو تو یہ رقص بھی مذموم ہے۔

حقیقی اہلِ تصوف کے وجد ور قص کا سبب انوارِ الٰہیہ کا ورود ہے اور یہ سبب محمود ہے لہٰذا ان کا وجد ور قص بھی محمود ہے سامری کے ساتھیوں کے رقص کا سبب امرِ الٰہی کی خلاف ورزی اور خواہشِ نفسانی کی اتباع تھا اور اسی طرح فساق متصوفہ اور ریاء کاروں کے رقص وتواجد کا سبب مذموم ہے تو اس قسم کا رقص بھی مذموم اور حرام ہے۔

حدیث شریف میں حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رقص مروی ہے سبب محمودہ کی وجہ سے جیسا کہ باب احادیث وآثار میں گزر چکا ہے اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"فکان هٰذا اصلًا فی رقص الصوفیة لما یدرکونه من لذات المواجید وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعة من کبار الائمة منهم شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام۔"[176]

---

[175] (احیاء العلوم:ج:۲:ص:۳۰۴)

[176] (الحاوی للفتاوی:ج:۲:ص:۲۲۴)

ترجمہ: یہ حدیث صوفیائے کرام کے رقص کیلئے دلیل ہے جب وہ حضرات وجد کی لذات حاصل کرتے ہیں اور مجالسِ ذکر وسماع میں کھڑے ہونا اور رقص کرنا ائمہ کبار کے بڑے گروہ سے ثابت ہے جس میں سے ایک شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام ہیں۔

تفصیلی عبارات پہلے گزر چکی ہیں لہٰذا حقیقی اہلِ وجد کے رقص کو حرام کہنا یا سامری کے ساتھیوں کے رقص پر قیاس کرنا عناد مع الحق اور ضلالت ہے اور ایک طرف کی عبارت پیش کرنا اور دوسری طرف سے سکوت کرنا جہالت یا تجاہل وعناد مع الحق ہے۔

اعتراض خامس: منکرینِ وجد وحال پانچواں اعتراض یوں کرتے ہیں کہ علامہ برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے:

"وسید الطائفة احمد السنوی رحمه اللہ تعالیٰ صرح بحرمته ورایت فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکیلانی ان مستحل ھٰذا الرقص کافر بالاجماع"۔

تو معلوم ہوا کہ رقص حرام ہے اور اسے حلال کہنا کفر ہے۔

"الجواب بعون الملک الوھاب"

اس عبارت کا جواب یہ ہے کہ ایک رقص فساق، جاہل اور خلافِ شرع متصوفہ کا ہے تو یہ حرام ہے اور اسے حلال کہنا کفر ہے۔ جبکہ باعمل صادقین صوفیاءِ کرام کا رقص بالکل جائز اور ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا کفر ہے جیسا کہ بار بار پہلے احادیث وآثار اور اقوالِ علمائے دین کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے اور بالخصوص (حدیقة الندیة ج ۲ ص ۵۲۳ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۲۴ فتاوی رد المختار للشامی ج ۳ ص ۳۳۷ قبیل باب البغاة: مجموعة الرسائل ج ۱ ص ۱۷۳ احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۰۴) کی عبارات حقیقی اہلِ تصوف کے اثبات کے بارے میں پہلے گزر چکی ہیں ادھر ملاحظہ کریں۔

علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ برکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا عبارات کی توجیہہ اس طرح فرماتے ہیں:

"ولعل الشیخ رحمه الله تعالیٰ کان له اطلاع علی صوفیة مخصوصین موصوفین بما تقدم من الاوصاف والافلیس کل الصوفیة سوآء کما انه لیس کل العلماء والفقهاء والمدرسین سوآء کما انه لیس کل القضاة والامرآء والوزراء والسلاطین سوآء بل فیهم الصالح وفیهم الاصلح وفیهم الفاسد وفیهم الافسد وهو امر شایع مشهور لا شبهة فیه عند الجمهور والناقص القاصر من الجاهلین هو الذی یتتبع الفاسد ویستکشف عن عورات المسلمین واهل الکمال لا یرون الا الکمال ویسترون المقابح والعیوب بالاعراض والتاویل باشرف الخصال"۔[177]

ترجمہ: شاید حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کسی ایک خاص قسم کے متصوفہ کی اطلاع ملی ہو جو فسق وفجور کے اوصاف سے متصف ہو اور اگر اس طرح نہ ہو تو سارے صوفیاءِ کرام ایک جیسے نہیں ہوتے جیسے کہ سارے علماء کرام، فقہاء اور مدرسین ایک جیسے نہیں اور جیسے کہ قاضی، حکماء، وزراء اور سلاطین ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض نیک اور بعض بہت زیادہ نیک اور بعض فاسد اور بعض بہت زیادہ فاسد ہوتے ہیں یہ ایک مشہور اور شائع خبر ہے جس میں جمہور کے نزدیک کوئی شک نہیں کہ جاہلین میں سے قاصر اور ناقص شخص وہ ہے جو صرف فاسد کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور مسلمانوں کے عورات لوگوں میں ظاہر کرتے ہیں اور اہلِ کمال لوگ وہ ہیں جو اہلِ تصوف سالکین کو کمال کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے قبائح اور عیوب کو اعراض سے چھپاتے ہیں اور اشرف الخصال سے ان کی تاویل حسنہ کرتے ہیں۔

---

[177](حدیقةالندیة:ج:۲:ص:۵۲۰)

معلوم ہوا کہ تردید کی عبارتیں مفسدین پر محمول ہیں اور اثبات کی عبارتیں صالحین پر محمول ہیں اور ان کے مابین فرق نہ کرنا جہالت یا عناد مع الحق ہے۔

اعتراض سادس: منکرین کا چھٹا اعتراض یہ ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلِ منصب کے لئے رقص کو مکروہ جانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"الرقص مکروہ لذوی المناصب لانہ لا یلیق بھم"۔

اور شیخِ اجل شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"ولکن لا یلیق الرقص بالشیوخ ومن یقتدی بہ لما فیہ مشابھۃ اللھو واللھو لا یلیق بمنصبھم ویباین حال التمکین مثل ذلک" تو معلوم ھوا کہ رقص ایک نامناسب اور مکروہ کام ھے۔ "الجواب بعون الملک الوھاب"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رقص کی دو اقسام ہیں ایک مبتدین اور متوسطین کیلئے ہے تو یہ محمود ہے اور دوسری قسم منتہیین اور اہلِ تمکین کیلئے ہے جس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بالکل غیر اختیاری ہو اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت نہ آئے تو یہ بھی محمود اور مناسب ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رقص یا شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اکابر ائمۂ دین کا رقص وغیرہ۔ دوسرا وہ جس میں ایک نوع اختیار موجود ہوتا ہے اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت ہو تو یہ بھی جائز ہے لیکن مشائخِ عظام کے منصب ارشاد اور حالِ تمکین کے ساتھ نامناسب ہے کیونکہ ان کیلئے بقدر الامکان تحمل ضروری ہے تو اگر اپنے آپ پر قابو کر سکے تو رقص نہ کرنا بہتر ہے اور رقص کے علاوہ دوسری اقسامِ وجد وحال کی ممانعت اور کراہت نہیں جیسا کہ اقشعرار الجسد، جریان الدموع اور حرکات لطائف وغیرہ ہو گیا۔

اعتراض سابع: ساتواں اعتراض منکرین کا وجد وحال کا اس طرح ہے کہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"شرط الوجدفی زعقته ان یبلغ الی حد لو ضرب وجهه بالسیف لا یشعر فیه وجع"۔

تو معلوم ہوا کہ جس کا وجد وحال اس انداز تک نہ پہنچا ہو وہ صحیح وجد نہیں ہے۔

"الجواب بعون الملک الوهاب"

شیخ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کی توجیہہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

"فقد ذکر عند السری حدیث الوجد الحاد الغالب فقال نعم یضرب وجهه بالسیف وهو لا یدری معناه انه فی بعض الاحوال قد ینتهی الی هٰذا الحد فی بعض الاشخاص۔"

ترجمہ: حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے تیز اور غالب وجد کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ہاں اس کا چہرہ مارا جارہا ہو اور اسے پتہ نہ چلے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وجد بعض حالات میں بعض لوگوں کیلئے اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔(لیکن یہ کلی حکم نہیں ہے)[178]

معلوم ہوا کہ یہ وجد کی ایک خاص قسم ہے جو بعض حالات میں بعض لوگوں پر آتی ہے اور ہر وقت ہر کسی پر اس قسم کا وجد نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ مراقی الفلاح (ص ۳۵۹ قبیل باب مایفسد صلوٰۃ) میں لکھتے ہیں:

"الوجد مراتب و بعضه یسلب الاختیار فلا وجه لمطلق الانکار"

ترجمہ: یعنی وجد کی بہت ساری قسمیں ہیں لیکن بعض وجد سے اختیار سلب ہو جاتا ہے لہٰذا مطلقاً انکار کیلئے کوئی دلیل نہیں۔

---

[178] (احیاء العلوم: ج: ۲: ص: ۳۰۴)

لٰہذا وجد کی بہت اقسام ہیں علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **حدیقۃ الندیۃ (ج ۲ ص ۲۰۸)** میں اسی قسم کے ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

"سمعت عمن ینتقد علی فقرآء الصوفیۃ فی زماننا ویحط علیھم انہ قال: من رایناہ یتواجد منھم نغرزہ بسملۃ ونحوھا من ابرۃ الحدید فان احس بھا فھو کاذب فی وجدہ وھٰذہ حماقۃ وجھالۃ وعداوۃ لفقرآء طریق اللہ واضحۃ ولو غرز النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بابرۃ فی وقت نزول الوحی علیہ وغیبتہ عن عالم الحس بالکلیۃ لتالم بذٰلک ووجد الوجع منہ مع کمال صدقہ فی حالہ۔"

ترجمہ: میں نے اپنے زمانے میں منکرینِ اہلِ تصوف سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: اگر ہم کسی کو وجد وتواجد کی حالت میں دیکھیں تو اس کے بدن میں کیل یا لوہے کی سوئی گھسا دیں گے (چبھو دیں گے) اگر اس کو تکلیف محسوس ہوئی تو وہ کاذب ہے۔ حالانکہ منکرین کا یہ قول مبنی بر حماقت وجہالت ہے اور فقرائے طریقت کے ساتھ واضح عداوت ہے اس لئے کہ اگر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے بدن مبارک میں بھی وقتِ نزولِ وحی سوئی چبھوئی جائے **(معاذ اللہ)** جو کہ اس وقت عالمِ حس سے بالکل غائب ہوتے ہیں تو آپ مبارک کو بھی الم ہو گا۔ حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم اپنے حال میں کمال طور پر صادق ہیں۔

اعتراض ثامن: منکرینِ وجد وحال کا آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **مکتوب نمبر ۲۶۶ (ص ۱۳۴)** میں وجد وتواجد اور رقص وسماع سے منع فرمایا ہے۔ لٰہذا معلوم ہوا کہ یہ کام ممنوع ہے اور **مکتوب نمبر ۳۶** میں اسے اطفال طریقت کا کام گردانا ہے۔

"الجواب بعون الملک الوھاب"

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک طرف حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود مکتوب نمبر ۳۶، ۲۸۵ اور ۳۰۲ ج ا میں وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے مکتوب نمبر ۲۶ اور ۳۰۲ کی عبارات میں گزر چکا ہے۔

اور مکتوب نمبر ۲۸۵ کی عبارت یہاں ملاحظہ فرمائیں:

"بالجملہ سماع متوسطان را نافع است وقسمی از منتہیان را نیز چنانکہ بالا گزشت (الی ان قال) وسماع ورقص ہر چند نسبت بہ بعضی منتہیان نیز در کار است لیکن ایشان چوں ہنوز مراتب عروج در پیش دارند از اوساط اند (الی ان قال ملخصًا)۔

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ سماع متوسطین کیلئے نفع مند ہے اور اس میں ایک قسم منتہیین کیلئے بھی نفع مند ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے (پھر آگے لکھتے ہیں) بعض منتہیین کیلئے نسبت کے حساب سے رقص وسماع درکار ہے چونکہ ان کیلئے ابھی عروج کے مراتب در پیش ہیں اس لئے یہ متوسطین میں سے حساب کئے جائیں گے۔

اور دوسری طرف مکتوب نمبر ۳۶: اور مکتوب نمبر ۲۶۶: میں امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجد وتواجد کی تردید کرتے ہیں یا اسے کارِ اطفال بتاتے ہیں لہٰذا ان دونوں اقوال میں تطبیق کرنا ضروری ہوا اور وہ یہ کہ جہاں پر امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد ورقص وسماع کی تردید کی ہے تو اس سے مراد متصوفہ، ریاکار اور خلافِ شرع اور حقیقی نور باطن سے محروم لوگوں کا رقص ووجد ہے

جن کے پاس طریقت کا کمال اور شرائط یا نور و فیض موجود نہ ہو اور صرف اپنے آپ کو اس وجد ورقص وسماع اور ذکر جہری میں مشغول رکھا ہو اور اسے کمال جانتا ہو۔

اور جن مقامات پر امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وجد وتواجد اور رقص وسماع کو ثابت کیا ہے تو ان سے مراد حقیقی اہلِ تصوف کا وجد وحال ہے جن کے پاس نورِ باطن بھی ہوتا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں اور ذوقِ دلی بھی رکھتے ہیں اور ان کی مجالس منکرات اور خلافِ شرع امور سے پاک وصاف ہوتی ہیں۔

تو ان جیسے لوگوں کیلئے وجد وتواجد اور رقص وسماع کثیر دلائل کی روشنی میں ثابت اور حق ہے لیکن مبتدی اور متوسط کا وجد وتواجد الگ الگ ہے۔ اور منتہی کا الگ تو ہر ایک قسم اطفالِ طریقت کا خاصہ نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل)۔

اعتراض تاسع: نواں اعتراض یہ ہے کہ تفسیر قرطبی نے اہلِ تصوف کے وجد ورقص پر رد کیا ہے لہٰذا یہ ممنوع کام ہے۔ "الجواب بعون الملک الوھاب۔"

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ قرطبی کی اس تردیدی عبارت کو علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیقۃ الندیہ میں متصوفہ پر محمول کیا ہے اور بعض دوسرے فقہائے کرام کی عبارتیں جو کہ طریقہ محمدیہ کے متن میں لائے ہیں۔ ان کے ساتھ قرطبی کی یہ عبارت بھی لائے ہیں۔

اور ان سب کے آخر میں علامہ شارح نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"واعلم ان ھٰذا الذی سبق ذکرہ فی المتن من عبارات الفقھاء جمیعہ فی حق من ذکرنا ھم من طائفۃ متصوفۃ اللہ اعلم باعیانھم فلاتنزلہ انت فی حق کل من وجدتھم علی شبہ منھم وقیاس منک لھم علیھم فان الشیطان للانسان عدو مبین والا فان طریق الوجد والتواجد

الذی تعلمه الفقراء الصادقون فی ھٰذا الزمان وبعده کما کانوا یعلمونه من قبل فی الزمان الماضی نور وھدایةواثر توفیق من اللہ تعالٰی وعنایة۔الخ"[179]

ترجمہ: جان لو یہ کہ متن طریقہ محمدیہ میں جو تنقیدی عبارات فقہائے کرام کی گزری ہیں تو یہ سب متصوفہ فاسقین کے وجد کی تردید میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے لہٰذا تو ان تنقیدی عبارات کو ہر شخص کے حق میں مت استعمال کیا کریں کہ جن کا ظاہر ان سے مشابہ نظر آئے اور نہ ان پر قیاس کر اس لئے کہ شیطان لعین انسان کا کھلا دشمن ہے اور اگر اس طرح نہ کیا جائے تو صادقین فقرائے کرام کا وجد وتواجد جس کی وہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس زمانے میں اور تعلیم دیں گے آنے والے زمانے میں اور جیسا کہ پچھلے زمانے میں تعلیم دیا کرتے تھے تو یہ نور، ہدایت واثر اللہ تعالیٰ کی مہربانی وتوفیق ہے۔

لہٰذا قرطبی کی یہ عبارت متصوفہ، خلافِ شرع اور ریاکار اور فاسقوں پر محمول ہے اور حقیقی اہلِ تصوف کا وجد وحال اجماعی طور پر نور وہدایت ہے۔ اور اگر قرطبی کے اس قول کی تطبیق نہ کی جائے تو پھر قرطبی اگرچہ فقیہ اور عالم ہیں لیکن نہ تو علم الکلام میں امام مجتہد ہے اور نہ فقہ میں اور نہ تصوف میں، بلکہ فقہ میں وہ ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور مالکی مذہب سے ہے۔ اور پھر مالکیہ میں متشدد اور متعصب بھی ہے کیونکہ جلد اول میں حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی ہستی کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابن سعد پر اعتماد کیا ہے۔

تو آیا ہم اہلِ انصاف اور بالخصوص احناف قرطبی کے اس قول کو مانیں گے؟ کلا وحاشا۔ تو اس طرح اگر قرطبی علی الاطلاق وجد وحال کی تردید کرے اور حال یہ ہے کہ اس کے اثبات میں ہزاروں

---

[179] (حدیقةالندیةشرح طریقه محمدیه ج:۲:ص:۵۲۳)

دلائل موجود ہوں تو ہم کبھی بھی قرطبی کے اس قول کو نہیں مان سکتے۔ بلکہ اسے تفرد خاطعہ، قولِ غیر مقبول، اور مردود جانیں گے۔ اور یا تو حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی تاویل حسنہ اور تطبیق کریں گے۔ اور وہ یہ کہ وجد وحال کی تردید خلافِ شرع اور فاسق متصوفہ پر محمول ہو گی۔

"اللّٰھم جذبنی بجذبات ربوبیتک واعطنی من خزائن کنوز رحمتک ووفقنی وجمیع المسلمین بمحبۃ مجاذیبک الذین محبتھم محبتک واحفظنی وجمیع المؤمنین من معادات مجاذیبک الذی معادتھم معادتک اللّٰھم لا تحرمنی من انوارھم واعطنی من اسرارھم واحشرنی فی زمرۃ اخیارھم واملاء السجین باغیارھم"

وارحم علی اصحابھم وافذفی احبابھم وانصر علی اعدائھم ھم مستحقون القتل

باب بیستم (20)

رداء (چادر) کی شرعی حیثیت

وَاِنْ یروا سبیل الغیّ یتخذوہ سبیلاً (اعراف ۱۴۶)

چادر کی دنیاوی فضیلتیں

چادر رکھنا اگر ایک طرف سنت ہے (جیسا کہ آئندہ صفحات سے معلوم ہو جائے گا)، تو دوسری طرف اگر چادر کے ظاہری اور دنیاوی فوائد دیکھے جائیں، تو یقیناً ہر باشعور مسلمان اپنے پاس چادر ضرور رکھے گا۔

علماء ومشائخ نے چادر کے درج ذیل فوائد بیان فرمائے ہیں۔ چادر رکھنا سنتِ مصطفوی (صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم) ہے جس پر عمل کرنا ثواب ہے، ۔ چادر موسم کے مطابق استعمال ہوتی ہے،

سردی میں رضائی کا کام دیتی ہے، جبکہ عام حالت میں بستر و تلائی ہے، ضرورت کی بناء پر سر کے نیچے رکھ کے تکیہ کا کام لیا جاسکتا ہے۔ اگر زخمی ہو جائے تو پٹی کا کام دیتی ہے، دھوپ کی شدت کے وقت سر پر رکھو تو چھتری کا کام دیتی ہے۔ راستہ میں چلتے چلتے بیت الخلاء کی ضرورت پیش آنے پر اوپر ڈال کر باپردہ فارغ ہوا جاسکتا ہے، اگر خدانہ خواستہ ناڑہ ٹوٹ جائے یا کوئی عذر پیش آئے تو اردگرد لپیٹ کر شلوار و تہبند کا کام لیا جاسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

چادر کے مختلف نام اور اقسام

جاننا چاہیئے کہ جس طرح لغت سلیمانی میں چادر کے کئی نام اور اقسام ہیں مثلاً، کمبل، دوپٹہ، شال وغیرہ وغیرہ سفید، سرخ، زرد، سیاہ، سادہ، لکیر والی، وغیرہ وغیرہ، اس طرح لغت عربی میں بھی ہے مثلاً:

انماالرداءهو الذی یستر اعالی البدن فقط۔[180]

الرِداء ج اردیةé مایلبس فوق الثیاب۔[181]

العبایة ج عبایات و عبیّ: العبائةوهی ضرب من الاکسیةتلبس فوق الثیاب۔[182]

شملة ج شملات: وسیع چادر جس سے بدن لپیٹ لیتے ہیں۔

نَمِرة ج نِمَار: دھاری دار چادر جسمیں سیاہ و سفید دھاریاں ہوں۔

الْخملة ج خملات: چادر = الحمنیلة ج خَمَائل، روئیں دار چادر۔

بُرد بُرْدَة ج برود، ابراد: دھاری دار چادر

[180] (مرقاۃ المفاتیح ظ/۱۰)

[181] (المنجد ص ۲۵۶)

[182] (المنجد: ۴۸۵، ایضا المغرب فی ترتیب المعرب: ۲/۲۲۰)

اَلْبُرْد: کالا کمبل وَاحد بُرْدَة۔ مِرْط ج مُرُوط: اونی یا ریشمی کمبل

خَمِیصَة: هی کساء اسود مربع له علمان ج خَمَائص: سیاہ و سفید چوغہ

لِفَاع: چادر، دوپٹہ، بر قع۔ انبجانیّة: هی کساء غلیظ لا علم له۔ موٹا چوغہ جس پر کوئی نشانی یعنی دھاری دار نہ ہو۔[183]

وقیل انها منسوب الی موضع اسمه انبجان، وهو أشبه اه نهایة لابن اثیر۔ وغیره

الْقَطِیْفَة ج قُطُف و قَطَائِف: مخملی چادر۔ الْمِلْحَف و المِلْحفة ج مَلَاحِف: چادر، (مصباح)

الکِساء ج أکسِیَة: عموماً مطلقاً لباس کو کہتے ہیں لیکن چادر کے بھی معنی میں آتا ہے۔

الحِبَرَة: البرد الیمانی۔ لونها اخضر لانها لباس اهل الجنة

عصمة: گلوبند۔ یمنی کمبل جو سبز رنگ کا ہوتا ہے جو جنتی لوگوں کا لباس ہوتا ہے۔

حُلّة: ج حِلَال، حُلَل: دوشالہ۔ دوہری چادر۔ ازار و چادر

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِاِحْیَاءِ سُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم وَمَنَّ عَلَیْنَا بِتَوْفِیْقِ تَحْقِیْقِهٖ وَالْعَمَلِ بِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰل (یونس ۳۲) وقال اللّٰہ عزّ وجلّ: وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ (قصص ۵۰) وقال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ (حجرات ۱۳)

لقد قال ابو عبد اللّٰہ محمد بن سلیمان الجزولی حسن فی دلائل الخیرات: اسماء سیدنا و نبینا و مولانا محمد صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم مأتان و واحد وعدمنهم۔

---

[183] (حاشیة بخاری ص ۵۴ منسوب الی منیج۔ المدینة المعروفة)

صاحب الرداء علیہ السلام ص۳۸وذکر علامہ نور محمد دیوبندی: اور آپ کی چادر شریف کا طول (لمبائی) چار گز ہوتا تھا اور عرض (چوڑائی) ڈھائی گز۔[184]

وفی مواهب اللدنیة للعلامة قسطلانی رحمة اللہ علیه: وعن عروة: ان طول رداء النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم أربعة أذرع وعرضه ذراعان وشبر وعن عروة ایضاً أن ثوب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم الذی یخرج فیه الی الوفود رداء اخضر فی طول اربعة أذرع وعرضه ذراعان و شبر۔[185]

ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی چادر مبارک کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔ نیز حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لباس جس میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کسی وفد سے ملنے نکلتے، وہ سبز رنگ کی چادر ہوتی جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت تھی۔

وفی شرحه زرقانی: (وعن عروة) بن الزبیر أحد الفقهاء۔ (أن طول رداء النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم الخ)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی چادر مبارک کی چوڑائی ڈھائی ہاتھ تھی۔

ویأتی له عروة لتخریج الدمیاتی وقد رواه ابو الشیخ فی الاخلاق النبویة عن عروة بلفظ وعرضه ذراعان ونصف قال حافظ العراقی وفیه ابن لهیعة ومسند احمد بن حنبل۔ وعن عروة ایضاً: أن ثوب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم الذی کان یخرج فیه الخ جلد ۲، ص ۳۰۳ صفة ازاره صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم۔

---

[184] (زرقانی حاشیة ۵، دلائل الخیرات ص ۱۳۸ اصح المطابع آرام باغ)۔

[185] (رواهما الدمیاطی مواهب جلد ۲ ص ۱۶۲)

*** چادر کی اہمیت ***

(۱) اخرج ابو عبد اللہ محمد بن یزیدبن ماجہ فی سننہ: قال: حدثنا احمد بن عبدة اخبرنی عمروبن النعمان حدثنا علی بن الحزوّر عن نفیع عن عمران بن الحصین و ابی برزة قالا خرجنا مع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم فی جنازة فرأی قوماً قد طرحوا اردیتھم یمشون فی قمص فقال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم أبفعل الجاھلیة تأخذون او بصنع الجاھلیة تشبھون لقد ھممت ان أدعو علیکم دعوةً ترجعون فی غیر صورکم قال فاخذوا اردیتھم ولم یعودوا لذٰلک اھ ابن ماجة باب ماجاء فی النھی عن التسلب مع الجنازة ص ۱۰۸ ومشکوٰة باب البکاء علی المیت الفصل الثالث ص ۱۵۲ وفی شرح الطیبی ج۳ص ۴۰۹۔

ترجمہ: عمران بن حصین اور ابو برزہ نے کہا ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک جنازے میں گئے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے اپنی چادریں اتار رکھی تھیں (یعنی ان کے کاندھوں پر چادریں نہیں تھیں) اور صرف قمیص میں چل رہے تھے۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: کیا تم لوگ جاہلوں کے طریقے پر چل رہے ہو؟ کیا تم لوگ جاہلوں کے کام کی مشابہت کر رہے ہو؟ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے خلاف ایسی دعا کروں کہ واپس جاتے جاتے تمہاری شکلیں بگڑ جائیں! راوی نے کہا پھر انہوں نے چادریں لے لیں اور آئیندہ اس پر عمل کیا۔

وفیہ تشدید عظیم فاذا ورد فی مثل أدنی تغیر من موضع الرداء عن المنکب ھذا الوعید البلیغ، فکیف بما یشاھد من الناس؟[186]

---

[186] (اھ ومرقات شرح مشکوٰة ج۴ ص ۱۰۶ وفیہ الرداء سنة بخلاف المندیل علی الکتف فانہ اما مباح أو بدعة قال بعض علمائنا انہ مکروہ۔ واشعة اللمعات ص۷۶۷ ومظاھر الحق شرح مشکوٰہ۔جلد۲ ص ۷۸-۹, وطبرانی فی الاوسط ج۲

ترجمہ: اس میں سخت زجر ہے، وہ بھی صرف ادنیٰ سی سُستی کی وجہ سے کہ چادر کاندھوں پر نہ تھیں اور اتنی وعید فرمائی تو آج کل لوگوں کی جو حالت ہے اس کا کیا ہوگا؟ اس میں یہ ثابت ہوا کہ چادر سنت ہے نہ کہ کاندھے کا رومال۔ کیونکہ رومال یا تو بدعت ہے یا فقط مباح۔ جب کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ مکروہ ہے۔

(۲) واخرج امام المسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فی صحیحہ بسندہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: فأخذ ردآئہ رُویداً و انتعل رویداً و فتح الباب رویداً فخرج۔۔الیٰ ان قالت حتی جاء البیقیع۔

یعنی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ وَسَلَّم نے آہستہ سے اپنی چادر مبارک لی، جوتے مبارک پہنے، آرام سے دروازہ کھولا اور باہر نکلے.. یہاں تک کہ بقیع پہنچے۔[187]

(۳) وأخرج الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بسندہ: قال: اخبرنی جبیر بن مطعم انہ بینما ھو یسیر مع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ومعہ الناس مقفلۃ من حنین فعلقت الاعراب یسألونہ حتی اضطروہ الی شجرۃ فخطفت ردآئہ فوقف النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلّم فقال أعطونی ردائی لو کان لی عدد ھذہ العضاہ نعم لقسمتہ بینکم الخ۔[188]

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دیگر لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی معیت میں حنین سے واپس آرہے تھے تو دیہاتی لوگ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ

ص ۳۰۷-۸، وفیہ فمارُؤی احد بعد ذلک یمشی بغیر رداء ومعجم الاوسط ج۵ ص ۲۲۱، وفی الکبیر ج ۱ ص ۲۳۹ (۱۰۲))

[187] (ج ۱ ص ۳۱۳، نسائی بسندہ جلد ۱ ص ۲۸۶ و جلد ۲ ص ۹۷)

[188] (بخاری جلد ۱ ص ۲۹۶ باب الشجاعۃ فی الحرب وایضاً ج ۱ ص ۴۴۶ باب ما کان یعطے المؤلفۃ قلوبھم وغیرہ وصحیح ابن حبان ج۵ ص ۷۹ ۳ ومسند امام احمد ج۵ ص ۳۸-۹ ومصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۲۳ حدیث ۱۲۹۲ وفی صحیح ابن حبان ج۵ ص ۱۱۳ وفیہ: فقال ردوا علی ردائی۔ ومشکوۃ ص ۳۹۶)

وَاٰلہ وَسلَّم سے چمٹ گئے اور کچھ مانگنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو ایک خاردار درخت کے نیچے پناہ لینے پر مجبور کیا، تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی چادر مبارک درخت کے کانٹوں میں الجھ گئی تو وہ اسے لے اڑے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایامیری چادر مجھے واپس دے دو، اگر میرے پاس اس وادی کے کانٹوں کے برابر اونٹ ہوتے، تو تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔

(۴) وفی صحیح ابن حبان: بسندہ: عن ابن عمر عن النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم قال اذا صلی احدکم فلیلتذر ولیرتد۔ [189]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو ازار اور چادر بندھے یعنی چادر اوڑھ لے۔

ثابت ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے نماز میں چادر پہننے کا حکم دیاہے۔

(۵) وأخرج الشیخ الحافظ الامام الناقد سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ بسندہ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ: قال نہی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ان یصلی فی لحاف لا یتوشح بہ والاخر ان یصلی فی سراویل ولیس علیہ رداء۔ [190]

ترجمہ: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی صرف لحاف اوڑھ کر نماز نہ پڑھے بلکہ کاندھے پر کچھ حصہ ڈال دے، اور بغیر چادر کے صرف شلوار میں نماز نہ پڑھے۔ یعنی اس حدیث شریف میں بغیر چادر نماز پڑھنے سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایاہے۔

---

[189] (ج۳ص ۸۳، وسنن کبریٰ للبیھقی ج ۲ ص ۳۳۳)

[190] :سنن کبریٰ للبیھقی ج ۲ ص ۳۳۴، وابو داؤد ج ۱ ص ۹۳ کتاب الصلوۃ باب من قال یتزر بہ اذا کان ضیقاً۔

(٦) وفی کنز العمال: حدیث ۲۰۰۳۳۔ لا ینظر اللہ الی قوم لا یجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلاۃ۔[191]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فرمایا جو قوم نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتی اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا۔

(۷) وفی الاعتصام شاطبی: قال أبو مصعب صاحب مالک: قدم علینا ابن مھدی یعنی المدینۃ۔ فصلی و وضع رداءہ بین یدی الصف فلما سلم الامام رمقہ الناس بأبصارھم و رمقوا اماماً و کان قد صلی خلف الامام، فلما سلم قال: من ھاھنا من الحرس، فجائہ نفسان فقال: خذا صاحب ھذا الثوب فاحبساہ۔ فحبس، فقیل لہ: انہ ابن مھدی فوجہ الیہ و قال لہ اما خفت اللہ و اتقیتہ ان وضعت ثوبک بین یدیک فی الصف و شغلت المصلین بالنظر الیہ، و احدثت فی مسجد ناشیئاً ما کنا نعرفہ وقد قال النبی صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم من احدث فی مسجدنا حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ و الملائکۃ و الناس أجمعین؟ فبکی ابن مھدی و آلی علی نفسہ أن لا یفعل ذلک أبداً فی مسجد النبی صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم و لا فی غیرہ۔[192]

ترجمہ: ابو مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا ابن مہدی ہمارے پاس مدینہ آئے اور اس حال میں نماز پڑھی کہ اپنی چادر اپنے آگے صف میں رکھ دی، جب نماز پڑھنے لگے تو لوگ کنکھیوں سے امام اور ابن مہدی کو دیکھ رہے تھے جب کہ ابن مہدی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب امام نے سلام پھیرا تو کہا: یہاں کون محافظ ہیں؟ دو افراد آگئے تو امام نے کہا اس چادر والے کو پکڑ کر گرفتار کر لو تو

[191] (ابو نعیم عن ابن عباس: کنز العمال ج۷ ص ۵۱۶، فتاویٰ بحر العلوم ج ۱ ص ۴۵۴، فتاویٰ رضویہ ج۳ ص ۴۱۸ مکتبہ رضویہ)

[192] (الاعتصام شاطبی، ج ۱ ص ۲۷-۳و ج ۲ ص ۲۶۸)

گرفتار کرلیا گیا، امام سے کسی نے کہا یہ ابن مہدی ہیں۔ امام نے اس سے منہ پھیر کر فرمایا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ چادر کو اپنے سامنے صف میں رکھ کر لوگوں کو اس کی وجہ سے مشغول رکھا(یعنی لوگ نماز میں چادر کو دیکھ رہے تھے)۔اور تم نے ہماری اس مسجد میں ایسی بدعت جاری کی جس کو ہم نہیں جانتے تھے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: جس نے ہماری اس مسجد میں بدعت جاری کی تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ابن مہدی رونے لگے اور مسجد نبوی میں قسم کھائی کہ آئیندہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

(۸) صحیح ابن حبان میں غزوۂ بدر کے متعلق روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

عن عمر بن الخطابص و فیہ فما زال یتصف ربہ جل و علا مادّا یدیہ مستقبل القبلۃ حتی سقط رداؤہ۔[193]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے دست مبارک پھیلائے اور اللہ کی حمد بیان فرمائی جب کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم قبلہ رو کھڑے تھے، حتیٰ کہ چادر مبارک گر گئی۔

[193] (صحیح ابن حبان ج۵ ص ۱۰۳ و حاشیۃ البخاری ج ۱ ص ۴۰۸، از کرمانی و خیر جاری باب قبل فی درع النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم و مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۵۱، حدیث ۲۰۸ و ج ۱ ص ۵۴ حدیث ۲۲۱)

قاعدہ کلیہ

انہ قد مر منی غیر مرۃ أن المسائل لا تؤ خذ من حدیث واحد ولکن تجمع أحادیث الباب کلھا ثم تبنی علیھا المسائل۔

کئی بار میں نے عرض کیا تھا کہ تمام مسائل ایک ہی حدیث سے اخذ نہیں کئے جاتے بلکہ اس باب کی تمام احادیث جمع کی جاتی ہیں پھر ان سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔[194]

(۹) اخرج الامام البخاری فی صحیحہ بسندہ عن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ :ثم اخذ طرف ردائہٖ فبصق فیہ ثم رد بعضہ علی بعض فقال او یفعل ھکذا باب حک البزاق بالید من المسجد۔[195]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے چادر مبارک میں تھوک کر کپڑا موڑ کر مل دیا، اور فرمایا: یا نمازی یوں کرے۔

علم مما ذکر ان الرداء فی الصلاۃ مطلوباً شرعاً لانہ ان لم یکن لہ رداء فی الصلاۃ ما یفعل ببذاقہ فی الصلوۃ لان الارض المساجد مفروش فی ھٰذا الزمان۔

معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں چادر رکھنا مطلوب شرعی ہے کیونکہ اگر چادر نہ ہوئی تو تھوک کے ساتھ کیا کرے گا، کیونکہ اس دور میں تو اکثر مساجد میں فرش ہوتا ہے۔

تنبیہ: ان من لم یجد ثوباً طاھراً یجوز صلاتہ عریانا ومن لم یجد ثوباً۔ یجوز صلاتہ فی ثوب واحد وھکذا حکم الثوبین لیس کلامنا فیہ بل فی الذین وسع اللہ علیھم فمن انعم اللہ علیہ

---

194 (فیض الباری شرح صحیح البخری ج ۴ ص ۸ لانورشاہ کشمیری)

195 (جلد ۱ ص ۵۸ وج ۱ ص ۵۹ باب اذا بذرہ البزاق۔ وج ۱ ص ۳۸ باب البزاق والمخاط ونحوہ فی الثوب۔ نیز انظر اطرافہ فی عمدۃ القاری ج ۴ حدیث ۴۰۵ ص ۲۲۱ وحدیث ۴۰۸ ص ۲۲۵ وحدیث ۴۱۶ ص ۲۲۹ وحدیث ۴۱۲ ص ۲۶۳ وحدیث ۴۱۳ ص ۲۲۷ وحدیث ۴۱۷ ص ۲۳۱ وحدیث ۱۵۳۱ ص ۲۶ ج ۵ عمدۃ القاری وحدیث ۲۵۳۲ ص ۲۷، ج ۵ وحدیث ۲۸۲۲ ج ۶ ص ۱۳۹ وحدیث ۱۲۱۴ ج ۷ ص ۵۲۶)

فلیریٰ أثرہ علیہ أما فی زماننا یکون لواحد صنادیق الثیاب ومع ذلک ھم یصلون فی سراویل وقمیص فقط، لیس لھم حیاء من اللہ ورسولہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم کیف حالھم یوم القیامۃ۔ ففھم فی الحدیث: اذا وسع اللہ علیکم فوسعوا علی انفسکم۔

ترجمہ: جو پاک کپڑا نہ پائے تو اس کے لئے برہنہ نماز پڑھنا جائز ہے، اور جس کے پاس ایک کپڑا ہو تو وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھے گا، یہی حکم دو کپڑوں کا بھی ہے۔ ہماری تحقیق اور کلام ایک دو کپڑوں والے شخص کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و وسعت دی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نعمت کا اثر اس پر ظاہر ہو۔ ہمارے زمانے میں تو لوگوں کے کپڑوں کے صندوق بھرے ہوتے ہیں اس کے باوجود بھی وہ صرف شلوار و قمیص میں نماز پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اللہ و رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم سے حیاء نہیں آتی ان لوگوں کا قیامت کے دن کیا حال ہو گا۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ مالی وسعت عنایت فرمائے، تو وہ لوگ آپنے آپ پر وسعت لے آئیں۔

(۱۰) فی مصنف عبد الرزاق: عن ابراھیم قال: کان الرجل من أصحاب النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم اذا لم یجد رداء یصلی فیہ طرح علی کتفیہ او قال علی عاتقہ عقالاً قلت ثبت منہ ان الصحابۃ مع وجدان الرداء لا یصلون بغیر رداء۔[196]

یعنی ابراہیم نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ جب نماز کے لئے چادر نہ پاتے تو کسی بھی کپڑے کو لے کر کاندھے پر ڈال لیتے، یا آپ نے یوں فرمایا کہ رسی کی طرح لٹکا لیتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چادر کی موجودگی میں بغیر لپیٹے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

[196](مصنف ج ۱ ص ۳۶۲)

وفی صحیح البخاری حدثنا عمرو بن عاصم قال حدثنا همام عن قتادۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنھم قال قلت لہ ای الثیاب کان احب الی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم قال الحِبَرۃ ج ۲ ص ۸۶۵۔

قتادہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کو کون سا کپڑا زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: یمنی چادر۔

(۱۱) وحدثنا عبد اللہ بن ابی الاسود حدثنا معاذۃ حدثنی ابی عن قتادۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال احب الثیاب الی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ان یلبسھا الحِبَرۃ ج ۲ ص ۸۶۵۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو پہننے میں سرخ دھاری دار رنگ کی یمنی چادر پسند تھی۔

(۱۲) واخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہٖ عن طاؤس: قال: کان قمیصہ فوق الازار و الرداء فوق القمیص۔[197]

ترجمہ: طاؤس نے کہا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی قمیص ازار (دھوتی) کے اوپر ہوتی تھی اور چادر قمیص کے اوپر ہوتی تھی۔

(۱۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم یقول اللہ تعالیٰ الکبریاء ردائی (ای بمنزلتہ عندکم مرقات ص ۳۰۹، ج ۹) والعظمۃ ازاری فمن نازعنے واحداً منھما ادخلتہ النار وفی روایۃ قذفتہ فی النار۔[198]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی (تکبر) میری چادر ہے۔ (جیسے کہ تمہاری چادر ہوتی ہے) عظمت (بڑائی) میری ازار

---

[197] (ج ۸ ص ۲۷۲ و ج ۱۱ ص ۳۰۹ دار القرآن و العلوم۔ اس کے ساتھ حدیث ۲۴ ۵ جمع کر کے نیتیجہ نکالیں مر صفحۃ ۷)
[198] (رواہ مسلم و مشکوۃ ص ۴۳۳)

ہے جو مجھ سے ان دونوں کے بارے میں لڑے گا یعنی جو تکبر اور بڑائی کرے گا تو میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔

وفی المرقات: الکبریاء ای الذاتی و العظمة ای الصفاتی فان رتبة الصفة دون رتبة الذات۔۔۔و المعنی انھما مختصان بی اختصاصا ظاھراً کنسبة الثوبین الیکم حیث لا یمکن المنازعة فی واحد منھما لاحد علیکم۔۔۔قال الامام فخر الدین الرازی جعل الکبریاء قائما مقام الرداء و العظمة قائمة مقام الازار و معلوم ان الرداء أرفع درجة من الازار فوجب ان یکون صفة الکبریاء أرفع حالا من صفة العظمة۔ [199]

ترجمہ: مرقات میں ہے: کبریائی میری ذاتی اور عظمت میری صفاتی شان ہیں۔ اور صفت کا رتبہ ذات کے رتبے سے کم ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ یہ دونوں میرے ساتھ ظاہری طور پر خاص ہیں۔ جیسے کہ تمہاری طرف دو کپڑوں کی نسبت ہوتی ہے اور ان دونوں کپڑوں کے بارے میں کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تمہارے ساتھ لڑائی اور اختلاف کرے۔ امام رازی نے کہا اللہ تعالیٰ نے کبریائی کو چادر کے قائم مقام فرمادیا اور عظمت کو تہبند کے قائم مقام فرمادیا۔ اور یہ معلوم ہے کہ چادر تہبند سے اونچے درجے کا ہوتا ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کبریائی صفتِ عظمت سے بلند وارفع ہے۔

وفی الطیبی شرح مشکوٰۃ: انه سبحانه وتعالیٰ شبه صفة الکبریاء بالرداء و الرداء ما یلبس الرجل رأسه و کتفیه وھذہ الأعضاء مختصة بالترفع و التکبر و الظھور فناسب الرداء۔ و شبه صفة العظمة بالازار، و الازار ما یلبس الرجل من وسطه الی قدمیه وھذہ الأعضاء مختصة بالنزول و الانحطاط و الخفاء فناسب الازار۔ (و ذکر معنی الاختصاص کما مر)۔۔۔

---

[199] (و کذا أحمد أبو داؤد و ابن ماجه عن أبی ھریرة و ابن ماجه ایضا عن ابن عباس و رواہ الحاکم مختصرا بلفظ الکبریاء ردائی فمن نازعنی ردائی قصمته، ج ۹ ص ۳۰۹)

(وذكر) فالحديث اذن من جوامع الكلم وكنوز الحكم التى خص بها النبى صلوات الله وسلامه على قائله۔[200]

ترجمہ: طیبی شرح مشکوٰۃ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ کبریائی کو چادر کے مشابہ فرمایا اور چادر وہ ہے کہ جس کو انسان سر اور کاندھوں پر ڈالتا ہے، اور یہ اعضاء جسم انسانی میں بلندی، بڑائی، اور ظہور کے ساتھ خاص ہیں تو چادر کے مناسب ہیں۔ اور صفت عظمت کو ازار کے ساتھ مشابہ فرمایا اور ازار وہ ہے جسے انسان آدھے جسم کے نیچے تک پہنتا ہے، اور یہ اعضاء نزول (اتار) جھکاؤ اور پوشیدہ ہونے کے ساتھ خاص ہیں تو ازار کے مناسب ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث قدسی پر تھوڑے غور و فکر سے بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ صفتِ کبریاء اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، لہذا اس کا اللہ تعالیٰ سے انفکاک کسی بھی وقت و حال میں نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ محال ہے۔

اس طرح مسلمان کے لئے چادر ہر وقت اور ہر حال میں ضروری ہے۔ دوسرا یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی کبریائی لامحدود ہے، اسطرح چادر کے فوائد بھی ہیں۔

(۱۴) ومصنف ابن ابی شیبه اخرج بسنده عن أبی رزین قال: خرج علی بن أبی طالب وعليه قميص من قز وعليه بردمن فطوس (ج۸ ص ۲۰۸) من قال: اليس ماشئت۔

ترجمہ: ابورزین نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور آپ قز کی قمیص اور فطوس کی چادر پہنے ہوئے تھے۔

[200] (الطيبى، ج ۹ ص ۲۵۳)

(۱۵) وفی مصنف اخرج عن قتادۃ عن محمد قال: لتمیم رداء اشتراہ بألف فیصلی فیہ ص ۸ ص ۲۲۵۔

ترجمہ: قتادہ نے محمد سے روایت کی: تمیم نے ہزار (درہم یا دینار) کی چادر خریدی تھی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے۔

وفی البخاری: باب الاردیۃ وقال انس جبذا اعرابی رداء النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا یونس عن الزُّھری قال اخبرنی علی بن حسین ان حسین بن علی اخبرہ ان علیّاً رضی اللہ عنہ قال فدعا النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم بردائہ فارتدی بہ جلد ۲ صفحہ ۸۶۲ وقد تقدم بتمامہ فی فرض الخمس ج ۱ ص ۴۳۵ صحیح بخاری۔ اقول لم اجد فی فتح الباری و العمدۃ القاری شرح قولہ علیہ السلام فدعا النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم بردائہ فارتدی ثم انطلق یمشی لکن عندی ھو کما قال فی حدیث ۳ ص ۷ فخطفت ردائہ فوقف النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم فقال أعطونی ردائی: ولیس المراد منہ انہ علیہ السلام جالس مع زید بن حارثۃ بغیر رداء فطلب ردائہ ففھم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دیہاتی نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی چادر پکڑ لی، حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم نے اپنی چادر طلب فرمائی پھر اوڑھ لی۔ لیکن میرے نزدیک یہ وہی بات ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی چادر اچک لی گئی، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم نے کھڑے ہو کر فرمایا میری چادر مجھے دے دو، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَسلَّم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس بغیر چادر کے بیٹھے ہوئے تھے اور پھر اپنی چادر طلب فرمائی۔

(۱۶) عن ابی عالیۃ: قال وعلی قمیص ورداء وعمامۃ بخمسۃ عشر درھماً۔[201]

ترجمہ: ابو العالیہ نے کہا کہ میری قمیص، چادر اور عمامہ پندرہ درھم کا تھا۔

*** قمیص کی اہمیت ***

وفی تفسیر روح المعانی: وکان عند یعقوب قمیص ابراھیم علیہ السلام الذی کساہ اللہ تعالیٰ ایاہ من الجنۃ حین القی فی النار الخ۔[202]

ترجمہ: حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جنت کی قمیص تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس وقت پہنائی تھی جب آتش نمرود میں ڈالے گئے تھی۔

فثبت منہ ان اصل القمیص من الجنۃ ومن وقت القاء ابراھیم علیہ السلام فی النار۔

یعنی ثابت ہوا کہ قمیص کی اصل جنت سے ہے اور اس وقت لائی گئی کہ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔

وفی تفسیر مظھری وفی القصص: ان ابراھیم علیہ السلام حین القی فی النار جرد عن ثیابہ۔ فاتاہ جبرئیل بقمیص من حریر الجنۃ فالبسہ ایاہ فدفعہ ابراھیم الی اسحاق و اسحاق الی یعقوب فجعلہ فی تمیمۃ الخ۔

ترجمہ: مظہری میں ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جارہا تھا تو آپ علیہ السلام کے کپڑے اتارے گئے، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جنتی ریشمی قمیص لاکر ان کو پہنا دی۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وہ قمیص حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور آپ علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عنایت فرمائی۔ آپ علیہ السلام نے اسے تعویذ میں بند کر دیا۔[203]

---

[201] (ابن عساکر ج ۲۰ ص ۱۴۱)

[202] (روح المعانی، ج ۱۲ ص ۱۹۷)

[203] (تفسیر مظھری ج ۵ ص ۱۴۸)

وفی البدایة والنهایة لابن کثیر: وکان أول کسوتهما من شعر الضأن جزاه ثم غزلاه فسنج آدم له جبة والحواء درعاً وخماراً ج ۱ ص ۱۰۳ ـ الجبه: زره، منجد: چوغه[204]

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام و حواء علیہا السلام کے پہلے کپڑے بھیڑ کی اون کے تھے، آپ علیہ السلام نے بھیڑ سے کاٹ کر کات دیئے، سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے لئے جبہ بنایا اور سیدہ حواء علیہا السلام کے لئے قمیص اور دوپٹہ بنایا۔

وفی بدائع الزهور: فمضی جبرائیل الی حواء ومعه کبش من الجنة فقص من صوفه ودفعه الی حواء وعلمها کیف تغزل الصوف فلما علمها وغزلته علمها کیف تنسجه فنسجته عباءة فأخذها جبرائیل ومضی بها الی آدم فستر بها جسده۔[205]

ترجمہ: بدائع الزهور میں ہے: حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت حواء علیہا السلام کے پاس گئے اور ان کے پاس جنتی بھیڑ تھا اس کے اون کاٹ کر حضرت حواء علیہا السلام کو دے کر چرخہ کاتنے کا طریقہ بھی سکھا دیا، پھر حضرت حواء علیہا السلام نے دھاگے بنا کر چغہ (جبہ) بنایا، حضرت جبریل علیہ السلام نے وہ لے کر حضرت آدم علیہ السلام کو دیا انہوں نے اس سے ستر پوشی فرمائی۔

درع: دِرْعُ المراۃِ: عورت کی قمیص، کرتا۔[206]

العَبَاء: دھاری دار کمبل: بیان اللسان: چوغہ منجد و مصباح اللغات عربی اردو۔

عبا: هو ضَرْب من الاکسیة الواحدة عباءة وعبایة: یعنی چادر کی ایک قسم۔[207]

العباء: کِساء۔ (چادر)[208]

---

[204] (فیروز اللغات)
[205] (بدائع الزهور، ص ۵۴)
[206] (المنجد ص ۲۱۳: پیرھن۔فروز اللغات ص ۶۲۲ ومصباح اللغات)
[207] (النهایه لابن الاثیر ج۳ ص ۱۷۵)
[208] قاموس المحیط ج ۱ ص ۲۲۔ومختار ص ۳۲۵۔

الکِسَاء: کپڑا، کمبل ج اَکْسِیَة:[209]

یعنی بیان اللسان و قاموس المحیط منجد عربی یترجم العباءة بالکساء و بدائع الزھور صرح انہ لم یزل مالبس آدم علیہ السلام فعلمنا ان القمیص و الرداء یعنی العباء و ھو مالبس آدم علیہ السلام و حواء رضی اللہ عنھا۔ و ھو المطلوب۔

ترجمہ: یعنی بیان اللسان اور قاموس المحیط نے عباء کا معنی چادر کیا ہے۔ بدائع والزھور نے تصریح کی کہ حضرت آدم علیہ السلام اس کو مستقل پہنتے رہے۔ معلوم ہوا کہ قمیص اور چادر یعنی عباء یہ وہ لباس ہے جو حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام پہنتے تھے، اور یہی مطلوب ہے۔

(۱۷) و اخرج ابو داؤد بسندہ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم صلی فی خمیصة لہ لھا اعلام فنظر الی اعلامھا فلما سلم اذھبوا بخمیصتی ھذہ الیٰ ابی جھم فانھا الھتنی فی صلاتی و ائتونی بانبجانیۃٍ اہ۔[210]

انبجانیة۔ الکساء الغلیظ:[211]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے کڑھائی والے جبہ میں نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا یہ ابی جہم کو دے آؤ، اس نے مجھے نماز میں مشغول رکھا اور میرے پاس انبجانیہ جبہ لے آؤ۔ یعنی متبادل چادر مانگنا بھی اس بات پر دلیل ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام بلاوجہ بغیر چادر نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

(۱۸) و فی المسند احمد بن حنبل: مسندہ عن النعمان بن بشیر یقول سمعت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم یخطب یقول: انذر تکم النار أنذرتکم النار

---

[209] اردو و مصباح اللغات ص ۷۳۹ سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی۔

[210] (ج ۲ ص ۲۰۵ و صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۶۵، و ج ۱ ص ۵۴ و صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۸ ثلاثة احادیث و نسائی ج ۱ ص ۱۲۵۔

[211] کرمانی و الجمع حاشیہ ج ۸۶۵ بخاری)

انذرتکم النار حتی لو ان رجلاً کان بالسوق سمعه من مقامی هذا قال: حتی وقعت خمیصة کانت علی عاتقه عند رجلیه۔[212]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے خطبہ میں تین بار فرمایا: میں نے تم لوگوں کو آگ سے ڈرایا ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی بازار میں ہو تو اس نے بھی اس مقام سے سنا ہے، حتیٰ کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی چادر کاندھوں مبارک سے قدموں میں گر گئی۔

(۱۹) واخرج بسنده عن اسماعیل بن عبداللّٰہ بن جعفر عن أبیه قال: رأیت رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم وعلیه ثوبان مصبوغان بالزّعفران ورداء وعمامة ص ۹۸-۹۹ صفة ردائه علیه الصلوۃ والسلام کتاب لحافظ أبی جعفر بن حیان الاصبهانی متوفی ۳۶۹ھ فی اخلاق النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو زعفران کے رنگے ہوئے دو کپڑو میں دیکھا: چادر اور عمامہ۔

(۲۰) واخرج احمد بن حنبل بسنده عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت: کان النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وَاٰله وَسلَّم یصلی وعلیه مرطٌ وصلّی بعضه علیها بعضه وعلیه بعضه۔[213]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم بڑی چادر میں نماز پڑھتے تھے، کچھ حصہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر ہوتا اور کچھ مجھ پر۔

---

[212] (ج۵ ص ۳۴۰ حدیث ۱۷۹۳۔ ایضاً)

[213] ج۸ ص ۹۹ حدیث ۲۳۸۶۱ وانظر حدیث ۲۴۱۵۴ ج۷ ص ۱۴۳ وحدیث ۵۸ ج ۱ ص ۱۸۶ ومسلم ج ۱ ص ۱۹۸ ونسائی ج ۱ ص ۱۲۵۔

(۲۱) واخر البیهقی بسندہ: عن عبد اللہ بن مسلم اخی الزہری قال: رأیت ابن عمر وازارہ الی انصاف ساقیہ والقمیص فوق الازار والرداء فوق القمیص اھ۔[214]

قلت: ھذا حال من ھو اشد اتباعاً لاثارہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضرت (عبد اللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ تہبند نصف پنڈلی تک اٹھی ہوئی تھی، قمیص تہبند کے اوپر اور چادر قمیص کے اوپر تھی۔ میں نے کہا: یہ آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے آثار کی سخت اتباع کی حالت تھی۔

(۲۲) واخرج الحافظ ھیثمی عن عطاء قال: کان عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ یلبس قمیصاً من کرابیس الی نصف ساقیہ ورداؤہ یضرب الخ۔[215]

ترجمہ: حضرت عطاء نے کہا: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روئی کی قمیص پہنتے تھے، جو آدھی پنڈلی تک تھی اور چادر ڈالے ہوئے تھے۔

(۲۳) وایضا اخرج: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم: الاِرْتِدادُ لِبْسَةُ العرب والاتفاع لبسة الاعیان وکان رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم یتلفع۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا چادر اوڑھنا عرب کا لباس ہے اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم چادر اوڑھتے تھے۔[216]

---

[214] شعب الایمان ج۵ ص ۱۴۹۔

[215] (مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۱۱، حدیث ۸۵۰۸ واخرج الطبرانی فی الکبیر برقم ص ۲۶۰)

[216] (رواہ طبرانی وفہ سعید بن سنان شامی وھو ضعیف جداً ونقل عن بعضھم توثیقہ ولم یصح اھ مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۲۲ حدیث ۸۵۴۵)

(۲۴) ایضا اخرج عن ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنھاقالت: ربما صبغ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم رداءہ وازارہ بزعفران او ورس ثم یخرج فیھا۔[217]

ترجمہ: حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کبھی کبھی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم اپنی چادر اور تہبند زعفران یا ورس میں رنگتے تھے پھر اس لباس میں باہر تشریف لے جاتے۔

(۲۵) روی أبو یعلی (عن عبد اللہ بن جعفر) رأیت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم وعلیہ ثوبان مصبوغان بالزعفران: رِداء وعمامۃ وفیہ عبداللہ بن مصعب الزھری ضعفہ ابن معین۔[218]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم پر زعفران کے دو رنگے ہوئے کپڑے دیکھے۔

(۲۶) عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم من کانت لہ سریرۃ صالحۃ او سیئۃ اظھر اللہ منھا رداء یعرف بہ۔[219]

وقال شیخ محدث دھلوی: المراد بالرداء ھنا علامۃ یعرف بھا کما یعرف بالرداء کون الرجل من الایمان۔[220]

یعنی مراد برداء علامت ست کہ بدان چیزے شناختہ می شود چنانچہ مرد برداء شناختہ می شود کہ از اعیان ست کذا قالوا۔[221]

وفی المرقات کما یعرف بالرداء کون الرجل من الاعیان أو غیرہ من الاعوان۔[222]

---

[217] رواہ طبرانی فی الکبیر ۲۳، ۳۹۹، مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۲۵ حدیث ۸۵۵۷۔

[218] (مجمع الزوائد ج۵ ص ۲۲۷ حدیث ۸۵۶۵، رواہ طبرانی فی الصغیر (س، ۲۳۳) واب یعلی فی سندہ برقم (۶۷۵۲))

[219] رواہ البیھقی فی شعب الایمان مشکوۃ ص ۴۵۶ قبیل باب البکاء والخوف۔

[220] لمعات بر حاشیہ مشکوۃ حاشیہ ۵۔

[221] اشعۃ اللمعات ج۴ ص ۲۷۴ اشعۃ اللمعات ج۴ ص ۲۷۴۔

[222] ج ۱۰ ص ۷۴ وفی المظاھر حق۔

رداء اصل میں چادر کو کہتے ہیں مراد علامت ہے کہ اس سے ایک چیز پہچانی جاتی ہے اور ممتاز ہوتی ہے غیر اپنے سے جیسے کہ مرد چادر سے پہچانا جاتا ہے اور ممتاز ہوتا ہے الخ۔[223]

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صَلَّى اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: جو شخص خلوت میں اچھا یا برا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی علامت سے ظاہر فرمادے گا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رداء سے مراد نشانی اور علامت ہے جس سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح چادر کی وجہ سے ممتاز نظر آتا ہے۔

لمعات میں ہے: رداء سے مراد علامت ہے کہ اس سے چیزوں کی پہچان ہوتی ہے اسی طرح کامل شخص کی پہچان چادر سے ہوتی ہے۔

(۲۷) وفی مجمع الزوائد: فاذا ھم بعبد اللہ بن عباس قاعداً قریباً من زمزم وعلیه رداء له أحمر و قمیص۔[224]

ترجمہ: اچانک لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو زمزم کے قریب سرخ چادر اوڑھے ہوئے دیکھا۔

واخرج مصنف ابن شیبه بسنده عن طاؤس قال: کان قمیصه فوق الازار والرداء فوق القمیص۔

طاؤس نے کہا کہ ان کی قمیص ازار (تہبند یا شلوار) کے اوپر اور چادر قمیص کے اوپر ہوتی ہے۔[225]

---

[223] مظاہر حق ج ۴ ص ۲۷۹۔

[224] الحدیث ج ۷ ص ۹ حدیث ۱۰۸۰۵۔

[225] (ج ۸ ص ۲۷۲ و نسخۃ اخریٰ ص ۲۰۹ حدیث ۴۸۹۸)

(۲) اخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ۱۱/۸۲/ من طریق معمر عن طاؤس عن ابیه ولفظه:قال:الازار فوق الکعبین۔والقمیص فوق الازار,والرداءفوق القمیص۔

ازار(تہبند یا شلوار)ٹخنوں کے اوپر،اور قمیص ازار(تہبند یا شلوار)کے اوپر اور چادر قمیص کے اوپر ہوتی ہے۔[226]

عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال کانوا یرون السیف رداء۔

حضرت ابراہیم نے کہا لوگ تلوار کو بطور علامت چادر کی طرح سمجھتے تھے۔[227]

ثبوت الرداءیوم القیامۃ(قیامت کے دن چادر کا ثبوت)

عن ابن التیمی عن الحجاج قال حدثنی أبو عمرۃ شیخ من بنی تمیم قال: یقال: معزی المصائب یکسی رداءً من ایمان یکون لہ ستراً من النار۔[228]

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ مصائب میں تسلی دینے والے کو قیامت کے دن ایمان کی چادر پہنائی جائے گی جو اس کے لئے جہنم سے بچاؤ ہو گی۔

عن أبی عبد السلمی عن علمائھم قال: من عزّی مؤمناً بمصیبۃ دخلت علیہ۔ کساہ اللہ یوم القیامۃ رداءیحبر بہ۔[229]

ترجمہ: جس نے کسی مصیبت زدہ انسان کے پاس آکر اسے تسلی دی،تو قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ چادر پہنائے گا جس سے وہ فخر کرے گا۔

---

[226] (مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ۔ مصنف ابن ابی شیبۃ ادارۃ القرآن والعلوم کراچی صـ۲۰۹ مصنف عبد الرزاق ج ا صـ ۱۴۱)وحدیث ۱۴۰۵۔

[227] (مصنف عبدالرزاق ج ا صـ ۳۶۱)

[228] ج۳صـ۳۹۶مصنف عبدالرزاق۔حدیث ۶۰۷۲۔

[229] الحدیث ج۳صـ۳۹۶مصنف عبدالرزاق وفی حدیث ۶۰۷۴۔

اہل جنت کے لباس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ سے ہوا ہے:

(۱) وَیَلْبِسُوْنَ ثِیَاباً خُضراً مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ (کھف ۳۱)

جنتیوں کو سبز رنگ سندس اور استبرق ریشمی کے لباس پہنائے جائیں گے۔

(۲) عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَّاِسْتَبْرَقٌ۔ (سورۃ الدھر ۲)

ان پر سبز رنگ کے سندس اور استبرق کے کپڑے ہوں گے۔

(۳) وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْر (الحج ۲۳) وَلِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْر (فاطر ۳۳)

جنت میں ان کا لباس ریشم کا ہو گا۔

واخرج ابنی ای عن عباد بن تمیم عن عمہ قال: خرج النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم یستسقی وحول رداءہ۔[230]

ترجمہ: حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہما کے چچا نے کہا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم استسقاء کے لئے نکلے اور اپنی چادر پلٹ دی۔

وفی مجموع النوازل سئل عن الزینۃ والتجمل فی الدنیا قال خرج رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ذات یوم وعلیہ رداء قیمتہ ألف درھم۔

دنیاوی مال وزینت کے متعلق سوال پر فرمایا کہ ایک دن آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم باہر تشریف لائے تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر ہزار درہم کی چادر تھی۔

وربما قام الی الصلاۃ وعلیہ رداء قیمتہ أربعۃ الاف درھم۔

کبھی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نماز پڑھتے اور آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر چار ہزار درہم کی چادر ہوتی۔

---

[230] (ج ۱ صـ ۱۳۶)

ودخل رجل من أصحابه یوما وعلیه رداء خز فقال علیه السلام ان اللّٰہ تعالیٰ اذا أنعم علی عبد نعمة أحب أن یری أثر نعمته علیه۔

ایک دن ایک صحابی آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم کے پاس آئے تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم پر اونٹ کے بالوں کی چادر تھی، تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کو نعمت (مال) سے نوازتا ہے، تو اللہ اچھا جانتا ہے کہ اس کا اثر اس بندے پر ظاہر ہو۔

وابو حنیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کان یرتدی برداء قیمته أربعمائة دینار۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے۔[231]

عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّم اذا استجد ثوبا سماه باسمه عمامة أو قمیصاً أو رداءً الخ۔[232]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم جب نیا لباس پہنتے تو اس کا نام رکھتے کہ یہ عمامہ، قمیص یا چادر ہے۔

صحیح بخاری نے استسقاء میں تحویل رداء کی دس (۱۰) احادیث بیان کی ہیں، صحیح مسلم نے چار (۴)، جامع الترمذی نے ایک، نسائی مجتبیٰ نے چھ (۶) ابوداؤد نے سات (۷)، ابن ماجہ نے تین (۳) اور مسند احمد نے تیرہ (۱۳)۔

وذکر الشیخ حسین بن محمد الدیار بکری فی تاریخ الخمیس بحواله بحر العلوم شکا آدم الی جبریل فجاء بشاة من الجنة عظیمة لها صوف کثیر (الیٰ ان قال) دفعه حوّاء ذلک الصوف ونسجه واتخذ منه لنفسها درعا وخمارا ولآدم قمیصا وازارا وکان ذلک أصل اللباس اھ۔ (ج ۱ ص ۵۵)

---

[231] (کذٰفی الزخیرة عالمگیری ج۵ صـ ۳۳۲ و ۳۳۳ وتبین الحقائق ج ۶ ص ۲۲۹ مکتبه امدادیه، وبحر ج ۸ صـ ۱۹۵)

[232] مسند احمد ج ۳ حدیث ۱۱۰۷۷ صـ ۲۲۸

ترجمہ: بحرم العلوم میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے شکایت کی تو وہ جنت سے بہت اون والی بڑی بکری لے آئے۔ وہ اون حضرت حواء علیہا السلام کو دیا انہوں نے کاتا اور اپنے لئے جبہ اور دوپٹہ بنایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے لئے قمیص تہبند۔ یہ اصل لباس ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لئے ایک جبہ تیار کیا جبکہ اماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لئے ایک قمیص اور چادر تیار کی۔ [233]

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ تاریخ طبری کا ترجمہ کرنے والا سید عاصم محمود غلط ہو کہ عباء کا ترجمہ جبہ کیا، کیونکہ عَبَاء اور عَباءَة کے ترجمہ کرتے ہوئے قاضی زین العابدین سجاد میر ٹھی بیان اللسان میں لکھتے ہیں دھاری دار کمبل ص۴۸۹ اور قباء: اچکن، شیر وانی، جمع اقبیۃ ص ۶۳۴۔ طبقات ابن سعد کے مترجم علامہ العمادی لکھتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارے گئے بھیڑ سے ایک کو ذبح کر کے اون لی حواء علیہ السلام نے، اسے کاتا اور دونوں مل کر اسے بننے لگے اپنے لئے تو آدم علیہ السلام نے ایک جبہ تیار کیا اور حوا علیہ السلام کے لئے ایک کرتہ اور ایک اوڑھنی یہی کپڑے تھے جو دونوں نے پہنے۔ [234]

طبری کے مترجم نے لکھا کہ حواء علیہ السلام نے دوپٹہ اور چادر تیار کیا اور طبقات ابن سعد کے مترجم نے لکھا کہ ایک کرتہ اور اوڑھنی تیار کی۔

جُبَّه: چوغہ (فیروز اللغات اردو)۔

---

[233] تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۲۸

[234] (ج ۱ ص ۴۳ طبقات کبریٰ)

اور صاحب قاموس المحیط لکھتے ہیں:

وعباء کِسَاءٍ کالعباءۃ ج ا ص ۲۲ کما مر ص ۱۴: جب سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ منجد عربی میں عباء کا ترجمہ کساء سے کیا گیا ہے اور منجد ترجمہ اردو میں چوغہ سے کی گئی ہے یہ دلیل ہے اس پر کہ اردو والے مترجمین نے چادر کو چوغہ یا جبہ بنا دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ چادر تھی۔

جس کا انعام حضرت آدم اور ماں حواء علیہما السلام پر جنت سے دنیا کو آنے کے وقت ہوا۔

ارشاد ربانی ہے:

یٰبنی اٰدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سَوْاٰتکم وریشاً۔

اے انسان ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جس سے تمہاری ستر عورت اور حسن وجمال ہے۔

اب ہمیں چادر و قمیص سے شیطان ہی محروم کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰبنیٓ اٰدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما۔

اے انسان: شیطان تمہیں گمراہ نہ کرے جیسے تمہارے والدین کو جنت سے نکال کر بے حجاب کر دیا۔

الایۃ پ ۸ آیت ۲۶ و ۲۷ اعراف روح المعانی میں ہے:

وفی الکشاف ان ھذہ الآیۃ واردۃ علی سبیل الاستطراد عقیب ذکر بدء السوء ات وخصف الورق علیھا اظھار اللمنۃ فیما خلق من اللباس ولما فی العری وکشف العورۃ من المھانۃ والفضیحۃ واشعار أبان التستر باب عظیم من أبواب التقوی ج ۸ ص ۱۰۳۔

کشاف میں ہے کہ یہ آیت حضرت آدم و حواء علیہما السلام کے بے حجاب ہونے کے بعد نازل ہوئی، اور ان کے خود کو پتوں سے ڈھانپنے کے ذکر کے بعد کلام میں خارج از بحث مضمون کے طور پر

تخلیقِ لباس کے حوالے سے، نیز عریانی اور ستر کھلنے کی سبکی اور رسوائی کے حوالے سے احسان جتانے اور یہ بتانے کے لئے آئی ہے کہ ستر ڈھانپنا تقویٰ کے عظیم ابواب میں سے ایک باب ہے۔

حکم الٰہی ہے:

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ (الاعراف ۳۱)

اے انسان مسجد جاتے ہوئے زینت اختیار کرو۔

قرطبی میں ہے:

هو خطاب لجميع العالم ايضاً فانه عام فى كل مسجد للصلاة لان العبرة للعموم لا لسبب۔

یہ حکم ہر مسجد میں نماز کے لئے عام ہے کیونکہ اعتبار حکم کے عموم کا ہوتا ہے، سبب کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔[235]

فان كان اماما فلا يصلى الا بردائه لانه من الزينة۔

امام بغیر چادر کے نماز نہیں پڑھائے گا کیونکہ چادر زینت ہے۔[236]

معارف القران میں ہے: حق تعالیٰ نے تمام اولاد آدم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارا لباس قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرو **ج ۳ ص ۵۳۳** دوسرا مسئلہ اس آیت میں یہ ہے کہ لباس کو لفظ زینت سے تعبیر کر کے اس طرف بھی اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ نماز میں افضل واولیٰ یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے بلکہ اپنی وسعت کے مطابق لباسِ زینت اختیار کیا جائے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہترین لباس پہنتے تھے

---

[235] (قرطبی، ج۷ ص ۱۸۹)

[236] (قرطبی ج۷ ص ۱۹۱)

اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتا ہے اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت وجمال اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف ۳۱)**۔[237]

وفی المشکوٰۃ: عن ھلال بن عامر عن ابیہ قال رأیت النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم بمنیٰ یخطب علی بغلۃ وعلیہ برد أحمر وعلیٌّ امامہ یعبر عنہ۔

حضرت ہلال بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے کہا میں نے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کو منیٰ میں خچر پر خطبہ دیتے دیکھا، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی سرخ دھاری دار چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ہجوم کی وجہ سے آگے آگے آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی باتیں لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔[238]

الرداء: وھو مایوضع علی العاتق او بین الکتفین من الثیاب علی ای صفۃ کان۔[239]

ترجمہ: رداء ہر اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو کاندھے یا شانوں کے مابین رکھا جاتا ہے، خواہ وہ کسی طرح کا ہو۔

قال العلامہ بدر الدین العینی بحوالہ داؤدی رحمہ اللہ تعالیٰ البرود کالأردیۃ والمیازر وبعضھا أفضل من بعض وقال ابن بطال النمرۃ والبردۃ سواء۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے داؤدی کے حوالے سے کہا: برود، اردیۃ اور میازر کی طرح ہی ہے، جن میں سے بعض، بعض سے افضل ہے۔ اور ابن بطال نے کہا نمرہ اور بردہ دونوں ایک ہے۔[240]

---

[237] معارف ج۳ص ۵۴۳

[238] (رواہ مشکوٰۃ ص ۳۷۶ فصل ثانی کتاب اللباس و مرقات ج۸ ص ۲۶۳، وبذل المجھود ج۶ ص ۵۱)

[239] (عمدۃ القاری ج ۲۱، ص ۳۰۱، باب الاردیۃ وفتح الباری ج ۱۰ ص ۲۱۸، ومختار الصحاح للرازی من ص ۲۴۰)

[240] (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۳۰۱)

قلت: أن أهل اللغة صرحوا بان الرداء منها ما يلبس فوق النصف الاعلى من الجسم والازار مكان السروال كمامر من الطیبی۔

لغوی علماء نے صراحت کی ہے: رداء وہ ہے جو جسم کے اوپری حصے میں پہنی جاتی ہے اور ازار تہبند شلوار کی جگہ پر باندھی جاتی ہے جیسا شرح طیبی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ فقط۔

باب بیست و یک (21)

طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک سونا

سوال: طلوعِ صبح سے طلوعِ شمس تک نیند کرنا کیسا ہے؟ اور اس وقت کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: تفسیر روح البیان میں ہے:

الم تر الی ربک کیف مد الظل أی بسطه فیما بین طلوع الفجر الی طلوع الشمس لانه لا شمس معه وهو اطیب الازمنة۔۔۔ قال تعالیٰ فی وصف الجنة (وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ) ویقال تلک الساعة تشبه ساعة الجنة الا ان الجنة انور۔[241]

ترجمہ: "کیا تم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ وہ سایہ کو کیسے پھیلاتا ہے، یعنی طلوع فجر اور طلوع شمس کے مابین پھیلاتا ہے کیونکہ اس وقت سایہ کے ساتھ سورج نہیں ہوتا اور یہ بہت بہتر اور اچھا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: "اور پھیلا ہوا سایہ۔" کہا جاتا ہے کہ طلوع فجر اور طلوع شمس کے مابین والا وقت جنت کے وقت کے مشابہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ جنت نور ہے (زیادہ روشن ہے)۔"

---

[241](روح البیان، ج ۱۹، ص ۲۲۰)

تفسیر قرطبی میں ہے:

وقال الحسن وقتادة وغيرهما: مد الظل من طلوع الفجر الى طلوع الشمس۔ وقيل هو من غيوبة الشمس الى طلوعها والاول اصح والدليل على ذالك أنه ليس من ساعة أطيب من تلك الساعة فان فيها يجد المريض راحة والمسافر وكل ذى علة: وفيها ترد نفوس الأموات والارواح منهم الى الاجساد، وتطيب نفوس الاحياء فيها وهذه الصفة مفقودة بعد المغرب وقال ابو العالية: نهار الجنة هكذا۔ آه

ترجمہ: ”حسن اور قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں: مد الظل (اس نے سایہ کو پھیلایا) سے مراد طلوع فجر سے طلوع شمس کے مابین وقت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے طلوع ہونے تک کا وقت ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس وقت سے بہتر کوئی دوسرا وقت نہیں کیونکہ اس وقت میں مریض، مسافر اور دوسرے پریشان لوگ راحت پاتے ہیں، اور اس وقت میں اموات (مردوں) کی ارواح اور نفوس ان کے جسموں کی طرف آتے ہیں۔ اور زندوں کی ارواح و طبیعتیں بھی اس وقت بہت خوش اور تر و تازہ ہوتی ہیں۔ جب کہ یہ صفت مغرب کے بعد مفقود اور معدوم ہے۔ ابو العالیہ نے کہا: جنت کی نہریں اسی طرح ہیں۔“[242]

وابن عباس ومجاهد وايوب بن موسىٰ ابراهيم التيمي والضحاك وابى مالك الغفار وابى عالية وسعيد بن جبير: وذلك أطيب الاوقات۔

ترجمہ: ”ابن عباس، مجاہد، ایوب بن موسیٰ ابراہیم التیمی، ضحاک، ابو مالک الغفار، ابو العالیہ، سعید بن جبیر ث سے مروی ہے: یہ بہترین اوقات میں سے ہے۔“[243]

[242](تفسیر قرطبی، ج۱۳ ص۳۷، سورۃ الفرقان:۴۵)
[243](روح المعانی ج۱۹ ص۲۶)

رات نیند کے لئے ہے اور دن سونے کے لئے نہیں ہے سوائے قیلولہ کے۔ اس بات کا ذکر قرآنِ کریم کی آیات میں بھی ہے۔ طلوعِ صبح سے طلوعِ شمس تک سونے کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱) اخرج المنذری فی الترغیب و الترھیب و روی ابن ماجۃ من حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نھیٰ رسول اللہ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ سَلَّم عن النوم قبل طلوع الشمس۔

ترجمہ: ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے طلوعِ شمس سے پہلے سونے سے منع فرمایاہے۔“[244]

۲) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا صلیتم الفجر فلاتناموا عن طلب أرزاقکم۔[245]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فرمایا: ”جب تم فجر کی نماز پڑھو تو حلال روزی کی طلب سے مت سونا۔“

۳) وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم لان أقعد مع قوم یذکرون اللہ من صلوٰۃ الغداۃ حتی تطلع الشمس أحب الیّ من ان اعتق اربعۃ من ولد اسمٰعیل علیہ السلام۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فرمایا: فجر کی نماز کے بعد سے طلوعِ شمس تک ذاکرین کے ساتھ بیٹھنا مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے چار غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پسند اور محبوب ہے۔[246]

---

[244] (ج ۲ ص ۳۳۶ اشاعۃ الاسلام پشاور)

[245] (الجامع الصغیر للسیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ج ۱ ص ۳۰، کنوز الحقائق علی ھامش الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۱ لعبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

[246] (ابو داؤد مشکوۃ ص ۸۹ وفتاویٰ الدین الخالص ص ۲۳۴ والترھیب ج ۱ ص ۱۷۸ وغیرہ)

۴)وعنہ قال قال رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہٗ کاجر حجة وعمرة قال قال رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم تامّةٍ تامّةٍ تامّةٍ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا: جو فجر کی نماز با جماعت ادا کرے پھر طلوعِ شمس تک بیٹھ کر ذکر اللہ کرتا رہے اور پھر دو رکعات نماز پڑھے تو اسے حج و عمرے کا ثواب ملے گا۔ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے تین بار فرمایا: مکمل مکمل ثواب ملے گا۔[247]

۵)وعن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ اٰلہ وَ سلّم اذا صلی الفجر تربع فی مجلسہ حتی تطلع الشمس حسنًا۔[248]

ترجمہ: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فجر کی نماز کے بعد آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح ظاہر ہو جاتا۔

۶)وفی فتاویٰ الدین الخالص: وقد اخرج مسلم وغیرھا کما فی المشکوة ص ۲۰۰ عن جویریة انھا جلست بعد الصلوة الفجر الی الضحیٰ ثم علمھا النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَ سَلَّم ذکراً جامعاً۔[249]

ترجمہ: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد چاشت تک بیٹھی رہیں، پھر آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ان کو جامع ذکر کی تعلیم فرمائی۔

---

[247] (رواہ الترمذی ومشکوة ص ۸۹، فتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۴، ومسند ابی یعلی ج ۲ ص ۳۶، ۳۹، والترغیب والترھیب ج ۱ ص ۱۷۸، اور ترغیب کے ص ۱۷۸، ۱۷۹ پر آٹھ احادیث ملاحظہ کی جاسکتی ھیں)

[248] (رواہ مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی والطبرانی وغیرہ، الترغیب ج ۱ ص ۱۸۰ وفتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۴، وغیرہ ومشکوة ص ۴۰۴)

[249] (فتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۴)

۷)عن فاطمة رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم قالت: مربی رسول اللہ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم وأنا مضطجعة متصبحة فحرکنی برجله وقال یابنیة قومی فاشهدی رزق ربی ولا تکونی من الغافلین فانه یقسم أرزاق الناس مابین طلوع الفجر الی طلوع الشمس۔

ترجمہ: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم میرے پاس سے گزرے جب کہ میں صبح کے وقت لیٹی ہوئی تھی تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے مجھے پاؤں سے ہلایا اور فرمایا: اے میری بیٹی: اٹھو اور اپنے رب کے رزق میں حاضر ہو جاؤ اور غافل نہ بنو کیونکہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک لوگوں کا رزق تقسیم ہوتا ہے۔[250]

۸) رواہ ایضاً عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه قال دخل رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم علی فاطمة بعد ان صلی الصبح أو هی نائمة فذکرہ بمعناہ۔[251]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس فجر کی نماز کے بعد آئے جب کہ وہ سورہی تھیں، پھر آگے حدیث بیان کی۔

۹) وروی عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صَلّٰی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم الصَّبْحة یمنع الرزق۔

یعنی ”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فرمایا صبح کی نیند رزق روک دیتی ہے۔“[252]

---

[250] (ذکرہ الهندی فی کنز العمال ج۱۵ ص ۵۳۴، حدیث ۴۲۰۲۸ بحوالہ ابن النجار، راجع الترغیب للمنذری ص ۵۶۹ ص ۵۳۱ ج۲ ونسخة دیگر ج۲ ص ۳۳۶، وقال فیہ روہ البیهقی)

[251] (الترغیب ج۲ ص ۳۳۶)

[252] (رواہ احمد فی مسندہ ج ۱ ص ۷۳، والبیهقی وغیرهما واوردہ ابن عدی فی الکامل وهو ظاهر النکارة۔الترغیب ص ۳۳۶ ج۲، وفی فتاویٰ الدین الخالص ج۲ ص ۲۳۵ وقال اخرجه ابن الجوزی فی الموضوعات ج۳ ص ۶۸ وفی المسند ج ۱ ص ۷۳ بسند ضعیف فیه رجل مجهول ومجمع الزوائد ج۴ ص ۱۰۶ وقال رواہ احمد بن حنبل وفیه اسحاق بن ابی فروة

۱۰) عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال مربی عمرو بن بلبل و انا متصبح فی النخل فحرکنی برجله فقال أترقد فی الساعة التی ینشر فیها عباد اللہ۔

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے فرمایا میرے پاس سے عمرو بن بلبل رضی اللہ عنہ گزرے اور میں نخلستان میں صبح کو سو رہا تھا، تو مجھے پاؤں سے حرکت دی اور فرمایا: کیا تم اس وقت میں سو رہے ہو جس وقت اللہ کے بندے پھیل جاتے ہیں۔[253]

۱۱) عن عروۃ قال: کان الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ینھیٰ بنیہ عن التصبح قال: و قال عروۃ انی لاسمع بالرجل یتصبح فأزھد فیہ۔[254]

ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹوں کو صبح کی نیند سے منع فرماتے تھے۔

۱۲) عن طلحۃ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنھما انہ مر بابن لہٗ تصبح فذکر أنہ فقدہ و نھاہ عن ذلک۔

"حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بیٹے کے پاس سے گزرے جو صبح کے وقت سو رہے تھے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سونے سے منع فرمایا۔"[255]

۱۳) عن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: التقی الزبیر و عبید بن عمیر فتذاکرا شیئاً فقال لہ الآخر: اما علمت ان الارض تصیح الی ربھا من نوم غلمانھا۔[256]

وھو ضعیف۔ واخرجہ ابن العساکر بسندہ لیس فیہ اسحاق بن ابی فروۃ، حدیث ۳۲۷ و احکام النبویۃ ج ۱ ص ۱۱۵ (الصبحۃ تمنع الرزق یعنی نوم الغداۃ ج ۱۲ ص ۱۶۵) دار الاحیاء التراث بیروت)

[253] (رواہ ابن ابی شیبۃ ج۸ ص ۳۶۵ و فتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۵)

[254] (فتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۵ و مصنف ابن ابی شیبۃ ج۸ ص ۳۶۵)

[255] مصنف ابن ابی شیبۃ ج۸ ص ۳۶۵، و فتاویٰ الدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۵

[256] (الدین الخالص ج ۲ ص ۱۳۶، و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۰۳ کتاب الأدب باب ما قالوا فی التصبح نومۃ الضحیٰ و ما جاء فیھا ج۸ ص ۲۳۶ بیروت و فیہ لفظ "تعج" بدلاً تصبح)

ترجمہ: حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: زبیر اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہما نے ملاقات کی اور گفتگو کے دوران ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم کو پتہ نہیں کہ زمین اللہ کی بارگاہ میں نوجوانوں کے سونے پر چیخ وپکار کرتی ہے۔

۱۴) عن داؤد بن ابراهيم أن الأسد حبس الناس ليلة .... فلما كان فى السحر ذهب عنهم فنزل الناس يميناً وشمالاً، فالقوا أنفسهم فناموا اقام طاؤوس يصلى فقال رجل لطاؤوس الا تنام؟ فانك قد نصبت الليلة۔ قال فقال طاؤوس: وهل ينام السحر؟۔[257]

ترجمہ: "حضرت داؤد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شیر نے ایک رات لوگوں کو روک لیا، صبح ہوئی تو شیر چلا گیا، پھر لوگ ادھر اُدھر جا کے سو گئے جبکہ طاؤس نماز میں مشغول ہو گئے۔ کسی نے طاؤس سے کہا کیا تم نہیں سو گے، تم نے بھی رات مشقت میں گزاری ہے؟ طاؤس نے کہا کیا صبح کے بعد بھی سویا جاتا ہے؟"

۱۵) عن علقمة بن قيس قال: بلغنا أن الأرض تعج الى الله تعالىٰ من نومة العالم بعد صلاة الصبح۔[258]

ترجمہ: حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عالم کی صبح کی نماز کے بعد کی نیند کی وجہ سے فریاد کرتی ہے۔

---

[257] (المصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۴۰)

[258] (المصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۴۷ واذكار للنووى رحمه الله تعالىٰ دار القلم بيروت ص ۱۷، وشرح السنة للبغوى وفتاوىٰ الدين الخالص ج ۲ ص ۲۳۶)

١٦) وعن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال: انی لأزھد فی الرجل یتصبح۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس شخص سے دور رہتا ہوں جو فجر کی نماز کے بعد سوتا ہے۔[259]

١٧) قال البخاری فی الأدب المفرد ص ٣٢٠ رقم ١٢٤٢ عن خوات بن جبیر قال: نوم أوّل النہار فی شرح فضل اللہ قال الحافظ ابن حجر۔

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ادب المفرد میں لکھتے ہیں، خوات بن جبیر نے کہا کہ دن کے اول وقت کی نیند۔"[260]

١٨) عن عبید اللہ قال کان سالم لا یتصبح و کان یقیل۔[261]

حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سالم فجر کے بعد نہیں سوتے تھے بلکہ وہ قیلولہ کیا کرتے تھے۔

١٩) عن عبید اللہ بن عبد اللہ مثلہ۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل روایت ہے۔

٢٠) عن مکحول (مثلہ) ابن ابی شیبہ ج٨ ص ٣٦٦۔

(مکحول رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت ہے)۔

٢١) عن طارق ابن شہاب قال: کان عبد اللہ اذا صلی الفجر لم یدع أحداً من أھلہ صغیراً ولا کبیراً أیطوف حتی تطلع الشمس۔

---

[259] (المصنف لابن ابی شیبۃ ج٨ ص ٣٦٦ والدین الخالص ج ٢ ص ٢٣٦)

[260] (أخرجہ سفیان بن عینیۃ فی جامعہ وسندہ صحیح۔ ایضاً فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ١١ ص ٧٠ قبیل باب القائلۃ فی المسجد باب القائلۃ بعد الجمعۃ۔)

[261] (مصنف ابن ابی شیبۃ ٨: ٣٦٦)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: فجر کی نماز کے بعد عبد اللہ اپنے گھر کے کسی چھوٹے یا بڑے کو سونے نہیں دیتے تھے۔[262]

۲۲) وفی الطلب لأبی نعیم ج ۲ ص ۱۰۲ والخطیب فی الموضع ج ۲ ص ۱۸ مرفوعاً: لا تصبحوا و قیلوا فان الشیطان لا یقیل۔

ابو نعیم اور خطیب رضی اللہ عنہما نے مرفوع روایت کی، فرمایا: فجر کے بعد نہ سو بلکہ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

وفی سندہ ضعف یسیر کما فی الصحیحۃ جلد ۴ صفحہ ۲۰۳۔ ثم رأیت فی المجمع جلد ۱ صفحہ ۳۱۸، باب نوم بعد الصبح عن عبد اللّٰہ بن عمران رحمہ اللّٰہ تعالیٰ انہ مر علی رجل بعد صلاۃ الصبح وھو نائم فحرکہ برجلہ وقال اما علمت ان اللّٰہ تعالیٰ یطلع فی ھذہ الساعۃ الی خلقہ فیدخل ثلۃ منھم الجنۃ برحمتہ"۔[263]

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمران رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد ایک سوتے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے تو پاؤں سے حرکت دی اور فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اپنی رحمت سے ایک جماعت کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔"

قال عیسیٰ ں لأصحابہ فیکم خصلتین من الجھل الضحک من غیر عجب و الصبحۃ من غیر سھر۔"

---

[262] (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۹ ص ۳۶ کتاب الأدب (ج ۲ ص ۲۲۲) (باب من کان لا یدع أحداً من اھلہ الخ)

[263] (الطبرانی فی الکبیر و فیہ من لا یعرف و فی البدایۃ و النہایۃ ج ۲ ص ۸۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں نادانی کی دو خصلتیں ہیں۔ بغیر تعجب کے ہنسنا اور صبح کو سونا۔[264]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ونوم النهار ردی یورث الامراض الرطوبة والنوازل ویفسد اللون ویورث الطحال ویرخی العصب یکسل ویضعف الشهوة الا فی الصیف وقت الهاجرة وأردأه نوم أول النهار وأردأ منه النوم آخره بعد العصر ورأی عبد الله بن عباس ابناً له نائماً نومة الصبحة۔ فقال له قم أتنام فی الساعة التی تقسم فیها الأرزاق ونوم الصبحة یمنع الرزق لأن ذالک الوقت تطلب فیه الخلیقة أرزاقها وهو وقت قسمة الأرزاق فنومه حرمان الا لعارض أو ضرورة، وهو مضرّ جداً بالبدن لارخائه البدن وافساده للفضلات التی ینبغی تحلیلها بالریاضة، فیحدث تکسراً وعیاً وضعفاً وان کان قبل التبرز والحرکة والریاضة واشتغل المعدة بشیء فذالک الداء العضال المولدة نوع من الأدوات انتهی۔[265]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: صبح کا سونا بے کار ہے، کئی امراض و بیماریوں کا سبب ہے۔ اس سے۔ اس سے رنگ خراب ہوتا ہے۔ تلی کی بیماری اور پٹھوں کی سستی کا سبب ہے، سستی آتی ہے اور شہوت کم ہوتی ہے، ہاں گرمیوں میں ظہر کو سویا کرے دن کے پہلے حصے میں سونا خراب ہے اور اس سے بھی زیادہ خراب ہے اور اس سے بھی زیادہ خراب دن کے آخری حصے میں عصر کے بعد سونا ہے، اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے صبح کے وقت اپنے بیٹے کو سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اٹھو کیا تم ایسے وقت میں سوتے ہو کہ جس میں رزق تقسیم ہوتا ہے؟" فجر کی نیند رزق کو روک دیتی ہے کیونکہ اس وقت مخلوق اپنا رزق تلاش کرتی ہے۔ وہ رزق کی تقسیم کا وقت ہے اور اس وقت سونا رزق سے محروم

---

[264] (لدین الخالص ج ۲ ص ۲۳۷)

[265] (زادالمعاد ج۳ ص ۸۲۲ وحیدی کتب خانہ، پشاور)

ہوناہے ہاں اگر کوئی عذر اور ضرورت ہو تو سونا جائز ہے۔ صبح کا سونا بدن کے لئے شدید نقصان دہ ہے، اس سے بدن سست ہو تا ہے، جن فضلاتِ جسمانی کو محنت سے تحلیل ہونا چاہیئے وہ برباد ہو جاتے ہیں، ان میں ٹوٹ پھوٹ، عاجزی اور کمزوری پیدا ہوتی ہے، اور اگر قضائے حاجت کرنے، ہلنے جُلنے اور محنت سے پہلے ہو اور معدہ بھی کسی چیز میں مشغول ہو تو پھر تو وہ کئی علتوں کو جنم دینے والی سخت بیماری بن جاتا ہے۔

عالمگیری میں ہے:

یکرہ النوم فی اول النہار ۔۔۔ ویقوم من مقامہ قبل الصبح فان الارض تشکی الی اللہ من غسل الزانی و دم حرام یسفک علیھا و نومۃ بعد الصبح۔

یعنی دن کی ابتدا میں سونا مکروہ ہے، اور صبح سے پہلے بستر سے اٹھے کیونکہ زمین اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہے زناکار کے غسل، ناحق خون بہانے اور فجر کے بعد سونے والے کی۔"[266]

تعلیم المتعلم اور شرعۃ تفہیم المتفہم میں ہے:

وکذا نوم الصبحۃ یمنع الرزق أی حصولہ قیل ان الغنم لا ینام وقت السحر و الصبح ولذلک حصل البرکۃ فیہ حتی یوجد فی آبادی اکثر الانسان اکثر من عشرۃ اغنام مع انہ یولد واحد ویؤکل کثیر واما الکلب فلاینام فی اللیل الا وقت السحر و الصبح فلذالک لا یوجد فی المنازل الا واحد و اثنان مع انہ یولد أربعۃ أو ستۃ أو تسعۃ و لا یؤکل۔

یعنی "صبح کے بعد سونے سے رزق کے حصول میں کمی آتی ہے: کہا جاتا ہے کہ بھیڑ بکریاں سحری اور صبح کے وقت نہیں سوتیں، اسی وجہ سے ان میں برکت ہے۔ لہٰذا ہر علاقے میں بھیڑ بکریوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے حالانکہ ایک بچہ دیتی ہے اور ان کا گوشت بھی زیادہ کھایا جاتا ہے، اور

---

[266] (عالمگیری، ج۵ ص ۳۷٦ متفرقات طبع نورانی کتب خانہ پشاور)

کتے چونکہ رات کو جاگتے ہیں اور سحری اور صبح کے وقت سوتے ہیں اس وجہ سے گھروں میں ایک یا دو پائے جاتے ہیں، حالانکہ کتے چار، چھ اور نو تک بچے دیتے ہیں، اور ان کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا۔"۔ [267]

اور قطب الارشاد میں ہے:

ویکرہ النوم بعد صلوۃ الصبح أشد کراھۃ سیما للعالم ففی شرح السنۃ قال علقمۃ بن قیس بلغنا ان الارض تعج الی اللہ تعالیٰ من نومۃ العالم بعد صلوۃ الصبح وفی روایۃ البیھقی ان الصبحۃ تمنع الرزق۔

یعنی فجر کی نماز کے بعد سونا سخت مکروہ ہے خاص کر علماء کے لئے۔ شرح السنۃ میں ہے: علقمہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی بر گاہ میں اس عالم کی نیند کی شکایت کرتی ہے جو صبح کے بعد سوتا ہے۔ اور بیہقی میں ہے کہ فجر کی نیند رزق کو روکتی ہے۔" [268]

اور احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان النوم فی ھذا الوقت مکروہ جداً فان غلبہ النوم فلیقم فی مصلاہ قائما مستقبل القبلۃ فان لم یذھب النوم بالقیام یخط خطوات نحو القبلۃ ویتأخر بالخطوات کذالک۔اھ۔

یعنی "اس وقت سونا سخت مکروہ ہے اگر کسی کو نیند آجائے تو قبلہ رو ہو کر جائے نماز پر کھڑا ہو جائے۔ اگر نیند ختم نہ ہوئی تو چند قدم قبلہ کی طرف چلے اور پیچھے آئے۔" [269]

---

[267] (شرعۃ تفھیم المتفھم، ص ۱۳۲، ۱۳۳۔یمنع الرزق ص ۱۳۵)

[268] (قطب الارشاد، ص ۲۵۹)

[269] (احیاء العلوم، ج۵، ص ۲۵۸ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے:

قال شفیق البلخی رحمه اللّٰہ تعالیٰ : ثلاثة من النوم یبغضھا اللّٰہ تعالیٰ: النوم بعد صلاة الفجر وقبل صلاة العتمة والنوم فی الصلاة والنوم عند مجلس الذکر۔اھ

"شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تین اوقات میں سونا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے: فجر کے بعد، عشاء سے پہلے، اور نماز اور مجلسِ ذکر میں۔"[270]

قبیل المسئلة السادسة فی بیان فضل العلم۔

(مزید تفصیل کے لئے انوار القدسیہ ج ۱ ص ۱۱۰ ملاحظہ ہو۔)

اللّٰھمّ اغفر لقارئہٖ ولکاتبہٖ ولسامعہٖ ولناظرہٖ ولحافظہٖ ولمصححہٖ ولناشرہٖ وجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات من الذّنوب الصّغائر والکبائر کلّھا بحقّ لا الٰہ الاّ اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ وبحقّ الانبیاء والمرسلین والاولیآء الکاملین خصوصًا صاحب الوقت قیّوم الزّمان قطب الارشاد نائب مناب الرّسول الامین صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم سیّدی مرشدی اخندزادہ سیف الرّحمٰن نوّر اللّٰہ مرقدہ وجعل الجنّة مثواہ ورفع اللّٰہ تعالیٰ درجاتہٖ فی اعلیٰ علیین واوصلہ اللّٰہ تعالیٰ الیٰ اقصی الغایات ونھایة النھایات والیٰ اقصیٰ ما یتمناہ وافاض اللّٰہ علیہ وعلینا وعلیٰ سائر المسلمین من فیوضاتہٖ وبرکاتہٖ وتوجھاتہٖ وتصرفاتہٖ الکریمة بعد الوصال۔ آمین بجاہ حبیبہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم وبکرمک یا اکرم الاکرمین وبرحمتک یا ارحم الرّاحمین وصلّی اللّٰہ علی خیر خلقہٖ محمّد وّ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین الطّیّبین الطّاھرین وسلّم تسلیماً کثیراً۔

حررہ: نائب امیر جماعت اہلسنت کراچی، فقیر سید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

فروری ۲۰۱۵ء بمطابق ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

---

[270](تفسیر کبیر، ج ۱ ص ۲۵۸، المصری)

باب بیست و دو (22)

اثبات تقبیل قبور الانبیاءو الاولیاءو الآباءتبرّ کاً

انبیاء، اولیاء اور آباء کی قبور کو تبرکاً بوسہ دینے کا ثبوت

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ قبور کی دو قسمیں ہیں ایک عام مسلمانوں کی قبور جن کی شریعت و طریقت سے کوئی نسبت نہیں، دوم وہ قبور جو مسلمان والدین، مشائخ، علماء، سادات کی ہیں تو پہلی قسم کی قبور کو بوسہ دینے کو فقہاء نے مکروہ، اور دوسری قسم کی قبور کو بوسہ دینے کو مستحسن، مستحب اور جائز قرار دیا ہے۔

نور الصراط فی اثبات جواز الحیل و دور الاسقاط (مصنفہ شیخ القرآن و الحدیث مفتی نور الدین نور اللہ مرقدہ) کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے:

بوسہ دادن قبر و الدین را جسمی د اشاحی یا اشباہی باشند یا روحی مثل اساتذہ و مشائخ علامہ علی القاری در مرقات شرح مشکوٰۃ تحت حدیث مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم بِقُبُوْرِ الْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ آوردہ کہ وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاۓ لَا بَأْسَ بِتَقْبِیْلِ قَبْرِ الْوَالِدَیْنِ انتھی و در طوالع الانوار شرح در المختار آوردہ کہ وَالتَّقْبِیْلُ لِغَیْرِ الْمُصْحَفِ کَقُبُوْرِ الْاَنْبِیَاء وَمَنْ یُتَبَرَّکُ بِھِمْ فَلِلْعُلَمائِ فِیْہِ کَلَام" کَرِھَہُ بَعْضُھُمْ وَاسْتَحْسَنَہُ بَعْضُھُمْ حَتّٰی اَنَّ الشَّافِعِیَّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَبَاحَہُ مُطْلَقًا اِذَا کَانَ. لِلتَّبَرُّکِ. و آوردہ۔ وَاعْتَمَدَہُ جَمَاعَۃ" مِنْھُمْ الحافظ العینی الحنفی الشارح للبخاری و المقری المالکی صاحب فتح المتعال و السعنھوری الشافعی وَلَا مُنَافَاتَ بَیْنَ الْکَرَاھَۃِ وَالْاِسْتِحْسَانِ بِاَنَّہُ مُقَیَّد" بِنِیَّۃِ التَّبَرُّکِ وَاَلَاعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَالْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا وَلِکُلِّ اِمْرِیٍٔ بِمَا نَوٰی وَنِیَّۃُ الْمُؤمِنِ خَیْر" مِّنْ عَمَلِہٖ قال السعنھوری نقل الطیب التاثری من المحب الطبری یَجُوْزُ تَقْبِیْلُ الْقَبْرِ وَمَسُّہٗ قال و علیہ عامۃ الصالحین انتھی و فی مطالب المؤمنین وَلَا بَاَسَ بِتَقْبِیْلِ قَبْرِ وَالِدَیْہِ لما فی کفایۃ الشعبی اَنَّ رَجُلاً جَاۓَاِلَی النَّبِیِّ صَلّٰی

اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحابِہٖ وَسَلَّم فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللہ اِنِّیْ حَلَفْتُ اَنْ اُقَبِّلَ عَتَبَۃَ بَابِ الْجَنَّۃِ وَالْحُوْرَ الْعَیْنِ فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحابِہٖ وَسَلَّم اَنْ یُقَبِّلَ رِجْلَ الْاُمِّ وَجَبْہَۃَ الْاَبِ وَیُرْوٰی اَنَّہُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحابِہٖ وَسَلَّم اِنْ لَمْ یَکُنْ لِیْ اَبَوَانِ فَقَالَ قَبِّلْ قَبْرَ ھُمَا قَالَ فَاِنْ لَمْ اَعْرِفْ قَبْرَ ھُمَا قَالَ خَطِّ خَطَّیْنِ وَانْوِ بِاَنَّ اَحَدَھُمَا قَبْرُ الْاُمِّ وَالْاٰخَرُ قَبْرُ الْاَبِ فَقَبِّلْھُمَا فَلَاتَحْنَثُ فِیْ یَمِیْنِکَ کذا فی مغفرۃ الغفور فی زیارۃ القبور۔

ترجمہ: والدین خواہ جسمی ہوں یعنی جن سے پیدا ہو، یا علمِ ظاہر کے والدین یا طریقت کے والدین یعنی اساتذہ و مشائخ کی قبور کو بوسہ دینا ملا علی قاری نے مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں حدیث ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحابِہٖ وَسَلَّم مدینہ منورہ کی قبور کے پاس سے گزرے“ کے تحت فرمایا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ والدین کی قبور کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ طوالع الانوار شرح الدر المختار میں ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ انبیاء اور دیگر متبرک قبور کو بوسہ دینے میں علماء کی کئی رائے ہیں بعض نے مکروہ اور بعض نے اچھا قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبرک کے لئے مطلقاً جائز قرار دیا ہے۔ اس پر علماء کی ایک جماعت نے اعتماد فرمایا جن میں حافظ عینی حنفی شارح بخاری اور مقری مالکی مصنف فتح المتعال اور سعنھوری شافعی بھی ہیں۔ کراہت اور جواز کے مابین کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ قبر کو بوسہ دینا نیت پر منحصر ہے اور تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر کام کا ایک مقصد ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ملتا ہے اور مؤمن کی نیت اس کے عمل سے اچھی ہے۔ سعنھوری نے کہا کہ طیب التاثری نے محب طبری سے نقل کیا ہے کہ قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ لگانا جائز ہے اور یہ عام صلحاء کا طریقہ ہے۔ مطالب المؤمنین میں ہے والدین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے جیسا کہ کفایۃ الشعبی میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ قسم کھائی ہے کہ جنت کی چوکھٹ اور حور

کو بوسہ دوں گا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے اس کو حکم دیا کہ ماں کے پاؤں اور والد کے ماتھے کو بوسہ دو۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ا اگر میرے والدین نہ ہوں تو؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ان کی قبروں کو بوسہ دو۔ کہا اگر میں ان کی قبریں نہیں جانتا تو؟ فرمایا دو لکیریں کھینچ کر یہ نیت کرو کہ یہ ایک میری ماں کی قبر ہے اور دوسری والد کی اور ان کو بوسہ دو تو حانث نہ ہو گا۔ جیسا کہ **مغفرۃ الغفور فی زیارۃ القبور** میں ہے۔"

صدرالافاضل فخر الاماثل محمد نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: یہ روایت مخالفین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبد الحیؒ صاحب کے والد ماجد مولوی عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا جائز، اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے۔ [271]

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

واما تقبیل الاماکن الشریفۃ علی قصد التبرک۔۔۔فھو حسن محمود۔

"مبارک جگہوں کا بوسہ اچھا ہے۔" [272]

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے مزار اور دیگر مزارات کے چومنے کا سوال ہوا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ [273]

---

[271](فتاویٰ صدر الافاضل ص ۲۱۴ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

[272](عمدۃ القاری شرح بخاری، ص ۲۴۱ جلد ۹، مطبوعہ بیروت لبنان)

[273](خلاصہ الوفاء محبوب مدینہ ص ۴۶)

امام عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بزرگ کو لکھا:

واذرأی قبور الصالحین قبلھا۔

ترجمہ: جب بزرگوں کے مزارات دیکھتے تو انہیں چومتے۔ [274]

شرح الالیاس جلد ثالث صفحہ ۲۸۷ پر لکھا ہے:

قولہ وکرہ تقبیل فم الرجل الخ قال الفقیہ ابو اللیث القبلۃ علی خمسۃ اوجہ قبلۃ تحیۃ وھی قبلۃ علی الیدو قبلۃ رحمۃ وھی قبلۃ الابوین للولد علی الخدو قبلۃ شفقۃ وھی قبلۃ الولد للابوین وفی الحدیث الجنۃ تحت اقدام امھاتکم رویٰ ان رجلا جاء الی النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم وقال انا حلفت ان اقبل عتبۃ باب الجنۃ وحور العین فامر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ان تقبل رجل الام وجبھۃ الاب اویروی انہ قال یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم لیس لی ابوان فقال قبل قبرھما ثم قال لم اعرف قبرھما قال خط خطین وانوِ احدھما قبر الاب والاٰخر قبر الام وقبلۃ المودۃ وھی قبلۃ الاخ للاخ والاخت علی الجبھۃ وقبلۃ الشھوۃ وھی قبلۃ الرجل للزوجۃ، ابو المکارم۔

فتاویٰ عالمگیری (الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور وقرأۃ القرآن فی المقابر) میں ہے: ولا بأس بتقبیل قبر والدیہ۔ [275]

وکیل الاحناف ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ، کتاب الجنائز، الفصل الثانی، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ صفحہ ۲۵۳ پر لکھتے ہیں: لا بأس بتقبیل قبر والدیہ۔

---

[274] (مزارات کو چومنا، ص ۸-۷، مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی، بحوالہ سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص ۶۷۵، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ، کراچی)

[275] (فتاویٰ عالمگیری، جلد ۵، صفحہ ۳۵۱)

مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی، صاحب قمر الاقمار شرح نور الانوار، نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن امیں لکھاہے: والدین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے۔ مجمع البرکات میں بھی ہدایہ کی شرح "عینی" سے نقل کرتے ہوئے یہی لکھاہے۔ "مطالب المؤمنین" میں ہے کہ اپنے والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس کی وجہ "کفایۃ الشعبی میں منقول یہ روایت ہے: ایک شخص رسول اللہ ا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم ! میں نے جنت کے دروازہ کی چوکھٹ اور حسین آنکھوں والی حور کا بوسہ لینے کی قسم کھائی ہے۔ نبی ا نے حکم فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کے پاؤں اور اپنے والد کی پیشانی کا بوسہ لے لے۔ اور مروی ہے کہ اس نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم !اگر میرے والدین موجود نہ ہوں تو؟ ارشاد فرمایا: ان کی قبر کا بوسہ لے لو۔ اس نے کہا اگر ان کی قبر کی شناخت مجھ سے نہ ہو سکے تو؟ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تم دو لکیریں کھینچ لو اور نیت کر لو کہ ان میں سے ایک ماں کی قبر ہے اور دوسری والد کی قبر، اور پھر چوم لو۔ تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔[276]

شفا شریف جلد ۲، صفحہ ۷۰ میں ہے:

كَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْمِنبَرِ الَّذِیْ يَجْلِسُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَسَلَّم فِیْ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَضَعُهَا عَلٰى وَجْهِهٖ اِسْتَنْبَطَ بَعْضُهُمْ مِنْ مَشْرُوْعِيَّةِ تَقْبِيْلِ الْاَرْكَانِ جَوَازَ تَقْبِيْلِ كُلِّ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْعَظْمَةَ مِنْ اٰدَمِيٍّ وَغَيْرِهٖ نُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ تَقْبِيْلِ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَسَلَّم وَتَقْبِيْلِ قَبْرِهٖ قَالَ فَلَمْ يَرَ بِهٖ بَاْساً وَنُقِلَ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ

---

[276](مغفرۃ الذنوب فی زیارۃ القبور)

الصِّنفِ الْیَمَانِیْ اَحَدُ عُلمائے مَکّۃَمِنَ الشَّافِعِیّۃِ جَوَازُ تَقْبِیْلِ الْمُصْحَفِ وَاَجْزَاءِ الْحَدِیْثِ وَقُبُوْرِ الصّٰلِحِیْن ملخصاً۔

ترجمہ: جس منبر پر حضور صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چومتے تھے) شرح بخاری لابن حجر پارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے۔ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو کہ مکہ کے علماء شافعیہ میں سے ہیں، منقول ہے: قرآن کریم، حدیث کے اوراق اور بزرگان دین کی قبروں کو چومنا جائز ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

استنبط بعض العارفین من تقبیل الحجر الاسود تقبیل قبور الصّٰلحین۔

یعنی حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

مزارات کو چومنا نہ شرک ہے، نہ حرام ہے، نہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ مزارات کو تبرک کی نیت سے چومنا جائز ہے اور اس کے بارے میں بہت سے دلائل موجود ہیں۔ چند دلائل یہاں درج کئے جاتے ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عبد الملک بن عمرو ثنا کثیر بن زید عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ ثُمَّ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعًا وَجْھَهٗ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ

فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَيُّوْب فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَ سَلَّم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰہ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَ سَلَّم يَقُوْلُ لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهُ اَهْلُهُ وَ لٰكِنْ اُبْكُوْا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهُ غَيْرَ اَهْلِهٖ۔

ترجمہ: ”حضرت داؤد بن ابی صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی کو قبرِ انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ا کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ا کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا متولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا متولی نا اہل ہو۔“[277]

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلَى الْقَبْرِ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِهٖ فَقَالَ اَتَدْرِىْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَيُّوْب فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَ سَلَّم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصحَابِهٖ وَ سَلَّم يَقُوْلُ لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهُ اَهْلُهُ وَ لٰكِنْ اُبْكُوْا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهُ غَيْرَ اَهْلِهٖ۔ هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

”تو اس نے ایک آدمی کو (حضورِ اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی) قبرِ انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّم کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ

[277] (مسند احمد ج۵ ص ۴۲۲ رقم الحدیث ۲۳۶۳۳ مطبوعہ موسستہ قرطبۃ مصر) (تاریخ مدینۃ دمشق ج۵۷ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔"[278]

امام علی بن ابی بکر ہیثمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں:

فَوَجَدَ رَجُلاً وَاضِعًا وَجْهَهُ عَلٰی الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ اَيُّوْب فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّم وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ۔

ترجمہ: تو اس نے ایک آدمی کو (حضور ا کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ا کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔[279]

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ احمد بسند حسن۔[280]

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں:

قال عبد اللّٰہ بن احمد رأیت ابی یاخذ شعرۃً من شعر النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فیضعها علی فیه یقبلها واحسب انی رایته یضعها علی عینه ویغمسها فی الماء ویشربه یستشفی به ورایته اخذ قصعة النبی صَلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم فغسلها فی جب الماء ثم شرب فیها ورایته یشرب من ماء زمزم یستشفی به ویمسح به یدیه ووجهه۔ قلت این المتنطع

---

[278] (المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم ج۵ ص۸۱۴ رقم الحدیث ۸۷۴۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، طبرانی کبیر ج۴ ص۱۵۸ رقم الحدیث ۳۹۹۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج۱۰ ص۱۱۴ رقم الحدیث ۹۳۶۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)

[279] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد باب ولایۃ اہلها ج۵ ص۲۴۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[280] (وفاء الوفاء ج۴ ص۱۳۵۶، مطبوعہ بیروت)

المنكر علی احمد و قد ثبت ان عبد اللہ سال اباہ عمن یمس رمانۃ منبر النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ویمس الحجرۃ النبویۃ فقال لا اری بذلک باسا اعاذنا اللہ وایاکم من رای الخوارج و من البدع۔

"امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ رسول اللہ ا کے موئے مبارک سے ایک مو (بال) لے کر اپنے منہ پر رکھتے ہیں اور اسے چومتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ میں نے موئے مبارک اپنی انکھوں پر رکھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور شفا حاصل کرنے کے لئے وہ موئے اقدس پانی میں ڈبوتے اور اسے پی لیتے۔ اور میں نے اپنے ابا جان کو دیکھا کہ آپ نے آقائے دو عالم ا کے پیالہ مبارکہ کو پکڑا اور اسے پانی کے مٹکے کے اندر دھویا پھر اس میں پانی پیا اور میں نے اپنے والد گرامی کو شفاء حاصل کرنے کے لئے آب زم زم پیتے دیکھا اور آب زم زم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرہ کا مسح کرتے دیکھا۔"

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کون امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس کے کلام کو منع کرنے والا ہے؟ حالانکہ ثابت ہو چکا ہے عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے والد گرامی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو منبر و حجرہ نبوی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کو چھوئے و مس کرے تو جواباً امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو خارجیوں کی سوچ سے پناہ میں رکھے اور بدعتیوں سے۔ (آمین)۔[281]

---

[281] (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ موستہ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ان بلالاً رأی النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فی منامہ وھو یقول ماھذہ الجفوہ یابلال اما آن لک ان تزورنی فانتبہ حزینا ورکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمھما ویقبلھما۔۔۔

ترجمہ: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی اور آپ ا نے فرمایا اے بلال یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ا کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ پس جب نبی کریم ا کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے تو حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگایا اور دونوں کو بوسہ دیا۔[282]

امام سید نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فاتی قبر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فجعل یبکی عندہ ویمرغ وجھہ علیہ۔

”حضور ا کی قبر انور پر آئے پھر روتے بھی جاتے تھے اور قبر انور پر چہرہ بھی ملتے تھے۔“[283]

---

[282] (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت) (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص ۳۹ مطبوعہ حیدر آباد دکن)، (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

[283] (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند جید مروی ہے۔"[284]

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ (م ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: محب طبری رحمہ اللہ نے فرمایا:

حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر روایت کرتے ہیں محمد بن ابی صیف رحمہ اللہ سے کہ بعض حضرات جب مصاحف کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔[285]

مجموعۃ الفتاویٰ المعروف بہ انوار شریعت جلد اول صفحہ ۲۲۹ (از افادات حضرت علامہ و مولانا امام احمد رضا خان افغانی قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ، مناظرِ اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی، مطبوعہ سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ، ڈجکوٹ روڈ، فیصل آباد) میں لکھا ہے: قبروں پر قبہ بنانا، پھول چڑھانا، بوسہ لینا اور غلاف قبر پر ڈالنا یہ سب جائز ہے۔

[284] (الجوہر المعظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم اردو، ص ۱۰۴)

[285] (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

چنانچہ سنن ابن داؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"قال دخلت علیٰ عائشة رضی اللہ عنها فقلت یا اماہ اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم و صاحبیہ فکشف لی ثلثة قبور۔۔۔الحدیث"۔

یعنی قاسم بن محمد اکابر تابعین اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیۃ والصلوۃ والسلام صحابہ سے ہیں چنانچہ طبقات میں ہے کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولئے ہمارے سردار سید الابرار کے مزار اقدس کو اور آپ کے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے تینوں قبروں کو کھولا پس ان پر پردہ (یعنی غلاف) پڑا ہوا تھا ان کو اٹھایا۔

اور طوالع انوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے:

"وتقبیل بغیر المصحف کقبور الانبیاء ومن یتبرک بهم فللعلماء فیه کلام کرهه بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان الشافعی اباحه مطلقاً"۔

اور فتاویٰ سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتویٰ اس کی عدم کراہت پر ہے

اور مرقات شرح مشکوٰۃ میں ذیل اس حدیث کے یوں لکھا ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال مر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصحَابِہٖ وَسَلَّم بقبور المدینة فاقبل علیهم بوجهه وقال بعض العلماء لا بأس بتقبیل قبر الوالدین۔"

نہایہ میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو اپنے والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی اجازت دی کیونکہ اس نے نذر مانی ہوئی تھی۔ فقط اصل الالفاظ حدیث شریف سلطان الفقہ کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

علماء دیوبند کا معتبر شیخ الحدیث علامۃ العصر مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی فیض الباری میں حجر اسود کے بارے میں لکھتا ہے:

ان تقبیله ثابت شرعاً، فلیکن أصلا لتقبیل تبرکات الصالحین، وقبل عمر بن عبد العزیز المصحف، وأباح أحمد تقبیل الروضة المطهرة، وتحیر منه الحافظ ابن تیمیة، فانه لا یجوز عنده۔

حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لئے صالحین کی تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصحف کو بوسہ دیا۔ اور امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ نے روضہ مطہرہ کو بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوا کیونکہ یہ اس کے نزدیک جائز نہیں۔[286]

امام سلیمان بن عمر البجیرمی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ان قصد بتقبیل اضرحتهم ای واعتابهم التبرک لم یکره۔

"اگر اولیاء کی قبور یا ان کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطور تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔"[287]

علامہ عبد الحمید شروانی شافعی لکھتے ہیں:

ان قصد بتقبیل اضرحتهم التبرک لم یکره۔

"اولیاء کی قبور کو حصول برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔"[288]

---

[286] (فیض الباری، ج ۳ ص ۹۶، کتاب المناسک، باب ماذکر فی الحجر الاسود)

[287] (حاشیه البجیرمی علی شرح منهج الطلاب ج ۱ ص ۴۹۶-۴۹۵ المکتبة الاسلامیة ترکی)

[288] (حواشی الشروانی علی تحفت المنهاج بشرح المنهاج، ج ۳، ص ۱۷۵ مطبوعه دار الفکر بیروت)

مشارق الانوار میں ہے:

ولا یقبل الاعتاب الا لقصد التبرک فلا بأس به کما قال القطب الشعرانی۔

”اور چوکھٹوں کو نہ چوما جائے مگر برکت کے حصول کے ارادہ سے۔ ایسے ہی قطب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔“[289]

حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ کئی سوالات کے جوابات دینے کے بعد فرماتے ہیں:

واما تقبیل توابیت الاولیاء واعتابھم فلا خلاف فی جوازہ بل ولا کراھۃ فی تقبیل اعتابھم علی قصد التبرک کما افتیٰ بہ شیخنا الرملی۔(الیٰ اخرہ) قالہ الشیخ الامام العلامۃ محمد الشوبری المصری الشافعی ثم الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کتابہ جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیۃ الاخیار ثم شواھد الحق۔

”رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور انکی چوکھٹوں کو بوسہ دینا، تو اس کے جواز میں اختلاف ہی نہیں ہے بلکہ بطورِ تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے، جیسے کہ شیخ رملی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے، علامہ شوبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں، یہ امر بالکل واضح و ظاہر ہے اور محتاجِ دلیل نہیں ہے۔“ **(ص ۹۶)**

کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر و معاند کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحثہ شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔[290]

زاد الفقیہ میں صفحہ ۱۵۳ پر لکھا ہے:

ولا بأس بتقبیل قبر والدیہ، کذا فی الغرائب۔

یعنی کوئی حرج نہیں کہ والدین کی قبر کو چوما جائے۔

---

[289] (مشارق الانوار ص ۱۰۴، مطبوعہ مصر، شواھد الحق، ص ۹۶، المقاصد السنیۃ ص ۴۴۴)
[290] (مقاصد السنیۃ ص ۴۳۷)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین وعن اسمٰعیل الیمنی قال کان ابن المنکدر یصیبه الصمات فکان یقوم فیضع خده علی قبر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم فعوتب فی ذٰلک فقال انه یستشفی بقبر النبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم۔

علاوہ ازیں ابن ابی الصیف اور محب طبری رحمہا اللہ تعالیٰ سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسماعیل الیمنی سے منقول ہے کہ محمد بن المنکدر تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر ہو جاتے تو آکر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّم کے مزار اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفاء یابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ مخالف جس نیک کام کی مخالفت کرتا ہے تو وہ نیک کام اور زیادہ اہتمام سے ہونے لگتا ہے۔ مخالفین نے مزارات کو جانا شرک اور اولیاء و انبیاء کی قبور کو چومنا حرام کہا ہے، لہٰذا عاشقانِ رسول انے مزارات پر جانے اور قبور کو تبرکاً چومنے کا خوب اہتمام کیا۔ ویسے بھی فقہاء کرام نے قاعدہ وضع کیا ہے کہ جس نیک کام کی کوئی مخالفت کرے تو اس کام کو خوب اہتمام سے کیا جائے اور منکرین کو جلایا جائے۔ مثلاً جس علاقہ میں ہندو اور مسلمان دونوں موجود ہوں، ادھر گائے کی قربانی کرنا زیادہ افضل ہے ہندو کو جلانے کے لئے۔ اور جیسا کہ فتاوی در مختار کتاب الطہارۃ میں ہے: **والتوضی من الحوض افضل من النهر رغما للمعتزله۔** "اور نہر کی بنسبت حوض سے وضو کرنا زیادہ بہتر ہے گمراہ فرقہ معتزلہ کو جلانے کے طور پر۔"[291]

---

[291] (فتاویٰ در مختار ج ۱، ص ۱۲۴، کتاب الطھارۃ باب المیاہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

اس قول کی وضاحت فتاویٰ شامی میں اس طرح ہے: أی لأن المعتزلة لا یجیزونه من الحیاض فنرغمهم بالوضوء منها۔ ”چونکہ معتزلہ حوضوں سے وضو کرنا جائز نہیں جانتے تو ہم انہیں حوضوں سے وضو کرکے جلائیں گے۔“[292]

فتاویٰ بزازیہ للکردری میں ہے:

والتوضی من الحوض افضل من التوضی بالجاری رغما للمعتزلة۔

ترجمہ: اور حوض سے وضو کرنا جاری پانی سے وضو کرنے کی نسبت افضل ہے معتزلہ فرقہ کو جلانے کے طریقہ پر۔[293]

معلوم ہوا کہ جن شرعی امور سے بد مذہب خوارج کلاب النار زنادقہ مرجیہ جبریہ منع کریں ان امور کو زیادہ اہتمام سے کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی مزید تحقیق چاہے تو ہمارا رسالہ تحفۃ الابرار فی تقبیل المزار کو رجوع کرے، ان شاء اللہ تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔

---

[292] (فتاویٰ درمختار ج ۱، ص ۱۲۴، کتاب الطهارة باب المیاه مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

[293](الفتاویٰ البزازیه ج ۱، بهامش من الفتاویٰ الهندیة الجزء الرابع ص ۷، مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

باب بیست و سه (23)

ولایتِ ولی اور اس کی اہمیت کے بیان میں

لغت کے اعتبار سے ولایت وَلِیٌّ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی قرب اور نزدیکی ہے اور نصرت اور دوستی بھی ہے اور شریعت میں اس کا معنی:

وھی العبدبالحق عندالفناءعن نفسه۔یعنی بندہ اپنے آپ کو یادالٰہی میں فناء کرکے اللہ تعالیٰ کی معیت میں قائم رہے اورولایت کا معنی یہ ہے کہ کسی کے امور کو اپنے تصرف میں رکھنا، کسی کی حفاظت کرنا، کسی سے تعلقات قائم کرنا۔

ولایت دو قسم پر ہے

۱۔ولایت عامہ۔ ۲۔ولایت خاصہ۔

۱۔ولایت عامہ

ولایت عامہ تمام مؤمنین میں مشترک ہے اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ آمَنُوا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّورِ۔(البقرۃ ۲۵۷) ”اللہ تعالیٰ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔“ یہ ولایت بلاامتیاز سب مؤمنین کو شامل ہے۔ اگرچہ ایمان کے مراتب بذاتِ خود مختلف اور جداگانہ ہیں۔

۲۔ولایت خاصہ

یہ ولایت اربابِ سلوک اور معرفت کے ساتھ خاص ہے وہی عبارت عن فناءالعبدفی الحق وبقاءہ بہ فالولی ھو الفانی فیہ و الباقی بہ۔یعنی یہ ولایت خاصہ کا مفہوم بندے کا حق تعالیٰ میں فناءاوراسی کے ساتھ باقی رہنا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ولی، فانی فی اللہ باقی باللہ کو کہتے ہیں۔

سوال: فنااوربقاکسے ہیں ؟علامہ سلطان العارفین ، رئیس العاشقین حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔الفناء سقوط الاوصاف المذمومة کماان البقاء وجودالاوصاف المحمودة۔ یعنی فناء یہ ہے کہ بندہ میں بری صفات نہ رہیں جیسا کہ بقاء کا معنی یہ ہے کہ بندہ میں تمام اچھی صفات موجود ہوں ۔ پھر فناء کا ایک معنی جسے آپ نے پڑھ لیا۔ یعنی صفاتِ مذمومہ عبارت اورریاضت کی کثرت سے ختم ہوتی ہیں۔ دوسری قسم فنا یہ ہے کہ عدم الاحساس بعالم الملک والملکوت وھو بالاستغراق فی عظمة الباری جلّ وعلاومشاھدة الحق والیہ اشار المشائخ الفقر سوادالوجہ فی الدارین یعنی الفناءفی العالم۔[294]

یعنی فناءیہ ہے کہ بندہ زمین وآسمان کی سلطنت کو بھول جائے۔ یہ مقام اس وقت نصیب ہوتا ہے جب بندہ عظمتِ باری تعالیٰ اوراس کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ملک وملکوت کا مفہوم یہ ہے۔ الملک عالم الشھادة من المحسوسات الطبیعة یعنی ملک نظر آنے والے جہان کو کہتے ہیں جو طبعاً محسوس ہوتا ہے اوراحساسات پانچ ہیں۔ آنکھ،کان،ہاتھ،ناک اور منہ۔اور ملکوت کا معنی یہ ہے:الملکوت عالم الغیب المختص بالارواح والنفوس۔یعنی ملکوت نظر نہ آنے والے جہان کو کہتے ہیں۔ جیسے نفوسِ قدسیہ اور فرشتہ وغیرہ۔

---

[294] نفحات الانس۔

نوٹ: مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ نے دنیاوی اموراوراخروی مضاءومنافع میں فناءہونے کوروسیاہی سے تعبیر کیاہے۔ **(العیاذباللہ تعالیٰ)**

بعض اہل اللہ نے فناءاور بقاء کا مفہوم کچھ اس طرح بیان فرمایاہے:

فناءعبارت است ازنہایت سیرالی اللہ تعالیٰ وبقاعبارت است ازبدایۃفی اللہ تعالیٰ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کی انتہاء کو فناء کہتے ہیں اور سیر الی اللہ تعالیٰ اس وقت منتہی ہو گی جب سالک وجدانِ حق کو سچائی وصداقت کی بدولت ایک ہی قدم سے طے کرلے اور **سیر فی اللہ تعالیٰ** یعنی اللہ تعالیٰ کے حصول کی راہ چلنااس وقت ثابت و محقق ہو گا کہ جب بندہ مکمل طورپر فناءہوجائے تواس کو ایک ایساوجود عطافرماتے ہیں جو گندگی اور ناپاکی سے مبرّا ہو تاہے تاکہ یہ سالک انہی اوصاف سے متخلص ومتصف ہو کر ترقی کرسکے۔

سیدابوعلی جرجانی گوید:

الولی هو الفانی من حاله و الباقی فی مشاهدة الحق و لم یکن له عن نفسه اخبار و لامع غیر اللہ تعالیٰ قرار۔

یعنی ولی وہ ہےجواپنےحال سےبےخبراورحق تعالیٰ کےمشاہدہ میں باخبراوراللہ تعالیٰ کے سوااسے آرام وقرارنہ ہو۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ مردےراگفت خواہی کہ باشی ازاولیاءاللہ تعالیٰ گفت بلے خواہم گفت **لاترغب فی شئی من الدنیاو الآخرة۔**

یعنی حضرت ابراہیم ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص سے کہا کہ آپ ولی اللہ تعالیٰ بننا پسند کرتے ہیں تو اس نے کہا کیوں نہیں پسند کرتا ہوں تو فرمایا پھر دنیا و آخرت بھول جا اور مولیٰ کریم کے لئے فارغ البال ہو جا اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو جا۔

حضرت ابو القاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

ان الولی له معینان احدهما فعیل بمعنی مفعول و هو من یتول الله تعالیٰ امره قال الله تعالیٰ و هو یتول الصالحین۔

یعنی ولی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ولی فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہو۔ جیسے آیت کریمہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ صالحین کے امور کی بذاتِ خود حفاظت فرماتا ہے۔

فلایکله الی نفسه لحظة بل یتولی الحق سبحانه رعایته۔

یعنی اللہ تعالیٰ ولی کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو اس کے حوالہ نہیں فرماتا بلکہ اس کے تمام کام اپنے ذمہ کرم فرمالیتا ہے اور اس کی رعایت کو ملحوظ رکھتا ہے۔

و الثانی فعیل مبالغة من الفاعل و هو الذی یتولی عبادة الله تعالیٰ و طاعته فعبادة تجری علیه علی التوالی من غیر ان یتخللها عصیان۔

دوسرا یہ کہ فعیل بمعنی فاعل ہو مبالغہ کے وزن پر اس وقت ولی کا معنی یہ ہو گا کہ ولی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت مسلسل اپنے ذمہ لگالیتا ہے اس کی اطاعت میں نافرمانی خلل انداز نہیں ہوتی۔ ولی کے دونوں وصف وجوبی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ولی پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی پورے اور انتہائی طور پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی خوشی اور غمی میں ہمیشہ حفاظت ہوتی ہے۔

و من شرط الولی ان یکون محفوظا کما ان الشرط للنبی ان یکون معصوماً۔

یعنی ولی کی شرائط میں سے ہے کہ وہ گناہ اور نافرمانی سے محفوظ ہو۔ جیسے نبی (علیہ السلام) کے لئے معصوم ہونا شرط ہے یعنی ہر نبی قبل ازاعلانِ نبوت اور بعدہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے محفوظ سے محفوظ ہوتا ہے۔ (نتیجہ) **فکل من کان للشرع علیه اعتراض فهو مغرور مخادع۔** تو جس شخص میں شریعت کی مخالفت نظر آئے گی وہ ولی نہیں ہو گا اور اگر وہ ولی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ دھوکہ باز ہو گا۔

حضرت ابویزیدبسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنه قصدبعض من وصف بالولایة فلما وافامسجده قعدینظر خروجه فخرج الرجل ورمی بزاقه تجاه القبلة فانصرف ابویزیدرضی اللہ تعالیٰ عنه ولم یسلم علیه وقال هذارجل غیرمأمون علی ادب من اداب الشریعة فکیف یکون امیناعلی اسرار الحق۔

ترجمہ: حضرت بایزید رحمہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے جو ولی مشہور ہو گیا تھا۔ اتفاقاً مسجد میں اس شخص کو پایا۔ اس کی حالت دیکھتے رہے۔ جب وہ مسجد سے نکلنے لگا تو قبلہ کی طرف تھوکا تو حضرت بایزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ملے بغیر واپس لوٹے اس کو السلام علیکم بھی نہ کہا اور فرمایا جو شخص شریعت کے امور کا ادب نہیں کرتا اس کو اللہ تعالیٰ کے اسرار ورموز پر امین نہیں کیا جاتا۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

الولی ریحان اللہ تعالیٰ فی الارض یشمه الصدیقون فتصل رائحته الی قلوبهم فیشتاقون به الی مولاهم ویزدادون عبادة علی تفاوة اخلاقهم۔

یعنی ولی اللہ تعالیٰ کا پھول ہے زمین میں، اہلِ صدق اس کی خوشبو سونگھتے ہیں یہ خوش بو ان کے دلوں کو معطر کرتی ہے۔ اس کے سبب ان کے دلوں میں مولا کریم کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اخلاق کے مطابق زیادہ سے زیادہ عبادت کرتے ہیں۔

ولی کی تین علامتیں ہیں

۱۔شغلہ باللہ تعالیٰ۔

۲۔فرارہ الی اللہ تعالیٰ۔

۳۔ھَمُّہٗ فی اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ سے وابستہ رہنا اس کا کام ہے اس کی بھاگ دوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف جاری رہتی ہے اور اس کے تفکرات اور ارادے اللہ تعالیٰ کے حق میں محدود رہتے ہیں۔

حضرت خزار رحمہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ ولی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

اذا ارادالله تعالیٰ ان یوالی عبدا من عبادہ فتح علیہ باب ذکرہ فاذا استلذ الذکر فتح علیہ باب القرب ثم رفعہ الی مجالس الانس بہ ثم اجلسہ علی کرسی التوحید ثم رفع عنہ الحجب و ادخلہ دار الفردانیۃ و کشف لہ عن الجلال و العظمۃ بقی بلاھو فحینئذ صار العبد زمنا فانیاً فوقع فی حفظہ سبحانہ تعالیٰ و بری من دعاوی نفسہ۔

ترجمہ:جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا ولی بنانا چاہتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ جب بندہ ذکر کی لذتوں سے محظوظ ہوتا ہے تو اسے اپنے انس و محبت کی مجالس کی طرف اٹھالیتا ہے اور توحید کی کرسی پر بٹھا کر پردے ہٹا دیتا ہے اور مرتبۂ فردانیت میں داخل فرما دیتا ہے اور جلالِ عظمت کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت وہ بندہ فانی فی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور نفس کی خواہشات سے بری ہو جاتا ہے۔

مقامِ فردانیت کی وضاحت

الفرمایتناول شئیاًواحدادون غیرہ۔

یعنی انسان کسی چیز میں منفرد ہو اور دوسرا اس میں اس کا شریک نہ ہو۔

ولی کی ضرورت اور اس کا فیض عام

قرآن و سنت نے کئی مقامات پر وضاحت فرمادی ہے کہ سوائے انبیاء(علی نبیناوآلہ و علیہم الصلاۃ والسلام) کے کوئی دوسرا اللہ تعالیٰ کا حصول اور قرب بغیر وسیلہ کے حاصل نہیں کر سکتا۔ معرفت کی راہ چلنے والا (سالک) کیلیئے واجب ہے کہ حصول الی اللہ تعالیٰ کے لئے مردِ کامل تلاش کرے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔الرَّحْمَنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا (الفرقان ۵۹)" رحمان کی شان کسی مردِ عارف سے پوچھ۔"

معرفت کے لئے طلبِ وسیلہ کی ضرورت اور اہمیت اس آیتِ کریمہ میں بدرجہ ٔاتم واضح ہو جاتی ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔(الکھف ۲۸)

"اپنے آپ کو ان سے مانوس رکھ جو صبح وشام اپنے رب پکارتے ہیں اس کی خوشنودی چاہنے کو۔"

وهم الذين لا يفارقون محل الاختصاص من الحضرة بكرة وعشيا فمن لم يفارق حضرتنا فحق أن تصبر عليه فلا تفارقه۔[295]

---

[295] (روح البیان ج۵ ص ۲۳۹)

"یعنی آیۂ کریمہ میں جن نفوسِ قدسیہ کا ذکر ہے یہ وہی لوگ ہیں جو صبح وشام بارگاہِ خداوندی کے مخصوص مقام سے پل بھر جدا نہیں ہوتے تو جو ہماری بارگاہ میں ہر وقت حاضر رہتا ہے تو اے مومن تجھے لازم ہے کہ تو اپنے آپ کو اس سے وابستہ رکھ اس سے علیحدہ نہ ہو۔"

سرورِ کونین صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلّم فرماتے ہیں:

"جلوسک ساعة عند حلقة يذكرون الله خير من عبادة ألف سنة"۔

اس کا ترجمہ علامہ عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا:

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

حصولِ وسیلہ کے لئے المائدۃ آیت ۳۵ کا ترجمہ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تفسیر ملاحظہ کیجئے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ۳۵)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

اس کی تفسیر علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاحظہ کیجئے:

واعلم أن الآية الكريمة صرحت بالأمر بابتغاء الوسيلة ولا بد منها البتة فإن الوصول إلى الله تعالى لا يحصل إلا بالوسيلة وهي علماء الحقيقة ومشايخ الطريقة۔(روح البيان تحت الاية المائدة ۳۵)

یعنی آیۂ کریمہ نے وسیلہ کی تلاش کا حکم صادر فرما کر وضاحت کر دی کہ یہ وسیلہ نہایت ضروری اور حتمی ہے کیونکہ رب کریم کی حریم ذات تک رسائی وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ وسیلہ درحقیقت علمائے عارفین اور مشائخِ واصلین ہیں۔

کائنات کا قیام اور مخلوق کے فوائد اہل اللہ سے تکمیل پاتے ہیں۔ آیۂ کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ۔(الانبیاء ۳۱) "اور زمین میں ہم نے لنگر (پہاڑ) ڈالے ہیں کہ انہیں لے کر نہ کانپے۔" اس آیۂ کریمہ میں دو مفہوم مضمر ہیں ایک ظاہری معنی کے اعتبار سے اور ایک عارفانہ باطنی معنی کے لحاظ سے۔ پہلے مفہوم کی وضاحت یہ ہے کہ جب پہلے زمین کو پیدا کیا گیا تو اسے پانی پر بچھایا گیا تو اس پر لوگ چلتے وقت کانپتے تھے جیسے کشتی حرکت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ ڈال دیئے جس سے زمین سکون پذیر ہوئی اور اس کی حرکت ختم ہو گئی اور دوسرا مفہوم باطنی اور عارفانہ یہ ہے کہ جسے تفسیر التاویلات النجمیہ نے بیان کیا۔

آیت کریمہ میں اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے مختلف طبقات کی طرف اشارہ ہے۔

"يشير إلى الأبدال الذين هم أوتاد الأرض وأطوادها فأهل الأرض بهم يرزقون وبهم يمطرون والأبدال قوم بهم يقيم الله الأرض وهم سبعون: أربعون بالشام، وثلاثون بغيرها، لا يموت أحدهم إلا يقام مكانه آخر من سائر الناس وفي الحديث: "لن تخلو الأرض من أربعين رجلاً مثل خليل الرحمن فبهم تسقون وبهم تنصرون ما مات منهم أحد إلا أبدل الله مكانه آخر"۔

ترجمہ: آیت میں ابدالوں کی طرف اشارہ ہے جو زمین کی کیلیں اور میخیں ہیں اور پہاڑ ہیں۔ زمین والوں کو انہیں کی برکتوں سے رزق دیا جاتا ہے اور انہیں کی وجہ سے ان پر بارشیں برستی ہیں۔ ابدال وہ قوم ہے جس کے باعث ربِ کریم نے زمین کو قیام (قرار) بخشا ہے اور وہ ستر (۷۰) کی تعداد میں

ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ زمین کبھی بھی چالیس مردوں سے خالی نہیں ہوئی۔ انہیں حضرت خلیل علی نبیناوآلہ وعلیہ الصلوۃ والسلام کی صفات عطا کی گئی ہیں۔ لوگو! تمہیں انہیں کی وجہ سے بارش نصیب ہوتی ہے اور دشمنوں پر انہیں کے باعث تمہیں مدد دی جاتی ہے۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کو اس کے مقام پر متعین فرمادیتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبة ١١٩)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

اس آیہ کریمہ کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ:

ثم الصادقون المرشدون إلى طريق الوصول فإذا كان السالك في جملة أحبابهم ومن زمرة الخدام في عتبة بابهم فقد بلغ بمحبتهم وتربيتهم وقوة ولايتهم إلى مراتب في السير إلى الله وترك ماسواه۔

"آیتِ کریمہ مذکورہ میں صادقین کون لوگ ہیں؟ صادقین یہی مرشد حضرات ہیں جو وصول الی اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھاتے ہیں جب ان اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مرید ان کے غلاموں میں داخل ہو جاتا ہے تو بلاشک وشبہ ان کی محبت، تربیت اور قوتِ ولایت سے سیر الی اللہ تعالیٰ کے مراتب پر فائز ہو کر ماسواللہ کو ترک کر دیتا ہے۔"

مرشد کی ضرورت کا احادیث سے استدلال

ولی کی ضرورت اور اس کے فضائل و کمالات کو جس طرح قرآن کریم نے دل نشین اور قابلِ اعتماد پیرایہ میں بیان فرمایا اسی طرح احادیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام قرآن حکیم کی حقیقی اور اصلی تفسیر و تشریح ہے۔

مولا کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْکَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ (النحل ۴۴)

"اے حبیب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم! بے شک ہم نے آپ کی طرف ذکر (نصیحت یعنی قرآن) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لئے ان کے نازل شدہ احکام واضح فرمائیں۔"

اس کی تفسیر میں آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

ألا وإنّي أُوتيتُ القرآنَ مثلهُ معهُ۔[296]

"یعنی خبردار! سن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اس کا فہم بھی عطا ہوا ہے۔"

اس کی وضاحت یہ ہے کہ توحید ورسالت اور ان کے احکام کی تبلیغ انبیاء کرام علی نبینا وآلہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کا فریضہ ہے اور ذمہ داری ہے۔ سلسلۂ نبوت کے اختتام پر اس فریضہ کو اہلِ بیت کرام اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کیا گیا۔ جیسا کہ آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔

"یعنی میرا کلام (حدیث) سن کر لوگوں تک پہنچا دو اگرچہ ایک ہی جملہ کیوں نہ ہو۔"

یہ سلسلۂ تبلیغ علی سبیل البدایۃ والتدریج قیامت تک جاری وساری رہے گا چونکہ حقِ تبلیغ اولیاء اللہ تعالیٰ اور علماء حقہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہی ادا کرسکتے ہیں۔

[296] (کشف الخفاء ۲/۵٦۹ • سفر السعادۃ ۳۵۵)

اسی بناءپر جنابِ رسالت مآب صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ترغیباً ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ أُعْطِيَ زَهَادَةً فِي الدُّنْيَا وَ قِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ، فَإِنَّمَا يُلْقِي الْحِكْمَةَ۔[297]

آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا: جب ایسا بندہ دیکھو جسے دنیا کی محبت نہیں ہے اور بے فائدہ باتیں نہیں کرتا تو اس کے قریب جایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکمت (رازورموز) کی باتیں عطا فرمادی ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

تلارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ(الانعام ۱۲۵) قَالَ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم ان النور اذادخل الصدر انفسخ فقیل یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلّم هل لتلک من علم یعرف بہ قال نعم التجافی من دار الغرور و الانابة الی دار الخلود و الاستعداد للموت قبل نزوله۔[298]

ترجمہ: آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ایک مرتبہ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ(الانعام ۱۲۵)

یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ فرمائے تو اسلام کے لئے اس کا سینہ کشادہ فرمادیتا ہے۔

اس کے بعد آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جب (معرفت) کا نور سینے میں داخل ہوجاتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کیا اس کی

---

297 (المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۹۲)

298 (المشکوۃ ۴۴۶)

کوئی علامت بھی ہے ؟ کہ اس کی پہچان ہو سکے فرمایاہاں اس جہانِ دنیا سے دستبردار ہونا اور قیامت کی جانب رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیار رہنا۔

تشریح:ای انشرح وتوسع بحیث یسعه قبول جمیع شرائع الاسلام ویحلو فی مذاقه مرار ماقدره وقضاه من الاحکام وهذاالقلب فی الحقیقة عرش الرب تبارک وتعالیٰ الذی عبّرعنه بالحدیث القدسی لایسعنی ارضی وسمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن لان السفلیات والعلویات لیس لهن قابلیة ادراک الکلیات والجزئیات المتعلقة بالذات والصفات ولهذاقال الله تعالیٰ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الاحزاب ۷۲) قال رسول اللهﷺ صَلی الله تعالیٰ علیه وَ اٰله وَ سلَّم رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی الله لابره ای قیل معناه لو حلف ان الله یفعله لفعله ولم یخیب دعوته۔

ترجمہ: انفسخ الخ کا معنی یہ ہے کہ اس مرد کا سینہ اتنا وسیع اور کشادہ ہو جاتا ہے کہ شریعت اسلامی کے تمام احکام قبول کرلیتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی قضاءوقدر کے بظاہر کڑوے احکام بھی اسے میٹھے لگتے ہیں کسی مرد خدا کا یہ دل حقیقت میں عرشِ الٰہی ہے جس کی تعبیر حدیثِ قدسی میں یوں بیان کی گئی ہے۔

رب کریم ارشاد فرماتا ہے کہ میری زمین وآسمان میں میرے جلال وجمال کی کوئی گنجائش نہیں لیکن میرے مؤمن بندے کا دل اتنا وسیع ہے کہ اس میں اس کی گنجائش ہے کیونکہ زمین وآسمان میں کلیات وجزئیات کے ادراک کی قابلیت واستعداد نہیں رکھی گئی جن کا تعلق ذات وصفاتِ باری تعالیٰ سے ہے اسی وجہ سے قادرِ مطلق جلّ مجدہٗ الکریم نے فرمایا کہ بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین پر امانت پیش فرمائی لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اوراسے انسان نے اٹھالیا۔

آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا کہ کئی بندے پراگندہ بالوں والے اور غبارآلود جنہیں دروازوں سے دھکے مار کر نکال دیا جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر کوئی بات کہہ

دیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس بات میں سچا ثابت کرتا ہے یعنی وہ جس طرح عرض کریں اللہ تعالیٰ ان کی بات کو قبول فرماتا ہے۔ اسے نامراد نہیں لوٹاتا۔ سبحان اللہ۔

نتیجہ

انسان کا مقصود حصولِ معرفت ہے اور حصولِ معرفت کا ذریعہ اولیاء اور عارفین رحمھم اللہ تعالیٰ ہیں۔ اسی مفہوم کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ جس سے مرشد کی ضرورت اور اہمیت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ بارگاہِ خدائے لم یزل تک رسائی بغیر وسیلہ ممکن نہیں اس لئے سالک کیلئے رہبر و مرشد شرط اول ہے۔ انہی نتائج و دلائل کی وضاحت کے باعث عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرشد کی ضرورت پر ارشاد فرمایا۔

من از طریق نہ پرسم رفیق مے جویم
کہ گفتہ اند نخستین رفیق باز طریق

ترجمہ: پہلے میں معرفت کے راستے کی بات نہیں کرتا مرشد کی بات کرتا ہوں کیونکہ اہل اللہ نے پہلے مرشد کی تلاش کا حکم دیا ہے۔

پھر اس سے طریق معرفت سیکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

علامی رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چوں خدا اندر نیاید در عیاں　　　نائب حق اند ایں پیغمبراں

جب اللہ تعالیٰ ظاہر نظر نہیں آتا تو یہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔

کیف مدالظل نقشِ اولیاء است　　　کہ دلیل نور خورشید خدا است

آیت کریمہ کیف مد الظل میں جو سایہ کا ارشاد ہے۔ اس سے مراد اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا وجود ہے جو خورشید حق کے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اندر ایں وادی مرو بے ایں دلیل　　　　لا احب الآفلین گو چوں خلیل

اس وادی (سلوک) میں اس رہنما کے بغیر نہ چل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح **لا احب الاٰفلین** کا قائل ہو جا۔ یعنی حضرت ابراہیم (علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام) نے اجرامِ فلکی کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلیل سمجھا۔

دامنِ او گیر زوتر بےگماں　　　　تا رہی از آفت آخر زماں

جلد اور بلا تأمل اس مرشد کا دامن پکڑ لے تا کہ آخری وقت (موت کے وقت) کی آفت سے بچ جائے۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر

ہست بس پر آفت و بس پر خطر

پیر کو حاصل کر لے کہ یہ سلوک کا راستہ بغیر پیر کے پر آفت اور خطرے سے بھرا ہوا ہے۔

دست زن در ذیل صاحب دولتے　　　　تا ز افضالش بیابی رفعتے

ولایت کے بادشاہ کا دامن پکڑ لے تا کہ اس کی فضیلتوں سے تجھے بھی بلند مرتبہ مل جائے۔

ہم نشینِ اہلِ معنی باش تا　　　　ہم عطا یابی و ہم باشی فتیٰ

حقیقت پسند اہل معنی کا ہم نشین ہو جا تا کہ ان کے فیضِ صحبت سے فضائل اخلاق کا انعام بھی پائے اور جوانمرد (عارف) بھی بن جائے۔

اللھم انت ولینافی الدنیاوالآخرۃ ربناواجعلنامن خدام اولیاءک الکاملین ومنھم وادخلنافی زمرتھم وادرعلیناکأس الولایۃ ببرکتھم وناولناھالنشرب منھاولنکون من

الموقنين بحرمة سيدالاولین والآخرین وآله المطهرين وصحابته المقربين آمين يارب العالمین۔

کامل شیخ اور ناقص شیخ میں فرق از مکتوبات امام ربانی قدس سرہٗ

یہ مکتوب بھی سیادت مآب سید محمود کی طرف صادر فرمایا:

[کامل اور کامل کرنے والے شیخ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے اجتناب کرنے اور اس کے مناسب اُمور کے بیان میں۔]

تشریح

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے اس مکتوب میں تصوف کی ایک انتہائی اہم اور بنیادی تعلیم کی طرف راہنمائی کی ہے اور وہ ہے شیخ کا کامل ہونا۔ پس شیخ اگر کامل ہو گا تو مرید میں بھی کمال پیدا ہو گا اور اگر خدانخواستہ پیر ہی ناقص ہوا تو مریدین کا نقص کیسے دور ہو گا۔ تو ضروری معلوم ہوا کہ کامل وناقص شیخ کے درمیان فرق کو بیان کر دیا جائے تاکہ عام آدمی کو اس بارے میں علم ہو جائے۔

کامل شیخ اور ناقص شیخ میں فرق

کامل شیخ کی (کامل پیر) کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ شیخ کامل کا مسلمان ہونا اولین شرط ہے۔ اگر اسلام کے ظاہری لبادے میں ملبوس شخص کسی دوسرے باطل دین کا پیروکار ہو تو اس سے مریدین کی اصلاح کا وجود میں آنا سرے سے ہی ناممکن ہے۔ بلکہ ایسے گمراہ شخص تو دراصل اپنے باطل مذاہب کی طرف ہی لوگوں کو راغب کریں گے اور انہیں ایک حقیقی مومن بنانے کی بجائے اسلام سے دور لے جائیں گے۔

۲۔ شیخ کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت (حنفی) کے ناجیہ فرقے کے عقائد رکھتا ہو اور اسے ان عقائد کے بارے میں تفصیلی علم ہو، بعد ازاں فقہ حنفی کی کتابوں کو کسی با عمل عالم سے پڑھ کر مسائل فقہیہ سے واقفیت حاصل کر چکا ہو اور شریعت کی حِل و حرمت کو جانتا ہو۔ زمانے بھر میں جتنے اولیاء اللہ ہوئے ہیں ان سب کا تعلق ہمیشہ اہل سنت و الجماعت کے مسلک سے رہا ہے۔ اور کبھی بھی دیگر گمراہ فرقوں میں کوئی ولی پیدا نہیں ہوا۔

پس جو شیخ، عالم نہیں ہو گا وہ اپنے مریدین کی دینی و دنیاوی معاملات میں راہنمائی کیسے کرے گا اور انہیں خلافِ شرع امور سے کیسے روکے گا۔ پس اس بات سے ان جہال فقراء کی حالت کا قیاس کر لیں جو کہتے ہیں کہ پیروی و مریدی میں علم کا ہونا ضروری نہیں بلکہ علم، درویشی کو مضر ہے اس لئے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت امرِ دیگر ہے۔ حالانکہ صوفیانِ قدیم کی کتب اور ملفوظات (مثلاً قوت القلوب، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، عوارف و معارف اور غنیۃ الطالبین وغیرہ) میں صاف تصریح ہے کہ طریقت و تصوف کے لئے علمِ شریعت شرط ہے۔ تو ان کی جہالت کا اندازہ لگالیں کہ جن مرشدوں کا نام صبح و شام مثلِ ورد کرتے ہیں ان کے کلام سے بھی غافل ہیں۔

مرشد کے لئے بعض شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ پیر علوم ظاہری پڑھا ہوا ہو، جیسے کہ صاحب شارح مخزن فرماتے ہیں کہ جسے ان چار علوم کا علم نہ ہو، یعنی اگر وہ پیر احکام اعتقادیہ، اور احکام علمیہ کا عالم نہ ہو اور پیر ہونے کا دعویٰ کرے اور لوگوں کو تلقین و تبلیغ کرے سو وہ ناقص ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، وہ پیر ہونے کا اہل نہیں، کیونکہ علوم باطنیہ کے لئے علوم ظاہریہ کا ہونا لازم ہے، کیونکہ علوم شریعت کے بغیر طریقت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

(۱) شریعت میرے اقوال ہیں۔

(۲) طریقت میرے افعال ہیں۔

(۳) حقیقت میرے احوال ہیں۔

(۴) اور معرفت میرے اسرار ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص دوسروں کو علم دینے پر قادر نہ ہو وہ ناقص ہے، کیونکہ علم بمنزل طہارت کے ہے نماز کے لئے، جس طرح نماز بغیر طہارت کے جائز نہیں اسی طرح پیری بغیر علم کے صحیح نہیں، جائز نہیں بلکہ اصفیاء و اولیاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر علم کے پیر بن گیا سو وہ شخص عمر کے آخر حصے میں پاگل یا کفر ہو کر مرے گا۔

۳۔ مرشد کامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ متقی ہو۔ یعنی کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔

۴۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مرشد کے لئے تقویٰ شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیعت، باطن کی صفائی کے لئے مشروع ہوئی ہے اور باطن کی صفائی میں بدونِ عمل کے فقط زبانی قول کافی نہیں۔ سو جو مرشد تقویٰ کی صفت نہ رکھتا ہو اور زبانی تقریروں پر کفایت کرتا ہو وہ حکمتِ بیعت کو برہم کرنے والا ہے۔

۴۔ شیخِ کامل کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مشروع امور کا حکم کرتا ہو اور خلافِ شرع کاموں سے روکتا ہو۔ یوں نہ ہو کہ مخلوق کے خوف سے احکامِ شریعت بیان کرنے کا حوصلہ ہی نہ رکھتا ہو یا خلافِ شرع کاموں کو دیکھے تو خود بھی ان کا حصہ بن جائے۔

۵۔ بیعت لینے والے مرشد کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ خود کسی کامل کی صحبت میں رہا ہو اور عرصہ دراز تک کاملین سے ادب سیکھا ہو اور سلوک کی منازل طے کر کے نورِ باطن حاصل کر چکا ہو۔ اور اس کے تصوف کا سلسلہ سینہ بہ سینہ مختلف واسطوں سے ہوتا ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہو۔ یوں نہ ہو جیسے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم محض اہل اللہ کی قبور سے اخذِ فیض کرتے ہیں اور ہمیں ظاہری بیعت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ایسا معاملہ تصوف کے قوانین کے خلاف ہے گو قبور سے فیض لینا نہ صرف ممکن ہے بلکہ ثابت بھی ہے۔ مذکورہ بالا پانچ شرائط کامل و مکمل شیخ کے لئے لازم و ضروری ہیں اور جس شیخ میں یہ صفات نہیں ہوں گی وہ ناقص ہو گا اور اپنے مریدین و متوسلین کی تربیت کرنے کی لیاقت سے محروم ہو گا اور پھر آخرت میں اللہ جل شانہٗ کے سامنے جوابدہ۔

یہ چند اہم و ضروری شرائط بیان کی گئی ہیں تاہم ان کے علاوہ بھی چند صفات ہیں جس کا ایک شیخ میں ہونا بہتر و احسن ہے لیکن فتنہ و فساد کے اس دور میں اگر مذکورہ بالا صفات والا مرشد بھی مل جائے تو بہت بڑی بات ہے۔

[اللہ تعالیٰ نظر کی کجی سے آزاد اور تمام انسانوں کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اپنی ذات کی طلبی میں زیادتی اور اضافہ نصیب فرمائے۔ اور جو چیزیں مطلب و مقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ اور منافی ہیں ان سے کامل اجتناب عطا فرمائے۔

التفات نامہ گرامی نے اپنی آمد سے مشرف کیا۔ چونکہ آپ کے مکتوب گرامی سے طلب و شوق اور درد و پیاس کا اظہار ہوتا تھا اس لئے نظر کو بہت اچھا لگا۔ کیونکہ یہ چیز حصولِ مطلوب کی بشارت

دیتی ہے۔ اور دردِ مقصود کو پانے کا مقدمہ اور سبب ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: "اگر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ چاہت اور طلب عطا نہ کرتا"۔]

تشریح

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے یہاں پر "درد" کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے کہ درد وہ چیز ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایات بے پایاں کے حصول کی علامت ہے۔ اور جسے درد کی یہ دولت مل جائے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے کچھ نہ کچھ عطا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن جس درد کو ہم بیان کر رہے ہیں وہ دراصل دردِ باطنی ہے نہ کہ دردِ ظاہری۔

علامہ اقبال نے اسی درد کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے:

تمنا دردِ دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کامل و مکمل شیخ کی صحبت میں توجہات باطنی کے نتیجے میں سالک اکثر اپنے لطائف پر درد کا احساس کرتے ہیں لیکن جن سالکین کے عالمِ امر پر عالمِ خلق غالب ہوا انہیں درد کا احساس یا تو ہوتا ہی نہیں یا پھر انتہائی کم ہوتا ہے۔ درد کے احساس کی یہ کیفیت ایک ظلی کیفیت ہے اس کو مقام نہ سمجھنا چاہیئے اور نہ ہی یہ "درد" مطلوب و مقصود ہے بلکہ سالک کا مقصود وہ "واحدِ حقیقی" ذات ہے جسے کسی احساس کے ساتھ محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ جو احساس سالک اپنے باطن میں کرتے ہیں وہ صفات و شیونات کا اثر ہوتا ہے جو شیخ کے لطائف کی وساطت سے سالک کے لطائف میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایک ظلی کیفیت ہے۔ جو اولیاء اللہ کا حصہ ہے۔ ان کیفیات کا اصل انبیاء کرام علیہم السلام کا نصیب

ہے۔ تاہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے ولایتِ اصلی سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشَاءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ (المائدۃ ۵۴)

[دولتِ طلب کے حصول کو نعمتِ عظمیٰ جانتے ہوئے جو کچھ اس کے مخالف ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ اس طلب میں سستی راہ نہ پائے۔ اور اس حرارت میں ٹھنڈک اثر نہ کر جائے۔ اور اس طلب کی حفاظت کے اسباب میں سب سے بڑی دولت اس کے حصول کا شکر کے ساتھ قائم ہونا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیدَنَّکُمْ (ابراھیم ۷)

ترجمہ: اگر احسان مانوگے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

اور جنابِ قدس خداوندی جل سلطانہٗ میں ہر وقت التجاء اور تضرع ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرۂ طلب کو اپنے کعبۂ جمال لازوال سے پھیر نہ دے۔ اور اگر حقیقت التجا و تضرع میسر نہ آئے تو صورتِ التجاء و تضرع کو ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔

فَإِنْ لَمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا۔

ترجمہ: اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ۔[299]

میں اس معنی و مطلب کا بیان ہے۔]

---

[299] (سنن ابن ماجه، ج ۲، ص ۱۴۰۳، الناشر: دار الفکر - بیروت)

تشریح

سالک کو چاہیئے کہ ذکر کے اثر کی کیفیت میسر آنے پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ ذکر کا اثر میرے باطن میں پیدا ہو گیا ہے گو میں اصلِ حقیقت تک نہیں پہنچا ہوں۔ اگر سالک اس نعمت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے مزید عطا فرمائے گا۔

[شوق و درد کی یہ حفاظت شیخ کامل و مکمل کی خدمت میں پہنچنے کے وقت تک ہے۔ اس کی خدمتِ اقدس میں پہنچ جانے کے بعد اپنی مرادیں اس کے حوالے کر دے جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں۔

فنا اول فنا فی الشیخ ہے۔ پھر یہی فنا، فنا فی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتی ہے۔

زاں روی کہ چشم تست احول
معبود تو پیر تست اول

ترجمہ: چونکہ تیری نظر اول میں احول (ایک کو دو دیکھنے والی ہے) اس لئے تیرا قبلہ گاہ تیرا پیر و مرشد ہے۔]

تشریح

فنا کو مکتوبات شریف کی اول جلد میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ فنا کے تین درجے ہیں یعنی:

(۱) فنا فی الشیخ (۲) فنا فی الرسول (۳) فنا فی اللہ

ا۔ فنا فی الشیخ: کامل شیخ کا مبتدا ٔ فیض صفاتِ الٰہیہ کا ظل ہے اس لئے چونکہ سالکینِ طریقت کو صفات کے ظل سے فیض شیخ کے ذریعے ملتا ہے اس لئے اس مقام سے فیض یاب ہونے والے کو فنا فی

الشیخ کہا جاتا ہے۔ گویا صفات کے ظلی مقام اور سالک کے درمیان مرشد رابطہ اور پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر سالک حقیقی معنوں میں طالبِ صادق ہو تو شیخ کی توجہات سے مستفید ہونے کے بعد سالک اپنے شیخ سے محبت و پیار کرنے لگتا ہے اور چونکہ محبوب کی ہر ادا مُحب کو محبوب ہوتی ہے اس لئے مریدِ صادق اپنے شیخ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے اور ظاہر و باطن میں شیخ کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ اس کا لباس، حُلیہ اور نشست و برخاست اپنے شیخ جیسا ہو جاتا ہے اور اسی مناسبت سے اس نسبت والے مرید کو فنا فی الشیخ کہا جاتا ہے۔

۲۔ فنا فی الرسول: انبیاء علیہم السلام کی ولایت کی ابتداء صفاتِ ذاتیہ الٰہیہ سے ہوتی ہے اور ان کے باطن کو انہی صفات سے فیض یاب کیا جاتا ہے۔ فنا فی الشیخ کے مقام والے سالک کی استعداد جب قوی ہو جاتی ہے تو اس پر صفاتِ ذاتیہ سے تجلیات آنا شروع ہو جاتی ہیں اور سالکِ حقیقی کو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک ساتھ ربط پیدا ہو جاتا ہے اور وہ انبیاء کرام علیہ السلام کی مکمل تابعداری کرنے لگتا ہے۔ اور خلافِ شرع امور سے اجتناب کرنے لگتا ہے۔ اس مقام والے سالک کو فنا فی الرسول کہا جاتا ہے۔

۳۔ فنا فی اللہ: صفاتِ ذاتیہ کے بعد جب سالک شیونات کو بھی طے کرلیتا ہے تو اسے فنا فی اللہ کا مقام عنایت ہو جاتا ہے۔ فنا کا یہ درجہ سب سے اعلیٰ و ارفع درجہ کہلاتا ہے۔ اس مقام والے سالک کا حقیقی محبوب و مطلوب صرف اللہ وحدہ لا شریک ہوتا ہے اور اس کا ہر قدم اپنے محبوب خدا کے احکام کے مطابق اٹھتا ہے۔

[کیونکہ افادے اور استفادے کا راستہ طرفین کی مناسبت پر مبنی ہے۔ ابتداء میں طالب کو اس کی کمال پستی اور کمینگی کے باعث جناب اقدس عز سلطانہٗ کے ساتھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اس وقت درمیان میں دو جہتوں والا واسطہ اور برزخ درکار ہے۔ اور وہ شیخ کامل و مکمل کی ذات ہے۔

اور سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب و رجوع ہے، جس نے ابھی سلوک و جذبہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسندِ شیخی کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لئے اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع مہلک مرض ہے۔]

تشریح

کامل و مکمل شیخ (جسے عرفِ عام میں ولی اللہ کہا جاتا ہے اس) کا سینہ انوارات و تجلیات کا مظہر ہوتا ہے جہاں سے تشنگانِ طریقت و سلوک اپنے خالی باطن کو سیراب کرتے ہیں۔ لیکن اس باطن کی سیرابی کے لئے مرید و شیخ کے درمیان مناسبت کا ہونا اولین شرط ہے۔ اگر مرید کو اپنے شیخ سے مناسبت نہ ہوگی تو وہ فیوض و برکات سے کماحقہٗ بہرہ مند نہیں ہو سکے گا۔

اس معرفت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مناسبت کو بیان کر دیا جائے تاکہ مقصد و مدعا واضح ہو جائے۔

کامل مشائخ کے روحانی مشرب پانچ ہیں: یعنی مشربِ حضرت آدم علیہ السلام، مشربِ حضرت نوح و ابراہیم علیہ السلام، مشربِ حضرت موسیٰ علیہ السلام، مشربِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مشرب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ہر مرشد ان پانچ مشارب میں سے کسی ایک مشرب پر فائز ہوتا ہے۔ سب سے اعلیٰ مشرب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا مشرب ہے اور اس مشرب سے وابستہ شیخ سے ہر کس و ناکس فیض حاصل کر سکتا ہے لیکن

دوسرے مشارب والے شیوخ سے وہی سالک فیض اخذ کر سکتے ہیں جن کا اپنا بھی وہی مشرب ہو جو ان کے مرشد کا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر شیخ موسوی مشرب ہو تو اس سے وہی سالک فیض لے سکتا ہے جو خود بھی موسوی مشرب ہو اور اسی کو مناسبت کہا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب کوئی سلوک کا شائق بیعت کے ارادے سے شیخ کے پاس جائے تو بیعت سے پہلے دونوں استخارہ کر لیں تا کہ مناسبت کے ہونے یا نہ ہونے کا علم ہو جائے۔ اگر دونوں میں مناسبت ہو گی تو شیخ اس مرید کی اصلاح کر کے اسے تکمیل کے مراحل طے کروادے گا اور اگر مناسبت نہ ہو گی تو تکمیل و ارشادِ معنوی نہیں ہو سکے گی۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیعت کے معاملے میں استخارے کی اہمیت کو ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے اور کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آتی جہاں بیعت کی سنت ادا کرنے سے پہلے استخارہ کروا لیا جاتا ہو۔

اور ناقص شخص کے بارے میں امام ربانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: **فرّمنه كما تفرّ من الاسد**۔ (ناقص سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہیں)۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں: دستِ ناقص دستِ شیطان است ودیو۔ (ناقص کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ ہے)۔

نور العقائد فی بیان عقائد اہلسنت والجماعۃ میں صفحہ ۳۵۰ پر حضرت ملا صالح محمد القاضی سابقا بقالات قندھار افغانستان لکھتے ہیں:

فصحبة الشيخ الناقص الذى لم يتم امره بالسلوک والجذبة۔ سم قاتل والانابة اليه مرض مهلک۔ يضيع استعداد المريد الرفيع۔ ويفسده مثل فساد البيضة۔ فلا يجوز اخذ الطريق الى اللّٰه تعالى من الناقص لمامر۔ ولا من المقلد بآبائه الكاملين المكملين غير سالک مسلكهم۔ وغير واصل مبلغهم۔ لان الارادة لا تصح الا بالتعليم والتعلم۔ وحصول درجة التكميل۔ وليس فيه شيء من ذالک۔ وايضا الشيخ الناقص مثل الزانی۔ ومريده ولد الزانی۔

والشیخ الناقص مثل الصنم ۔ ومریده مثل عابد الصنم۔ ویفتضح ھو ومریده علی رؤس الاشھادیوم القیامة۔ والشیخ الناقص مثل الطبیب الجاھل۔یعل الصحیح۔ویقتل المریض۔ والشیخ الناقص اشرار الاشرار۔ وافجر الافجار۔ والشیخ الناقص مثل المنافق۔ینطفیءنور فقره عندالموت۔ واحاطت به ظلمات المتراقمة۔ مثل ظلمات اللیلة المظلمة المتغیمة المطیرة وادرکته اللعنة۔ والغضب والخزلان۔ کماینطفیءنور کلمة المنافق عندالموت۔ واحاطت به ظلمات الکفر۔ ووصل الی درک الاسفل من النار۔ والشیخ الناقص مثل الدجال۔ومثل الفرق الضالة۔ومثل الرافضیة والوھابیة۔ویکون بینه وبین مریده مخاصمة والتبری یوم القیامة۔ کمابین التابع والمتبوع من الفریق الضالةالکفرة۔والی غیر ذالک من انواع العذاب والنکال۔فینبغی للمریدان یجتھدفی معرفةمن یصلح شیخا۔ویجوز الاقتداء به۔لان ھلاک اکثر الطالبین۔بل عموم الناس بالاقتداءبالائمةالمضلین۔وافتراق الامةالی ثلث وسبعین فرقة نشاء من الصوفیة الذین ما کانوا علی ماجاءبه النبی ﷺ۔ ھذه الجملة منقولة من قطب الارشاد۔ وروح البیان۔ والمکتوبات۔ وفتوح الغیب۔ والفتوحات، والابریز، وجامع الکرامات، ولطائف المنن، وعھود، وبحرموررود، وانیس الوحید، والفتاویٰ الحدیثیة۔

ترجمہ: ”وہ شیخِ ناقص جس کا کام سلوک اور جذبہ سے تام نہ ہوا ہو اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک مرض ہے جو کہ بلند درجہ مرید کے استعداد کو بھی ضائع کر دینے والی ہے اور مرید کو اس طرح فاسد کرتا ہے جس طرح گندہ انڈہ۔ تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے میں ناقص سے استفادہ جائز نہیں ہے ماقبل بیان کی وجہ سے۔ اور نہ اس شخص سے استفادہ جائز ہے جو اپنے کاملین مکملین باپ دادا کا مقلّد ہو لیکن ان کے راستے پر جانے والا نہ ہو اور ان کے مقام تک پہنچنے والا نہ ہو، کیونکہ پیری مریدی تعلیم و تعلم (افادہ واستفادہ) کے بغیر صحیح نہیں اور کمال کے درجے تک پہنچنے کے بغیر بھی پیری مریدی صحیح نہیں اور ان (ناقص سجادہ گان) میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ اور اسی طرح

ناقص پیر زناکار کی طرح ہے اور اسکا مرید ولدِ زنا کی طرح ہے۔ اور ناقص پیر بت کی طرح ہے اور اس کا مرید بت پرست کی طرح ہے اور رسوا ہو گا، یہ ناقص اور اسکا مرید قیامت کے دن لوگوں کے سامنے شیخ ناقص جاہل طبیب کی طرح ہے جو تندرست کو بیمار کر دیتا ہے اور بیمار کو مار دیتا ہے۔ شیخ ناقص بدتر سے بدتر ہے اور فاجروں سے بڑا فاجر ہے۔ شیخ ناقص منافق کی طرح ہے جس کی فقر کی روشنی موت کے وقت بجھ جائیگی اور اس پر تہہ در تہہ تاریکیاں چھا جائیں گی اس رات کی تاریکیوں کی طرح جو اندھیری ہو اور بادل والی ہو اور بارش برسنے والی ہو۔ یہ (ناقص پیر) لعنت میں، قہر میں اور رسوائی میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس طرح منافق کے کاموں کی نورانیت موت کے وقت ختم ہو جائے گی اور اس کو ظلماتِ کفر گھیر لیں گی اور جہنم کے نیچے والے طبقے میں پہنچ جائے گا۔ شیخ ناقص دجال کی طرح ہے، گمراہ فرقوں کی طرح ہے، رافضیہ اور وہابیہ کی طرح ہے۔ شیخ ناقص اور اسکے مرید کے درمیان بروز محشر جھگڑا ہو گا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی، جس طرح گمراہ کافر فرقوں کے تابع اور متبوع کے درمیان جھگڑا اور ایک دوسرے سے بیزاری ہو گی اور اسکے علاوہ عذاب اور عبرت ہو گی۔"

[طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی صحبت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیبِ ناقص سے علاج کروائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالۂ مرض کی قابلیت و استعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتدائے مرض میں قدرے تخفیف پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت وہ عین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیبِ حاذق تک پہنچ جائے تو طبیبِ حاذق پہلے طبیبِ ناقص کی دوا کے اثرات

زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسہلات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا۔ اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔

ان بزرگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقے کا دارومدار صحبت پر ہے کہنے سننے سے کام نہیں بنتا بلکہ یہ چیز طلب میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔ احتمال یہ ہے کہ چند روز تک دہلی اور آگرہ کی طرف میرا جانا ہوگا۔ اگر آپ اکیلے ادھر آجائیں اور روبرو ہو کر جلدی سے کچھ اخذ کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔ اس سے زیادہ گفتگو تکلیف دہ امر ہے۔

باقی سوالات جو پوچھے گئے تھے ان کا جواب یہ ہے کہ جناب مشیخت پناہ، معارفِ دستگاہ شیخ تاج کا وجود اس صوبہ میں غنیمت ہے۔ وہ بزرگ شخصیت ہے لیکن آپ کی استعداد کو ان کے طریقہ سے مناسبت کم ہے۔ رابطہ کے حصول کے بغیر مطلوب کا حصول مشکل و دشوار ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ اگر کبھی کبھی اپنے حالات لکھ بھیجا کریں تاکہ اس طرح اس طرف سے بھی کچھ لکھ بھیج دیا جایا کرے تو مناسب ہے۔ کیونکہ اس طرح اخلاص و عقیدت کا سلسلہ ہر وقت حرکت میں رہتا ہے۔]

تشریح

کامل استعداد والا شخص (یعنی محمدی المشرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صفات والا) اگر بیعت کرتے وقت اس بات کا خیال نہ رکھے کہ جس مرشد سے میں بیعت کرنے والا ہوں، وہ محمدی المشرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں ہے بلکہ نچلے مشارب میں سے کسی مشرب کے ساتھ وابستہ ہے، تو اس عمل سے اس سالک کی (قرب ووصول الیٰ اللہ کے مدارج طے کرنے والی) استعداد جل کر ختم ہو جائے گی اور اسے اپنا گوہرِ مقصود نہ مل سکے گا۔ عام دنیاوی حالات میں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر کسی پی ایچ ڈی کی ڈگری رکھنے والے کو کسی سرکاری دفتر کی صفائی کرنے کا ذمہ سونپ دیا جائے تو

اس کا کیا حال ہو گا۔ اور اسے اس کی ڈگری کا کہاں تک فائدہ ہو گا۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ علمی لیاقت جو اسے پی ایچ ڈی کرنے کی وجہ سے ملی تھی، اس سے وہ مستفید نہ ہو سکے گا۔

یہی حال ہوتا ہے سلوک میں اعلیٰ استعداد رکھنے والے سالک کے ساتھ، جس کو اس کی استعداد کے مطابق اعلیٰ ترقیاتِ باطنی اس وجہ سے نہ مل سکیں کہ اس کا شیخ بذاتِ خود اعلیٰ استعداد کا مالک نہ تھا۔ یعنی محمدی المشرب نہ تھا بلکہ دوسرے کسی مشرب کا فیض یافتہ تھا۔

(دارالمعــرفت، جلد دوم)

شریعت مطہرہ کے دو اہم اجزاء: طریقت و حقیقت کے بیان میں

[شیخ درویش کے نام صادر فرمایا:

بلندہ مرتبہ سنت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کے ترغیب کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ طریقت و حقیقت شریعت کو مکمل کرنے والی ہیں۔ نیز اس امر کے بیان میں کہ علوم شرعیہ اور صوفیہ کے ان علوم کے درمیان جو مقامِ صدیقیت میں جو ولایت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے، فائض اور وارد ہوتے ہیں، آپس میں بالکل مخالف نہیں ہیں۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔]

تشریح

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس مکتوب میں سنتِ مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرنے پر زور دیا ہے اور شریعت مطہرہ کے دو اہم اجزاء (یعنی طریقت و حقیقت) کو حاصل کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ مکمل شریعت پر عمل ممکن ہو سکے۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص شریعت کے ظاہری اوامر پر عمل کرتا ہو لیکن طریقت میں داخل نہ ہوا ہو، یا طریقت میں قدم تو رکھا

ہو لیکن حقیقت کو نہ پاسکا ہو تو اس کی شریعت نامکمل ہو گی۔ اور جو شخص یہ کہے کہ میں طریقت سے تو واقف ہوں مگر مجھے شریعت پر عمل کرنے یا شرعی احکام کے علم کے حصول کی حاجت و ضرورت نہیں ہے تو وہ بھی ناقص و نامکمل ہے۔ اس بحث سے اُن لوگوں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جو طریقت کے تو دلدادہ ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر شریعت کو ضروری خیال نہیں کرتے۔

[حق سبحانہ و تعالیٰ ظاہر و باطن کو بلند مرتبہ سُنت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بطفیل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کی بزرگ اولاد سے آراستہ اور مزین فرمائے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رب العالمین کے محبوب ہیں۔ جو چیز پسندیدہ اور مرغوب ہے وہ مطلوب اور محبوب کے لئے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے:

وَإِنَّکَ لَعَلَی خُلُقٍ عَظِیمٍ (القلم ۴)

ترجمہ: یعنی اے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ و تقدس فرماتا ہے:

إِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِینَ (۳) عَلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیمٍ (یسٓ ۴)

ترجمہ: بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ (الأنعام۱۵۳)

ترجمہ: اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور اَور راہیں نہ چلو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبُل (مختلف راستے) قرار دیا۔ اور ان کی اتباع اور پیروی سے منع فرمایا۔

اور خود حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ شکر اور مخلوق کو بتانے اور ان کی ہدایت کے لئے فرمایا:

خَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ۔

ترجمہ: بہترین سیرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے۔[300]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

أدبني ربي فأحسن تأديبي۔[301]

ترجمہ: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت ہی اچھا سکھایا۔]

تشریح

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی بزرگ اولاد کے طفیل سے بلند و عالی مقامات کی دعا فرماتے ہیں جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی نے انبیاء علیہم السلام، اولیاء یا شہداء کے طفیل سے دعا کی تو یہ شرک ہے، کیا یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بھی زیادہ موحد سمجھتے ہیں حالانکہ ساری دنیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو موحد و مجدد الف مانتی ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بلند مقام پر فائز ہو کر بھی وسیلہ سے دعا مانگنا جائز سمجھتے ہیں اس کے باوجود یہ لوگ وسیلے کو ناجائز و ناشائستہ الفاظ کہتے ہیں۔ اگر مقربینِ خدا کو وسیلہ بنانا جائز نہ ہوتا تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہرگز کسی کے وسیلے سے دعا نہ کرتے۔

---

300 (شرح سنن النسائی، ج۳، ص ۱۱۰)

301 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۲، ص ۸۳)

[اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، ظاہر کو ہی جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائے جائیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امور سکرِ وقت اور غلبۂ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے گزر کر آگے لے جائیں، اور صحو و ہوش میں لے آئیں تو مخالفت بالکلیہ زائل ہو جاتی ہے اور وہ مخالف شریعت علوم غبار کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔]

تشریح

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس جگہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں جو فرق بیان فرمایا ہے ہر سالک کو چاہیئے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب احکامات کے متعلق اپنے آپ کو اس کسوٹی میں ڈال کر دیکھے کہ وہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں سے کس کیفیت کے ساتھ منسلک ہے۔

اگر کوئی سالک خواب میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو صورتاً دیکھ لے کہ اس کی شکل و شباہت ایسے ایسے تھی تو وہ سمجھ لے کہ اس کے کشف و خواب میں غلطی ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بے چون و بے چگون ذات ہے جو کشف و شہود، خواب و خیال اور عقل و فہم میں نہیں آ سکتا البتہ جب وہ سالک حالتِ صحو میں آ جاتا ہے تو اس طرح کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لا شریک ہے اور وہ میری

عقل، فکر اور وہم سے بلند تر ہے اور وہ کیفیت جو حالتِ سکر کی وجہ سے اسے پیش آئی وہ اس کا اعادہ نہیں کرتا۔ تاہم اگر کوئی حالتِ صحو میں اس طرح کہے کہ میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو فلاں صورت میں دیکھا ہے یا وہ مجھے فلاں صورت میں نظر آتا ہے تو یوں کہنا کفر ہے۔

[مثلاً ایک جماعت سکر کے باعث احاطہ ذاتی کی قائل ہوتی ہے، اور ذات حق تعالیٰ و تقدس کو عالم کا محیط جانتی ہے۔ یہ حکم علماء اہل حق کی آراء کے خلاف ہے۔ علماء حق احاطہ علمی کے قائل ہیں فی الحقیقت علماء کی آراء صواب کے زیادہ قریب ہیں۔ جبکہ یہی صوفیاء اس امر کے قائل ہیں کہ ذات حق تعالیٰ و تقدس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اور کسی بھی علم کے ذریعہ وہ ذات معلوم نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی ذات کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ ذات سے کائنات کا احاطہ اور اشیاء میں سرایت کئے ہوئے ہے، خود ان کے اپنے قول کے خلاف ہے۔ حق یہی ہے کہ اس کی ذات بے چون و چگون ہے۔ اس ذات تک کسی بھی حکم کو راستہ نہیں مل سکتا۔ وہاں تو صرف حیرت و نادانی ہے۔ اور اس مقام میں صرف جہل ہی جہل اور سرگردانی کی حالت ہے۔ احاطۂ ذاتی اور سرایت و حلول کا اس بلند و پاکیزہ ذات سے کیا تعلق۔

ہاں ان صوفیہ کی طرف سے جو احاطۂ ذاتی وغیرہ کے قائل ہیں یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے۔ اور جب وہ اسے متعین کرنے والی ذات (واجب تعالیٰ) سے زائد نہیں مانتے بلکہ تعین اول کو عین ذات کہتے ہیں۔ اور وہ تعین اول جسے ''وحدت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطۂ ذاتی کا حکم درست ہو جاتا ہے۔]

تشریح

تعین اول سے مراد یہ ہے کہ جب سالک مؤمن حقیقی ہو جائے یعنی کفر و شرک معنوی سے امن میں ہو جائے تو صفاتِ زائدہ میں اس کی سیر شروع ہو جاتی ہے۔ نتیجتًا تجلیات و انوارات کو سالک مختلف صورتوں میں مشاہدہ کرتا ہے۔ یہیں پر سالک کو کشف میں غلطی لگنے کا احتمال ہوتا ہے۔ یعنی اگر وہ کشف میں نظر آنے والے انوارات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات مقدسہ سمجھ بیٹھا تو اس پر گمراہی کی راہیں کھل جائیں گی۔ تاہم اس کی یہ گمراہی تصوف میں سمجھی جائے گی۔ شریعت میں اس پر گرفت نہیں ہوگی۔ تاوقتیکہ ظاہری طور پر بھی کشفی غلطیوں کی اتباع نہ کرنے لگے۔

[یہاں ایک باریک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ و تقدس کی ذات علماء اہل حق کے نزدیک بے چون و بے چگون ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس سے زائد ہے۔ وہ تعینِ اول بھی اگر ان کے ہاں ثابت تسلیم کیا جائے تو وہ بھی زائد ہوگا۔ اور ذات کے دائرہ بے چون سے بھی اس کو باہر ہی مانیں گے۔ لہٰذا اس احاطہ کو ذات کا احاطہ نہیں کہہ سکتے۔]

تشریح

صفات زائدہ کی سیر کے دوران سالک صفات کا مشاہدہ کرتا ہے تو ان صفات کو ذات مقدسہ کہنے لگتا ہے اور چونکہ اس پر انوار و تجلیات ہر جگہ اور ہر شے میں منعکس ہوتی ہیں اس لئے وہ ہر چیز کو خدا جانتا ہے اسی کیفیت کو "وحدت الوجود" کہا جاتا ہے اور ہمہ اوست کے مقولہ کا یہی مفہوم ہے، وحدت الوجودی کیفیات و نظریات رکھنے والے صوفیاء کے نزدیک زمین و آسمان، چاند و سورج اور ستارے، عرش و کرسی اور جنت و دوزخ سب عدمات ہیں، اور وہ ان ساری اشیاء کی نفی اس لئے کرتا

ہے کہ اسے ان اشیاء کے اندر بھی خدا ہی نظر آرہا ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو عدم جان کر اس کی نفی کر دیتا ہے۔

اگر اللہ جل مجدہٗ کا فضل سالک کے شامل حال ہو جائے تو وہ وحدت الوجود کی کیفیات سے نکل کر وحدت الشہود کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے جہاں وہ "ہمہ از وست" کا قائل ہو جاتا ہے جس کا مقصد و مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز بذات خود موجود نہیں بلکہ وہ اپنی ہستی میں اللہ رب العالمین کی محتاج ہے۔ وہ ان تمام اشیاء کو ممکن کہتا ہے، عدمِ محض نہیں کہتا۔

اب وحدت الوجودی صوفیاء کی طرف متوجہ ہوں جنہیں اپنے کشف میں غلطی لگی ہے۔ وہ ایک طرف تو جہان کی ہر چیز کی نفی کرتے ہیں اور دوسری طرف تعین اول، تعین ثانی اور سوم، چہارم و پنجم کے بھی قائل ہیں۔ وہ تعین اول کو علمی، تعین دوم کو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین، تعین سوم کو عالمِ مثال، تعین چہارم کو صفات اور تعین پنجم میں ہر چیز کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں ان کی اسی غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وحدت الوجود والوں کی بات میں یہ تضاد ہے کہ ایک طرف تو ماسویٰ اللہ کی نفی کرتے ہیں اور دوسری طرف تعینات کو ثابت کرتے ہیں۔

[پس علماء حق کی نظر اُن صوفیہ کی نظر سے بلند ہے، اور جو چیز صوفیہ کے نزدیک ذاتِ حق ہے وہ ان علماء کے نزدیک ماسویٰ اللہ میں داخل ہے۔ قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہے۔ اور معارفِ باطن کی شرع کے ظاہر علوم کے ساتھ اس حد تک کامل و مکمل موافقت کہ حقیر و معمولی درجہ کی مخالفت بھی باقی نہ رہے، مقامِ صدیقیقت میں جا کر ہوتی ہے، جو مقامات ولایت کا بلند ترین مقام ہے۔ اور مقامِ صدیقیت سے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی کے

ذریعہ حاصل ہوئے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بطریقہ الہام منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ تو پھر دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے۔ اور مقامِ صدیقیت سے نیچے جو مقام بھی ہے اس میں قدرے سُکر موجود ہوتا ہے۔ ہوش اور صحو تام مقامِ صدیقیت میں ہے اور بس۔]

تشریح

علماء حق وہ ہیں جنہوں نے شریعتِ حقہ ؑ کے ساتھ طریقت و حقیقت کو بھی جمع کیا ہے اور ظاہری و باطنی علوم سے اپنے قلوب کو منور کیا ہے۔ انہیں حق تعالیٰ نے علم الیقین اور عین الیقین سے گزار کر حق الیقین پر مشرف کیا ہے اس لئے ان کے علوم و معارف میں سُکر کا کوئی دخل نہیں اور یہ درجہ مقامِ صدیقیت میں پہنچ کر حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام میں حاصل ہونے والے علوم و معارف، قرآن و حدیث سے ذرا بھر بھی مخالفت نہیں رکھتے بر خلاف ان صوفیاء کے جو یا تو علم الیقین کے درجہ میں ہی رہ جاتے ہیں یا پھر زیادہ سے زیادہ عین الیقین تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اور چونکہ یقین کے ان دونوں درجوں میں سکر موجود ہوتا ہے اس لئے ان دو درجوں والے صوفیاء کے کشف میں غلطی کا امکان موجود رہتا ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے واضح کیا ہے کہ نچلے درجات والے صوفیاء نے کشف میں مشاہدہ کرکے جس چیز کو ''خدا'' سمجھا ہے وہ ''خدا'' نہیں ہے بلکہ ماسویٰ میں داخل ہے۔ کیونکہ اللہ وحدہ لا شریک لہٗ کا کشف و شہود اور عقل و دانش اور وہم و فہم میں آنا ناممکن ہے۔ اس فانی دنیا میں اس بلند ذات کو دیکھنا عقائد اہلسنت والجماعت کے خلاف ہے۔ پس ایسے مشاہدہ کی نفی کرنا ضروری ہے تاکہ مقامِ صدیقیت کی طرف راستہ مل سکے۔

[ان دونوں علوم کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتوں کے واسطہ سے ہوتی ہے، اور ملائکہ معصوم ہیں۔ ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے، اور وہ دل ہے۔ اور دل عالمِ امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل و نفس سے بھی کچھ قدرے ہے۔ اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے لیکن

ہر چند کہ مطمئنہ گردد

ہر گز ز صفات خود نگردد

ترجمہ: یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے، لیکن اپنی صفات سے ہر گز باز نہیں آتا۔

لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام میں گنجائش اور مجال ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ مطمئنہ ہو جانے کے باجود نفس کو اس کی صفات پر باقی رکھنے میں بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ نفس اگر بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روک دیا جائے تو اس کی ترقی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح روح فرشتے کی مانند ہو جاتی ہے اور اپنے مقام میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ روح کی ترقی نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہے تو ترقی کیسے ہو۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ جہادِ کفار سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر۔[302]

ترجمہ: ہم لوگ چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔

اس ارشادِ مبارک میں آپ نے جہاد بالنفس کو جہادِ اکبر فرمایا۔]

---

[302] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱۱، ص ۴۲۰)

تشریح

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے پر دراصل نفس ہی کمربستہ کرتا ہے، اس لئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ملائکہ کو نفس سے پاک رکھا ہے تاکہ جو کام اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں سپرد کیا ہے اس کو بروقت اور کماحقہٗ ادا کرسکیں۔ لیکن ان کے برعکس انسان کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نفس دیا ہے جو انسان کو ورغلاتا اور بہکاتا رہتا ہے۔ لیکن اس بات کا دوسرا پہلو بھی انتہائی اہم اور دلچسپ ہے اور وہ یہ کہ یہی نفس، انسان کی ترقی اور تقرب الیٰ اللہ کا بھی موجب بنتا ہے اگر مسلمان اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کی خلاف ورزی کرنے لگے اور اس خلاف ورزی میں اس کا مطلب و مدعا صرف رضائے الٰہی ہو تو یہ خلاف ورزی اسے قرب کے اعلیٰ درجات کو طے کرنے کا سبب بنتی ہے اور بالآخر وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے۔ اگر اس کے پاس نفس نہ ہوتا تو نہ تو انسان نفس کی مخالفت کے قابل ہوتا اور نہ ہی حصولِ مراتب کا اہل۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ، نفس نہ رکھنے کی وجہ سے ایک ہی مقام پر رُکے رہتے ہیں اور ان کی ترقی نہیں ہوسکتی۔

اب ہم نفس کے درجات کو بیان کرتے ہیں تاکہ اس کو سمجھنا آسان ہوجائے۔

بنیادی طور پر نفس کی چار اقسام ہیں

(۱) نفس امارہ (۲) نفسِ لوامہ (۳) نفسِ ملہمہ (۴) نفسِ مطمئنہ

نفس امارہ عمومی طور پر کفار کا ہوتا ہے اور کفر و بدبختی کی بخوشی پیروی کرنے والے مسلمانوں کا نفس بھی یہی ہوتا ہے۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان شامل حال ہوجائے اور ایسے شخص کو فرنگی ماحول سے نکال کر کسی مقرب بندے کی صحبت میں بیٹھنے کی توفیق نصیب کردیں تو ایسا شخص شریعت و طریقت کی برکات سے نفس کی امارگی سے خلاصی حاصل کرلیتا ہے اور اس کا نفس لوامہ کے درجے

میں داخل ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں شریعتِ حقہ کی مکمل پیروی اور شیخِ کامل کی صحبت کی برکات سے نفسِ ملہمہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ نفس کا یہ درجہ اولیاء امت کا حصہ ہے۔ جبکہ نفس مطمئنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے پاکیزہ گروہ کے لئے خاص ہے، تاہم وراثت وتبعیت کے طور پر اولیاء میں سے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونے والے خوش نصیب کو بھی نفسِ مطمئنہ عطا کر دیتے ہیں البتہ ایسی ہستی زمانۂ دراز کے بعد جلوہ گر ہوتی ہے۔

شاید علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے ہی سالک کی طرف اشارہ کر کے لکھا تھا کہ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نفسِ مطمئنہ والے سالک کا عبور ولایتِ کبریٰ میں ہوتا ہے۔ اس سے قبل سالک کا جھگڑا نفسِ امارہ اور شیطان سے رہتا ہے لیکن ولایتِ کبریٰ میں پہنچ کر اس کا نفس چونکہ مطمئنہ کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے اس لئے سالک کی جنگ عناصرِ اربعہ کے ساتھ شروع ہو جاتی ہے۔ عناصرِ اربعہ سے مراد آگ، ہوا، پانی اور مٹی ہیں۔ عنصرِ آگ میں غضب و گرمی پنہاں ہے۔ عنصرِ ہوا میں کبر و غرور، پانی میں زور و شدت ہے اور عنصرِ مٹی میں پستی و عاجزی ہے۔ لیکن سالک کے لئے ایسی عاجزی بھی مناسب نہیں کہ خدانخواستہ اس کی عزت و ناموس یا ملک پر کوئی حملہ کر دے اور یہ عاجزی و انکساری کا اظہار کرتا رہے۔ بلکہ عجز و انکساری سے مراد یہ ہے کہ کبر و غرور اور اخلاقِ رذیلہ سے دور رہے۔

نفس اور عناصرِ اربعہ سے جنگ و جہاد بلوغت سے لے کر بڑھاپے بلکہ موت تک جاری رہتا ہے۔ ہر لمحہ نفس اس کو خداوند قدوس کی نافرمانی پر مجبور کرتا ہے جبکہ اس کی روح شنیع افعال سے

رکنے پر مجبور کرتی ہے۔ الغرض نفس وروح کا یہی جھگڑا وہ جہاد ہے جسے حدیث شریف میں "جہادِ اکبر" فرمایا گیا ہے اور یہ جہادِ اکبر وہ دائمی جہاد ہے جو تادمِ مرگ جاری رہتا ہے۔

[مطمئنہ کی صفت اختیار کر لینے کے بعد اس کی مخالفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ترکِ عزیمت اور ترک اولیٰ کا مرتکب ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ اس مقام میں ترکِ اولیٰ کا ارادہ بھی مخالفت میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن حتی الامکان ترک اولیٰ کا وجود اس سے متصور نہیں ہوتا۔ اور صرف ترکِ اولیٰ کے ارادے پر اس قدر ندامت وپشیمانی اور بارگاہِ قدس خداوندی میں التجاءوزاری ظہور میں آتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک ساعت میں میسر آجاتا ہے۔]

تشریح

گناہ کا سرزد ہونا ایک فطری کام ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ہر انسان سے گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ البتہ گناہ کے بعد گناہ پر نادم ہونا اور فوراً اپنے رب سے استغفار کرنا ضروری ہے۔ انسان جتنی زیادہ استغفار کرتا ہے اتنی ہی اسے باطنی ترقی ملتی ہے اور سلوک کے راستے میں آئی ہوئی رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

[ہم پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جس میں محبوب کے اخلاق وعادات پائے جاتے ہوں، محبوب کے ساتھ وابستگی اور اس کے تابع ہونے کی وجہ محبوب اور پیاری ہو جاتی ہے۔

اس بیان کی طرف اشارہ اس آیت کریمہ میں ہے:

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقامِ محبوبیت تک لے جاتا ہے، تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔

بات لمبی ہو گئی مجھے معذور سمجھیں۔ کلام کا جمال چونکہ جمیلِ مطلق (رب تعالیٰ) کی طرف سے ہے۔ اس لئے سلسلۂ گفتگو جس قدر دراز ہو خوب اور زیباہی ہے۔

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (الکھف ۱۰۹)

ترجمہ: تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویساہی اور اِس کی مدد کو لے آئیں۔

اب دوسری طرف بات لے جانی چاہیئے۔

اس دعائیہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہلِ علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسبابِ معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت کی) طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکارِ نصرت آثار، سیادت و نقابت دستگاہ شیخ جی سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لئے حاصل اور جاری کرا دیں تو یہ آپ کا عین کرم ہو گا۔ آپ کی زیادہ دردِ سری ختم کرتا ہوں۔]

(دارالمعــــرفت)

باب بیست و چهار (24)

مشائخ عظام سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سیفیہ

۱)حضرت محبوب اللہ محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ

۲)حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۳)حضرت ابوعبد اللہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

۴)حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

۵)حضرت ابوعبد اللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۶)حضرت ابویزید طیفور بن عیسیٰ عرف بایزید بسطامی قدس سرہٗ

۷)حضرت ابوالحسن علی بن جعفر خرقانی قدس سرہٗ

۸)حضرت ابوعلی فضل بن محمد الطّوسی عرف ابوعلی فارمدی قدس سرہٗ

۹)حضرت ابویعقوب خواجہ یوسف الہمدانی النعمانی قدس سرہٗ

۱۰)حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ

۱۱)حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

۱۲)حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ

۱۳)حضرت خواجہ علی النساج رامیتی عرف حضرت عزیزان قدس سرہٗ

۱۴)حضرت خواجہ محمد بابائے سماسی قدس سرہٗ

۱۵)حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

۱۶)حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف شاہ نقشبند قدس سرہٗ

۱۷)حضرت خواجہ علاؤالدین محمد بن محمد البخاری عرف خواجہ عطار قدس سرہٗ

۱۸)حضرت مولانا یعقوب چرخی لوگری قدس سرہٗ

۱۹)حضرت ناصر الدین عبید اللہ بن محمود السمرقندی عُرف خواجہ احرار قدس سرہٗ

۲۰)حضرت مولانا محمد زاہد بدخشی حصاری قدس سرہٗ

۲۱)حضرت خواجہ درویش محمد الخوارزمی قدس سرہٗ

۲۲)حضرت خواجہ محمد مقتدی الامکنگی البخاری قدس سرہٗ

۲۳)حضرت مؤید الدین خواجہ بے رنگ محمد باقی باللہ الکابلی قدس سرہٗ

۲۴)حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی قدس سرہٗ

۲۵)حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہٗ

۲۶)حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہٗ

۲۷)حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل عرف امام العارفین قدس سرہٗ

۲۸)حضرت خواجہ غلام محمد معصوم ثانی قدس سرہٗ

۲۹)حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوۃ الاولیاء قدس سرہٗ

۳۰)حضرت حاجی محمد صفی اللہ قدس سرہٗ

۳۱)حضرت شاہ محمد ضیاء الحق عرف صفات شہید قدس سرہٗ

۳۲)حضرت حاجی شاہ ضیاء عرف میاں جی قدس سرہٗ

۳۳)حضرت مولانا شمس الحق عرف حضرت صاحب کوہستانی قدس سرہٗ

۳۴)حضرت مولانا شاہ رسول الطالقانی قدس سرہٗ

۳۵)حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی قدس سرہٗ

۳۶)سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ آخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی خراسانی قدس سرہٗ

۳۷)حضرت مولانا محمد سعید المعروف حیدری صاحب اطال اللہ حیاتہ

مختصر حالات حضرات عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم

سیرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

حضرت شفیع المذنبین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین، سرور کائنات، فخر موجودات، سردار دوعالم،رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد آیات شریفہ نازل فرمائیں، مثلاً:وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبیاء۱۰۷)وَإِنَّکَ لَعَلَی خُلُقٍ عَظِیمٍ(القلم۴)رَءُوفٌ رَحِیمٌ(التوبة۱۲۸) نیز ہر قرن اور زمانے کے علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز اور اپنی اپنی زبانوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بڑی بڑی مجلدات تیار کیں اور حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قیامت تک کس قدر لکھی جائیں گی۔ یہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو اجمالی طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرافت اور بزرگی سے متعلق یہی حدیث شریف کافی ہے:

أول ما خلق الله نوري۔[303]

---

[303] (تفسیر روح البیان،ج۱،ص۳۲۹)

حق سبحانہ و تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور اس نور کو واسطۂ تخلیق عالم ٹھہرایا۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم ارواح ہی میں خلعت نبوت سے سرفراز فرما کر دو عالم کی تاجداری بھی عطا کی۔ ایک طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا تو دوسری طرف تمام نوع انسانی سے افضل و اشرف مقرر فرمایا، اسی اعتبار سے آپ کا سلسلۂ نسب بھی تمام انساب سے زیادہ مطہر، شریف اور پاک ہے، جس کے معترف دوست اور دشمن سب ہی ہیں۔

سلسلۂ نسب

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی محمد اور احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اور سلسلۂ نسب اس طرح سے ہے: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بن ۱۔ عبداللہ بن ۲۔ عبدالمطلب بن ۳۔ ہاشم بن ۴۔ عبد مناف بن ۵۔ قصی بن ۶۔ حکیم المعروف بہ کلاب بن ۷۔ مرہ بن ۸۔ کعب بن ۹۔ لُوَی بن ۱۰۔ غالب بن ۱۱۔ فہر المقلب بہ قریش بن ۱۲۔ مالک بن ۱۳۔ نضر بن ۱۴۔ کنانہ بن ۱۵۔ خزیمہ بن ۱۶۔ مدرکہ بن ۱۷۔ الیاس بن ۱۸۔ مضر بن ۱۹۔ نزار بن ۲۰۔ معد بن ۲۱۔ عدنان۔

یہاں تک سلسلۂ نسب صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا اور ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

۱۔ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت ۲۔ وہب بن ۳۔ عبد مناف بن ۴۔ زہرہ بن ۵۔ کلاب بن ۶۔ کعب۔

یعنی کلاب بن مرہ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف جمع ہو جاتا ہے۔

ولادت باسعادت

ولادت باسعادت مکہ ٔمعظمہ زاد اللہ شرفہا میں بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول۔ بمطابق ماہ اپریل (۵۷۱ء) کو ہوئی، اسی سال واقعہ ٔفیل پیش آیا۔ اس وقت فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔[304]

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔[305]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی بطن مادر میں ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد عبد المطلب نے کھجوریں خرید کر لانے کے لئے مدینہ منورہ بھیجا، اتفاقاً ان کی وہیں وفات ہو گئی۔ اسی طرح والد ماجد کا سایہ ٔشفقت پیدائش سے قبل ہی اٹھ گیا۔

بچپن

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس کے بعد عرب شرفاء کے دستور کے مطابق حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ''میری گود میں ایک بچہ تھا مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے لیکن جوں ہی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری آغوش میں آئے تو اس قدر دودھ اترا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضائی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر پیا''۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچپن کے کچھ ایام

---

[304] طبقات ابن سعد۔ اصح السیر

[305] سیرت خاتم الانبیاء، ص ۱۱

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں اپنے رضائی بھائی کے ہمراہ بکریاں چرانے میں بھی گزارے۔ یہ ایک طرح سے امت پروری کی تعلیم کا آغاز تھا۔

ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تھی کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ واپس آتے ہوئے مقام ابواء میں آپ کی والدہ ماجدہ نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے داد عبدالمطلب کی سرپرستی میں رہے لیکن آٹھ سال کی عمر شریف ہوئی تو عبدالمطلب بھی طویل عمر پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے اس کے بعد آپ اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہنے لگے، بارہ برس کی عمر شریف میں آپ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے، راستہ میں مقام تیمٔا میں قیام فرمایا اتفاقاً وہاں ایک عیسائی عالم بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ابو طالب سے کہا کہ یہ لڑکا خدا کا پیغمبر آخر الزماں معلوم ہوتا ہے۔ اس کو شام نہ لے کر جاؤ، وہاں کے یہود اس کو پہچان لیں گے تو اس کے لئے جان کا خطرہ ہے۔ ابو طالب نے اس خطرے کے پیش نظر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس مکہ معظمہ بھیج دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور حلم و کرم کی وجہ سے قبل از نبوت ہی مکہ والوں میں آپ کی دیانت اور امانت کا شہرہ ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مکۂ معظمہ کی ایک بیوہ مالدار خاتون تھیں آپ کی امانت اور بزرگی کا شہرہ سن کر بہت متاثر ہوئی چنانچہ آپ ان کی ایماء پر ان کا مال تجارت لے کر ملک شام (بعض روایتوں میں یمن اور بحرین) تشریف لے گئے، وہاں وہ مال آپ کی برکت سے بہت زیادہ نفع کے ساتھ فروخت ہوا اور وہاں سے آپ دوسرا منفعت بخش مال خرید کر واپس تشریف لائے اور حج خدیجہ کے سپرد کر دیا، اس کو حضرت خدیجہ نے یہاں فروخت کیا تو دوچند نفع ہوا۔

نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی، ایک نہایت عقل مند خاتون تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرافت، صداقت، امانت اور بلند اخلاق کو دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش مند ہوئیں، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو صاحب زادے قاسم اور عبد اللہ اور چار صاحب زادیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ ان سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ ہجرت سے تین سال قبل جب ان کا انتقال ہو گیا اور اس وقت آپ کی عمر شریف انچاس سال کی ہو گئی تو بعض دوسری ازواج مطہرات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کا پینتیسواں سال تھا کہ قریش نے بیت اللہ شریف کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا۔ چنانچہ تمام قبائل نے اس تعمیر میں شرکت کی، جب حجر اسود نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ اپنی فضیلت اور اپنے خصوصی حق پر مصر ہو گیا، قریب تھا کہ آپس میں جنگ چھڑ جائے، آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکیمانہ فیصلہ پر سب راضی ہو گئے۔ یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر پھیلا کر اس میں حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے رکھ دیا پھر ہر قبیلے کے منتخب سرداروں نے چادر پکڑا کر اٹھائی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو مقرر جگہ پر نصب کر دیا۔

ابتدائے وحی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آبادی سے باہر پہاڑیوں میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن عبادت میں مصروف رہتے، ابتدائے نبوت سے کچھ عرصہ قبل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچے خواب نظر آنا شروع ہو گئے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکثر واقعات قبل از وقوع ہی خواب میں نظر آ جاتے، جب آپ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو ماہ ربیع الاول دوشنبہ کے دن جبل نور کے ایک غار میں جو غار حرا کے نام سے مشہور ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اقْرَأْ (یعنی پڑھیئے) میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو آغوش میں لے کر اپنے سینے سے خوب چمٹایا جس سے مجھ کو تکلیف محسوس ہونے لگی، پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور دوبار کہا اقْرَأْ۔ میں نے پھر وہی کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ انہوں نے پھر مجھے آغوش میں لے کر اپنے سینے سے خوب چمٹایا یہاں تک کہ مجھ کو تکلیف محسوس ہونے لگی پھر مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ (۳) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق ۵)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

اس واقعے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی ہیئت میں دیکھنے اور وحی کے بار گراں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وقتی طور پر ایک قسم کی ہیبت سی طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیرانی کے عالم میں دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ گھر پہنچے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا مجھ کو (کپڑا) اڑھادو، مجھ کو (کپڑا) اڑھادو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کپڑا اڑھادیا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ کیفیت سکون پر آگئی تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا واقعہ بیان فرمایا اور کہا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گز نہ ڈریں، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہ کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، غریبوں، یتیموں کی خبر گیری کرتے ہیں، مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں، مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں اور قدرتی حوادث میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ الیٰ آخر الحدیث۔[306]

یہی ابتدائے وحی و نبوت تھی۔

دعوت اسلام

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابتداءً جو وحی نازل ہوئی وہ ان احکام پر مشتمل تھی جو بالخصوص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے ہی تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد آپ کو عمومی تبلیغ کا حکم ہوا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،۔

---

[306] بخاری، باب بدء الوحی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے متبنیٰ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے پھر یہ سلسلہ روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ عرب قبائل کو جب اس دعوت و تبلیغ کی حقیقت کا علم ہوا کہ اس میں ان بتوں کی سخت مخالفت ہے تو وہ سخت برہم ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر قسم کا دنیوی لالچ دیا جس میں سرداری و حکمرانی بھی تھی، مال وزر اور حسین عورتوں کی پیشکش بھی، لیکن آپ کے عزم و استقلال کو ذرا بھی جنبش نہ ہوئی، پھر آپ کو طرح طرح کی تکالیف دینے لگے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان کے درپہ ہو گئے۔

ہجرت حبشہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات گرامی پر تو ہر قسم کے مظالم اور تکالیف برداشت کرتے رہے لیکن جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اقارب پر مظالم ناقابل برداشت ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطائے نبوت سے پانچویں سال ماہ رجب میں بارہ مرد اور چار عورتوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی جن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی زوجۂ مطہرہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں۔ نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان مہاجرین کا اکرام کیا اور ان کو قیام کی اجازت دے دی، قریش مکہ نے وہاں بھی مہاجرین کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ نجاشی نے مہاجرین سے تحقیق حال کیا تو ان کے ترجمان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مہاجرین کے موقف کی وضاحت۔ نجاشی اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور تین مرتبہ یہ جملہ کہا کہ آپ میرے ملک میں بالکل محفوظ ہیں۔ چنانچہ مہاجرین ایک عرصہ وہاں امن و امان کے ساتھ قیام کر کے واپس آ گئے۔[307]

---

[307] سلیمان ندوی، رحمت عالم

شعب ابی طالب

نبوت کے ساتویں سال میں جب قریش مکہ کا بغض و عناد حد سے بڑھ گیا تو انہوں نے ایک مرتبہ معاہدہ مرتب کیا کہ "کوئی شخص نہ خاندان بنی ہاشم سے قرابت رکھے گا، نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے گا، نہ ان سے ملے گا اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا، جب تک کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالے نہ کر دیں وغیرہ وغیرہ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور کعبہ معظمہ کے دروازہ پر آویزاں کر دیا گیا۔ ابو طالب مجبور ہو کر خاندان بنی ہاشم کے ساتھ اپنے محلے شعب ابی طالب میں جو پہلے شعب بنی کہلاتا تھا محصور ہو گئے اور یہیں دوسرے مسلمانوں نے بھی آکر پناہ لی۔ بنو ہاشم نے تین سال سخت مصائب و آلام میں گزارے جس کی تفصیل بڑی دردناک ہے، آخر حق سبحانہ و تعالیٰ نے قریش میں اختلاف پیدا فرما دیا اور ایک گروہ اس اختلاف کو ختم کرنے پر مصر ہو گیا، دارالندوہ میں ایک اجتماع ہوا جس میں ابو طالب کو بھی شریک کیا گیا اور قریش نے معاہدہ کے سلسلے میں گفتگو شروع کی، آپس میں بحث شروع ہوئی، ابو طالب نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ اس وثیقے کو کیڑوں نے کھالیا ہے البتہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے وہ حصہ باقی ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس معاہدے کو ختم کرو اور اگر غلط ہے تو میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ آخر مطعم بن عدی عہد نامے کو اتار لائے اور دیکھا کہ واقعی سارا کیڑوں نے کھالیا ہے اور صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں اللہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدے کو ختم کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے

باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر انچاس سال کی تھی، گویا بعثت سے نویں سال کے آخر میں یادسویں سال کے شروع میں آپ شعب ابی طالب سے باہر تشریف لائے۔[308]

اس واقعے کے تھوڑے عرصے بعد ابو طالب کی وفات ہو گئی، پھر چند دن بعد آپ کی اہلیہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی وصال ہو گیا۔ جس کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا۔

کفار مکہ کی ایذا رسانی، سختیوں اور مخالفتوں کے باوجود آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت استقلال کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، جس کے نتیجے میں اسلام تیزی سے پھیلتا رہا۔ اسی ابتدائی دور میں حضرت حمزہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت صہیب، حضرت یاسر، حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر شرفائے مکہ بڑی تعداد میں مشرف باسلام ہوئے۔[309]

طائف کا سفر

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام مکہ معظمہ سے باہر لوگوں میں کرنا چاہا تو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام میں بہت کوشاں رہے، لیکن افسوس کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی قبول حق کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ آخر ایک ماہ کے سخت مصائب برداشت کر کے واپس تشریف لے آئے۔ طائف کے ابتلا نے آپ کے مضبوط ارادہ پر کوئی اثر نہیں ڈالا، بلکہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ایک ایک قبیلہ میں گشت کر کے حق تعالیٰ کے پیغام سنائیں گے، اس کے لئے مکہ مکرمہ میں حج کا قدرتی موقع موجود تھا، جس میں عرب کے

---

[308] سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[309] رحمت عالم

گوشے گوشے سے لوگ آتے اور کئی کئی دن ٹھہرتے تھے، آپ نے ان مجمعوں میں پہنچ کر ہر قبیلہ میں اسلام کی تبلیغ کرنی اور قرآن کریم کی آیات سنانا شروع کیں، اس کا اثر یہ ہوا کہ پورے ملک میں اسلام کی آواز پھیل گئی۔[310]

معراج مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہم سے مروی ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول یا ۲۷ رمضان المبارک اور مشہور یہ ہے کہ ۲۷ رجب المرجب کی شب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج مقدس کی سعادت سے نوازا گیا، یعنی ایک شب آپ حطیم کعبہ میں آرام فرما تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کو براق پر سوار کرا کر مسجد اقصیٰ لے گئے جہاں آپ نے تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین کی امامت فرما کر نماز پڑھائی (سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ (الاسراء ۱) میں اسی سیر کا ذکر ہے، اس کے بعد آپ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی اور بعض انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے گئے، راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے، وہ قدرت الٰہی کے دو عجائبات دیکھے، جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے، اور نہ کسی انسان کے وہم و گمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر دوزخ آپ کے سامنے پیش کی گئی، جو ہر قسم کے عذاب اور بھڑکتی آگ سے بھری ہوئی تھی، اس میں بعض دوزخیوں کی حال دکھائی گئی، پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد جبرئیل امین علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے، کیوں کہ ان کو اس درجے سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے، اور قرب کی

---

[310] رحمت عالم

انتہائی منازل میں بلائے گئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خداوند عزوجل کی زیارت ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب نہیں بلکہ آنکھ سے ہوئی، محققین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہی تحقیق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہ عزوجل میں سجدہ کیا اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے بالمشافہ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اس وقت پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر واپس تشریف لے آئے، صبح سے پہلے ہی یہ مبارک سفر ختم ہو گیا۔[311]

خزرج کے چھ آدمیوں کا اسلام

نبوت کے گیارہویں سال رجب کے مہینے میں اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے کچھ لوگ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آئے، اور منیٰ میں عقبہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے ان کو آیات قرآن سنائیں، ان کا مطلب سمجھایا اور اسلام کی دعوت دی، چھ یا آٹھ آدمی اسی وقت مسلمان ہو گئے، یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ ان میں دو آدمی وہ بھی تھے جو اس سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

پہلی بیعت عقبہ

دوسرے سال (۱۲ نبوت) مدینہ منورہ سے بارہ آدمی آئے، ۵ آدمی تو انہی ٦ آدمیوں میں سے تھے جو اس سے پہلے ۱۱ نبوت میں اسلام لا چکے تھے اور سات نئے آدمیوں نے اسلام قبول کیا، یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔ ان لوگوں کی خواہش پر عمر بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا گیا تاکہ وہ انہیں اسلام کی باتیں سکھائیں، مصعب بن

---

[311] سیرت خاتم الانبیاء صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مظاہر حق، ج۴، ص ۵۲۲

عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی امامت کرتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے ہاتھ پر مدینہ منورہ کے بہت آدمی مسلمان ہوئے اور ایک سال کے اندر اندر اس شہر کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے۔

اگلے سال (۱۲ نبوت) جب حج کا زمانہ آیا تو مدینہ منورہ کے چھتر ۷۶ اشخاص جن میں تہتر ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئے اور پوشیدہ طور پر نصف شب کے وقت آپ کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہؐ ثانیہ کہلاتی ہے۔ اسی شب کو اشاعتِ اسلام اور تعلیم دین کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ سردار چنے۔ ان کے نام خود انہی لوگوں نے بتائے تھے، ان میں سے نو خزرج اور تین اوس کے تھے۔ اس طرح مدینہ منورہ مسلمانوں کے لئے ایک پر امن مرکز بن گیا۔

قریش کو جب ان حالات کا علم ہوا تو ان کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ آخر تنگ آکر صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشورے سے مدینہ منورہ میں کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ اس پر قریش نے روک ٹوک کی لیکن چوری چھپے لوگ جاتے رہے اور رفتہ رفتہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلے گئے، مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رہ گئے یا وہ مسلمان جو مفلسی سے مجبور تھے یا جن کو کفار نے مقید کر دیا تھا، وہ مجبوراً نہ جا سکے۔

کفار قریش کو جب اپنے ان مظالم پر بھی تسکین نہ ہوئی، اپنی ہر تدبیر ناکام نظر آئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے غلبہ پاتے دیکھا تو انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر سب کے مشورہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ادھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے اس ناپاک منصوبہ کی خبر دے کر ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ کفار قریش نے جس شب اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کا پروگرام بنایا تھا اسی شب انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل کر کہیں چلے نہ جائیں۔ لیکن ان سب تدابیر کے باوجود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ لیااور غار ثور (جو مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے اس) میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔

ہجرت

صبح سویرے جب کفار قریش کو یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آرام فرما ہیں تو سخت حیران و پریشان ہوئے اور چاروں طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش میں آدمی روانہ کر دیے، بعض نقوش پا کر کھوج میں غار ثور تک بھی پہنچ گئے، لیکن حق تعالیٰ نے وہاں بھی ان کی نظروں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی نظروں سے اوجھل رکھااور وہ مایوس ہو کر واپس چلے آئے۔ غار ثور کے دوران قیام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نوجوان صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ شام کو آکر کفار قریش کے منصوبوں اور مشوروں سے آگاہ کرتے رہتے اور کچھ کھانا بھی ساتھ لاتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لوٹتا تھا تو وہ حضرات ان کا دودھ پی لیتے تھے، اسی طرح تین دن تین رات غار ثور میں گزارے، چوتھے دن عبداللہ بن اریقط اللیثی، ایک قابل اعتماد اور واقفِ راہ کافر کا بندوبست کیا

گیا تاکہ وہ رہبری کرے۔ کفار نے آپ کے سر مبارک کے لئے سو اونٹوں کا انعام مشتہر کیا تھا، جس کے لالچ میں سراقہ بن مالک جعشم جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا آپ کی تلاش میں نکلا، ایک مقام پر اچانک وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے، فوراً اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور وہ ہیبت رسالت سے سہم گیا، معافی کا خواستگار ہوا اور قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا، پھر منت سماجت کر کے آئندہ کے لئے بھی آپ سے امن کی تحریری ضمانت حاصل کر لی، سراقہ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد بقیہ مسلمان بھی حسب موقع ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے۔

واقعۂ ہجرت اسلام کا نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی سنہ کی ابتداء اس سے ہوئی اور اسی واقعے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آزادی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا موقع ملا اور اسلام دن دوگنی رات چوگنی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، اور اس کی برکات و ثمرات نے نظام حیات کو بہتر سے بہترین بنا دیا۔ ہجرت کے وقت منصب رسالت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیرہ سال گزرے تھے اور عمر شریف ترپن (۵۳) سال تھی۔

اب ہجرت کے بعد کے حالات مختصر طور پر سنہ وار درج کئے جاتے ہیں:

ایک سنہ ہجری ھ

مدینہ منورہ کے لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اور تمام شہر ہمہ تن محو انتظار تھا، چھوٹے بچے تک خوشی اور جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرہے ہیں، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی

میں گیت گاتی پھرتی تھیں، روزانہ نوجوان ہتھیار سجا سجا کر حرہ میں صبح سویرے آکر پہروں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کرتے تھے، آخر ایک دن انتظار کرکے وہ واپس ہونا چاہتے تھے کہ شور مچا، ''وہ آگئے جن کا انتظار تھا'' لوگوں نے پہچانا تو ساری بستی تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی، استقبال کے لئے مسلمان ہتھیار لگا کر باہر نکل آئے، ہر طرف فرحت وانبساط کا دور دورہ ہو گیا، لوگ پروانوں کی طرح ٹوٹے پڑتے تھے اور ہر شخص خدمت اقدس میں مؤدبانہ حاضری کے لئے بیتاب تھا۔ یہ ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور نبوت کا تیرہواں سال تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں تشریف لائے اس کو عالیہ بھی کہتے ہیں، اور عمرو بن عوف کے خاندان کے سردار کلثوم بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعد میں یہیں پہنچ گئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے وہاں چار دن اور صحیح ومشہور روایت کی بنا پر چودہ دن قیام فرمایا، اسی دورانِ قیام حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک افتادہ زمین پر مسجد کی بنیاد رکھی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے، یہ سب سے پہلی مسجد ہے اور اسی کی شان میں حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ (التوبة۱۰۸)

جمعہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے، راستہ میں بنی سالم کے محلے میں نماز کا وقت ہو گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔[312]

ایک سو کی تعداد میں اہل مدینہ نماز باجماعت میں شریک تھے، پھر وہاں سے آگے بڑھے، قبا سے شہر مدینہ تک ہر قبیلہ کے معزز لوگ دورویہ کھڑے تھے، آپ جس قبیلے کے سامنے سے گزرتے

---

[312] اب یہ مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے۔

وہ عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ گھر، یہ مال یہ جان حاضر ہے۔ آپ شکریہ ادا کرتے اور دعائے خیر دیتے۔ شہر قریب آیا تو مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عورتیں تک تشریف آوری کا نظارہ دیکھنے کے لئے مکانوں کی چھتوں پر پہنچ گئیں اور نغمے گانے لگیں:

طلع البدر علینا　　　من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا　　　ما دعا للہ داع

چودھویں رات کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا، وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے، جب تک کوئی دعا مانگے۔

بنو نجار کی لڑکیاں جن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ننہالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا، خوشی میں دف بجابجا کر یہ شعر گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ　　　یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارٖ

ہم نجار کے خاندان کی لڑکیاں ہیں، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو اس حال پر چھوڑ دیا، اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے سامنے پہنچ کر خود بیٹھ گئی اور آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ وہاں بھی سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا مسئلہ پیش آیا، چنانچہ دولت کدہ کے قریب بنی نجار کے دو لڑکوں سہل اور سہیل کا ایک مربد (کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ) تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ کو مسجد کے لئے پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سودا کر کے اس کو خرید لیا، پھر وہاں مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ اذان کی ابتداء اور رکعات نماز کی تعداد مقرر ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں امن و امان نہ تھا اس لئے پانچوں وقت دو رکعت نماز ادا کرنا ہی فرض تھا، مدینہ آکر جب مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا اور دائیگی فرائض کی آزادی ملی تو ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں کی گئیں، البتہ صبح کی دو ہی رہیں کیونکہ صبح کے وقت لمبی قرأت یعنی رکعتوں کے بدلے زیادہ قرآن کریم پڑھنے کا حکم ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے ضرورت اس کی تھی کہ مسلمانوں کو وقت پر بلانے کے لئے کوئی طریقہ مقرر کیا جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے اذان مقرر ہوئی۔

کفار مکہ کا کچھ بس نہ چلا تو اب انہوں نے کمزور مسلمانوں کے لئے مدینہ منورہ جانے پر پابندی لگا دی اور باہر کے مسلمانوں کو حج سے روک دیا گیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کے تاجروں کو جو ملک شام آتے جاتے تھے ڈرانے کے لئے چند آدمیوں کو شام کے راستے میں بھیجنا شروع کر دیا، تاکہ راستے غیر محفوظ خیال کر کے اہل مکہ صلح کر لیں اور مکہ مکرمہ کے غریب مسلمانوں پر سختی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ کی نواحی بستیوں سے معاہدے کئے تاکہ مدینۂ منورہ پر امن جگہ رہے۔

اس سال کے مزید واقعات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی، ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر، اصحاب صفہ کے لئے چبوترہ بنانا، مہاجرین و انصار میں مواخات (آپس میں بھائی چارہ قائم کرنا) اور مدینہ منورہ کے یہودیوں سے معاہدہ وغیرہ شامل ہیں۔[313]

---

[313] ماخوذ از سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ

دو سنہ ہجری

اس سال کئی اہم واقعات رونما ہوئے، مثلاً ماہِ شعبان میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرزو کے مطابق بیت المقدس کی بجائے کعبۂ معظمہ زاد اللہ شرفہا مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا جو دنیا میں سب سے پہلا خانۂ خدا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نماز پڑھتے وقت بیت المقدس و کعبۂ معظمہ دونوں کو جمع فرماتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں رکنوں، یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان ایسی جگہ نماز ادا فرماتے جہاں سے دونوں قبلے یعنی خانۂ کعبہ و صخرۂ بیت المقدس سامنے ہوتے۔ جب آپ ہجرت کرکے مدینۂ منورہ تشریف لے آئے اور مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا اور سولہ مہینے تک بیت المقدس کی جانب بیت المقدس کی جانب نماز ادا فرماتے رہے، لیکن یہاں دونوں قبلیوں کو جمع کرنا متعذر ہو گیا اور ہمیشہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ شوق رہا کہ کعبہ مکرمہ جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ رہا ہے وہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی قبلہ مقرر ہو جائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمال شوق اور وحی کے انتظار میں بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھاتے تھے۔ سولہ یا سترہ مہینے صرف بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ ایک روز جب کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی سلمہ میں پڑھا رہے تھے اور دو رکعتیں پڑھ چکے تھے آیۂ مبارکہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة ۱۴۴) نازل ہوئی۔ پس آپ نماز ہی میں مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ کی طرف پھر گئے اور

میزاب استقبال کیا۔اسی وجہ سے مسجد بنی سلمہ مسجد ذو قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی اور اس وقت سے ہمیشہ کے لئے خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔[314]

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ قریش مکہ مسلمانوں کی روز افزوں بڑھتی ہوئی طاقت و شوکت کو دیکھ کر بہت برافروختہ ہوتے اور ان کو مٹانے کے لئے سرگرداں رہتے تھے۔اس مرتبہ انہوں نے ماہ جمادی الاخریٰ ۲ھ میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ کافی تعداد میں مال و اسباب کے ساتھ ملک شام روانہ کیا تاکہ اس کا نفع حاصل کرکے وہاں سے سامان جنگ خرید کر جایا جائے پھر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے، ابوسفیان نے شام پہنچ کر ایک قاصد مکہ معظمہ بھیجا اور سرداران مکہ کو اطلاع دی کہ اس کو مدینے کے قریب مسلمانوں کے ہاتھوں لٹ جانے کا خطرہ ہے اس لئے وہ اس کی مدد کے لئے روانہ ہو جائیں۔ اس اطلاع پر ابوجہل اور دیگر سردارانِ مکہ ایک ہزار نفوس کا لشکر جمع کرکے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کفار مکہ کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خود بنفس نفیس مع تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں تراسی مہاجرین اور باقی انصار تھے ۱۲ رمضان المبارک کو مقام بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ابوسفیان تو مع اپنے قافلہ کے راستہ بدل کر مکہ معظمہ پہنچ گیا لیکن قریش مکہ اپنے دل کی آگ بجھانے کے لئے لڑائی پر مصر ہو گئے اور مقامِ بدر میں فوجی اہمیت کے مورچوں پر پہلے ہی قبضہ جما لیا۔ بالآخر گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اس میں مسلمانوں کو فتح مبین نصیب ہوئی، حق و باطل کی یہ جنگ اپنی نوعیت کے اعتبار سے دنیا کی تاریخ میں سب سے عجیب تھی جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو نجانے کتنے باپ اپنے جگر گوشوں کی تلوار کی زد میں تھے اور کتنے لخت جگر اپنے والد و اقرباء کے ساتھ نبرد

---

[314] تفسیر ابن کثیر وغیرہ تصرفاً

آزماتھے۔ لڑائی میں کفار قریش کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ ستر آدمی مارے گئے اور ان کا تکبر اور اصلی طاقت ٹوٹ گئی، ادھر صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ یہ غزوہ[315] دراصل اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔

اسی سال غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کے قریب یہود کے قبیلۂ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی اور خود ہی اعلان جنگ کرنے کے بعد قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعے کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وہ گھبرا گئے، آخر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر رضامندی کا اعلان کر دیا۔ ان کی مسلسل شرپسندی کے تدارک کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ساری قوم مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ منورہ کو چھوڑ کر نکل جائے، بنو قینقاع اس پر رضامند ہو گئے اور جان ومال کی امان حاصل کر کے زمین اور دیگر منقولہ جائیداد چھوڑ کر ملک شام چلے گئے۔ اس کے بعد بنو نضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تو ان پر حملہ کیا گیا آخرکار یہ لوگ بھی علاقہ خالی کر کے خیبر چلے گئے۔ پھر ماہ ذی الحجہ میں غزوۂ سویق کا واقعہ پیش آیا۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ یہی وہ مبارک سال ہے کہ جس میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور پہلی مرتبہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ادا کی گئیں اور قربانی واجب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ

---

315 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جو جہاد بالسیف ہوا، اور جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس شریک ہوئے اس کا غزوہ (جمع غزوات) کہتے ہیں اور جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سردار بنا کر بھیجا اس کو سریہ (جمع سرایا) کہتے ہیں۔ غزوات کی تعداد ستائیس ہے، جن میں سے صرف نو (۹) میں جنگ کی نوبت آئی اور سرایا کی تعداد ۴۳ ہے۔

تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر ایک میدان میں جماعت کے ساتھ عید الفطر کی نماز ادا کی، نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں صدقۂ فطر کی خوبیاں بیان فرمائیں اور صدقہ کا حکم دیا۔[316]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان المبارک کے روزے ادا فرمائے جن میں دو رمضان تیس تیس دن کے ہوئے اور باقی سات رمضان انیتس انیتس دن کے ہوئے۔[317]

تین سنہ ہجری

اس سال ماہ شوال میں غزوۂ احد پیش آیا جس میں ایک جماعت کی غلط فہمی کی بناء پر کچھ دیر کے لئے فتح شکست میں بدل گئی اور مسلمانوں کا نہ صرف خاصا جانی نقصان ہوا بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار دندان مبارک بھی شہید ہو گئے، مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے جن میں زیادہ تر انصار تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بہت رنج ہوا۔ مشرکین کے بائیس آدمی مارے گئے۔

اسی سال حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ مشرکہ عورتوں سے اس وقت تک نکاح ہوتا تھا، اب

---

[316] ماخذ از سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[317] عمدۃ الفقہ، کتاب الصوم: ص ۲۲۶

اس کی حرمت نازل ہوئی۔ ۱۵ رمضان المبارک کو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ وراثت کا قانون نازل ہوا وغیرہ۔[318]

چار سنہ ہجری

ماہ صفر میں ابو براء کلابی کی درخواست و ضمانت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر انصار صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک جماعت نجد کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجی، اُن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیر معونہ پہنچ کر پڑاؤ کیا اور حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی دے کر عامر بن طفیل کلابی عامری رئیس قبیلے کے پاس بھیجا۔ عامر نے ان قاصد صحابی کو پہنچتے ہی شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل کا ایک لشکر تیار کر کے تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گھیر کر شہید کر دیا، صرف عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا، کعب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بچ گئے کہ ان میں کچھ جان باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعے کا بڑا صدمہ ہوا اور ایک ماہ تک نماز فجر میں ان ظالموں کے حق میں دعائے ضرر کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قنوت کی یہ ابتداء تھی، یہ واقعہ بیر معونہ کہلاتا ہے۔[319]

اسی سال حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عقد فرمایا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح کے دو یا تین ماہ بعد انتقال فرما گئیں۔

---

[318] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

[319] ایضًا، واصح السیر، ص ۱۶۴

۵ شعبان کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔

پانچ سنہ ہجری

مدینہ منورہ کے یہودی بہت مالدار تھے اس لئے وہاں ان کا کافی اثر تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزافزوں شوکت و غلبے کو دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھاتے تھے اور خفیہ طور پر مسلمانوں کے سخت بدخواہ تھے اور کفار قریش سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے جن کے نتیجے میں غزوۂ ذات الرقاع ۱۰ محرم کو غزوۂ دومتہ الجندل ربیع الاول میں اور غزوۂ بنی المصطلق ۲ شعبان کو واقعہ ہوئے۔ اس کے بعد غزوۂ احزاب جس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں ذی قعدہ میں واقعہ ہوا جو مسلمانوں کے لئے سخت امتحان کا موقع تھا کیونکہ رسد کی قلت اور بے سر و سامانی کی وجہ سے فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے امداد فرمائی اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

اسی سال حضرت زینب بنت جحش اور حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ عورتوں کے لئے پردے کا حکم، تیمم کی مشروعیت اور دیگر متعدد دینی احکام نازل ہوئے مدینہ منورہ میں زلزلہ کا آنا اور خسوف قمر بھی اس سال کے واقعات میں سے ہے۔[320]

---

[320] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

چھ سنہ ہجری

ماہ ذی قعدہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت ہمراہ لے کر عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل پہلے مقام حدیبیہ میں قیام فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ معظمہ روانہ فرمایا تاکہ وہ کفار قریش کو آگاہ کر دیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف زیارت بیت اللہ شریف اور عمرے کے لئے تشریف لائے ہیں کوئی اور غرض نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی میں تاخیر ہوئی تو یہ افواہ پھیل گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ اس افواہ کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے جہاد پر بیعت لی، اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے۔ بعد میں یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی اور کفار قریش سے چند شرائط پر صلح ہوگئی، جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس وقت بغیر عمرہ کئے واپس لوٹ جائیں۔ مصالحت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احرام اتار دیئے اور تین دن تک حدیبیہ میں قیام فرمایا پھر واپس تشریف لائے۔ اگرچہ صلح حدیبیہ کی بعض شرائط بہ ظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو فتح سے تعبیر کیا اور بعد میں یہ صلح واقعی فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اب وقت آگیا تھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام امراء وسلاطین کو دین اسلام کی دعوت دیں، چنانچہ نجاشی بادشاہِ حبشہ کو دعوت نامۂ اسلام بھیجا گیا تو اس نے بہ خوشی اسلام قبول کر لیا، بادشاہ روم ہرقل نے بھی اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن رعایا کی مخالفت کے ڈر سے باز رہا، ایران کے بادشاہ کسریٰ کو دعوت نامۂ اسلام بھیجا گیا تو اس نے گستاخی کی جس کی پاداش میں وہ جلد ہی مارا گیا۔ حکمرانِ مصر وعمان کو بھی اسلام کے دعوت نامے بھیجے گئے۔

اسی سال حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

اسی سال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔[321]

سات سنہ ہجری

اس سال یہودیوں کی بہت بڑی تعداد خیبر میں جمع ہوئی اور غزوۂ خیبر واقع ہوا جس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، یہ مقام مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ پھر اہل فدک سے صلح ہوئی۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی شرائط کی بنا پر عمرہ ادا فرمایا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جم غفیر ساتھ تھا، عمرہ کی دیرینہ تمنا بڑے جوش کے ساتھ تکمیل پزیر ہوئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمرہ احرام کے اعتبار سے دوسرا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے پہلا عمرہ تھا۔ اسی سال حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حی بن اخطب اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔[322]

---

[321] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

[322] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

آٹھ سنہ ہجری

ملکِ شام میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلے پر موتہ کے مقام پر تین ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ڈیڑھ لاکھ رومیوں سے بہت بڑا معرکہ ہوا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالار لشکر شہید ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبل از روانگی ہدایات کے بموجب حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم سنبھالا، وہ شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا، وہ بھی شہید ہوگئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حسن تدبیر وانتظام سے لشکر کو دشمن کی زد سے صحیح سالم نکل آئے۔[323]

اسی سال کفار قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ کر عہد شکنی کی، جس کے نتیجے میں ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز عصر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب پیش قدمی کی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ مقام قدید میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹے بڑے جھنڈے باندھے اور قبائل کو عطا فرمائے۔ مکہ معظمہ کے قریب مر الظہران پہنچ کر ۲۰ رمضان المبارک کو اسلامی لشکر کی ترتیب قائم فرمائی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میمنہ پر، زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر فرمایا۔ ایک لشکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکردگی میں تھا۔ اس نظم و ضبط کے بعد آپ نے حکم دیا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کداء کے راستے سے، زبیر رضی اللہ

---

[323] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

تعالیٰ عنہ مکہ کی بالائی جانب سے اور خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نشیبی سمت (مسفلہ) سے شہر میں داخل ہوں اور جب تک کوئی مزاحمت نہ کرے اس وقت تک جنگ نہ کریں۔[324]

اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع قریش مکہ کے کانوں میں پہنچ چکی تھی، انہوں نے مزید تحقیق کے لئے حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے) ابوسفیان اور بدیل بن ورقا کو بھیجا۔ خیمۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دربانی پر جو دستہ متعین تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبۂ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آکر عرض کیا کہ کفر کے استیصال کا وقت آگیا۔ ابوسفیان کے تمام سیاہ کارنامے اظہر من الشمس تھے، جن میں سے ہر ایک اس کے قتل کا متقاضی تھا، اس کی اسلام دشمنی، مدینہ منورہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرانے کی سازشیں وغیرہ وہ مذموم حرکتیں تھیں، جن سے باآسانی درگزر نہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان بخشی کی درخواست کی اور خود ابوسفیان نے بھی گرفتار ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور سچے مسلمان بن گئے، غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، چنانچہ غزوۂ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہو گئی اور یرموک میں وہ بالکل جاتی رہی۔

لشکر اسلام جب مکہ معظمہ کی طرف بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا، یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا، یا دروازہ بند کر لے گا، یا خانۂ کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کو امن دیا

---

[324] طبقات ابن سعد، حصہ اول، ص ۴۷۵، سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

جائے گا۔ غرض کہ اس شان سے اسلامی لشکر ۲۰ر مضان المبارک ۸ھ (مطابق جنوری ۶۳۰ء) کو مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور مکہ معظمہ فتح ہو گیا۔[325]

مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر ہی بیت اللہ شریف کا طواف کیا اس وقت خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، آپ جس بت کے پاس سے گزرتے اپنی کمان سے اس کو ٹھوکا دیتے اور فرماتے: جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (الإسراء ۸۱) وہ بت اوندھے منہ گر پڑتا۔ طواف کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر آئے، وہاں دو رکعت نماز پڑھی پھر مسجد کے کنارے بیٹھ گئے، اس کے بعد خانۂ کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ سے کعبۂ معظمہ کی کنجی لی اور دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے، وہاں بھی دو رکعت نماز ادا کی اور باہر تشریف لے آئے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ اس وقت مسجد بیت الحرام قریش مکہ سے بھری ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے ایک جامع خطبہ دیا۔[326]

حضرت خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر نبوت ورسالت کے منصب جلیلہ سے خلافت الٰہیہ کی تفسیر میں جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا خطاب صرف اہل مکہ ہی سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا:

---

[325] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص ا

[326] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا، اصح السیر

ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور دوسرے تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔ خبر دار! آج کے دن تمام مفاخر، تمام انتقامات اور جان ومال کے تمام دعوے میرے قدموں کے نیچے (ختم کر دیئے گئے) ہیں، صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کو آب رسانی (زمزم پلانے کی خدمات) اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور اباء و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا (حسب ونسب کے امتیازات مٹا دیئے گئے) تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے۔

پھر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔

(سن لو) اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی کی زیادہ عزت ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ تعالیٰ علیم (جاننے والا) خبیر (واقف، دانا) ہے۔[327]

اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد فرمایا:

---

[327] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج۱، ص ۵۱۷، ۵۱۸

یہ شہر (یعنی ساری زمینِ حرم) اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرام کر دیا تھا جس روز اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے حرام کر دینے سے اب قیامت تک حرام رہے گا (لوگوں پر اس کی ہتک حرام اور تعظیم واجب رہے گی) مجھ سے پہلے کسی کے لئے (اس مقدس شہر میں) قتال حلال نہیں ہوا اس ساعت کے بعد پھر قیامت تک اللہ تعالیٰ کے حرام کر دینے سے حرام کر دیا گیا نہ یہاں کا کوئی خار دار درخت کاٹا جائے، نہ حرم کا شکار بھگایا جائے، نہ کوئی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کو شناخت کر کے اپنا استحقاق بتائے (کہ اس کا اٹھانا جائز ہے) نہ ہی یہاں کی گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مگر اذخر (ایک خوشبودار گھاس) کی اجازت دیجیئے کہ یہ لوہاروں اور سناروں کی بھٹیوں اور لوگوں کے گھروں کی چھتوں کے لئے کام آتی ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذخر اکھاڑنے کی اجازت ہے۔[328]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد پندرہ دن مکہ معظمہ میں قیام فرمایا، واپسی پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ لوگوں کو اسلام کے مسائل اور احکام سکھائیں، چونکہ ابھی تک ملک میں اچھی طرح امن و امان قائم نہیں ہوا تھا اس لئے اس سال مسلمانوں نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو مکہ معظمہ کے امیر مقرر ہوئے تھے حج ادا کیا۔

اب وہ وقت آگیا کہ ہر طرف سے لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بن گوش ہونا شروع ہو گئے۔ ابھی آپ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے کہ غزوۂ حنین

---

328 مشکوٰۃ المصابیح، ج۱، ص۶۵۵

پیش آگیا، ہوازن اور ثقیف کے قبیلے آمادۂ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج لے کر روانہ ہوئے، جس میں بڑا حصہ قریش کے نومسلموں کا تھا، وادیٔ حنین میں دشمنوں سے مقابلہ ہوا، چونکہ مسلمانوں کو اپنی کثرِ تعداد اور کثرت سامان پر ناز ہو گیا تھا اس لئے بطور تنبیہ عارضی پسپائی ہوئی، جس پر مسلمان نادم وپشیمان ہوئے، بالآخر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مٹھی بھر خاک اٹھا کر غنیم کی پھینکی جس سے دشمن مغلوب ومرعوب ہو کر بھاگا اور مسلمان فاتح ہو کر واپس ہوئے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کی طرف متوجہ ہوئے اس لئے کہ حنین کی باقی فوج وہاں جا کر پناہ گزین ہو گئی تھی، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھالیا اور ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔ واپسی پر جعرانہ میں عمرہ کا احرام باندھا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا جو احرامِ عمرہ کے اعتبار سے تیسرا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے دوسرا عمرہ تھا۔ پھر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں ثقیف کے لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسلمان ہو گئے۔

اسی سال حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضرابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال بھی اسی سال ہوا۔[329]

---

[329] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۱

نو سنہ ہجری

اس سال غزوۂ تبوک پیش آیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً پندرہ بیس روز وہاں مقیم رہے لیکن کفار کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، بالآخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اسی سال مسیلمہ کذاب نے دعوۂ نبوت کیا جو بعد میں صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں جنگ یمامہ میں مارا گیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی ہیں جنہوں نے حالت کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اس سال اطرافِ عالم سے جوق در جوق وفود آئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان وفود کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ ذیقعد میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو مسلمانوں کے قافلے پر امیر حج بنا کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا اور قربانی کے لئے بیس اونٹ ساتھ کئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی اور خطبہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ برأت کی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اعلان کی اس قدر زور سے منادی کی کہ آواز بیٹھ گئی۔

اسی سال جزیہ کی آیت اتری، زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور سود کی حرمت کا حکم بھی ہوا۔ اصحمہ نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی اسی سال انتقال ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔[330]

---

[330] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ا

دس سنہ ہجری

اس سال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صاحب زادہ سے نہایت درجہ کی محبت تھی۔ جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن سورج گرہن ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع کر کے خطبہ دیا اور کسوف کی نماز باجماعت ادا فرمائی اور فرمایا:

"سورج اور چاند تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان میں نہ کسی کے مرنے سے گرہن آتا ہے اور نہ کسی کے جینے سے، جب تم یہ گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ گرہن چھٹ جائے"۔[331]

حجۃ الوداع

اسی سال اعلان کیا گیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، یہ خبر دفعتہً پھیل گئی اور ہم رکابی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اکناف و اطراف سے تمام عرب اُمڈ آیا۔ چنانچہ آپ شنبہ ۲۵ ذیقعدہ کو بعد نماز ظہر تمام ازواج مطہرات اور تقریباً ایک لاکھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ میں شب کو آرام فرمایا اور دوسرے دن غسل فرما کر دو رکعت نماز (سنت الاحرام)

---

331 بخاری و مشکوۃ و سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ادا فرمائی اور اسی مقام (ذوالحلیفہ) پر احرام باندھ کر بلند آواز سے تلبیہ کے الفاظ ادا فرمائے جو آج تک ہر حاجی کی زبان پر ہیں، یعنی:

لَبَّیکَ اَللھُمَّ لَبَّیکَ، لَبَّیکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ۔[332]

میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، یاالٰہی میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، بے شک تعریف اور نعمت اور بادشاہت تیرے لئے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔ غرض کہ تلبیہ کی سرمدی نغموں کی گونج میں یہ مقدس قافلہ بڑھتا رہا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع رفقا اتوار کے روز ۴ ذی الحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر پھیلی تو خاندان بنی ہاشم کے لڑکے خوش ہو کر استقبال کے لئے دوڑ پڑے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی فرط محبت سے اپنی اونٹنی پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیا، کعبہ معظمہ پر نظر پڑی تو فرمایا: ''اے اللہ! اس گھر کو اور زیادہ عزت و شرف عطا فرما''۔

---

[332] حاشیہ مشکوٰۃ، ص ۸۰

کعبہ معظمہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر دوگانہ ادا فرمایا، پھر آپ زمزم نوش فرما کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی۔[333]

عمرے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے احرام کھول دینے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔

جمعرات ۸ ذی الحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں تشریف لائے وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی (پانچ) نمازیں ادا فرمائیں۔

جمعہ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوئے اور مقام نمرہ میں قیام فرمایا۔ دوپہر ڈھل جانے کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام) پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے اور اسی ناقہ پر بیٹھے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جامع اور بسیط خطبہ دیا جس میں حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بنیاد پر، (بے شک) سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے غلام (اگرچہ) تمہارے غلام ہیں، (لیکن) تم جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ میں نے جاہلیت کی تمام رسمیں ختم کر دیں اور جاہلیت کے تمام خون میں نے معاف کر دیئے (یعنی اب نہ

---

[4] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمرہ احرام کے اعتبار سے چوتھا اور افعال عمرہ کے اعتبار سے تیسرا عمرہ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل چار عمرے ادا فرمائے۔ مؤلف

ان کا قصاص ہے اور نہ دیت نہ کفارہ) اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کے خونوں میں سے) ربیعہ بن حارث[334] کے بیٹے کا خون موقوف (معاف) کرتا ہوں۔۔۔(اسی طرح) میں نے جاہلیت کے تمام سود بھی موقوف کر دیئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سودوں سے عباس بن عبد المطلب کا سود موقوف کرتا ہوں۔۔۔ تمہارے خون اور تمہارے مال تم میں سے ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن (یوم عرفہ) تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکۂ مکرمہ) میں حرام ہے۔۔۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ رکھنے کا عہد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام (حکم فانکحوا الآیہ) سے تم نے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا، تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر اس شخص کو نہ آنے دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے، یعنی تمہاری ناموس کی حفاظت کریں، زنانہ کریں اور غیر کو اندر نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو انہیں تادیب و سرزنش کا اختیار ہے لیکن سخت مار نہ لگائیں۔ اور تم پر عورتوں کا حق یہ ہے کہ تم ان کی آسائش کا خیال رکھو، اپنی حیثیت کے مطابق کھانا اور کپڑا (اور مکان) دو۔ خبر دار! عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر (کسی) کو کچھ دینا جائز نہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔۔۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، زناکار کے لئے پتھر ہے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔۔۔ ہاں جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔۔۔۔ قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے،

---

[334] ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا ایک بیٹا ایاس نام قبیلہ بنو سعد میں پرورش پا رہا تھا جس کو ہذیل کی قوم نے قتل کر دیا تھا۔

ضامن تاوان کا ذمے دار ہے۔۔۔۔ میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑے رہے (یعنی اس پر عمل کرتے رہے) تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا (اے لوگو! جب) تم سے اللہ تعالیٰ میری نسبت دریافت کرے گا (کہ میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائے یا نہیں؟) تو تم کیا جواب دوگے؟ ہر طرف سے آوازیں آئیں ہاں ہم گواہی دیں گے کہ بے شک آپ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام بتمام وکمال ہم تک پہنچایا اور اپنا فرض ادا کر دیا اور ہماری خیر خواہی کی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور اس کو لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار فرمایا: اَللھُمَّ اشْھَدْ اَللھُمَّ اشْھَدْ اَللھُمَّ اشْھَدْ۔ (یا الٰہی! تو گواہ رہنا۔ تین مرتبہ)[335]

خطبے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم فرمایا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (جماعت کے ساتھ قصر) نماز ظہر دو رکعت پڑھی (حالانکہ جمعہ کا دن تھا لیکن جمعہ ادا نہ فرمایا اس لئے کہ عرفات ایک غیر آباد میدان ہے کسی مستقل آبادی کا مقام نہیں ہے، علاوہ ازیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت سفر میں تھے، مسافر پر یوں بھی جمعہ فرض نہیں ہے) اس کے فوراً بعد دوسری اقامت عصر کی نماز بھی قصر یعنی دو رکعت (جماعت کے ساتھ) پڑھی۔ دونوں کے درمیان سنت و نفل نماز کچھ

---

335 سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ج ۲، ص ۱۵۰ تا ۱۵۸ و مشکوٰۃ باب قصۃ حجۃ الوداع، ج ۱، ص ۶۱۵، ۶۱۶

نہیں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ موقف (میدان عرفات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کی جگہ) تشریف لائے اور وہاں رک کر اونٹنی پر بیٹھے ہوئے قبلے کی طرف روئے انور کیئے ہوئے غروب آفتاب تک دعاوزاری میں مصروف رہے۔

عین دعاوزاری کے موقع پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ سے یہ بشارت نازل ہوئی:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ۳)

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

جب قرص آفتاب بالکل غائب ہو گیا اور شفق کی تھوڑی سی زردی بھی غائب ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے ناقے پر بٹھایا اور سُبک رفتاری سے چل کر مزدلفہ تشریف لائے، یہاں پہلے مغرب کی پھر فوراً اعشاء کی نماز ایک اذان اور ایک تکبیر سے اور ایک روایت کے مطابق دو تکبیروں سے ادا فرمائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان بھی کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھے، پھر بقیہ شب آرام فرمایا۔

ہفتہ ۱۰ ذی الحجہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں طلوع فجر کے بعد اول وقت اذان و تکبیر و اقامت و جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی پھر اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر الحرام (مزدلفہ کے ایک پہاڑ کا نام جس کو جبل قزح بھی کہتے ہیں) کے پاس سپیدیٔ سحر پھیلنے تک

وقوف فرمایا اور قبلہ رو کھڑے ہو کر تکبیر و تہلیل اور دعا وغیرہ میں مشغول رہے، یہاں تک کہ صبح خوب روشن ہو گئی، پھر سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ روانہ ہو گئے اور فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے پیچھے سوار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں پہنچے اور جمرۂ کبریٰ (جمرۂ عقبہ) کے پاس آکر اونٹنی پر ہی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور تلبیہ موقوف کر دیا۔ پھر لوگوں سے ارشاد فرمایا:

دین میں غلو اور مبالغہ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئی ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا: تم مجھ سے حج کے افعال سیکھ لو کیونکہ کیا پتہ اس حج کے بعد مجھے دوسرے حج کا موقع نہ مل سکے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناقے پر ہی منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، شیدائیان اسلام کے عظیم الشان مجمع پر نظر پڑی تو مساعئ جمیلہ کے ثمرات و برکات نگاہ کے سامنے آئے اور زمین سے آسمان تک اعتراف نبوت و قبولیت کے انوار دکھائی دیئے تو سر مبارک اظہار تشکر و فرط مسرت سے جھک گیا زبان مبارک سے والہانہ انداز میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی تسبیح و تحمید کے بعد ایک جامع خطبہ دیا جو ایک نئے نظام اور نئے عہد کا نقیب تھا۔

صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا خطبہ گیارہ ذی الحجہ کو بھی دیا گیا، ۱۰ ذی الحجہ کا خطبہ وعظ و نصیحت کا ہو گا اور دوسرے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کا خطبہ مناسک حج میں سے ہے، جیسا کہ اب بھی مسنون ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ کے خطبہ کا مضمون یہ ہے:

بے شک زمانہ (یعنی سال) اپنی اسی ہیئت پر لوٹ کر پھر آ گیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے (یعنی سال بارہ مہینے کا ہو گیا) سال کے مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ

کے نزدیک بارہ ہے (لقولہ تعالیٰ: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ (التوبة ٣٦)) ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ و شعبان کے درمیان ہے۔۔۔۔ بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبرو ایک دوسرے کے لئے (قیامت تک) اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔۔۔۔ خبردار! میرے بعد کفار کی طرح (گمراہ) نہ ہونا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔۔۔ (یاد رکھو!) عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔ (اے لوگو!) خبردار ہو جاؤ کہ مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار خود ہے۔ باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں۔۔۔۔ اگر کوئی حبشی بنی بریدہ بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق لے چلے تو تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔۔۔ ہاں بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب قیامت تک تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) میں اس کی پرستش کی جائے البتہ تم حقیر معاملات میں اس کی پیروی کروگے اور وہ اس سے خوش ہوگا، پس تم حقیر معاملات میں اس کی پیروی کرنے سے اپنے دین کی حفاظت کرو (دو دفعہ فرمایا)۔۔۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اور میرے حکم کی اطاعت کرو، (دوسری روایت میں یہ بھی ہے) اپنے مال کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ دیتے رہو اور خدائے تعالیٰ کے گھر کا حج کرو (تو) اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمائے گا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا: اَلاھَلْ بَلَّغْتُ (آگاہ رہو، کیا میں نے تم کو پیغام خداوندی پہنچا دیا؟) ہر طرف سے آوازیں آئیں، جی ہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے پیغامِ خداوندی پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! (ان کے اقرار پر) گواہ رہو"۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین کو تاکید فرمائی کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ (میری باتیں) ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں شاید کہ وہ لوگ جن کو یہ باتیں پہنچائی جائیں ان سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں جنہوں نے مجھے خود سنا ہے۔

خطبہ کے اختتام پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔[336]

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربان گاہ تشریف لے گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر (ذبح) کئے، باقی سینتیس اونٹ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے سپرد کئے کہ وہ ذبح کریں اور حکم دیا کہ سب گوشت پوست خیرات کر دیا جائے اور قصاب کی مزدوری اس گوشت سے ادا نہ کی جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے قربانی کے ان اونٹوں کے گوشت میں سے ایک ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں پکایا گیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس گوشت میں سے کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔

قربانی سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے، فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دست مبارک سے قریب کے لوگوں کو عنایت فرمائے اور باقی بال حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے، اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کھول دیا اور طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، طواف سے فارغ ہو کر آب زم زم نوش فرمایا، پھر منیٰ تشریف لے آئے۔۔۔ ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ میں ہی قیام پزیر

---

[336] سیرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۱۶۰ تا ۱۶۴، اصح السیر، ص ۵۳۰ تا ۵۳۲، مشکوۃ ملتقطا

رہے، ہر روز زوال کے بعد رمی جمار کی غرض سے تشریف لے جاتے اور واپس آ جاتے۔۔۔ منگل ۱۳ ذی الحجہ کو زوال کے بعد رمیٔ جمار کی اور منیٰ سے روانہ ہو کر وادئ محصب میں قیام کیا، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز محصب میں پڑھی اور وہیں آرام بھی فرمایا۔ شب کا کچھ حصہ وہیں گزار کر مکہ معظمہ تشریف لے آئے، اور خانۂ کعبہ کا طواف وداع کر کے وہیں نماز فجر ادا کی۔۔۔ بدھ کے دن ۱۴ ذی الحجہ کی صبح طلوع ہوتے ہی سارے قافلے اپنے اپنے مقام کے لئے روانہ ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مہاجرین و انصار کے ایک جم غفیر کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہی وہ مبارک حجۃ الوداع ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا۔

گیارہواں سنہ ہجری

اس سال جہادِ روم کے لئے ایک سریہ تیار فرمایا جس کا امیر حضرت اسامہ کو مقرر فرمایا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کا آخری لشکر تھا جس کی روانگی کا انتظام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا لیکن یہ ابھی روانہ نہ ہونے پایا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت کا دور شروع ہو گیا۔ ۲۸ صفر چہار شنبہ کی شب کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت کی۔ وہاں سے واپس تشریف لائے تو سر میں درد تھا پھر بخار ہو گیا، جو صحیح روایت کے مطابق تیرہ یوم متواتر رہا اور اس میں وصال فرمایا۔ آمد و رفت کی قوت جب تک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے برابر تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی، عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ سب کو حضور کا انتظار ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرما کر اٹھنا چاہا تو غش آ گیا۔ افاقہ ہوا تو پھر فرمایا نماز ہو چکی؟

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پھر وہی جواب دیا۔ تین مرتبہ اسی طرح واقعہ پیش آیا، آخر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معذرت کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رقیق القلب ہیں آپ کی جگہ ان سے کھڑا نہ ہوا جائے گا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر یہی حکم دیا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ کئی دن تک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی۔

وصال سے تین یا پانچ یوم قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں کا سہارا لئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، اس وقت آپ کی ہدایت کے بہ موجب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھارہے تھے، وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر اس طرح امامت فرمائی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیر پر لوگ ارکانِ نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مختصر خطبہ دیا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری خطبہ تھا جس کے بعد کلمات طیبات درج ذیل ہیں:

خدا نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو قبول کرے۔ لیکن اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزوں کو قبول کیا۔ نیز فرمایا: ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں، اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

کو اپنا دوست بنا سکتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا، لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔ مسجد میں جتنے لوگوں کے دریچے ہیں وہ سب بند کر دیئے جائیں، سوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریچے کے۔ آگاہ رہو کہ تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا ہے، دیکھو تم ایسا نہ کرنا، میں منع کر رہا ہوں۔

وصال

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ شریفہ میں تشریف لے آئے، مرض میں کمی زیادتی ہوتی رہی، آخر پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول، ۱۱ھ بعد نماز ظہر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم آب و گل سے مفارقت فرما کر رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ وصال کے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ الفاظ تھے: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلیٰ۔

اللهم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد افضل صلو اتک بعدد معلو ماتک و بارک و سلم علیه

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور وہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، اور وہیں ہمیشہ کے لئے زیارت گاہ عالم ہے۔ اور اسی حجرۂ شریفہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام فرما ہیں۔

حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دوسرے حضرات کی مدد سے غسل دیا اور تکفین کے بعد آپ کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی گئی کہ لوگ انفرادی طور پر اندر جاتے اور نماز پڑھ کر

واپس آجاتے، مرد فارغ ہوئے تو عورتیں گئیں، عورتوں کے بعد لڑکے گئے، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازے کی امامت کسی نے نہیں کی۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے اہل بیت نے نماز پڑھی۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر مبارک کھودی اور حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر میں رکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔

شمائل شریفہ

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میانہ قد تھے، لیکن کسی قدر طول کی طرف مائل، رنگ سفید مائل بہ سرخی، کشادہ پیشانی، ابرو باریک دراز و خمدار (دونوں ابرو جدا جدا تھے) بنیٔ مبارک بلندی پر مائل پر نور، چشم مبارک نہایت سیاہ اور پلکیں دراز تھیں، آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، رخسار نرم، دہن کشادہ اور دندان مبارک نہایت چمکدار چھوٹے تھے، سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ غرض کہ روئے انور نہایت روشن و چمکدار تھا۔ گردن اونچی، سر بڑا اور سینہ کشادہ و فراخ تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسد اطہر نہایت سجیلا، مضبوط اور متناسب تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک ہتھیلیاں اور تمام اعضاء پُر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزہ دار دیکھوں تو روزہ دار دیکھ لیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں کہ افطار کی حالت میں دیکھوں تو ایسا ہی دیکھ لیتا ہوں، اسی طرح رات کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز میں کھڑا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں تو ایسا دیکھ لیتا ہوں، اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں تو سوتا ہوا دیکھ لیتا ہوں۔ اور میں نے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو مس کیا تو دیبا اور ہر قسم کے ریشم سے زیادہ نرم پایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش بو سے زیادہ خوش بودار کسی مشک وعنبر کو نہیں سونگھا۔[337]

مہر نبوت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کچھ گوشت مبارک کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا تھا، جس کے چاروں طرف تل تھے اور اس کے چاروں طرف بال بھی تھے اور جسم کی رنگت سے کسی قدر زیادہ سرخی لئے ہوئے تھا، یہی مہر نبوت تھی جو خاتم الانبیاء جو خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی علامت ہے۔

رفتار و گفتار وغیرہ

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار بہت تیزی تھی، چلتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین پر اُتر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفت گو فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ الگ الگ ہوتا کہ سننے والوں کو یہاں یاد رہا جاتا۔ جس بات پر زور دینا ہو تو بار بار اس کا اعادہ فرماتے، اکثر خاموش رہتے اور بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے، ہنسی آتی تو مسکرا دیتے اور یہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہنسی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لباس کے سلسلہ میں کسی قسم کا التزام نہ فرماتے، موٹے کپڑے پہنتے اور سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ عام طور پر لباس میں عمامہ، چادر، کرتا تہبند ہوتا تھا اور عمامہ کے نیچے سرے سے چمٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔ بعض اوقات شامی عبا استعمال فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کپڑوں میں خود پیوند لگاتے اور اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے تھے۔ مزاج میں

---

[337] بخاری: کتاب الصوم، باب مایذکر من صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافطارہ

بہت زیادہ نظافت تھی ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے"۔

آپ نے خطوط وغیرہ پر مہر لگانے کی وجہ سے ایک انگوٹھی بنوائی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔

ایثار و قناعت کی وجہ سے آپ کو پر تکلف کھانوں کی نوبت نہ آئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا، سرکہ، شہد، حلوہ، روغن زیتون، کھجور، دودھ اور کدو خصوصیت کے ساتھ پسند تھے اور تمام شیریں چیزوں سے طبعاً رغبت تھی، دعوت رد نہ فرماتے تھے، خوشبو کو پسند کرتے اور بدبو سے نفرت فرماتے تھے۔

ازواج مطہرات

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سب سے پہلی خاتون ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی اور ان کے پہلے دو شوہر فوت ہو چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ام المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا جن کی عمر پچاس سال تھی۔ پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جن سے مکہ معظمہ ہی میں نکاح کیا تھا اور رخصتی شوال ۱ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ازواج مطہرات میں صرف یہی دوشیزہ محترم خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی اور آپ کے فقیہانہ اجتہاد و علم و تقویٰ کی وجہ سے امت محمدیہ کو بہت فیض پہنچا۔ آپ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں یا مطلقہ۔ ان کے بعد ام المؤمنین حضرت

حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے شعبان ۳ھ میں اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ۳ھ میں، اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ۴ھ میں، اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۵ھ میں اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حارث خزاعیہ سے بھی ۵ھ اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ٦ھ میں اور ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ۷ھ میں نکاح کئے۔

ان کے علاوہ آپ کی ایک کنیز تھی جو مصر سے آئیں تھیں، ان کا اسم گرامی ماریہ قبطیہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کنیز ہونے کے باوجود ہمیشہ پردے میں رکھا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کر لیا تھا، اُن ہی کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ ازواجِ مطہرات میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور باقی ازواج وصال کے وقت بقید حیات تھیں۔

اولاد اطہار

سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد اطہار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی، جن میں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادوں میں ایک حضرت قاسم اور دوسرے حضرت عبد اللہ ہیں، ان دونوں نے بچپن ہی میں وفات

پائی۔ حضرت قاسم سب سے پہلے صاحب زادے ہیں اور ان ہی کے نام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابو قاسم ہے۔ زاد المعاد میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صاحب زادے کا نام عبد اللہ اور طیب و طاہر دونوں لقب ہیں اور بعض نے کہا کہ طیب و طاہر دو اور صاحب زادے ہیں۔ واللہ اعلم۔

آپ کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ سے ہوا۔ حضرت زینب کا انتقال ۸ھ میں ہوا، ان سے دو بچے ہوئے، صاحب زادے کا نام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحب زادی کا نام امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہ کرتے تھے، ان دونوں کا انتقال بھی بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔

دوسری صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور ان سے ایک فرزند عبد اللہ پیدا ہوئے، لیکن ان کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی ۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

تیسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی بھی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۳ھ میں ہوئی، اس لئے ان کو ذوالنورین کا لقب ملا، ان کے اولاد نہیں ہوئی اور ان کا وصال ۹ھ میں ہو گیا۔

سب سے چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کی شادی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ۲ھ میں ہوئی، آپ کے بطن مبارک سے حضرت امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے اور ان دونوں سے سلسلۂ سادات جاری ہے۔ نیز دو صاحب زادیاں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

اصحاب کبار

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن اخلاق، سعی و کاوش اور تبلیغ دین اسلام کے نتیجے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیض یافتہ حضرات، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے اور وہ امت میں سب سے افضل ہیں پھر ان میں بعض انفرادی طور پر خصوصی فضائل وبشارات کے حامل ہیں ان میں دس حضرات وہ ہیں جن کو عشرۂ مبشرہ کے معزز ترین لقب سے یاد کیا جاتا ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶۔ حضرت زبیر بن العوام قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۹۔ حضرت سعید بن زید قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان حضرات کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت ایک بہادر سپاہی کے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت ایک فاتح سپہ سالار کے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت ایک سیاست دان کے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت فقہاء اور علماء کے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ حیثیت راوی حدیث کے اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ سبب اپنے زہد کے مشہور ہیں، اسی طرح السابقون الاولون کا درجہ دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہے اور فتح مکہ سے پہلے جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتح مکہ کے جہاد میں خرچ کرنے والے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں، غرض کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین میں پھر تبع تابعین، ان کے بعد آج تک ہر دور میں ہر زمانے میں ہر ملک میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض جاری و ساری ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں بزرگ ترین افراد پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان سے تبلیغ دین و اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، اسی سلسلہ کی ایک مہتمم بالشان عظیم المرتبت ہستی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ السامی ہیں جن کی سیرت آپ کے پیش نظر ہے۔

معجزات

ہمارے آقا حضور اقدس کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم، چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ خود فرماتا ہے:

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ (البقرة ۲۳)

تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔

نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

وإنما كان الذي أوتيت وحيا أوحى الله إلي۔[338]

اور بے شک مجھ کو وحی کا معجزہ دیا گیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کیا ہے۔

قرآن مجید ایک عظیم اور دائمی معجزہ ہے ہر زمانے میں باقی ہے اور قیامت تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بہ طریق حق و یقین شاہد ہے۔

دوسرا معجزہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں، جس کے متعلق خود حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم ۴)

اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھے اخلاق اور عمدہ افعال کی تکمیل و تتمیم کے لئے بھیجا ہے"۔[339]

---

[338] (مشکوٰۃ المصابیح باب الفضائل سید المرسلین ﷺ، ج۳، ص ۱۳۱ و ۱۳۲)

[339] مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین ﷺ، ج۳، ص ۱۳۱، ۱۳۲

نیز ارشاد فرمایا:

"مجھے دوسرے انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے:

۱۔ مجھے کلمات جامع دیئے گئے ہیں (یعنی جو الفاظ میں کہتا ہوں وہ مختصر اور جامع ہوتے ہیں)۔

۲۔ دشمنوں پر رعب کے ساتھ مجھے فتح دی گئی۔

۳۔ مال غنیمت میرے لئے حلال کیا گیا ہے۔

۴۔ ساری زمین میرے لئے مسجد اور (تیمم کے لئے) پاک کرنے والی بنادی گئی۔

۵۔ مجھ کو تمام مخلوق کے لئے نبی بناکر بھیجا گیا۔

۶۔ نبیوں علیہم السلام کا بھیجنا میرے ساتھ ختم کر دیا گیا۔[340]

اسی طرح معراج شریف بھی ایک بڑا معجزہ ہے نیز چاند کے دو ٹکڑے کرنا، دست مبارک سے پانی جاری ہونا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کا ہونا اور دست مبارک کا اشارہ کرتے ہی بارش کا بند ہو جانا، ایک مٹھی خاک سے جنگ کا نقشہ بدل جانا اور خیر وبرکت کے بکثرت واقعات بطور معجزات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں، غرضیکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے کہیں زیادہ ہیں۔ علاوہ ازیں جو جو خوبیاں دیگر انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں وہ سب بہ درجہ اتم واکمل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ حسن صورت اور حسن سیرت کی کوئی خوبی ایسی نہ تھی جو خالق ارض وسماء نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدرجۂ اتم عطا نہ فرمائی ہو۔

---

[340] مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ج۳، ص ۱۳۱، ۱۳۲

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے دنیا کی تاریخ اور تہذیب میں قدیم و جدید کا فرق نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری دنیا کی تاریخ کا ایک ایسا سنہری باب ہے جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ نوع انسانی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آگئی، دنیا جاہلیت کے قعر مذلت سے نکل کر ایمان اور معرفت کی بلندیوں پر جلوہ گر ہو گئی، یہ سب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طفیل ہے اس سے بڑا معجزہ دنیا کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے کاش لوگ سمجھیں اور سبق حاصل کریں۔

ہمارے آقا سردار دو عالم فخر بنی آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پیش کرنے کی جرأت کرنا مجھ جیسے بے مایہ ناچیز انسان کے لئے بہت مشکل کام تھا لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہوا اور یہ مختصر مضمون تیار ہو گیا، اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو اس سے کہیں بالا، بہت ارفع اور نہایت درجہ اعلیٰ ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بلغ العلیٰ بکماله — كشف الدجى بجماله

حسنت جميع خصاله — صلوا عليه و أله

حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی عبد اللہ، لقب صدیق اور عتیق، کنیت ابو بکر ہے۔ والد ماجد کا نام ابو قحافہ عثمان اور والدۂ ماجدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب مبارک ساتویں پشت میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب سے اس طرح مل جاتا ہے: ابو بکر عبد اللہ ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔

آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ یہ قول جمہور آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اڑھائی برس کا کچھ کم و بیش چھوٹے تھے۔ سب سے پہلے ایمان لائے آپ خود بھی صحابی ہیں، آپ کے والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی ہے، یہ فخر آپ کے سوا کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔ بالاجماع انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بکثرت موجود ہیں:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (التوبة ۴۰)

اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح احادیث شریف میں بھی بکثرت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل مذکور ہیں، مثلاً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری ذات پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے یعنی میری

صحبت و خدمت گزاری میں اپنا وقت اور میری رضامندی و خوشنودی میں اپنا مال بہت زیادہ خرچ کرنے والے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اگر میں (سوائے اللہ تعالیٰ کے) کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت اور اسلامی مؤدت (یہی قائم و باقی ہے اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مجھے اسلامی اخوت و مؤدت سب سے زیادہ ہے) مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آئندہ کوئی کھڑکی یا روشن دان باقی نہ رکھا جائے، مگر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھڑکی اور روشن دان کو بند نہ کیا جائے۔[341]

نیز ارشاد فرمایا: "جس کسی نے ہم کو کچھ دیا ہم نے اس کو اس کا بدلہ دے دیا ہے، سوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انہوں نے ہمارے ساتھ ایسی نیکی اور بخشش کی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ ہی دے گا۔ اور کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو بے شک ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا، بے شک تمہارے صاحب (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کے خلیل ہیں"۔[342]

نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر! آگاہ ہو کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص تو ہو گا جو جنت میں جائے گا"۔[343]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ تمام آدمیوں سے محاسبہ کیا جائے گا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں کیا جائے گا۔[344]

---

[341] بخاری و مسلم، کتاب المناقب

[342] ترمذی، ابواب المناقب

[343] ابو داؤد

[344] سیرۃ الصدیق، ص ۱۷، ۱۲۲

اور بعض احادیث میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بطور اشارہ کے وارد ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اور لوگوں کے لئے عام تجلی فرمائے گا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص تجلی، اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے یا مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان پر ہیں اور دو وزیر زمین پر۔ آسمان کے دو وزیر تو جبرائیل و میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے وزیر ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا علیین کے رہنے والے نیچے والوں کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو اور بے شک ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل علیین میں سے ہیں اور وہ اسی لائق ہیں۔[345]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حکم فرمایا کہ ہم کچھ مال صدقہ کریں، میں نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ آج میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر صدقہ کروں گا، پس میں اپنا نصف مال لے کر حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اپنے اہل و عیال کے واسطے کتنا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا نصف چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کل مال لئے ہوئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی

---

[345] سیرۃ الصدیق، ص ۱۷۱، ۱۲۲

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کبھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت نہیں لے جا سکوں گا۔[346]

اقبال کے الفاظ میں:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

غرض کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت ضرورت اپنا تمام مال جو تقریباً چالیس ہزار درہم اور بروایت دیگر اسی ہزار درہم تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا، حتیٰ کہ اپنی کم سن صاحب زادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حضور پر انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دیں اور تقریباً سات مسلمان مرد و عورت کو جو غلامی کے سبب کفار کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھا رہے تھے نہایت معقول رقم دے کر آزاد کر دیا، جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال میں اسی طرح حکم فرماتے، جس طرح اپنے مال میں حکم فرماتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور تمام غزوات میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ وہ اسلام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثانی، ہجرت کے وقت غار ثور میں ثانی، بدر کے دن عریش میں ثانی اور وفات کے بعد قبر میں بھی ثانی۔ اقبال نے فضائل صدیقی کو صرف ایک مصرع میں سمو کر گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے، وھو ھذا۔

---

[346] ترمذی وابوداؤد

ثانیٔ اسلام وغار وبدر وقبر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنت کے علم میں بھی کامل دست گاہ تھی، چنانچہ اکثر مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کیا کیوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث شریفہ کو ازبر کر رکھا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کون حافظ الحدیث ہو سکتا تھا؟ اس لئے کہ ابتدائے رسالت سے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہے، پھر آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد درجہ فہیم و ذکی واقع ہوئے تھے۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوئیں۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت کم احادیث مروی ہیں، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں ایک سو بیالیس احادیث جمع کی ہیں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کم مدت بقید حیات رہے۔ اگرچہ کچھ مدت زندہ رہتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زائد ہوتیں اور کوئی حدیث ایسی نہ ہوتی جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند نہ پائی جاتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے کی اس لئے بھی ضرورت نہ پیش آئی کہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہتے تھے اور احادیث سنتے تھے۔ باوجود قلت روایت کے امہات مسائل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں سند ہیں۔[347]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امام مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی جانشین ہوئے اور تمام مہاجر و انصار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے برضا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فنا ہونے والی دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت خلافت کی اور اس بیعت سے مقصود صرف دنیاوی کام ہی نہ تھے بلکہ باطنی خوبیوں کا حاصل کرنا بھی تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ زمانہ خلافت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ نے حلوہ کھانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گنجائش نہیں ہے۔ اہلیہ صاحبہ نے کہا اچھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزمرہ خرچ کے لئے مجھ کو جو دیتے ہیں اب میں اسی میں سے پس انداز کروں گی جس سے کہ حلوہ خریدا جاسکے۔ چنانچہ جب اہلیہ محترمہ نے حلوہ خریدنے کے لئے بچائی ہوئی رقم ظاہر کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلوہ لانے کی بجائے اس رقم کو بیت المال میں داخل فرما دیا اور فرمایا کہ ہمارے نفقے سے زیادہ ہے۔[348]

---

[347] سیرت الصدیق

[348] ابن اثیر، ج۲، ص۲۹۱، بہ حوالہ صدیق اکبر، ص۴۳۹

ابن ابی ملکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ بسا اوقات چلتے چلتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اونٹ کی نکیل چھوٹ کر گر پڑتی تو اونٹ کو بٹھا کر خود نکیل اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں؟ ہم کو حکم فرمایا کیجیئے ہم اٹھادیں گے۔ فرمایا: ''میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں''۔[349]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبے میں کبھی انسان کی پیدائش کا حال بیان فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ انسان دو مرتبہ مقام نجاست سے نکلا ہے (یعنی ایک مرتبہ صلب پدر سے اور دوسری مرتبہ شکم مادر سے) اس وقت یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو نجس سمجھنے لگتا۔[350]

نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صالحین یکے بعد دیگرے اٹھائے جائیں گے حتیٰ کہ ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو آٹے کی بھوسی کی طرح بالکل بے کار ہوں گے اور جن سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی تعلق نہ ہو گا۔[351]

نیز فرماتے تھے: ''تم میں کوئی شخص کسی مسلمان کی حقارت نہ کرے، کیونکہ ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی اللہ تعالیٰ نے نزدیک بہت بڑا رتبہ رکھتا ہے، ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں، بے نیازی کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں پایا''۔[352]

---

[349] مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۱ بہ حوالہ صدیق اکبر، ص ۴۳۹

[350] سیرت الصدیق، ص ۱۸۳

[351] سیرت الصدیق، ص ۱۸۵

[352] سیرت الصدیق، ص ۱۸۱

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت شاندار کارنامے بہ کثرت ہیں جن سے آپ کی جلالتِ شان کا اندازہ ہوتا ہے، لیکن طوالت کے باعث اختصار پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''تصوف صدیقی'' پر ایک طویل بحث کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ کمال طریقت کے لئے جن اوصاف و ملکاتِ نفسانی کی ضرورت ہے، مثلاً توکل، ورع، احتیاط، کف لسانی، تواضع، شفقت بر خلقِ خدا، رضا، نفئ ارادہ، زہد، خشیت، عبرت، عجز و انکساری، رقت قلب، تحمل، فقر و درویشی یہ سب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بتمام و کمال پائے جاتے تھے اور اس بنا پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائفۂ اصفیا و اہل طریقت کے سرخیل و امام تھے۔[353]

ابو السفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض وفات میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ ! اگر رائے عالی ہو تو کسی طبیب کو بلا کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائیں ؟۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''طبیب نے مجھے دیکھ لیا''، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا کہتا ہے: اِنِّیۡ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ''یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔[354]

دو سال تین ماہ نو دن سریر آرائے خلافت رہ کر تریسٹھ سال کی عمر میں شبِ سہ شنبہ ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو وصال فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضرا کے اندر دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

---

[353] ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۱، بہ حوالہ صدیق اکبر، ص ۴۲۸

[354] سیرۃ الصدیق، ص ۱۷۷

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی پلنگ پر اٹھائے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اٹھایا گیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد مکۂ مکرمہ میں زندہ تھے، جب اطلاع ملی تو فرمایا افسوس بڑا سانحہ ہوا ہے۔[355]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار شادیاں کیں دو زمانۂ جاہلیت میں اور دو بعدِ اسلام، زمانۂ جاہلیت کی بیبیاں قتیلہ اور ام رومان ہیں اور زمانۂ اسلام کی بیبیاں اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنت خارجہ ہیں۔ اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں، سب سے بڑے صاحب زادے حضرت عبد الرحمن جو ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئے، دوسرے صاحب زادے حضرت عبد اللہ جو قتیلہ کے بطن سے اور تیسرے صاحب زادے محمد جو حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا حجۃ الوداع کے سفر میں ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ لڑکیوں میں بڑی صاحب زادی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قتیلہ کے بطن سے یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ کی بہن ہیں، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام رومان کے بطن سے پیدا ہوئیں، یعنی حضرت عبد الرحمن کی حقیقی بہن۔ اور تیسری ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبیبہ بنت خارجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب لڑکوں میں صرف حضرت عبد الرحمن و حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلا، حضرت عبد اللہ کا سلسلہ ختم ہو گیا۔[356]

---

[355] سیرت الصدیق، ص ۳۴۰

[356] سیرۃ الصدیق، ص ۳۴۴

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات میں سے ہے: ”انسان کا پیٹ مال سے نہیں بھرتا، اگر بھرتا ہے تو صرف دو چیزوں سے، یا قناعت سے یا قبر کی مٹی سے“۔

نیز اپنے متعلق بطور کسر نفسی فرمایا:

رَجُلٌ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِلَی التُّرَابِ یَعُوْدُ ثُمَّ یَاْکُلُہُ الدُّوْدُ ثُمَّ ھُوَ الْیَوْمَ حَیٌّ وَّ غَدًا یَمُوْتُ۔

میں ایسا شخص ہوں جو مٹی سے پیدا ہوا اور آخرکار مٹی میں ہی لوٹ کر جانا ہے، پھر کیڑے کھائیں گے، پھر (زندگی کیسی ناپائیدار ہے کہ) آج زندہ ہے اور کل مرا ہوا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نامی مابہ تھا اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا اور ابو عبداللہ کنیت ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باطنی انتساب رکھتے ہیں۔

آپ پہلے آتش پرست تھے، چونکہ مذہبی جذبہ آپ کے اندر ابتداء ہی سے تھا، اس لئے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی میں نہایت سخت مجاہدات کئے۔ ایک دن راستے سے گزر رہے تھے تو اتفاق سے گرجا پر نظر پڑی اور عیسائیوں کا طریقۂ عبادت دیکھا تو اس قدر پسند آیا کہ بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ ”یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے“۔ چنانچہ ان عیسائیوں سے معلوم کیا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے، انہوں نے ملک شام کا پتہ دیا تو آپ گھر بار سب چھوڑ کر شام پہنچ گئے اور وہاں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا بشپ سے ملاقات کر کے کہا کہ مجھ کو تمہارا مذہب بہت پسند ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کروں، مجھے اس مذہب میں داخل کر لو۔ چنانچہ آپ مجوسیت کے آتش کدے سے نکل کر عیسائیت کی آسمانی

بادشاہت میں آگئے اور یکے بعد دیگرے کئی عیسائی عالموں کی خدمت و صحبت میں رہے۔ آخر میں ایک عیسائی عالم نے کہا کہ آج دنیا میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس سے تم کو ملنے کا مشورہ دوں، البتہ اب اس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

چنانچہ اس عیسائی کے مرنے کے بعد آپ عرب تاجروں کے ہم راہ وادی القریٰ پہنچے، لیکن ان عرب تاجروں نے آپ کو دھوکا دیا اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کرڈالا۔ آپ اس کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آخر وہ وقت آیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرف باریابی حاصل کرکے اپنی ساری سرگزشت سنائی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ داستان بہت دلچسپی سے سنی۔ غرض کہ اس طرح اتنے مرحلوں کے بعد آپ دین اسلام سے ہم آغوش ہوگئے اور گوہر مقصود سے دامن بھر کر کامیاب و کامران ہوئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امداد سے ۵ھ میں اس یہودی کی غلامی سے آزاد ہوئے۔ آزادی کے بعد غزوۂ خندق پیش آیا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ ہی سے خندق کھودی گئی اور اس کے بعد تمام غزوات میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک رہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت کا بڑا حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت و صحبت میں گزرتا تھا اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علوم و معارف سے کافی بہرہ ور ہوئے اور آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایک خاص زمرہ میں تھے، جن کو بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خصوصی

تقرب حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں مشہور حدیث: سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ ہے۔ (یعنی سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے"۔ چونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے، اس لئے عیسائی مذہب کے متعلق کافی معلومات رکھتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو کتابوں (کلام اللہ قرآن حکیم اور انجیل) کا علم رکھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں آپ کو مدائن کا گورنر بنا کر پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، آپ یہ رقم لے کر فقراء میں تقسیم کر دیتے اور بوریہ بافی اور رسیاں بنا کر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ اسی زمانے میں یعنی دوران گورنری میں بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو مزدور کی تلاش تھی، اس نے آپ کو مزدور سمجھ کر کہا کہ یہ میرا بوجھ میرے گھر تک پہنچا دو، آپ نے کہا بہت اچھا اور وہ سامان اٹھا کر اس کے ساتھ ہو لئے۔ آگے چل کر جب اسے معلوم ہوا کہ یہ تو حاکم وقت ہیں تو پاؤں میں گر پڑا اور معافی چاہی۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے مال و دولت سے بہت نوازا تھا، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نصیحت کی:

یاد رکھو مال و اولاد کی کثرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بلکہ بھلائی اس میں ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور تمہارا علم تم کو نفع پہنچائے، اسی طرح ارض مقدس کا قیام تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، جب تک کہ تمہارا عمل اس قابل نہ ہو اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے اور تم اپنے کو مردہ سمجھو۔

وصال سے قبل آپ بہت گریہ وزاری کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر قیامت کے دن مجھ تک پہنچنا اور ملاقات کرنا چاہتا ہے تو دنیا سے دور رہنا اور میں اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن میرے پاس بہت مال و اسباب ہے تو کہیں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء سے محروم نہ ہو جاؤں۔

حالانکہ وفات کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پانی کا ایک تھیلا (مشک) بدھنا، پالان، پوستین اور ایک کمبل کے سوا کچھ نہ تھا۔ وقت آخر ہوا تو پانی کا تھیلا منگوایا اور خود اپنے چاروں طرف پانی چھڑکا اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو مرغ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے شاخِ طوبیٰ پر پہنچ چکا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک مدائن میں ہے جس کو اب "سلمان پاک" کہتے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ہی کے نسب سے اس جگہ کا نام سلمان پاک ہوا، یہ جگہ بصرہ کے قریب ہے۔ کہتے ہیں کہ مدائن میں آج بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل موجود ہے اور سب صاحب علم و کمال ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ڈھائی سو سال اور بعض اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں، بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک حضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غسل و کفن و دفن کے امور انجام دیئے۔ واللہ اعلم!

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ کا نام قاسم، کنیت ابو محمد اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ علم باطن میں آپ کا انتساب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے ہے اور اپنے جد محترم کی نسبت انہی سے حاصل کی ہے، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں، لہٰذا آپ نے امام موصوف کی صحبت سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت بھی حاصل کی۔[357]

ابھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بہت کم تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس لئے آپ کی تربیت و پرورش آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی اور بڑے لاڈ و پیار سے پالا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات سرچشمۂ حدیث تھی اور حضرت قاسم تو گویا آپ کے محبوب فرزند تھے، لہٰذا آپ کی تربیت نے ان کو علم و عمل کا مجمع البحرین بنایا تھا۔

حضرت قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسرے اساطین حدیث مثلاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پورا استفادہ کیا تھا، ان بزرگوں کے فیض نے آپ کو ممتاز حافظ الحدیث بنایا دیا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ روزانہ شب کو بعد عشاء اپنے احباب کے ساتھ مل کر حدیث خوانی کرتے تھے اور روایت حدیث کے باب میں آپ اتنے محتاط تھے کہ روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز آئمہ حدیث تھے، مثلاً عبدالرحمٰن بن

---

[357] روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں میں جب ایران فتح ہوا تو یزدجرد کی تین لڑکیاں قید ہو کر آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو فروخت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے امیر المؤمنین! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا کوئی بزرگ ذلت کی حالت میں ہو جائے یا غنی فقیر ہو جائے تو اس کا اکرام کرو۔ بادشاہوں کی بیٹیوں کو دوسری عورتوں کی طرح نہ بیچا جائے بلکہ ان کو اپنے پاس رکھئے، جو شخص چاہے آپ کے پاس سے خرید لے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان کی قیمت دے دی اور ان تینوں کو حسین بن علی، محمد بن ابو بکر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان تینوں سے اپنے زمانے کے تین نہایت بزرگ پیدا ہوئے، یعنی امام زین العابدین بن امام حسین، امام قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

قاسم، امام شعبی، سالم بن عبد اللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری، سعید بن ابی ملیکہ، نافع مولیٰ ابن عمر، امام زہری، عبید اللہ بن عمر، ایوب، ابن عون اور مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

فقہی کمال کے باوجود آپ حدیث کی طرح فقہ میں بھی بڑے محتاط تھے اور بغیر علم کے کوئی بات کہنا یا کسی مسئلے کا جواب دینا نہایت برا سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا کے فرض احکام جان لینے کے بعد انسان کا جاہل رہنا اس سے بہتر ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کرے۔ جو مسئلہ آپ کے علم میں نہ ہوتا اس کے جواب میں بلا تکلف لاعلمی ظاہر کر دیتے۔ آپ میں جس پایہ کا علم تھا اسی درجے کا عمل بھی تھا۔

مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلقۂ درس تھا، آپ کی اور حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک ہی مجلس تھی، آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے عبد الرحمٰن اور سالم کے بھائی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس جگہ بیٹھتے تھے پھر ان دونوں کے بعد اس مقام پر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند درس بچھی۔ یہ جگہ روضۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور منبر نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان خوخۂ (دریچہ) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تھی۔

غرض کہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے اور مدینہ طیبہ کے سات مشہور فقہا میں سے ہیں۔ بہت کم گو، کم سخن اور خاموش طبیعت تھے۔ آپ امام زمانہ اور یکتائے عصر تھے، بہ کثرت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ قاسم اس امت کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ ابن سعد نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ

ثقہ، عالی مرتبہ اور متقی ہیں۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اگر امرِ خلافت میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کر دیتا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم؟ آپ نے فرمایا: "سالم موجود ہیں، ان سے جا کر پوچھ لو"۔ اخیر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔

ستر یا بہتر سال کی عمر میں ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۰۷، ۱۰۸ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا، بعض نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پانا اور مدفن مشلل پہاڑی پر ہونا تحریر کیا ہے۔ واللہ اعلم![358]

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے۔ آپ امام محمد باقر بن زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحب زادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صاحب زادی تھیں، یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑپوتی تھیں اور پرنواسی بھی۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے نانا تھے۔ علم باطن میں آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے، اسی وجہ سے آپ فرمایا کرتے تھے وَلَدَنِیۡ أَبُوۡبَکۡرٍ مَرَّتَیۡنِ یعنی مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے، ایک ولادت ظاہری دوم ولادت باطنی۔ نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[358] ماخوذ از تابعین و حضرات القدس

اور ان کو اپنے والد امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ان کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بھی باطنی انتساب حاصل ہے، اس طرح آپ دونوں نسبتوں کے جامع ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ اہل بیت کرام میں کوئی آپ کا ہم سر نہ تھا۔ حدیث آپ کے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث ہے، اس لئے آپ سے زیادہ اس کا کون مستحق تھا۔ چنانچہ مشہور حفاظِ حدیث میں تھے۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

كَانَ كَثِيْرَ الْحَدِيْث۔

حافظ ابن ذہبی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سادات اور اعلام حفاظ میں لکھتے ہیں۔ حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقر، محمد بن منکدر، عبید الہ بن ابی رافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، نافع، زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فیض پایا تھا۔ شعبہ، سفیان بن ثوری اور سفیان بن عینیہ، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ میں تھے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، میں نے آپ کو ہمیشہ روزہ رکھے ہوئے نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے پایا۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ مذہب میں جھگڑا سخت ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم لوگ خصومت سے بچو، اس لئے کہ وہ قلب کو پھنسا دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔

آپ کے اخلاق حسنہ اور فتوت ظاہری تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں اسرار جلیلہ و اشارات جمیلہ ہیں، آپ صاحب زہد وورعِ کامل تھے، شہوات ولذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو افاضہ و افادہ فرماتے، بعد ازاں عراق تشریف لے گئے، وہاں ایک مدت تک قیام فرمایا مگر کبھی معترض امامت نہ ہوئے اس لئے کہ جو شخص دریائے معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے اس کو ایک جو برابر بھی طمع نہیں رہتی۔ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے؟ آپ نے فرمایا اے ابو سلیمان! تو خود اپنے زمانے کا عابد وزاہد ہے، تجھ کو میری نصیحت کی کیا حاجت؟ میں تو خود اس خیال سے لرزاں ہوں کہ میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گلہ نہ کریں کہ تو نے میری پیروی کیوں نہ کی۔ اس بات کو سن کر داؤد زارو قطار رونے لگے اور کہا کہ جس کا خمیر انوار نبوت سے ہو جب ان کا یہ حال ہے تو داؤد کس شمار میں ہے؟

ایک مرتبہ منصور عباسی کے اوپر مکھی آکر بیٹھی وہ بار بار اس کو مارتا تھا لیکن مکھی پھر آ بیٹھتی تھی، منصور بھگاتے بھگاتے عاجز آ گیا مگر وہ نہ ہٹی، اتنے میں امام موصوف پہنچ گئے، منصور نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابو عبد اللہ مکھی کس لئے پیدا کی گئی ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت بے باکی سے فرمایا، "جابرہ کو ذلیل کرنے کے لئے"۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: "جو شخص اپنی قسمت کے حصے پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے، وہ فقیر مرتا ہے۔ جو اپنے بھائی کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنی

زبان کو محفوظ نہیں رکھتا وہ پشیمانی اٹھاتا ہے۔ نیز فرماتے تھے اچھا کام تین باتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، یعنی جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک چھوٹا سمجھو، اس کو چھپاؤ اور اس میں جلدی کرو۔

۸ رمضان المبارک ۸۰ھ کو مدینے میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی اور وہیں رجب یا شوال ۱۴۸ھ کو وصال فرمایا اور جنت البقیع قبۂ اہل بیت میں آرام فرما ہیں۔[359]

حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابویزید اور لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ کے دادا آتش پرست تھے پھر مسلمان ہوئے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے اویسی طریقے پر فیض یافتہ ہیں۔ بعض کتب میں آپ کی لقائے صوری اس طرح مذکور ہے، "عن الامام علی الرضا عن الامام موسیٰ الکاظم عن الامام جعفر الصادق"۔ اس طرح آپ حضرت معروف کرخی کے پیر بھائی ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ مشائخ کی خدمت کی اور ان سے مستفیض ہوئے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ مادر زاد ولی تھے، بچپن میں ہی تلاش حق کی جستجو پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ آپ استاد سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے: أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان ۱۴) "یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا" تو آپ استاد سے اجازت لے کر گھر آئے اور اپنی والدۂ ماجدہ سے عرض کیا کہ "میں دو گھروں سے تعلق نہیں نبھا سکتا، یا تو آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ لیں کہ بالکل آپ ہی کی خدمت کروں یا اللہ تعالیٰ کو سونپ دیں کہ بس اس کا ہو رہوں"۔ والدۂ ماجدہ نے جواب دیا، "میں نے تجھ کو راہِ خدا کے لئے چھوڑ دیا اور اپنا حق

---

[359] ماخوذ از تابعین و حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

معاف کر دیا"۔ پس آپ بسطام سے سے باہر نکلے اور تیس سال تک شام کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدے کرتے رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ حج کے لئے پیدل تشریف لے گئے توبارہ سال میں اس شان سے سفر تمام کیا کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا فرماتے جاتے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے آئے اور مدینہ منورہ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے دوبارہ تشریف لے گئے اور فرمایا مدینۂ طیبہ کی حاضری کو سفر حج کے کے تابع کرنا ادب کے خلاف ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ توحید کے سالکین کی انتہاء بایزید کی ابتداء کے برابر ہے۔ حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں، مگر بایزید ہم میں نہیں ہیں یعنی وہ حق میں محو ہیں۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ اور ولی اور عارفین کے بادشاہ، صدیقین کے برہان، خدا کی حجت اور خلیفۂ بر حق اور قطب عالم اور اوتاد کے رئیس تھے۔ آپ کی ریاضت، مجاہدات، مقامات اور کرامات بہت ہیں۔ آپ کے استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک مرید بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا لیکن آپ روزانہ اس سے اس کا نام دریافت فرماتے، آخر ایک دن مرید نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا "میں تم سے مذاق نہیں کرتا، بلکہ بات یہ ہے کہ جب سے اس (اللہ تعالیٰ) کا نام دل پر غالب آیا ہے سب کچھ بھول گیا ہوں"۔ آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں سوائے کھڑے رہنے کے اور روزہ میں سوائے بھوکا رہنے کے اور کچھ میں نے نہ دیکھا جو کچھ ملا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔

۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو بعمر تہتر سال بسطام میں وفات پائی اور وہیں مرقد مبارک ہے۔[360]

---

[360] ماخوذ از حضرات القدس و مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفر اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کا تصوف میں بطریق اویسیت حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انتساب ہے کیونکہ آپ کی ولادت حضرت بایزید رحمۃ اللہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا انتساب حضرت بایزید قدس سرہٗ سے چند واسطوں سے اس طرح ہے کہ آپ کا انتساب ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسی سے ان کا خواجہ اعرابی بایزید عشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ان کا خواجہ محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ان کا شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے ہے۔ منقول ہے کہ حضرت بایزید قدس سرہٗ جب خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کسی چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں، دریافت کرنے پر فرمایا کہ اس بستی میں مردِ خدا کی خوشبو پاتا ہوں، جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے، اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی:

۱۔ اس پر بارِ عیال ہو گا

۲۔ کھیتی کرے گا

۳۔ درخت لگائے گا۔

اسی طرح حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کو حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے اس درجہ تعلق و عقیدت تھی کہ آغاز شباب ہی سے آپ کا یہ معمول تھا کہ خرقان میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر حضرت بایزید کے مزار پرانوار پر تشریف لے جاتے اور شیخ کی روح پر فتوح سے برکات استفادات کے منتظر اور مراقب رہتے اور درگاہِ رب العزت میں التجاء کرتے کہ "خدایا جو تو نے بایزید کو دیا ہے، اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما"۔ پھر وہاں سے ایسے وقت واپس آتے کہ خرقان میں پہنچ کر صبح کی نماز باجماعت پڑھ لیتے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ اپنے زمانے کے قطب اور اپنے وقت کے غوث تھے، آپ ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدۂ حق میں مشغول اور حد درجہ ریاضت اور مجاہدے میں مصروف، صاحب اسرار و حقائق، عالی ہمت اور بزرگ مرتبت شیخ تھے۔ بارگاہِ الٰہی میں ایسا قرب عظیم رکھتے تھے کہ اس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔

سلطان محمود غزنوی[361] کو آپ سے کمال درجہ عقیدت تھی ایک مرتبہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: ''اے محمود تیری عاقبت محمود ہو'' اس کے بعد محمود نے اشرفیوں کی ایک تھیلی پیش کی، حضرت شیخ نے جو کی روٹی محمود کے آگے رکھی اور کہا کھاؤ۔ محمود نے کھانا شروع کیا لیکن گلے میں پھنسنے لگی۔ آپ نے فرمایا شاید گلا پکڑتی ہے، محمود نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی اسی طرح میرا گلا پکڑتی ہے، اس کو لے جاؤ کہ میں نے رات کو اس کو طلاق دے دی ہے۔ پھر محمود نے تبرک مانگا تو آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا، جس کی برکت کے وسیلے سے سلطان محمود نے سومنات فتح ہونے کی دعا کی اور فتح پائی۔

---

361 سلطان محمود غزنوی بن سلطان ناصر الدین سبکتگین ۹۷۱ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے، باپ کے انتقال کے بعد ۹۹۷ء میں غزنی کے تخت پر بیٹھے، آپ بڑے دیندار فرمانبرواں تھے، پوری زندگی کافروں کے خلاف جہاد کرتے گزری، اپنی اسی خوبی کی بنا پر آپ کو ''بت شکن'' کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے، آپ نے فتوحات کے دائرے کو کافی وسیع کیا اور افغانستان کی چھوٹی سی سلطنت کو وسعت دے کر مغرب میں دجلہ، مشرق میں گنگا اور شمال میں آمو دریا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ آپ نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے جن میں سب سے اہم سومنات کا حملہ تھا، اس کو سلطان محمود غزنوی کا ایک عظیم کارنامہ کہنا بے جانہ ہو گا، آپ نے سندھ میں قرامطہ کی ریشہ دوانیوں کو بھی کچل ڈالا۔ آپ کے متعلق بہت سی کہانیاں مشہور ہیں، جن میں اکثر بے بنیاد ہیں۔ محمود علم اور علماء کے بڑے قدردان تھے، چنانچہ آپ نے اپنے زمانے میں غزنین کو علوم و فنون کا ایک بڑا مرکز بنا دیا تھا۔ ۳۳ سال نہایت کامیابی اور نیک نامی سے حکومت کر کے اس مجاہد سلطان کا ۶۵ سال کی عمر میں ۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء بمقام غزنین انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ آپ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کون سی چیز بہتر ہے؟ حاضرین نے عرض کیا آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ "وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو"۔ نیز آپ کا ارشاد ہے: "صوفیوں کی عادتیں اور رسوم اختیار کر لینے سے صوفی نہیں ہوتا بلکہ صوفی وہی ہے جو کچھ نہ ہو اور فنا فی اللہ ہو۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت کے معنی ہیں کہ ہر فعل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے نہ کہ کاغذ سیاہ کئے جائیں"۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ "فرشتے تین مقامات پر اولیاء اللہ سے ہیبت کھاتے ہیں، کراماً کاتبین اعمال لکھتے وقت، ملک الموت جان نکالتے وقت اور منکر نکیر سوال کرتے وقت"۔ آپ کا ارشاد ہے: "میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں"۔

نقل ہے کہ جب شیخ کی وفات کا زمانہ آیا تو وصیت کی کہ میری قبر گہری کھودنا کہ شیخ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر سے اونچی نہ ہو۔ آپ نے ۱۵ رمضان المبارک یا شب عاشورہ ۴۲۵ھ کو خرقان میں وصال فرمایا۔ خرقان بسطام کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی فضل اللہ بن محمد ہے اور کنیت ابو علی اور وطن فارمد، طوس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ اگرچہ آپ کو حضرت ابوالقاسم گرگانی سے بیعت حاصل ہے، مگر بہ طورِ اویسیت حضرت ابوالحسن خرقانی سے فیض حاصل کیا ہے، اسی لئے شجروں میں حضرت ابوالقاسم کا نام درج نہیں ہے۔ آپ علم باطن میں بڑا کمال رکھتے تھے۔

آپ نوجوانی میں حصولِ علم کے لئے نیشاپور تشریف لے گئے، وہاں شیخ ابوسعید الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف سنی تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا اور بہت عجیب حالات و

واردات ظاہر ہوئے۔ جب شیخ ابو الخیر نیشاپور سے تشریف لے گئے تو آپ امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[362] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ حالات جو آپ پر وارد ہوئے تھے بیان کئے، امام ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا"اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو"۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصول علم میں تین سال تک مشغول رہے، لیکن اس دوران میں بھی وہ حالات و واردات بڑھتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوات میں قلم ڈال کر نکالا تو وہ سفید تھا۔ آپ نے یہ واقعہ امام ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ امام موصوف نے فرمایا جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھالیا تو بھی اس سے ہاتھ اٹھالے اور طریقت کے کام میں لگ جا۔ آخر آپ مدرسے سے خانقاہ میں آ گئے اور امام ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن امام موصوف حمام میں گئے، آپ بھی ساتھ ہو لئے اور امام موصوف کے غسل کے لئے چند ڈول پانی حمام میں ڈال دیئے، جب امام موصوف غسل سے فارغ ہو کر حمام سے باہر آئے تو فرمایا یہ کون شخص تھا، جس نے حمام میں پانی ڈالا؟ آپ اس خوف سے نہ بولے کہ کہیں مرضی کے خلاف نہ ہوا ہو۔ آخر امام موصوف نے دوبارہ اور سہ بارہ فرمایا تو ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ خادم تھا۔ امام موصوف نے فرمایا اے ابو علی! جو کچھ ابو القاسم القشیری رحمۃ اللہ

---

[362] ایک سلسلہ یہ بھی ہے کہ خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواجہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ ابو القاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابو الحسن حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان دونوں کو خواجہ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان کو شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، ان کو شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کو سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

تعالیٰ علیہ (یعنی میں) نے ستر سال میں حاصل کیا تھا، تو نے پانی کے چند ڈول میں حاصل کر لیا۔ پھر آپ مجاہدے میں مشغول ہو گئے، ایک دن آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس میں گم ہو گئے، آپ نے وہ کیفیت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی، امام موصوف نے فرمایا اے ابو علی! میری رسائی اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو القاسم گرگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت حاصل کی، آخر شیخ کی محبت اتنی بڑھی کہ انہوں نے آپ کو دامادی کا شرف بھی بخشا۔

شیخ ابو القاسم گرگانی شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہیں، ان کی وفات ۲۳ صفر ۴۵۰ھ کو ہوئی اور طوس میں مزار مبارک ہے۔ چند واسطوں سے سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے، اس طرح یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ متقی پرہیز گار اور صاحب کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ ہی سے بیعت و تربیت یافتہ ہیں، آپ کی ولادت ۴۳۴ھ اور وفات ۵۱۱ھ میں طوس میں ہوئی۔[363]

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے لیکن شرح وصایا خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں مذکور ہے کہ آپ بلاواسطہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کے مرید ہیں، آپ نے شیخ عبد اللہ جوینی سے

---

[363] ماخوذ از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

خرقہ پہنا اور شیخ حسن سمنانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں بھی حاضر رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے بغداد و اصفہان، عراق و خراسان اور سمرقند و بخارا میں بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا اور علم حدیث اختیار فرمایا۔ آپ کی پند و نصیحت سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی آپ کو فتاویٰ دینیہ اور احکام شرعیہ میں پوری دست گاہ حاصل تھی اور علوم و معارف میں قدم راسخ رکھتے تھے اور کشف و کرامات میں پورا تصرف حاصل تھا، علماء وفقہاء کا ایک جم غفیر آپ کی مجلس میں رہتا تھا۔ چنانچہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ[364] سے (جو ابھی نوجوان تھے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نصیحت کیا کرو، حضرت شیخ نے جواب دیا کہ میں مرد عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں؟۔

آپ نے فرمایا:

"تم کو علم فقہ اور اصول فقہ، اختلاف مذاہب اور لغت و تفسیر قرآن میں کمال حاصل ہے اور وعظ و نصیحت کی صلاحیت رکھتے ہو اس لئے ارشاد وہدایت شروع کرو، کیونکہ میں تم میں ایک ایسا پودا دیکھ رہاہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائے گا"۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے، ساٹھ سال سے زیادہ سجادہ نشینی اور مسند ارشاد پر فائز رہے۔ آپ کی تصانیف میں زینت الحیات، منازل السالکین اور منازل السائرین ہیں۔

---

[364] آپ کا لقب محی الدین اور غوث الاعظم کے نام سے مشہور ہیں، حسنی الحسینی سید ہیں ۲۹ شعبان ۴۷۱ھ کو جیلان میں ولادت ہوئی، جملہ علوم میں کمال حاصل کیا۔ بکثرت تصانیف کیں۔ آپ کشف و کرامات میں بہت زیادہ مشہور ہیں اور آپ کا فیض بھی اس قدر پھیلا کہ باید و شاید۔ آپ کا وصال بعد نماز عشاء ۹ یا ۱۱ ربیع الثانی کو بغداد میں ہوا۔

آپ کی ولادت ۴۴۰ھ اور وفات ۵۳۵ھ میں ہوئی مزار مبارک شہر مرو میں ہے۔

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عبد الخالق لقب خواجۂ جہاں، والد ماجد امام عبد الجلیل اکابر اولیاء و اعاظم اتقیاء سے تھے اور آپ کا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ امام عبد الجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بشارت دی تھی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا، جس کو میں فرزندی میں قبول کرتا ہوں اور اپنی نسبت سے اس کو حصہ دوں گا، اس کا نام عبد الخالق رکھنا۔ حوادث روزگار کی وجہ سے جب امام عبد الجلیل روم سے دیارِ ماوراء النہر کی طرف نکلے رو غجدوان میں جو توابعِ بخارا سے ایک بڑا شہر ہے، سکونت اختیار کی، چنانچہ خواجہ عبد الخالق وہیں پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے استاد مولانا صدر الدین علیہ الرحمۃ سے تفسیر پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے:

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (الأعراف ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

تو آپ نے استاد سے پوچھا وہ کون سا طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بیان کر رہا ہے، کیونکہ ذکر جہر پر غیر شخص واقف ہو جاتا ہے اور دل سے ذکر کرے تو شیطان جو کہ انسان کی رگوں میں خون بہنے کی جگہ میں جاری ہوتا ہے وہ ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علمِ لدنی ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کوئی ولی مل جائے گا اور سکھا دے گا۔

اس کے بعد آپ اولیائے عظام کی تلاش میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن آپ اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آنکلے، آپ ان کی تعظیم و تکریم بجا لائے۔ انہوں نے فرمایا: ”اے جوان میں تمہارے اندر بزرگی کے آثار پاتا ہوں اس لئے ایک سبق بتاتا ہوں تاکہ تم پر اسرار کھل جائیں، لہٰذا تم حوض میں اتر کر پانی میں غوطہ لگاؤ اور دل سے کہو لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور فرمایا:

اے جوان! میں خضر ہوں اور تم کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا ہوں۔

پس آپ نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد بہت سے عجیب و غریب اسرار آپ پر کھلنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ بخارا تشریف لائے تو آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کیا۔ اسی طرح آپ کے پیرِ سبق حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور پیرِ صحبت و خرقہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی ہیں۔ اگرچہ خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی طریقے میں ذکر جہری تھا لیکن حضرت خضر علیہ السلام کے ذکرِ خفی تلقین فرمانے کی وجہ سے آپ نے ان کو جہر کا حکم نہ فرمایا اور فرمایا کہ جس طرح آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے حکم دیا ہے اسی طرح ذکر میں مشغول رہیں۔

غرض کہ آپ کا حلقۂ خواجگان کے سرِ دفتر اور سلسلۂ اکابرِ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کے سردار ہیں، طریقت میں آپ کا کلام حجت ہے اور حقیقت میں برہان، آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور مجتہد رأس الرئیس اور قطب زمانہ تھے۔ آپ کی ولایت اس مرتبے کی تھی کہ ایک وقت کی نماز کے لئے خانۂ کعبہ کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ ملکِ شام میں آپ کے بہت آدمی مرید ہوئے اور وہاں خانقاہ بنائی لیکن آپ بظاہر غجدوان میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے آپ کا یہ حال تھا کہ

ہر وقت مجرم کی سی کیفیت رہتی تھی اور لرزاں و ترساں رہتے تھے، کمال درجے متبع سنت تھے اور بدعات سے سخت نفرت فرماتے تھے۔ کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے ہدایت فرماتے تھے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی کے اوپر حق تعالیٰ شانہ کا اس قدر خوف اور ڈر غالب آجائے کہ اگر اس کے تیر ماریں تو خبر نہ ہو۔

آپ کے احوال و واقعات بہت کثرت سے ہیں من جملہ ان کے وہ آٹھ کلمات جن پر طریقۂ نقشبندیہ کی بنیاد ہے آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ہوش در دم: یعنی خیال رکھنا کہ کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہے۔

۲۔ نظر بر قدم: یعنی چلنے پھرنے میں نظر قدم پر رکھے تاکہ سوائے حق تعالیٰ کے حضور کے کوئی اور خیال نہ آئے۔

۳۔ سفر در وطن: یعنی بری عادتوں سے صفات ملکوتی کی طرف ترقی حاصل کرے۔

۴۔ خلوت در انجمن: یعنی ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جائے کہ خواہ کیسی ہی مجلس میں ہو، دل مولیٰ کی یاد اور حضوری میں رہے۔

۵۔ یاد کرد: یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے۔

۶۔ باز گشت: یعنی ذاکر خیال و تصور سے نفی اثبات (کلمۂ طیبہ) کو طاق کی رعایت کے ساتھ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ زبان خیال سے کہے "اے اللہ میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا مطلوب ہے، پس مجھ کو اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

۷۔ نگہداشت: یعنی سالک نفس کے وسوسوں اور خطروں کو ہر لمحہ دور کرتا رہے اور دل کو ذکر اللہ اور حق تعالیٰ کی حضوری میں مستغرق رکھے۔

۸۔ یادداشت: یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی حضور میں دوام آگاہی حاصل ہو جائے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یاد داشت سے آگے پنداشت و وہم ہے۔

یہ آٹھ کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے منقول ہیں ان کے علاوہ تین اصطلاحیں اور ہیں جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ سے مروی ہیں:

۱۔ وقوف زمانی: یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہوشیار واقف رہے اور یہ ہوش دردم ہی کے معنی میں ہے۔

۲۔ وقوف عددی: نفی اثبات حبسِ دم کے ساتھ کرنے میں ہر سانس طاق عدد کی رعایت کے۔

۳۔ وقوف قلبی: ذکر کے وقت قلب پر پوری طرح توجہ رہے، یعنی ذکر کے وقت دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے طرف متوجہ نہ ہونے پائے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو۔

حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے وصال کے وقت جب کہ تمام اصحاب و احباب فرزند و مرید سب آپ کے گرد جمع تھے تو آپ نے فرمایا دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور رضامندی کی مجھ کو خوشخبری دی ہے۔ یہ سن کر سب رونے لگے اور ہر ایک نے دعا کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا دوستو! تم کو مبارک ہو کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں اور اخیر تک اس پر قائم رہیں ان سب کو بخشش دوں گا۔

تھوڑی دیر بعد غیب سے آواز آئی:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان۔ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنّت میں آ۔

دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے، یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کا ہے، بعض نے ۶۱۶ یا ۶۱۷ھ تاریخ وصال لکھی ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار غجدوان میں ہے۔[365]

حضرت خواجہ عارف ریو گری قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عارف اور وطن ریو گر جو بخارا سے اٹھارہ میل پر واقع ہے اور غجدوان سے ایک فرسنگ۔ آپ خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، جو کارخانۂ عرفان کے خدیو ہیں۔ خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے چار خلیفہ ہیں، ان میں سے پہلے خلیفہ آپ ہی ہیں، دوسرے خواجہ احمد صدیق، تیسرے خواجہ اولیاء کبیر اور چوتھے خواجہ سلیمان کرسینی رحمھم اللہ تعالیٰ۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد خواجہ احمد صدیق سجادہ نشین ہوئے، جب تک آپ زندہ رہے خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام خلفاء اور مریدین آپ کی اتباع اور موافقت میں کوشش کرتے رہے۔ جب خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا وقت آن پہنچا تو آپ نے تمام اصحاب کو خواجۂ عارف قدس سرہٗ کی صحبت کے لئے وصیت فرمائی۔ چنانچہ حضرت خواجہ عارف گری ریو گری مسند ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ متابعت سنت، علم و

365 ماخوذ از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ اور نفحات الانس

حلم اور زہد و تقویٰ میں یگانۂ روز گار تھے۔ تصوف میں آپ کا ایک رسالہ "عارف نامہ" موسیٰ زئی (ڈیرہ اسماعیل خان) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ آپ کا وصال یکم شوال ٦١٦ھ کو قصبہ ریوگر میں ہوا۔[366]

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمود اور مقام ولادت انجیر فغنہ ہے، جو شہر بخارا سے نو میل پر واقع ہے، اور انجیر فغنہ بخارا کے قصبہ اَکنہ کا ایک گاؤں ہے، آپ نے قصبہ اکنہ میں اقامت فرما کر گل کاری کا پیشہ اختیار فرمایا۔ آپ کا انتساب خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ سے ہے اور آپ خواجہ موصوف کے تمام اصحاب و طلبہ میں افضل و اکمل ہیں۔ جب خواجہ عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وقتِ آخر ہوا تو آپ نے حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا سجادہ نشین اور خلیفہ مقرر فرمایا اور ہدایت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ سے بہت سی مخلوق فیض یاب ہوئی۔

حضرت خواجہ محمود قدس سرہٗ کسی وقتی مصالحت کی بنا پر طالبان سلوک کو ذکر جہری کی تعلیم دینے لگے تھے، چنانچہ آپ کے سلسلہ میں ذکر جہر کا رواج ہو گیا تھا، لیکن جب حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کا زمانہ آیا اور امام الطریقہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے بیعت کی تو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں لے گئے، تا کہ وہ آپ کو ذکر جہری سے منع کریں۔ چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہٗ کی خدمت

---

[366] ماخوذ از حضرات القدس و عمدۃ السلوک

میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت [367] ہے آپ ایسا نہ کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے [368]، اس کے بعد بدستور قدیم ذکر خفی کی تعلیم جاری ہو گئی۔

خوجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اس زمانے کے مشائخ میں کون ایسا بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو تا کہ دست ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صفت کے بزرگ خود خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش خود خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے مگر اس وجہ سے اپنا نام نہیں بتایا کہ یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز خواجہ عزیزان علی رامیتینی قدس سرہٗ خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب کے ساتھ ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک ایک سرخ سفید رنگ ہوا میں اڑتا ہوا اوپر سے گزرا اور بزبان فصیح کہا "اے علی مردانہ رہ" اس مرغ کو دیکھتے ہی اور اس کلمے کو سنتے ہی تمام اہل مجلس غایت فیض سے بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ آپ نے فرمایا یہ مرغ روح پر فتوح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کی ہے، اس وقت خواجہ دہقان قلتی قدس سرہٗ جو خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں ان کے سرہانے

---

[367] اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ ذکر جہر جائز ہے، جب کہ شرائط کا لحاظ رکھے اور جہر مفرط کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، بلکہ جو مصلحتیں مشائخ نے بتائی ہیں، ان کی بناء پر بغرض علاج کرے اور بدعت سے ان حضرات کی مراد غالبًا بدعت طریقت ہو گی۔ مؤلف

[368] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج ۱، ص مکتوب ۲۶۶

تشریف لے گئے تھے کیونکہ ان کا وقت اخیر تھا، اور انہوں نے دعا کی تھی کہ بار الٰہا میرے اس اخیر وقت میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج کہ اس کی برکت سے ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ ان کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ چونکہ میرے حال پر فرطِ محبت تھی اس لئے اس راہ سے گزرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ کو ہوئی براویت دیگر ۷۱۷ھ۔[369]

حضرت خواجہ عزیزان رامیتنی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی علی تھا، چونکہ آپ اپنے نفس کو عزیزان کہا کرتے تھے، اس لئے آپ کا لقب عزیزان ہو گیا۔ آپ کا وطن قصبہ رامتین ہے جو بخارا سے دو کوس پر واقع ہے۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت بھی حاصل تھی، اور ان ہی کے ارشاد پر حضرت خواجہ محمود قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔ خواجہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے آخری زمانے میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی آپ کے سپرد فرمادی تھی، آپ صاحب مقامات و کمالات اور کشف و کرامات تھے۔

شیخ علاؤ الدین سمنانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے۔ شیخ موصوف نے ایک درویش کو حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیجا اور تین سوالات کئے ایک یہ کہ میں اور آپ دونوں آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں، آپ کا دستر خوان سادہ ہوتا ہے اور میرا پر تکلف، مگر لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں اور میرے شاکی ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ احسان رکھ کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور ان کا احسان اپنے اوپر رکھ کر

---

[369] حضرات القدس

خدمت کرنے والے کم ہیں، پس کوشش کیجیئے کہ دوسری قسم والوں میں آپ کا شمار ہو جائے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے آپ کی تربیت حضرت خضر علیہ السلام نے کی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے عاشق ہوتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ان کے عاشق ہو جاتے ہیں۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا اس لئے مسموع ہوا۔

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کے مکان پر آیا، اتفاقاً اس وقت آپ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی، اس نے کھانے کا انتظار کر کے اجازت چاہی، مہمان داری کا احساس کر کے آپ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ فوراً ہی آپ کے معتقدین میں سے ایک باورچی کھانے کا خوان لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کو اس باورچی کا اس وقت کھانا لے کر آنا بہت پسند آیا اور نہایت خوشی خوشی مہمان کو کھانا کھلایا، اس کے بعد اس باورچی کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں آج تجھ سے بہت خوش ہوں لہٰذا تیری جو مراد ہو وہ مانگ انشاء اللہ تعالیٰ پوری ہو گی۔ باورچی نہایت ہوشیار تھا اس نے کہا کہ میری مراد یہ ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ آپ نے باورچی کو ہر چند سمجھایا کہ ایسی آرزو نہ کر، یہ ایک بار عظیم ہے جس کو اٹھانے کی تجھ میں طاقت نہیں۔ لیکن اس نے عاجزی سے یہی عرض کیا کہ میری مراد تو صرف یہی ہے کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ آخر آپ اس کو خلوت میں لے گئے اور اس پر توجہ ڈالی، جب باہر تشریف لائے تو وہ باورچی صورت و سیرت، ظاہر و باطن حضرت عزیزان علی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کے مشابہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کم و بیش چالیس دن تک وہ باورچی زندہ رہا بالآخر اس بار گراں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گیا۔[370]

ایک مرتبہ آپ بہ اشارۂ غیبی بخارا سے خوارزم آئے اور شہر کے باہر ٹھہر گئے اور ایک درویش کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اگر تمہاری مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے اور درویش کو ہدایت کر دی کہ اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ دستخطی مہر شدہ بادشاہ سے لیتے آنا۔ چنانچہ اس درویش نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدعا کیا تو بادشاہ مع درباری ہنسنے لگا کہ یہ لوگ کیسے سادہ طبیعت ہیں اور مذاق کے طور پر اجازت نامہ لکھ کر مہر شاہی ثبت کر کے درویش کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے شہر میں قدم رکھا اور ایک گوشے میں بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے اور روزانہ صبح کے وقت دو ایک مزدوروں کو تلاش کر کے گھر لے آتے اور ان کو فرماتے کہ وضو کرو اور نماز پڑھو اور شام تک ہمارے پاس بیٹھ کر ذکر کرو، بعد ازاں مزدوری دے کر ان کو رخصت کر دیتے، لوگ بہت خوش ہوتے چنانچہ ایک ہی دن کی صحبت اور کمالِ تصرف و کرامت کی وجہ سے ان کو دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے بغیر چین نہ آتا۔ آخر کار رفتہ رفتہ اس قدر اژدہام خلائق ہوا کہ بادشاہ کو ملک میں فتنے و فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا اس وہم کے تحت اس نے آپ کو اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے اسی درویش کو شاہی اجازت نامہ دے کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم تو آپ کی اجازت سے شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اگر عہد کو توہم ابھی واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ اور ارکانِ سلطنت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی دور بینی و کمالات کے بہت معتقد ہوئے اور سب حاضرِ خدمت ہو کر مرید ہو گئے۔

---

[370] بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے حالات میں بھی درج ہے۔ مؤلف

نقل ہے خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ شہر خوارزم میں شام کے وقت سوت بیچنے والوں کے بازار میں تشریف لے جاتے اور جن لوگوں کا سوت نہ بکتا ان سے سارا سوت خرید کر گھر لے آتے اور چالیس گز کے باس (ایک کپڑے کا نام) اس طرح بن لیتے تھے کہ خود گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر مراقبے میں مشغول ہو جاتے اور وہ چالیس گز کپڑا بغیر آپ کا ہاتھ لگے خود بخود تیار ہو جاتا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب نساج بھی پڑ گیا تھا۔ خضر خواجہ موصوف اس کپڑے کو فروخت کر کے اس سے جو نفع حاصل ہوتا اس کو تین حصے کرتے، ایک حصہ علماء پر صرف کرتے، دوسرا حصہ فقراء پر تیسرا حصہ اپنے اہل و عیال پر۔

ایک شخص نے تمسخر کے طور پر آپ کی شان میں کہا کہ "عزیزان علی ایک بازاری ہے" یعنی سوت کی خرید و فروخت کے لئے بازار میں پھرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یارِ عزیزان حق سبحانہ و تعالیٰ کو زاری بہت پسند ہے، پس عزیزان کیونکر بازاری نہ بنے۔

ایک مرتبہ چند علماء خواجہ عزیزان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ دورانِ گفتگو ایک عالم نے کہا علماء پوست ہیں اور فقراء مغز۔ آپ نے فرمایا مغز پوست کی حمایت میں رہتا ہے۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون؟ آپ نے فرمایا کہ بالغ شریعت وہ شخص ہے جس سے منی (مادۂ تولید) نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی یعنی خودی سے نکل جائے۔ یہ سن کر سائل نے عاجزی سے زمین پر سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جو چیز سر میں ہے یعنی خودی اس کو زمین پر رکھ۔

سالک آپ کی ایک ہی صحبت میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضور قلب حاصل کر کے واپس آتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ "سالک اپنے نیک عمل کو نہ کیا ہوا خیال کرتا رہے اور ہر عمل میں اپنے آپ کو قصوروار جانے"۔ نیز ارشاد فرمایا کہ "مرد وہ ہے جس کو کاروبارِ دنیا حق سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے"۔ یہ بھی فرمایا کہ بندے کو چاہئے کہ خدا سے خدا کے سوا اور کچھ نہ مانگے۔

حضرت خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ کے خلفاء میں آپ کے صاحب زادے

۱۔ خواجہ خورد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۔ خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ خواجہ محمد کلاہ دوز خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۔ خواجہ محمد صلاح بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ خواجہ محمد باوردی خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت خواجہ عزیزان علی قدس سرہٗ کا ایک سو تیس سال کی عمر میں دوشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۷۱۵ھ کو شہر خوارزم میں انتقال ہوا اور وہیں مزار مبارک ہے۔[371]

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمد، لقب بابا سماسی، آپ کا وطن سماس ہے جو رامیتن سے ایک کوس اور بخارا سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ آپ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جذبات و ارادت الٰہی سے اکثر وارفتگی طاری رہتی تھی۔ جب آپ کا گزر پر ہوتا جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کا مولد تھا تو

---

[371] ماخوذ از حضرات قدس

فرماتے، ''زور باشد کہ ایں قصرِ ہندواں قصرِ عارفاں گردد''۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے تین دن بعد آپ کے جد امجد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لے کر حضرت خواجہ باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنی نظر کیمیاء اثر سے توجہ ڈالی اور فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت کرنے میں کوئی کمی نہ کرنا، ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ میں اس میں حتی المقدور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا، تاکہ آپ کی قدم بوسی کی برکت سے یہ کام سرانجام ہو۔ حضرت کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کی یہ کرامت دیکھنے میں آئی کہ اسی رات مجھ میں تصرف پیدا ہو گیا تھا۔ میں رات کو اٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا تو میری زبان سے یہ نکلا کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اٹھانے کی طاقت مجھ کو عطاء فرما اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت مجھے دے۔

جب میں صبح حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فرزند یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اس بندۂ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا فرما۔ اور خدائے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلاؤں میں مبتلا نہ ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اس کی برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے اس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے، اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا بہت بڑی گستاخی ہے۔

حضرت باباسماسی قدس سرہٗ کے خلفاء میں حضرت باباصاحب موصوف کے صاحب زادے

۱۔خواجہ محمود سماسی قدس سرہٗ

۲۔حضرت امیر کلال قدس سرہٗ

۳۔خواجہ صوفی سوخاری قدس سرہٗ

۴۔مولانا علی دانشمند قدس سرہٗ

حضرت باباصاحب کا ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ کو موضع سماس میں وصال ہوا۔

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ

آپ عالی نسب سید تھے اور آپ کا نسب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے، آپ کا مولد و دفن قریۂ سوخار[372] ہے جو بخارا سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کا پیشہ زراعت تھا لیکن کوزہ گری میں بھی کمال رکھتے تھے۔ بخارا کی زبان میں کوزہ گر کو کلال کہتے ہیں، اس لئے امیر کلال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب

---

372 بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا مزار مبارک سمرقند میں بتایا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ہی کے گنبد میں امیر تیمور کی قبر ہے، واللہ اعلم اور حضرات القدس کے حاشیئے پر آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح درج ہے: سید شمس الدین خواجہ امیر کلاں قدس سرہٗ ابن امیر یعقوب بن اسمعیل بن محمد غوث بن عبد المنان بن قیام الدین بن رکن الدین بن نورالدین بن عبد الخالق بن علیم اللہ بن شیخ بقابن عبد الوہاب بن شمس الدین بن ابو اسحٰق بن ابو الحسن بن صدر الیدن بن حامد بن محمود بن احمد بن عبد القادر بن حسین احمد بن قاسم بن زین العابدین ثانی بن محمد صالح بن امام جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

آپ میرے پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو میں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے جو حمل میں ہے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کو ابتدائے جوانی میں کشتی کا شوق تھا، ایک دن آپ کُشتی میں مشغول تھے کہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گزر اس اکھاڑے پر ہوا اور وہ دیر تک معرکہً کشتی کو ملاحظہ کرتے رہے، آپ کے اصحاب نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس اکھاڑے میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت لوگ معرفتِ حق حاصل کریں گے، میں چاہتا ہوں کہ اس کو شکار کروں، اس اثناء میں امیر کی نظر حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روئے انور پر پڑی، حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ جاذبہ اور تصرف نے امیر کو مسخر کر لیا وہ اسی وقت ان کے ساتھ ہو لئے۔ حضرت خواجہ نے اپنے گھر پہنچ کر امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی خلوت میں لے جا کر طریقہً عالیہ کی تلقین فرمائی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ تیس سال تک حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہ کر فیض صحبت حاصل کیا اور تکمیل و ارشاد کی دولت سے مالامال ہوئے۔ حضرت بابا کی وفات کے بعد بہت مخلوق آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۱ جمادی الاخریٰ ۷۷۲ھ کی فجر کی نماز کے وقت ہوئی۔

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چار فرزند اور بکثرت خلفاء تھے، یہ سب صاحب حال بزرگ تھے، فرزندوں کے اسماء گرامی یہ ہیں: خواجہ برہان الدین قدس سرہٗ، خواجہ امیر حمزہ قدس سرہٗ، خواجہ امیر شاہ قدس سرہٗ، خواجہ امیر عمر قدس سرہٗ۔

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ کے چند خلفاء کے اسماء گرامی

۱۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ

۲۔ مولانا عارف ویگ گرانی قدس سرہٗ

۳۔ شیخ یادگار قدس سرہٗ

۴۔ شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ۔[373]

امام الطریقہ حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہٗ[374]

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری کنیت بہاء الدین اور لقب نقشبند ہے۔ سادات عظام میں امام حسن عسکری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے یا پہلی ہی صحبت میں سالک کے دل سے ماسویٰ کا نقش مٹا کر اللہ تعالیٰ کا نقش دل پر جمانے کی وجہ سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ قصر ہندواں میں ہوئی جو بعد میں قصرِ عارفاں کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ قصر عارفاں بخارا سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بچپن ہی سے آثار ولایت اور انوارِ کرامت آپ کی جبین مبارک سے ظاہر و آشکارا تھے۔ حضرت باباسماسی قدس سرہٗ نے ولادت کے تین دن بعد ہی آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا اور آپ کی تربیت حضرت امیر رحمۃ

---

[373] از حضرات قدس

[374] صاحب عمدۃ المقامات نے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے: ''محمد بن محمد البخاری بن سید محمد بن سید جلال الدین بن سید برہان الدین خال بن سید زین العابدین بن سید قاسم بن سید سفیان بن سید برہان بن سید قلیج بن سید محمود بن سید ایلال سید نقی بن سید صوفی بن سید محی الدین بن سید علی اکبر بن سید امام حسن عسکری علیہ و علیٰ آباۂ الکرام والتحیۃ والرضوان۔ لیکن بعض تذکروں میں آپ کا سید ہونا درج نہیں ہے، واللہ اعلم!

اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کر دی تھی، اسی طرح بہ ظاہر حضرت امیر کلال سے فیض یافتہ تھے لیکن بہ طریق اویسیت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مستفیض ہوئے،اس لئے آپ نے اس طریقے میں دوبارہ ذکر خفی جاری فرمایا۔ اگرچہ بزرگانِ سلسلہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرتے رہے۔ آپ سے پہلے بڑی بڑی ریاضتوں پر نسبت کا حصول موقوف تھا، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے نقشبندیہ طریقہ جو بالکل سہل و اقرب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقے کے مطابق ہے آپ کے ذریعے جاری ہوا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے،ولی کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کر سکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے عنایتِ الٰہی اس کو اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اور بشریت کی آفت سے اس کو محفوظ رکھتی ہے، خوارق و کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہیئے، معاملہ استقامت سے متعلق ہے، اس لئے استقامت کا طالب بن امت کا طالب نہ بن، کیونکہ استقامت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نفس کرامت کا طالب ہے۔

نیز فرمایا کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے، کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور خلوت و صحبت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کھانے پینے، کہنے سننے، چلنے پھرنے، خریدنے بیچنے،عبادت کرنے، نماز پڑھنے، قرآن شریف پڑھنے،کتابت کرنے، سبق پڑھنے، وعظ کہنے، غرض کہ پلک مارنے میں بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی   شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ایک پلک مارنے کی مقدار بھی اس دوست سے غافل نہ ہو، مبادا وہ نظرِ لطف اور تجھ کو خبر نہ ہو۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے"۔[375] نیز فرمایا کہ "میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریقہ مانگا ہے جو بے شک مؤصل (اللہ تعالیٰ سے ملانے والا) ہے"۔

اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ جو آپ کے پہلے خلیفہ ہیں اس معنیٰ میں ایک بیت فرماتے ہیں:

گر نشکستے دل دربان راز   قفل جہاں راہمہ بکشادمے

اگر نہ ٹوٹتا دل رازداں کا   جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا

رشحات میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ "یہ طریقہ اقرب اور موصل کیوں نہ ہو جب کہ انتہا اس کی ابتداء میں مندرج ہے"۔ وہ شخص بہت بد قسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نہایت درجہ مستجاب الدعوات اور روشن ضمیر بزرگ تھے، آپ کے حالات وواقعات اور کشف و کرامات بہت کثرت سے ہیں۔

شیخ شادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی نظر قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار کا عالم مجھ پر آسان ہو گیا۔ میرے پاس سو دینار عدلی تھے، جن کے متعلق میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ ان دیناروں کو چھپا کر رکھنا تا کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ یقین کی کمزوری

---

[375] مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ج۱، مکتوب ۲۲۱

کی بنا پر میں نے اس رائے سے اتفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا، وہاں سے گھر کے لئے ہر قسم کی چیزیں خریدیں۔ اس کے بعد قصر عارفاں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بخارا کیوں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا: کچھ کام تھا۔ فرمایا: اچھا جو کچھ تم نے خریدا ہے حاضر کرو۔ میں سب چیزیں پیش کر دیں، پھر فرمایا: وہ سو دینار عدلی جو تم نے چھپا رکھے ہیں وہ بھی حاضر کرو۔ میں نے وہ بھی پیش کر دیئے۔ تب آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لیئے سونا بنا دوں، لیکن ہم عالم فقر میں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے، فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے، تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہو گی، پھر کیوں جمع کرتے ہو؟۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولادِ نرینہ نہ ہوتی تھی، میں نے دعا کے لئے عرض کیا، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک لڑکا عطا کیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لڑکے کے لئے آپ کا ملبوس مانگا۔ آپ نے ملبوس دینے سے انکار فرما دیا۔ آخر میں گھر واپس آیا تو دیکھا کہ لڑکا فوت ہو چکا ہے۔ میں پھر حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو گزرا تھا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے لڑکا مانگا وہ ہو گیا، اچھا اب حق سبحانہ و تعالیٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کرے گا جن کی عمر بہت ہو گی، اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا، کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گیا، میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا اس کی علالت سے فکر نہ کرو، بیماری اور صحت تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس کے بعد دوسرا لڑکا بھی تولد ہوا۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے انتقال کے وقت آپ کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا، جب نصف کے قریب پہنچا تو انوار ظاہر ہونے لگے، ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تہتر سال کی عمر میں دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو وفات پائی۔ ''قصر عرفاں''/ ۷۹۱ھ کے اعداد سے سال وصال بر آمد ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ رباعی پڑھی جائے:

مفلسانم آمدہ در کوئے تو　　　شیئًا للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما　　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے مریدوں میں باکمال حضرات تو بہت ہیں لیکن خلفاء چار ہیں:

۱۔ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ

۲۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ

۳۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہٗ

۴۔ مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

اولاد میں صرف ایک صاحب زادی تھی۔[376]

---

[376] از حضرات القدس و حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ[377]

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بخاری ہے، آپ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، بچپن ہی سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی نظر عنایت آپ پر تھی، حتیٰ کہ طالب علمی کے زمانے میں ہی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صاحب زادی کا آپ سے عقد کر دیا تھا اور تکمیلِ سلوک کے بعد اپنی زندگی میں ہی طالبان حق کی تعلیم و تربیت آپ کے حوالے کر دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ علاؤالدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے بعد حضرت موصوف کے تمام مریدوں نے حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارسا نے بھی آپ کی رفعتِ شان کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ علم شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباع سنت اور عزیمت پر عمل میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔

علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[378] جو جامع علومِ عقلیہ و نقلیہ تھے، جن کی تصانیف ہر علم و فن میں موجود ہیں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو جیسا چاہیے تھا نہیں پہچانا، جب تک کہ میں حضرت علاء الدین عطار بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں نہیں پہنچا"۔

---

[377] چونکہ حضرت مولانا یعقوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چرخی کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے بہ راہ راست بیعت و خلافت حاصل تھی، غالبًا اسی وجہ سے مکاشفات عینیہ میں نقشبندیہ کے شجرے میں حضرت خواجہ علاء الدین کا اسم گرامی درج نہیں ہے۔

[378] علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کے خصوصی حضرات میں سے تھے، ابتداء میں مدرسہ تیموریہ میں علوم ظاہری میں مصروف رہے، بعد ازاں حضرت خواجہ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت واردات سے مشرف ہوئے اور بلند مقامات حاصل کئے، آپ پر بے خودی و استغراق بہت غالب تھا۔ آپ کا انتقال ۸۲۵ھ میں ہوا۔

آپ کا ارشاد ہے: ”اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقلِ معاد کی زیادتی کے باعث ہوتا ہے“۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ”صحبت سنت مؤکدہ ہے ہر روز یا ایک روز کے فاصلے سے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنا چاہیئے اور آداب صحبت کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے“۔

آپ فرماتے ہیں:

آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہیں ہونی چاہیئے:

۱۔ اس میں خطرات سے نگہداشت ہو

۲۔ دل کے ذکر کا مطالبہ ہو

۳۔ ان حالات کا مشاہدہ ہو جو دل میں گزرتے ہیں۔

ایک روز علماء میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کے بارے میں مباحثہ ہوا اور سب نے بالاتفاق حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیصلے کے لئے ثالث بنایا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منکرینِ دیدار سے فرمایا کہ تم دن تک باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ انہوں نے ارشاد کی بموجب تعمیل کی۔ تیسرے روز ان کو ایسی کوئی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہو گئے، نہ معلوم اس حال میں انہوں نے کیا دیکھا، جس کی وجہ سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیاز مندی کرنے لگے اور کہا کہ یقین ہو گیا کہ رویتِ باری تعالیٰ حق ہے۔

آپ کے فنافی الشیخ ہونے کا یہ حال تھا کہ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو موجود دیکھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔

آپ نے مرض الموت میں فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو مٹا دینے اور سنت کی عادت ڈالنے کے لئے تھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور

عزیمت پر عمل کرو اور بزرگوں کی صحبت اختیار کرو۔ یہ باتیں کرتے کرتے آپ نے باآواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھنا شروع کیا اور رحلت فرمائی، بعد نماز عشاء چہار شنبہ ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو وفات پائی۔ مزار پر انوار موضع جفانیاں علاقہ ماوراء النہر میں ہے اور مادۂ تاریخ "مقرب درگاہِ باری بودہ" ہے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی یعقوب ہے، چرخ کے رہنے والے ہیں جو ولایت غزنی میں ایک گاؤں ہے۔ ابتدائی تعلیم مواضعاتِ حصار میں حاصل کی اس کے بعد جامع ہرات اور دیارِ مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں منسلک ہونے سے پہلے ہی مجھ کو حضرت کے ساتھ اعتقاد اور خلوص تھا، تحصیل علوم کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا، راستے میں ایک مجذوب ملا، اس نے کہا اے یعقوب! جلد جلد قدم اٹھاؤ، وہ وقت آگیا ہے کہ تو مقبولوں میں سے ہوگا۔ آخر میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے، اگر بارگاہ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائے تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس میں انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، آخر دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا "مبارک ہو قبولیت کے لئے اشارہ ہو گیا" اور بیعت فرمایا۔ کچھ مدت خدمت میں رہنے کے بعد حضرت خواجہ نے اجازت عطا فرمائی اور فرمایا جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے، بندگانِ خدا کو پہنچا اور تین مرتبہ یہ فرمایا "تجھ کو خدا کے سپرد کیا"۔ اس کے کچھ عرصے بعد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ قیامت کے دن کس عمل کی برکت سے آپ کا قرب حاصل کروں؟ فرمایا "شریعت پر عمل کرنے سے"۔

غرض کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت و اجازت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے مگر تکمیل سلوک حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی اور بہت لوگوں نے آپ سے فیوض باطنی کے علاوہ فیوض علمی بھی حاصل کیا، آپ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے طریقے کی بہت اشاعت ہوئی۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف موجود ہیں اور آپ کی فارسی تفسیر مشہور ہے جس کا قلمی نسخہ بعض لوگوں کے پاس موجود ہے۔ آپ کی وفات ۵ صفر ۸۵۱ھ کو ہوئی، مزار مبارک موضع ہلغون مضافِ حصار علاقۂ ماوراء النہر میں ہے۔[379]

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عبید اللہ ہے، ناصر الدین اور احرار لقب ہے۔ لغوی اعتبار سے احرار، حُر کی جمع ہے، اہل اللہ کے نزدیک "حُر" وہ ہے جو عبودیت میں درجۂ کمال پر فائز ہو اور اغیار (غیر اللہ) کی غلامی سے نکل جائے۔ بچپن ہی سے رشد و سعادت کے آثار اور قبول و عنایت الٰہی کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ آپ خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بہت عرصہ رہے اور دوسرے مشائخ سے فیض صحبت حاصل کیا لیکن حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے تکمیل سلوک کے بعد خلافت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہ

---

[379] ماخوذ از حضرات القدس

وقت [380] بھی آپ کا مرید تھا اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں وہ اپنے ایک شعر میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد　　　　بہ تدبیر عبید اللہی آمد

جب فقر شاہی قبا میں آیا یعنی بادشاہ نے فقر حاصل کیا تو یہ حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہی تدبیر سے وقوع میں آیا۔

مگر اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ کاشت کاری پر گزارا کیا۔ آپ کے اوصاف و حالات بے حد اور کرامات و خرقِ عادات بے شمار ہیں۔ آپ کے زمانے میں شریعت و طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر کی صحبت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ نئ ہو، پرانی (قدیم) نہ ہو، اور جو کچھ کہوں مقبول ہو مردود نہ ہو۔

آپ کے پاس دنیاوی اسباب اور مال و دولت بہت تھا، چنانچہ گھوڑے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں، لیکن آپ کے دل کو ان سے بال برابر بھی تعلق نہ تھا اور آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑھی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ نیز فرماتے ہیں کہ ذکر کا ایسا ملکہ ہو جائے کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جائے تو اس کا شمار ابرار میں ہو گا، اور اس کو حاضر مع اللہ کہہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے، واصل مع اللہ اس وقت ہو گا جب اس حضور کی نسبت بھی اس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو بذات خود موجود سمجھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہٗ نے کہا ہے "مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک اس کی کوئی برائی کاتب شمال نہ لکھ سکے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ

---

[380] حضرات القدس دفتر اول: ص ۱۹۲ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کا نام سلطان ابو سعید تھا۔

ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے کہ فرشتہ اس کا گناہ لکھنے پائے وہ اس کی مکافات میں مشغول ہو جائے یعنی توبہ استغفار کرلے۔[381]

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں شیخی کروں تو جہاں میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے، لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے اور وہ شریعت کا رواج، دنیا اور مذہب کی تائید کرنا ہے"۔ اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے ان کو مطیع کرتے تھے اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔[382]

نیز حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید ہمیں دے دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد سے نوازش فرمائیں تو ہم کچھ خوف نہیں رکھتے۔[383]

آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰٦ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شب شنبہ **۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ** کو سمرقند میں ہوئی۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالی شان عمارت تعمیر کی ہے۔

---

[381] ماخوذ از حضرات القدس

[382] مکتوبات از حضرت مجدد الف ثانی، ج ا، ص ٦۵

[383] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، ج ا، مکتوب ۱۹۳

حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمد زاہد ہے اور حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے اقربا میں سے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ نواسے تھے۔ آپ بچپن ہی سے اس سلسلے کے ذکر و اشغال میں مشغول رہتے تھے، جب آپ نے حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرت سنی تو آپ اپنے گاؤں وخش سے جو ملک حصار میں تھا سمرقند تشریف لے گئے، وہاں محلہ وانسرا میں اترکت صاف ستھری پوشاک پہن کر حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے، ادھر اتفاقاً حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد ملاقات کے لئے آرہے ہیں، لہٰذا آپ صرف بھی اسی وقت دوپہر کی گرمی کی شدت کے باوجود اونٹ پر خود سوار ہر کر مع مریدین مولانا کے استقبال کے لئے نکلے لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ کہاں کا عزم ہے اونٹ از خود مولانا کی قیام گاہ پر پہنچ کر رک گیا۔ مولانا کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑ کر حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا استقبال کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی پہلی ملاقات میں مولانا کو بیعت کیا اور اپنی خاص توجہ سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے سلوک کی تکمیل کرا کر خلافت کی سعادت سے نوازا۔ حضرت خواجہ کے بعض اصحاب کو آپ پر بہت رشک ہوا لیکن حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مولانا زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چراغ، بتی اور تیل تیار کر کے آئے تھے ہم نے اس کو روشن کر کے ان کو رخصت کر دیا۔ بندگانِ خدا کو آپ سے بہت فیض پہنچا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ کو موضع وخش میں ہوئی، وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے۔[384]

---

[384] ماخوذ از حضرات القدس

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھانجے یعنی حقیقی ہمشیر زادے ہیں، اور مولانا زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اعظم اور سجادہ نشین بھی، آپ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے اور علوم ظاہری تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ کے نہایت فاضل تھے، اپنے حالات اور کشف و کرامات چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے، اسی لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے تاکہ کسی کو آپ کے حال و کمال سے آگاہی نہ ہو۔

آپ کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ کامل بزرگ شیخ نورالدین خوانی قدس سرہٗ کا آپ کی بستی میں گزر ہوا جب آپ نے شیخ کے قیام کی خبر سنی تو آپ کچھ ہدیہ لے کر شیخ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، شیخ موصوف اس وقت سادہ لباس میں بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے، مولانا کو دیکھتے ہی اٹھے اور معانقہ کیا اور بہت دیر تک بغل گیر رہے، اس کے بعد مولانا کو نہایت احترام سے بٹھایا اور دستار و عبا طلب کی اور پہن کر نہایت ادب کے ساتھ دوزانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے، مراقبے سے فارغ ہو کر حضرت مولانا نے اجازت چاہی تو شیخ نے چند قدس ساتھ چل کر احترام سے رخصت کیا، اس کے بعد شیخ نے حاضرین سے پوچھا کہ طالبانِ طریقت کی ان بزرگ کے پاس بہت آمد و رفت ہوتی ہو گی؟ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی شیخ نہیں ہے، بلکہ ایک مُلا ہیں اور بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت افسوس ہوا اور فرمایا "یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور مردہ دل ہیں کہ ایسے درویش کامل و مکمل سے فیض حاصل نہیں کرتے"۔ اس واقعے کی شہرت کے بعد ہر طرف سے طالبانِ طریقت حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔

نقل ہے کہ شیخ حسین خوارزمی کُردی قدس سرہٗ نے زمانے کے مشائخ میں سے تھے، ان کی عادت تھی کہ جس جگہ تشریف لے جاتے وہاں کے مشائخ میں سے جس شیخ کی ملاقات ہوتی اس کی نسبت سلب کر لیتے، ایک مرتبہ ان کا گزر آپ کے شہر میں ہوا تو وہاں کے مشائخ ان کی ملاقات کو گئے، مولانا نے فرمایا ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے چلنا چاہیئے۔ شیخ نے مولانا کے ساتھ بھی وہی عمل کرنا چاہا لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ شیخ خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے آپ کو خالی پایا تو بہت پریشان ہوئے اور نہایت عاجزی اور انکساری سے آپ سے نسبت واپس کرنے کی درخواست کی اور آئندہ لوگوں کی نسبت سلب کرنے سے توبہ کی تو آپ نے ان کے حال پر رحم فرمایا اور نسبت واپس کر دی۔

آپ کی وفات بروز پنج شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ کو موضع اِسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں ہوئی اور وہیں مزار مبارک ہے۔

حضرت خواجہ محمد املنگی قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ ہیں، آپ اصل طریقۂ نقشبندیہ کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور اس طریقہ میں نئی باتیں جو بعض نقشبندی بزرگوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں، مثلاً ذکر بالجہر اور جماعتِ نمازِ تہجد وغیرہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بالکل قدم بقدم تھے۔ تیس سال تک اپنے والد کی مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔

مہمانوں کی خدمت آپ خود کیا کرتے تھے حالانکہ بڑھاپے کی وجہ سے دست مبارک میں رعشہ آگیا تھا۔ ظاہر میں بھی شانِ عظیم اور دولت و حشمت آپ کو حاصل تھی اور باطن میں بھی آپ

کے فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ علماء وفضلاء اور امراء وفقراء فائدہ وفیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں جوق در جوق حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے کشف و کرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ امراء وسلاطین آپ کے آستانے کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے اور آپ کے حکم کے مطیع و فرماں بردار رہتے تھے، چنانچہ عبد اللہ خاں والیٔ توران آپ کا بہت معتقد و مرید تھا۔

نقل ہے کہ ایک شب خواجہ املنگی قدس سرہٗ کہیں تشریف لے جارہے تھے اور بہت سے خادم آپ کے ہم رکاب تھے، ایک خادم کے پاؤں میں جوتا نہ ہونے کی وجہ سے کانٹا چبھ گیا، خادم کو خیال ہوا کہ اگر حضرت مجھ کو جوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت خواجہ خادم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا اے برادر جب تک پاؤں میں کانٹا نہیں چبھتا پھول ہاتھ نہیں آتا۔

نقل ہے کہ تین طالب علم مختلف ارادوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے دو طلبہ کی حاجتیں جائز تھیں وہ حضرت نے پوری کر دیں، لیکن تیسرے کی حاجت ناجائز کام کے لئے تھی، اس لئے آپ نے اس سے فرمایا کہ "درویشوں کو جو کمالات حاصل ہیں وہ صرف اتباع سنت کی بنا پر ہیں لہٰذا ان سے کوئی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہوتا"۔ اس کے بعد فرمایا کہ درویشوں کے پاس امرِ مباح کے لئے بھی نہیں آنا چاہیئے اس لئے کہ درویش ان کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور آنے والے کا اعتقاد برگشتہ ہو جاتا ہے اور وہ درویشوں کی صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتا ہے، درویشوں کے نزدیک کراماتوں کا کوئی اعتبار نہیں، ان کے پاس خالصتاً لوجہ اللہ آنا چاہیئے تاکہ فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔[385]

---

[385] حضرات القدس

آپ کی ولادت ۹۱۸ھ اور وفات ۱۰۰۸ھ میں موضع امکنہ میں ہوئی جو بخارا سے تین میل پر واقع ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی معروف بہ خواجہ باقی باللہ ہے اور آپ کو خواجہ بیرنگ بھی کہتے ہیں۔ آپ کے والد قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی کابل کے مشہور عالم باعمل اور صاحب وجد و حال بزرگ تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء[386] میں کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا صاحب کا سلسلۂ نسب شیخ عمر یاغستانی تک پہنچتا ہے جو حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نانا تھے اور آپ کی نانی صاحبہ خاندان سادات سے تھیں[387] بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کو صحیح النسب سید لکھا ہے۔[388]

بچپن ہی سے بزرگی و تقدس اور ہمت و تفرید کے آثار آپ کی پیشانیٔ نور افشاں سے ظاہر تھے، جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو خواجہ سعد کے مکتب میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے گئے، آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور اس عرصہ میں نماز روزے کے ضروری مسائل بھی یاد کر لئے، پھر دس سال کی عمر میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مولانا صادق حلوائی سے جو کابل کے

---

386 بعض نسخوں میں ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۵۶۴ء درج ہے۔

387 حضرات القدس

388 حیات باقی میں آپ شجرۂ نسب اس طرح درج ہے: حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن قاضی عبدالسلام بن قاضی عبداللہ بن قاضی اکبر بن حسین بن حسن بن محمد بن احمد بن محمود بن عبداللہ بن علی اصغر بن جعفر ذکی خلیل بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

مشہور علماء میں سے تھے تلمذ اختیار کیا، ان ہی کے ہمراہ ماورالنہر تشریف لے گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے شاگردوں میں ممتاز درجہ حاصل کرلیا اور تیس سال کی عمر میں کمالِ علمی حاصل کر کے اہلِ علم میں شہرت حاصل کرلی۔

زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر ان سے اکتساب کمالاتِ باطنی فرماتے تھے اور اسی طلب و جستجو میں تمام ماورالنہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ اکثر گوشۂ خلوت میں مراقب ہو کر تمام تمام دن متوجہ الی اللہ رہتے، لاہور کے قیام میں آپ کی وارفتگی انتہائی درجے تک پہنچ گئی، یہاں آپ جنگلوں، پہاڑوں، ویرانوں اور قبرستانوں میں "مردِ کامل" کی تلاش میں پھرتے رہتے، آپ کیچڑ، دلدل اور ایسے ناقابل عبور مقامات سے گزرتے تھے جہاں کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اسی صحرانوردی میں آپ کو ایک مجذوب ملا جس کو آپ نے پسند فرمایا اور اس کی صحبت میں رہنے کی کوشش کی مگر وہ آپ سے دور بھاگتا تھا اور آپ کو دیکھ کر سب و شتم پر اتر آتا، کبھی آپ پر پتھر پھینکتا اور کبھی ناراض ہو کر کسی اور جگہ بھاگ جاتا، مگر خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے تنفر سے قطعًا نہ گھبراتے اور اس کے پیچھے لگے رہتے، آخرکار ایک دن اسے رحم آیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو اپنے پاس بلا کر آپ کے حصولِ مقصد کے لئے دعا کی۔ آپ کو اس مجذوب کی دعا و نظر توجہ سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔

آپ کی بے قراری کا احساس کرکے آپ کی والدۂ ماجدہ آپ کے لئے دن رات دعائیں کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی مقصد کی جلد تکمیل فرمائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں اگرچہ ہم نے

اتنی ریاضتِ شاقہ نہیں کی جتنی کہ بعض اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہیں، لیکن انتظار، بے قراری اور بے تابی بہت برداشت کی ہیں جو بہت سی ریاضتوں پر مشتمل ہیں۔

آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ قبل ازیں کہ آپ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ ہوں، ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں نمازِ فرض ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے، اثنائے نماز میں آپ کے سینے سے ایک رقت انگیز آواز سنائی دی، اہلِ صف حیران رہ گئے کہ یہ کیسی آواز ہے، نماز سے جلد فارغ ہو کر آپ گھر چلے آئے اور پھر دو تین آدمیوں کو جمع کر کے گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ نیز اسی مخلص کا بیان ہے کہ چونکہ اکثر آپ ہی کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نے نماز میں دیکھا کہ آپ باوجودیکہ روبقبلہ ہیں لیکن پیچھے سے ہماری طرف بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس حالت کے مشاہدے سے میرے بدن میں رعشہ طاری ہو گیا اور جلدی جلدی نماز پوری کی۔ بعد نماز جو کچھ مشاہدہ ہوا تھا وہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کسی سے افشائے راز نہ کرنا۔ مولانا ہاشم کشمی قدس سرہٗ ان دونوں واقعات کو نقل فرما کر لکھتے ہیں کہ یہ دونوں مذکورہ بالا واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ کو خواجۂ عالم سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کمال مناسبت و تبعیت حاصل تھی، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نماز میں جوشِ سینۂ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی اور یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ آپ پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح آگے دیکھتے تھے۔[389]

ان حالات و کمالات کے باوجود آپ اپنی عالی ہمتی اور تجرید و تفرید کی وجہ سے مسندِ مشیخیت پر نہیں بیٹھے، بلکہ تصحیح احوال کے لیئے ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں تشریف لے گئے۔

---

[389] زبدۃ المقامات، ص ۱۲، ۱۱

خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت

اگرچہ مختلف بزرگوں سے آپ تصور اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکے تھے اور آپ کو اویسی طریقے پر براہِ راست حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت سے تربیت حاصل تھی اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانیت سے بھی تربیت و فیض حاصل ہو رہا تھا، تاہم منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے کسی بزرگ کے دستِ حق پرست پر ظاہری بیعت حاصل کرنا ضروری تھی، اس لئے آپ حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت محبت اور تواضع سے پیش آئے اور آپ سے تمام گذشتہ حال واحوال دریافت فرما کر بیعت فرمایا، پھر ہر دو خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ تین شبانہ روز خلوت میں رہے اور آپ کو منزل مقصود تک پہنچا کر خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور بعض مزید فوائد پر آپ کو مطلع فرما کر کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس سلسلۂ عالیہ کے اکابر کی روحانیت سے آپ کا مقصد پورا ہو گیا، اب آپ پھر ہندوستان جائیں تاکہ وہاں آپ کے ذریعے اس سلسلۂ عالیہ کی ترویج پوری رونق کے ساتھ ہو اور وہاں کے استفادہ کرنے والے عالی قدر حضرت آپ کی برکت وتربیت سے مستفید ہوں۔

حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں جب مجھے ہندوستان جانے کا حکم ہوا تو میں نے اپنے آپ کو اس کام کے لائق نہ پاکر عاجزی ظاہر کی اور اپنی خامی کے عذرات پیش کئے مگر حضرت خواجہ امکنگی قدس سرہٗ نے اصرار فرمایا اور استخارہ کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ استخارہ بھی آپ کے حکم کے مطابق نکلا۔ یعنی جب میں نے استخارہ کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ٹہنی پر طوطا بیٹھا ہے، میں نے خیال کیا کہ اگر یہ طوطا خود بخود میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جائے تو میں اپنا یہ سفر بامراد سمجھوں گا، اس

خیال کے آتے ہی وہ طوطا اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ میں نے اپنا آب دہن اس کی چونچ میں ڈالا اور اس طوطے نے میرے منہ میں شکر ڈال دی۔

جب صبح کو یہ واقعہ میں نے حضرت خواجہ املنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا آپ کو ہندوستان جلدی جانا چاہیئے، کیونکہ طوطا ہندوستان کا پرندہ ہے، یقیناً کوئی مردِ خدا ہندوستان میں آپ کے دامن تربیت سے فیض حاصل کرے گا اس سے ایک عالم منور ہو گا، آپ کو بھی اس سے باطنی فائدہ پہنچے گا۔ اس واقعے سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔[390]

حضرت خواجہ کا سفر ہند

غرض کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اپنے شیخ حضرت خواجہ املنگی قدس سرہٗ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کابل سے ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لائے اور ایک سال تک لاہور میں قیام فرمایا، وہاں بہت سے علماء و فضلاء و امراء آپ کے روحانی فیض سے مستفید ہوئے، پھر وہاں سے دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ لاہور سے دہلی تشریف لے جا رہے تھے تو راستے میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر آپ کی نظر پڑی جو کہ پیدل جا رہا تھا آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس شخص کو گھوڑے پر بٹھا دیا اور خود منزل تک پیدل سفر کیا اور چادر سر پر ڈال لی تا کہ کوئی جاننے والا آپ کے اس عملِ خیر سے واقف نہ ہو جائے۔ جب منزل کے قریب پہنچے تو پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے تا کہ یہ کارِ خیر پردۂ خفا میں رہے۔[391]

[390] زبدۃ المقامات، ص ۱۰۴، ۱۴۱

[391] زبدۃ: ص ۲۰، ۲۱

دہلی میں قیام

چونکہ سارے ہندوستان میں دہلی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور یہ شہر ہمیشہ سے اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا مستقر رہا ہے، اس لئے آپ دہلی پہنچ کر قلعہ فیروزآباد میں مقیم ہو گئے جو اس زمانے میں دریائے جمنا کے کنارے واقع تھا اور نہایت دلکش اور پر فضا مقام تھا اس قلعے کی مسجد نہایت عظیم الشان تھی مگر اب ویران ہو گئی ہے، آپ نے خاص اس مسجد میں قیام فرمایا اور وفات تک وہیں سکونت پزیر رہے۔[392]

دہلی پہنچنے کے بعد روحانی حلقوں میں بہت جلد آپ کی شہرت ہو گئی اور دور دراز سے طالبانِ حقیقت آپ کے پاس رشد وہدایت کے لئے حاضر ہونے لگے۔ بہت سے امرائے شاہی بھی آپ کے معتقد ہو گئے تھے، چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبد الرحیم خانخاناں، مرزا قلیچ خان، صدر جہاں وغیرہ آپ کے معتقد و نیاز مند تھے، لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ کے مکتوبات میں صرف شیخ فرید بخاری نواب مرتضیٰ خان کا ذکر ہے اور بس۔ ان سب امراء کے ذریعے آپ اکبر بادشاہ کی ملحدانہ پالیسی کے برے اثرات دور کرنے کی کوشش فرماتے تھے آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امراء کو شریعت و سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پابندی کی بار بار نصیحت فرمائی ہے اور انہیں اسلامی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔

آخر وہ وقت آیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ۱۰۰۸ھ بمطابق ۱۵۹۹ء میں سرہند شریف سے حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے، جب آپ دہلی پہنچے اور آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے روحانی بلند مقامات کا علم ہوا تو آپ حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

[392] زبدۃ المقامات

حضرت خواجہ صاحب نہایت بشاشت اور مہربانی سے پیش آئے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی درخواست پر آپ کو بیعت فرمالیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو دہلی آنے کے بعد رشد و ہدایت کی تبلیغ کے لئے صرف پانچ چھ سال ہی میسر آئے، اس تھوڑی سی مدت میں آپ نے بندگانِ خدا میں ایسا تصرف فرمایا کہ ہزاروں انسان آپ سے فیض یاب ہوئے اور اکثر مشائخ وقت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درجاتِ ولایت میں مزید ترقیاں حاصل کیں، اس طرح آپ کے انوار و برکات تمام روئے زمین پر جلد پھیل گئے۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے فیض یاب ہو گئے تو آپ نے اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمادی اور آخری سال میں بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے غلبۂ عشقِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ جس پر نظر پڑ جاتی وہ مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا، اگر ہوش میں رہتا تو اشکباری کرتا ورنہ بے ہوش ہو جاتا اور اس کو دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔ ایک مرتبہ ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا دروازے کے باہر خادم کے سپرد کرکے اندر آگیا، آپ اس وقت کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے تھے جب اندر آنے لگے تو آپ کی نظر اس خادم پر پڑ گئی جو گھوڑا سنبھالے ہوئے تھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر کپڑوں کو پھاڑ کر چیختا چلاتا دیوانوں کی طرح نکل گیا، تھوڑی دیر کے بعد اسے تلاش کیا گیا مگر کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں آپ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے، اس وقت خطیب منبر پر گیا تو اتفاقیہ اس کے چہرے پر آپ کی نظر پڑ گئی اور نظر سے نظر مل گئی بس وہ اسی وقت کلیجہ تھام کر رہ

گیا اور بے قرار ہو کر نیچے گر پڑا، اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی طاقت نہ رہی، دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا اور آپ نے نماز پڑھائی۔[393]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں اور آپ کی توجہ نہایت پر تاثیر تھی، چنانچہ اس سلسلے میں نانبائی والا واقعہ بہت مشہور اور زبان زدِ ہر خاص و عام ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر عزیزی پارۂ عم میں سورۃ اقرأ کی تفسیر میں اس واقعے کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"از حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہٗ منقول است کہ روزے درخانۂ ایشاں چند کس مہمان شدند و ما حضر موجود نہ بود، اوقاتِ حضرتِ خواجہ در فکرِ ضیافتِ مہماناں مشوش شدہ در تلاشِ ماحضر شدند، اتفاقاً نانوائی متصل بخانۂ ایشاں دوکان داشت، بریں تشویش مطلع شدہ ایک قرص نان خوب پختہ بانہاری مکلف و مرغن بخدمتِ ایشاں آورد، وقت ایشاں بایں سلوکِ او بسیار خوش شد، فرمودند بخواہ چہ میخواہی، او عرض کرد کہ مرا مثلِ خود سازید، فرمودند تحمل ایں حالت نمی تواں کرد چیزے دیگر بخواہ، او بر ہمیں سوال اصرار داشت و خواجہ اعراض فرمودند، تاآنکہ لجاجِ او بسیار شد، ناچار اورا در حجرہ بردند تاثیرِ اتحادی بروے کردند، چوں از حجرہ برآمدند درمیانِ خواجہ و درمیانِ نانوائی در صورت و شکل ہیچ فرق نماندہ بود و مردم امتیاز مشکل افتاد، ایں قدر بود کہ حضرت خواجہ ہشیار بودند و آں نانوائی

---

[393] حیاتِ باقی

مدہوش و بے خود، آخر بعد سہ روز ہمیں حالتِ سکر و بے ہوشی قضا کرد، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔[394]

آپ نہ صرف انسانوں پر رحمت و شفقت فرماتے تھے بلکہ جانوروں پر بھی بے حد شفیق تھے، چنانچہ ایک شب آپ تہجد کے لئے اٹھے تو ایک بلی آکر لحاف پر سوگئی۔ جب آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر بستر پر تشریف لائے تو بلی کو لحاف پر سوتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ نے ازراہِ شفقت بلی کو نہیں جگایا اور خود صبح تک بیٹھے موسم سرما کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ ذہن نشین رہے کہ دل کو اطمینان، یکسوئی اور حضور قلب اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب بہ قدرِ ضرورت صرف پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے اور بیہودہ گو اور دنیا کے طالبوں سے میل جول ترک کر دیا جائے۔ اگر تم ہزار سال ذکر کرتے رہو اور تمہارا کھانا حلال مال کا نہیں ہے تو تمہارا روحانی مقصد کبھی حاصل نہیں ہوگا۔

وصال

بروز شنبہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ عصر کے بعد اپنے مکان واقع کوٹلہ فیروز شاہ میں آپ بلند آواز کے ساتھ اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوگئے اور دو تین گھڑی کے بعد عالمِ قدس میں پہنچ گئے۔ ”نقشبند وقت“ اور ”بحر معرفت بود“ سے تاریخ وفات نکلی ہے آپ کا مزار پر انوار قبرستان قد

---

[394] اس نانبائی کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے قریب ہے اور لوح مزار پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:
”مزار خواجہ حسن، خلیفہ و نانبائی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی کے حالات میں کتاب ہذا میں ص ۱۱۷ پر درج ہے۔

شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے، وصیت کے مطابق آپ کے مزار پر چھت یا گنبد نہیں بنایا گیا، صرف جالی کی چار دیواری ہے۔

آپ کی دو ازواجِ مطہرات تھیں اور دونوں سے ایک ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی، بڑے صاحب زادے حضرت خواجہ عبید اللہ عرف خواجہ کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور چھوٹے صاحب زادے خواجہ عبد اللہ عرف خواجہ خورد تھے۔ غالبًا دو صاحب زادیاں بھی ہوئیں۔ لیکن مولانا نسیم احمد امروہوی نے ماہنامہ "الفرقان" بماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۲ھ میں "اسراریہ" کے حوالے سے تمام تذکرہ نویسوں کے خلاف خواجہ عبید اللہ کو خواجہ خورد اور خواجہ عبد اللہ کو خواجہ کلاں ثابت کیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم!

آپ کے خلفاء میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، شیخ تاج الدین سنبھلی اور خواجہ حسام الدین احمد رحمہم اللہ تعالیٰ مشہور ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ

ولادت باسعادت

منقول ہے کہ حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ السامی نے بوقتِ مسعود شبِ جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع فرمایا اور اپنے انوارِ جہاں آرا سے عالم وعالمیان کو منور فرمایا۔ آپ کا سنہ ولادت لفظ "خاشع" سے نکلتا ہے۔ لقب بدر الدین اور کنیت ابو البرکات تھی۔

سیاسی اور ملکی حالات کا جائزہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے دو بادشاہوں کا دور دیکھا ہے، پہلا بادشاہ شہنشاہ اکبر (عہد حکومت از ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) دوسرا شہنشاہ جہانگیر (عہد حکومت از ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) نیز اس وقت دکن کے علاقے میں پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں، بیدر کا حکمران خاندان برید شاہی سے تھا، برار میں عماد شاہیوں کی حکومت تھی، احمد نگر میں نظام شاہی خاندان حکمران تھا، گولکنڈہ اور بیجاپور میں علی الترتیب قطب شاہیوں اور عادل شاہیوں کا سکہ چلتا تھا۔

علاوہ ازیں بیرون ہند اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت خلافت عثمانیہ تھی، جو ترقی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ ہوئی تھی اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتے میں منسلک کئے ہوئے تھی۔ اس میں یورپ کا بہت بڑا حصہ، مصر و شام، عراق و فلسطین اور جزیرہ نما عرب شامل تھے۔ البتہ صرف ایران میں اس وقت صفوی خاندان حکمران تھا۔

ولادت سے متعلق واقعات

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت بعض عجیب واقعات ظہور میں آئے، جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں:

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے بعد مجھ پر ایک غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سے اولیائے امت میرے گھر میں تشریف فرما ہیں، اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں۔ نیز آپ کے والد بزرگوار مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کی ولادت کے دن حالت کشف میں دیکھا کہ حضور

انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماہیں اور شیخ احمد نومولود کے کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی ولادت کے دن سرہند شریف میں موجود تھے، آپ نے وہاں کشفی حالت میں ملائکہ کا ہجوم دیکھا۔[395]

بچپن کی بعض خصوصیات

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شروع ہی سے کمال درجہ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائی تھی، چنانچہ آپ سنت کے مطابق مختون پیدا ہوئے اور عام بچون کی طرح کبھی ننگے نہ ہوتے، اگر بول وبراز کے موقع پر اتفاقاً کبھی آپ کا بدن ننگا ہو بھی جاتا تو بڑی جلدی بدن کو ڈھانپ لیتے، آپ کبھی نہ روتے ہر وقت خوش وخرم اور خنداں رہتے۔[396]

حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسبِ فیض

ایک مرتبہ آپ زمانۂ رضاعت میں علیل ہوگئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو دعا کرانے کی غرض سے لے کر آئے، انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے، یہ تو عالمِ باعمل عارفِ کامل ہے، بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی اور تا قیامِ قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا، یہ بدعت و گمراہی دور کرے گا اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا وغیرہ۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرطِ محبت سی اپنی زبانِ مبارک آپ کے دہن

---

[395] روضۃ القیومیہ، ص ۵۲ تا ۵۸۔ سیرتِ امام ربانی

[396] روضۃ القیومیہ، ص ۵۹

مبارک میں دے دی تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا، آخر حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے کہ بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے، کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو، تم نے تو ہماری نسبت ساری ہی کھینچ لی۔[397]

زمانۂ تعلیم

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ابتداء میں جب مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد سے تحصیلِ علوم میں مشغول ہو گئے اور یہ علوم بھی جلد ہی حاصل کر لئے۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کی برکت سے ایسی فتح و کشادگی حاصل ہوئی کہ بڑے بڑے دقیق مسائل کو آپ باآسانی حل فرمادیا کرتے اور جہاں کہیں دقیق عبارت ہوتی تو آپ اسے نہایت وضاحت کے ساتھ حل کر کے حاشیئے پر تحریر فرمادیتے، غرض کہ اکثر علوم تو آپ نے والد ماجد ہی سے پڑھے اور بعض اس زمانے کے علماء کبار سے بھی حاصل کئے ہیں، چنانچہ مولانا کمال الدین کشمیری[398] کی خدمت میں معقولات کی چند مشکل کتب عضدی وغیرہ پڑھیں، جو کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے اور صاحب تحقیق و تدقیق و صاحبِ ورع و تقویٰ تھے، نیز مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے استاد بھی تھے۔ اور بعض کتب احادیث شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ

---

[397] روضۃ القیومیۃ، ص۵۹

[398] حضرت مولانا کمال کشمیری متوفی ۱۰۱۷ھ علوم ظاہری اور کمالاتِ باطنی میں اسم بامسمیٰ تھے، سیالکوٹ اور لاہور میں عرصہ تک آپ کا درس جاری رہا، اور بکثرت مخلوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری و باطنی علوم سے مستفید ہوتی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سعد اللہ (وزیر شاہجہاں بادشاہ) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ علیہ[399] کی خدمت میں پڑھیں اور یہ شیخ یعقوب کشمیری، شیخِ معظم و قطبِ مکرم شیخ حسین خوارزمی کے خلفاء میں سے تھے اور انہوں نے حرمین محترمین کے کبار محدثین امام ابن حجر مکی و عبد الرحمٰن بن فہد مکیو غیرہ سے حدیث پڑھی تھی کہا گیا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان سے طریقہ کبرویہ میں بیعت کر کے طریقہ بھی حاصل کیا۔ اور تفسیر واحدی و دیگر مؤلفاتِ واحدی مثل بسیط ووسیط و اسبابِ نزول اور تفسیر بیضاوی و دیگر مصنفاتِ بیضاوی مثل منہاج الوصول و غایۃ القصویٰ وغیرہ اور صحیح بخاری و دیگر مصنفاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثل ثلاثیاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و ادب المفرد و افعال العباد و تاریخ وغیر ذالک اور مشکوٰۃ تبریزی، شمائل ترمذی، جامع صغیر سیوطی، قصیدۂ بردہ شیخ سعید بوصیری اور حدیثِ مسلسل کی روایت و اجازت مع اسناد جس کی سند آگے آتی ہے، عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی۔ اور قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کتابوں کی اجازت مع حدیثِ مسلسل شیخ معظم عبد الرحمٰن بن فہد سے حاصل کی تھی۔ شیخ عبد الرحمٰن بن فہد اور ان کے آباء و اجداد اس بلاد کے کبار محدثین میں سے تھے اور ان کا گھر **اَبًا عن جدٍّ بیت الحدیث** تھا۔ چونکہ ان تمام کتابوں کی اسانید کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے، اس لئے صرف مشکوٰۃ شریف اور حدیثِ مسلسل کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔

---

[399] مولانا شیخ یعقوب کشمیری کے والد خواجہ حسن عاصمی کشمیر کے امرائے سلطنت میں سے تھے، ۹۲۸ھ میں شیخ یعقوب پیدا ہوئے حفظِ قرآن اور تحصیل علوم کے بعد تلاش مرشد میں شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں سمرقند میں پہنچے۔ شیخ نے آپ کو بعد تکمیل خرقۂ خلافت عطا فرما کر کشمیر رخصت کر دیا۔ پھر اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے بکثرت تصانیف کیں۔ جمعرات ۱۲ ذیقعد ۱۰۰۳ھ کو بمقام کشمیر وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیاء، ص۹۷۵

اسناد الحدیث المسلسل

اما الحدیث المسلسل بالا ولیۃ قال الشیخ عبدالرحمن بن فهد سمعہ من لفظ سیدہ و والدی عبدالقادر بن عبدالعزیز بن فھد وھو اول حدیث سمعہ منہ قال حدثنی بہ جدی الحافظ الرحلۃ تقی الدین بن محمد بن فھد الھاشمی العلوی وھو اول حدیث سمعہ منہ قال حدثنی بہ جمع من المشائخ الاعلام اجلھم العلامۃ برھان الدین الابناسی سماعا من لفظ قاضی القضاۃ ابو الحامد المطری بقراءتی علیہ بالحرم لا شریف بمکۃ وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال اخبرنا بہ الخطیب صدر الدین ابو الفتح محمد بن المبردی قال الانباسی وھو اول حدیث سمعۃ منہ و قال المطری وھو اول حدیث رویت عنہ قال اخبرنا بہ الشیخ نجیب الدین عبداللطف الحرانی وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال اخبرنا بہ الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال اخبرنا بہ ابو سعید اسمٰعیل بن ابی صالح النیشابوری وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال اخبرنا ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال حدثنا بہ ابو طاھر محمد بن محسن الزمادنی وھو اول حدیث سعۃ منہ قال حدثنا بہ ابو حامد احمد البزاز وھو اول حدیث سمعۃ منہ قال حدثنا بہ عبدالرحمن بن بشیر بن الحکیم الصدری وھو اول حدیث سمعۃ من قال حدثنا بہ سفیان بن عیسیٰ وھو اول حدیث سمعۃ من سفیان عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

اسناد مشکوٰۃ المصابیح

آپ کی اسنادِ مشکوٰۃ المصابیح شریف شیخ عبدالعزیز بن فہد تک تو وہی ہیں جو حدیث مسلسل میں مذکور ہیں۔ اور شیخ عبدالعزیز بن فہد شیخ تقی الدین بن فہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الہاشمی سے بھی اجازت رکھتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی سے بھی۔

قال الشیخ تقی الدین اخبرنا به عالیًا الشیخ الامام شرف الدین عبدالرحیم ابن عبدالکریم الحرھی قال اخبرنا به العلامة امام الدین علی بن مبارک شاہ الصدیقی الساؤجی عرف بخواجه وقال شیخ الاسلام ابن حجر به اخبرنامه العلامة البغوی قاضی الاقضیه المجد بن محمد بن یعقوب الفیروز ابادی الشیرازی الصدیقی الشافعی قال اخبرنا الحافظ جلال الدین حسین والحجة الھمام شمس الدین محمد المقدسی قالا والصدیقی الساؤجی اخبرنا به مولفه ناصر السنة ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب قال الساؤجی قرأة و اجازة و قال الاخران اذنا فقط۔[400]

درس و تدریس

مذکورہ بالا کتابوں کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے طبقۂ محدثین میں داخل کیا گیا ہے۔ غرض کہ سترہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسندِ افادہ پر متمکن ہو گئے اور مختلف ممالک سے صدہا طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا اور حلقہ حدیث و تفسیر گرم رہتا تھا، چنانچہ آپ کی درسگاہ سے بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔

---

[400] زبدۃ المقامات، ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

سندِ مصافحہ

مولانا بدالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب حضرات القدس فرماتے ہیں کہ "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو چار اشخاص کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مصافحہ نصیب ہوا جس کی ترتیب یہ ہے:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصافحہ کیا اور انہوں نے حافظ سلطان ادھمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جن کی عمر ایک سو دس سال کی تھی، انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کیا ہے، اس کی تفصیل کتاب سنوات الاتقیا میں بیان کی گئی ہے [401] لیکن جواہر مجددیہ میں شیخ سعید کی بجائے شیخ عبد معمن حبشی نام درج ہے اور یہ بھی ہے کہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

اکبر آباد کا سفر [402]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عین شباب تھا اور ابھی علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کو اکبر آباد کے علماء و فضلاء کی شہرت کا علم ہوا جو اکبر بادشاہ کا پائے تخت اور دارالحکومت تھا اس لئے حضرت موصوف نے وہاں جانے کا ارادہ کیا، جب وہاں تشریف فرما ہوئے تو چند ہی روز میں آپ کے علم و فضل کی وہ شہرت ہوئی بڑے بڑے علماء حدیث و تفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے لگے اور آپ کی شاگردی پر فخر کرنے لگے۔ غرض کہ

---

[401] حضرات القدس، ص۹، روضۃ القیومیۃ، ص۶۱

[402] اندازہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بائیس سال کی عمر ۹۹۳ھ اکبر آباد تشریف لائے ہوں گے۔

آپ کے درس میں بہت سے علماء و فضلاء حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے اور آپ کو مجتہد زمانہ مانتے۔ اس طرح حضرت کے علم و فضل اور اجتہاد کا شہرہ اس درجے ہوا کہ عوام و خواص حیران رہ گئے۔

ابوالفضل و فیضی سے ملاقات[403]

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی شہرت علماء و مشائخ سے اراکینِ سلطنت اور وزراء تک پہنچی تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دینے لگے، چنانچہ ابوالفضل و فیضی بھی آپ کی شہرت سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح حضرت ان کے گھر تشریف لائیں لیکن کوئی صورت کارگر نہ ہوئی، آخر یہ دونوں بھائی خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بہت اخلاص ظاہر کیا۔ حضرت موصوف، سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ان کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے، انہوں نے دعوت قبول فرمانے کے لئے اصرار کیا تو آپ نے بھی قبول فرمالیا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان دونوں بھائیوں نے حسبِ دستور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ مراسمِ ضیافت ادا کئے اور شاگردوں کی طرح خدمت بجالاتے رہے۔ بعد ازاں آمد و رفت اور تحفہ تحائف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

---

403 فیضی و ابوالفضل بن شیخ مبارک ناگوری شیعہ تھے۔ فیضی ۹۵۴ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا، بیس سال کی عمر میں اکبری دربار میں پہنچ گیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا، تفسیر بے نقط ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء میں مکمل کی اور ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ میں فوت ہوا۔ ابوالفضل ۹۵۸ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا۔ فیضی کی وجہ سے دربارِ اکبری میں پہنچا اور جلد ہی بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اکبر نامہ اور آئین اکبری لکھی۔ ۱۰۱۱ھ میں قتل ہوا۔

تفسیر بے نقط کا حال

اسی زمانے میں ابوالفیض فیضی نے تفسیر بے نقط جس کا نام "سواطع الالہام" ہے لکھنی شروع کی۔ اتفاق سے ایک مقام پر پہنچ کر یہ دونوں بھائی عاجز ہو گئے اور کچھ بن نہ آیا۔ کیونکہ اس تفسیر میں جس صفت (یعنی بے نقط الفاظ) کا التزام کیا تھا اس صفت میں مضمون مرتب نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے علماء کو بلایا لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے، آخر مجبور ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنی عاجزی اور مضمون کی ترتیب کی درخواست کی۔ اگرچہ آپ کو بے نقط عبارت لکھنے کی مشق نہیں تھی لیکن اس کی درخواست پر آپ نے بقدر ایک صفحہ اس مقام کے مناسب تفسیر نہایت فصیح و بلیغ بے نقط عبارت میں قلم برداشتہ تحریر فرمادی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی عبارت پر یہ قدرت و مہارت دیکھ کر فیضی حیران رہ گیا۔

غرض کہ اس طرح کے متعدد واقعات اور کشف و کرامات کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم و فضل کا سکہ عوام و خواص کے علاوہ اراکین سلطنت کے دلوں میں بھی بیٹھتا چلا گیا، اور آپ نہایت درجہ مقبول اور معزز و مکرم ہو گئے۔

ابوالفضل و فیضی سے نفرت

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ابوالفضل فیضی سے اس طرح اکثر ملاقاتیں ہوئیں تو حضرت کو ان کے عقائد باطلہ کا علم ہو کر ان سے اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف آہستہ آہستہ نفرت میں بدل گیا۔ ظاہر ہے کہ اپنے پیارے اور محترم بزرگوں کی شان میں گستاخی کون برداشت کر سکتا ہے، پھر اگر کوئی شخص اس سے بڑھ جائے اور دینِ اسلام اور شریعت مطہرہ کے خلاف بکواس اور کفر کی حمایت کرنے لگے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی "جو کامل و مکمل محیٔ سنت اور ماحیٔ

بدعت تھی"کس طرح برداشت کر سکتی تھی، چنانچہ حضرت موصوف کا ابوالفضل و فیضی سے مناظرہ بھی ہوا، جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بالکل واضح کامیابی اور فتح مبین حاصل ہوئی۔

ایک اہم واقعہ

اسی زمانے کے اہم واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ عبدالمؤمن خان ابن عبداللہ خان ازبک والئ توران (م۱۰۰۶ھ) نہایت نیک اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت سے تھے، سوئے اتفاق کہ اس وقت ایران پر شاہِ عباس صفوی حکمران تھا، اس نے لوگوں کو جبرًا شیعہ بنا کر ملک کی یہ حالت کر دی تھی کہ کوئی شہر یا قصبہ یا گاؤں ایسا نہ تھا کہ جہاں شیعوں کی اکثریت نہ ہو گئی ہو اور وہاں کے لوگ اپنی عادت اور دستور کے مطابق ہر چھوٹی بڑی تقریب اور جلسوں میں سبِّ صحابہ اور تبرّا کیا کرتے تھے۔ ماوراء النہر کے عوام نے عبدالمؤمن خان ابنِ عبداللہ خاں ازبک کی خدمت میں تفصیلی حالات پیش کر کے درخواست کی کہ وہ شاہِ ایران کو سمجھائیں تاکہ وہ ان حرکات سے باز آئے۔ چنانچہ ابن عبداللہ خاں نے شاہِ عباس صفوی کو سمجھانے کے لئے خطوط لکھے لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ دونوں طرف سے اپنے اپنے دلائل میں رسائل لکھے گئے لیکن بات بڑھتی چلی گئی۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق دونوں طرف سے فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور ۱۰۰۱ھ میں خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ابن عبداللہ خان ازبک کو فتح عطا فرمائی اور شاہ عباس بھاگ نکلا۔

اس کے بعد ابن عبداللہ خاں نے شاہِ ایران کو بلوایا اور کہا کہ میں نے یہ جنگ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لڑی تھی، کسی دنیوی لالچ یا ذاتی غرض کے لئے نہیں کی تھی اس لئے تمہارا ملک تم کو واپس دیتا ہوں لیکن آئندہ ان حرکتوں سے باز رہنا۔ چنانچہ شاہ عباس سے قول و قرار لینے کے بعد ابن عبداللہ خان اپنے وطن واپس چلے آئے۔ ان حالات کا جب حضرت مجدد الف ثانی

قدس سرہ کو علم ہوا تو آپ نے رسالہ ردروافض لکھ کر ابن عبد اللہ خان کو بھجوادیا اور انہوں نے اس کو شاہِ ایران کو بھجوادیا۔ علماء شیعہ اس رسالہ سے بہت متاثر ہوئے اور کسی کو اس کے خلاف قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ بہت سے اپنے باطل عقائد سے تائب ہوگئے۔ اس رسالے کی وجہ سے اس علاقے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا تعارف اور شہرت ہوگئی اور اس کے بعد اثرات بڑھتے ہی گئے حتیٰ کہ وہاں کے عوام وخواص آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔[404]

اس دور کے یہی حالات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے رسائل ''اثبات النبوۃ''، ''تہلیلیہ'' اور ''ردروافض'' کی تصنیف کے محرک بنے۔[405]

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آگرہ تشریف آوری

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اکبر آباد میں اقامت پزیر ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا، اس لئے حضرت کے والد شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ آپ کے اشتیاق محبت میں آگرہ تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر کے اکثر علماء وفضلاء اور اراکینِ سلطنت آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، ان میں سے بعض نے عرض کیا کہ ضعف پیری اور بُعد مسافت کے باوجود آپ نے بہت تکلیف فرمائی، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ''کیا کروں؟ فرزند شیخ احمد کی محبت کھینچ لائی ہے''۔[406]

---

[404] روضۃ القیومیۃ، ص ۱۳۲، ۱۳۳

[405] اندازہ ہے کہ اثبات نبوۃ ۹۹۰ھ میں، ردروافض ۱۰۰۲ھ میں رسالہ تہلیلیہ ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوا۔

[406] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۷

اکبر آباد سے واپسی

چونکہ حضرت مخدوم قدس سرہٗ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بے حد محبت تھی اور وہ ان کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اس لئے مزید مفارقت گوارہ نہ فرمائی اور ان کو اپنے ساتھ لے کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں دہلی اور سرہند کے درمیان جب شہر تھانیسر سے گزر ہوا تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان[407] نے جو بادشاہ کے بڑے مقرب اور علاقۂ تھانیسر کے حاکم تھے نہایت اعزاز و اکرام سے اپنے ہاں مہمان رکھا۔

---

[407] آپ کتب تاریخ میں حاجی سلطان تھانیسری کے نام سے معروف ہیں اور اس زمانے کے علماء و فضلاء میں ممتاز تھے، حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے بھی مشرف تھے۔ آپ کو علوم نقلیہ میں کافی مہارت حاصل تھی اسی بناء پر عرصہ دراز تک شاہی خدمت پر مامور رہے۔ چار سال تک "مہابھارت" کا ترجمہ کرنے پر جو "رزم نامہ" کے نام سے تیار ہوا تھا مصروف رہے اکبر بادشاہ آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا اس بناء پر آپ مقرب شاہی بن گئے، پھر مزید شاہی عنایات کی بناء پر آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا گیا، کچھ عرصہ بعد تھانیسر کے ہندوؤں نے بادشاہ سے شکایت کی آپ گاؤکشی کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں، بادشاہ نے آپ کو جلاوطن کر کے بھکر (سندھ) کی طرف بھیج دیا۔ حسن اتفاق کہ اس زمانے میں صوبۂ بھکر کا نظم ونسق خانِ خاناں کے ہاتھ میں تھا، وہ آپ کے ساتھ بہت محبت و التفات کے ساتھ پیش آئے اور ہر طرح آپ کی امداد کا وعدہ کیا۔ چنانچہ خان خاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب وہاں کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو آپ کو اپنے ساتھ لے آئے، اسی طرح آپ پوشیدہ طور پر اپنے وطن تھانیسر آ گئے۔ برہان پور کی فتح کے بعد خان خاناں نے بادشاہ سے آپ کی جلاوطنی کے حکم کی تنسیخ اور سابقہ عہدہ بحال کرنے کی سفارش کی، بادشاہ نے خان خاناں کی سفارش منظور کر کے حکم صادر کر دیا کہ آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا جائے۔

ایک عرصہ بعد سابقہ کشمکش تازہ ہو گئی اور ہندوؤں نے بادشاہ سے آپ کی شکایت کی۔ اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی کر رہا تھا چنانچہ اس نے آپ کی سزائے موت کا حکم دے دیا اور یکم جنوری ۱۵۹۹ء بمطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو شیخ سلطان کو پھانسی دے دی گئی۔ (منتخب التواریخ و رود کوثر)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی خانہ آبادی

منقول ہے کہ ان ہی دنوں شیخ سلطان عالمِ رؤیامیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری بیٹی اس زمانے میں سب سے زیادہ نیک خاتون ہے تم اس کا نکاح میرے فرزند اور نائب شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کر دو، اس میں تمہارے لئے اور تمہاری بیٹی کے لئے بڑی سعادت ہے"۔ جب تین مرتبہ اسی طرح کے خواب دیکھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا حلیہ شریف بھی دکھایا گیا، اس وقت سے شیخ سلطان حضرت موصوف کی تلاش میں کوشاں تھے۔ حسن اتفاق کہ جب یہ دونوں آفتاب و ماہتاب وہاں پہنچے تو شیخ سلطان نے ان کو پہچان لیا اور اپنے ہاں مہمان رکھا اور جب ان حضرات کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے متاثر ہو کر یقین ہو گیا کہ واقعی یہی وہ بزرگ ہیں جن کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے تو شیخ سلطان نے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُس خواب اور اپنے ارادے کا تذکرہ کیا، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی خوشی سے منظور فرمالیا۔ چنانچہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شاہانہ انداز سے شادی کی تقریب مسنون طریقے پر انجام پائی۔[408] اور دلہن کو لے کر سرہند تشریف لے آئے۔(اندازہ ہے کہ تقریب شادی ۹۹۸ھ میں انجام پزیر ہوئی)

مال کی فراوانی

شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ظاہری مال و دولت کی بہت فراوانی ہو گئی۔ اپنی جدی حویلی کو چھوڑ کر ایک اور حویلی بنوائی جہاں اب حضرت موصوف کا روضہ پر

---

[408] روضۃ القیومیۃ، ص۶۸

نور ہے، یہی آپ کی اولاد کا محلہ تھا۔ حویلی کے قریب ہی ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جب کبھی اپنے بھائیوں کو یاد فرماتے تو پرانی حویلی والے فرمایا کرتے، اسی وجہ سے آپ کے بھائیوں کی اولاد کا لقب پرانی حویلی والے پڑ گیا۔ اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے شادی کے بعد مالدار ہونے کی سنت بھی ادا ہو گئی۔ یعنی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت سے نکاح کر لیا تو اپنا تمام مال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا اس طرح آپ کو ظاہری غنا حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَأَغْنَی (الضحیٰ ۸)

ترجمہ: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غَنِّیٌ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکتا ہے۔[409]

اکبر آباد سے واپسی اور شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی خدمت میں رہے اور باطنی کمالات کا فیض حاصل کیا حتیٰ کہ جب مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند و اصحاب کے سامنے خرقۂ خلافت جو سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے آبا و اجداد سے حاصل تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال

---

[409] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۸، ۶۹

کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہوا تھا سب کچھ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عنایت فرما کر اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیا۔[410]

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ رسالہ "مبدأ و معاد" میں فرماتے ہیں کہ "اس فقیر کو اس نسبتِ فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد (مخدوم عبد الاحد قدس سرہٗ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ) سے جو جذبۂ قوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارقِ عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی۔۔۔ نیز اس فقیر کو عباداتِ نافلہ خصوصًا نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والدِ ماجد کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما) سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلۂ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔[411]

۱۰۰۰ھ میں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور ماہ شوال ۱۰۰۵ھ میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ اور ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ صاحبزادگان کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا عزمِ سفرِ حج

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اگرچہ شروع ہی سے حج بیت اللہ (زادھا اللہ شرفًا و تعظیمًا) کی سعادت حاصل کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ کی زیارت کا

---

[410] روضۃ القیومیۃ، ص ۷۰

[411] مبدأ و معاد، ص ۱۲، ۱۱

شوق شب وروز بے چین رکھتا تھا، لیکن اپنے والد بزرگوار کو بڑھاپے اور ضعف کی حالت میں سفر حجاز اختیار کرکے آں موصوف کی خدمت سراپا برکت سے طویل عرصے کے لئے جدا ہونا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بالآخر جب حضرت مخدوم شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ ۱۰۰۷ھ میں رحلت فرما گئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ۱۰۰۸ھ میں سفر حجاز کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے تو وہاں کے علماء وفضلا ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، ان میں مولانا حسن کشمیری بھی تھے جو حضرت موصوف کے پرانے احباب میں سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مناقب اور کرامات بیان کیں اور کہا کہ اس وقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جیسا کثیر البرکت کوئی اور نظر نہیں آتا، آپ کی ایک نظر وتوجہ میں طالبان حق کو وہ فیض حاصل ہوتا ہے جو دوسرے طریقوں میں چلوں اور ریاضت شاقہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا[412] چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسی تحریک کے شکریئے میں مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر آپ کی رہنمائی کا شکریہ ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اعتراف کرتا ہے، یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید وداد اسی احسان پر وابستہ ہے آپ کے حسنِ توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے کم ہی دیکھا ہے اور آپ کے توسل کی یمن وبرکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ جس کا مزہ کسی نے کم ہی چکھا ہے۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے گئے ہیں کہ اکثر لوگوں کو اس قسم کے عام عطیے بھی حاصل نہیں ہوئے۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید و علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو راہِ عروج کے زینے بنا کر

---

[412] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۷، ۱۳۸، حضرات القدس: ج ۲، ص ۱۱

فقیر کو قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ قرب و وصول کا لفظ میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا گیا ہے ورنہ وہاں نہ قرب ہے، نہ وصول، نہ عبارت ہے نہ اشارہ، نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد ہے نہ کیف، نہ زمان نہ مکان، نہ احاطہ نہ سریان، نہ علم نہ معرفت، نہ جہل نہ حیرت۔

چہ گویم باتواز مرغے نشانہ   کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم   ز مرغِ من بود آں نام ہم گم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اس اظہار میں جس کا ظہور عالمِ اسباب میں آپ کی اس نعمت پر ہوا ہے آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا، اس لئے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا، تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکریہ ادا ہو جائے۔[413]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بہت تعریف اور اس سلسلے کے بزرگوں کے حالات سنے تھے اور والد ماجد کا ذوق و شوق اس سلسلۂ عالیہ کے متعلق مشاہدہ فرمایا تھا اور کتابوں میں بھی اس سلسلے کے اوصاف ملاحظہ فرمائے تھے اور خود آپ اس نسبتِ بلند کے ساتھ استعداد بوجہ اتم واکمل رکھتے تھے اپنے دوست مولانا حسن کشمیری کی تحریک پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ فرمایا اور فرمایا کہ اس سفر حجاز کا تحفہ اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ میں اس مقتدا سے ان بزرگوں کا ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اس پر عمل کروں۔[414]

---

[413] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب ۲۷۶

[414] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹

چنانچہ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شرفِ ملاقات کا کمال درجے اشتیاق ہوا اور آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا حسن کشمیری نے تعارف کرایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارادۂ سفر حجاز کے متعلق بھی عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگرچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ خود کسی سے اخذِ طریقہ و التزام صحبت کے لئے اظہار نہیں فرماتے تھے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلند استعداد اور اعلیٰ قابلیت ملاحظہ فرما کر آپ سے ارشاد فرمایا اگرچہ آپ اس مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہیں تاہم چند روز ہمارے مہمان رہیں، کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی سہی کیا حرج ہے؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی تکمیل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہفتے خانقاہ شریف میں قیام کا ارادہ کر لیا اور رفتہ رفتہ یہ قیام دو اڑھائی ماہ تک طویل ہو گیا۔[415]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرفِ بیعت

ابھی خانقاہ شریف میں دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ پر حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کے تصرف و کشش کے آثار اور اخذِ طریقۂ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ذوق و شوق نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بیعتِ توبہ اور اخذِ طریقہ کی درخواست کی۔ بغیر اس کے کہ جانبین استخارہ فرمائیں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر (ماہِ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں) بیعت کیا، اور ذکر تلقین فرما کر توجہات عالیہ سے ایسا مشرف فرمایا کہ اسی وقت آپ کا قلب ذکرِ الٰہی سے جاری

---

[415] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹، مکتوبات: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

ہو گیا اور ذکر قلبی میں عجیب و غریب لذت و حلاوت اور آرام محسوس ہونے لگا، پھر یومًا فیومًا بلکہ انًا فانًا ترقیاتِ عالیہ میں عروج اور فیوضات متعالیہ کا ظہور ہوتا رہا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام گذشتہ اور آئندہ اولیائے امت سے سبقت لے گئے، مثلاً قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، طینت، اصالت، محبوبیتِ ذاتی، سابقیت اور تجدیدِ الف ثانی سب کچھ حاصل کر لیا۔ غرض کہ یا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خانۂ کعبہ کے طواف کا ذوق و شوق تھا یا راہ میں ہی خود صاحبِ خانہ مل گیا اور روضۂ منورہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کے انوار سے نور و ضیاء حاصل کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے سفر ہی میں اقتباسِ انوارِ صاحبِ روضۂ مطہرہ نصیب ہو گیا"[416] **سبحان اللہ فسبحان اللہ**۔

آپ کے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات خود آپ کے قلم سے

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات مختصر طور پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"ماہ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ کے آخری دنوں میں یہ فقیر ایک بزرگ (حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت سے شرف اندوز ہوا جو اس بزرگ خاندانِ (نقشبندیہ) کے خلیفہ تھے اور ان بزرگوں کے طریقے کو حاصل کر کے اسی سال نصف ماہِ رجب میں اس فقیر کو (نقشبندی سلسلے کے) حضورِ (قلب) کی سعادت نصیب ہوئی، اس مقام میں آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی (اندراجِ نہایت در بدایت) کا منظر در پیش ہوتا ہے۔ ان بزرگ (خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت دراصل اسی حضورِ (قلب) کا نام ہے اور پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہِ ذیقعدہ کے نصفِ اول میں وہ انتہاء (نہایت) جو ابتداء (بدایت) ہی میں بے شمار ابتداؤں (بدایات)

---

[416] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۰، روضۃ القیومیۃ: ص ۷۷

اور درمیانی درجوں (اوساط) کے بے شمار پردوں کے پیچھے جلوہ گر ہوئی تھی نقاب چاک کر کے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (بدایت) میں جو تجلی نظر آئی تھی وہ اسی اسم کی صورت تھی (جس کی حقیقت اب سامنے آئی ہے) اور وہ اسی پیکر کا سایہ یا پرچھائیں تھی اور اس مسمیٰ کا ایک اسم تھا، ان دونوں (یعنی ابتداء و انتہاء) میں بہت بڑا فرق ہے، حقیقتِ حال اس مقام پر پہنچ کر منکشف ہوئی اور معاملہ کا راز یہاں پہنچ کر ظاہر ہوا۔ جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہرگز نہیں سمجھ سکتا"۔[417]

نیز آپ اپنے حصولِ سلوک کے تفصیلی حالات اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، جو مولانا ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے اور جلد اول کے مکتوب نمبر ۲۹۰ میں درج ہے، وہ یہاں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:

"اے بھائی! خدا تجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے، تجھے جاننا چاہیئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے ہادیٔ راہ ہو کر ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، اندراج النہایت فی البدایت کے طریقے کی ہدایت کرنے والے، اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے، راستے کے والی اور پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے، ہمارے شیخ آقا اور امام خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا جو سلسلۂ حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کے ایک بہت بڑے خلیفہ تھے"۔

تعلیمِ ذکرِ اسمِ ذات

انہوں نے اس درویش کو ذکرِ اسمِ ذات تعلیم فرمایا اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ کو کمال لذت حاصل ہوئی اور کمالِ شوق سے گریہ شروع ہوا۔

---

[417] مبدا و معاد، ص ۱۶

بے خودی و فنائیت

پھر ایک روز کے بعد بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک محیط سمندر ہے جس میں تمام عالم کی صورتیں اور شکلیں اس طرح نمایاں ہیں جیسی پانی میں چیزوں کے عکس نظر آتے ہیں، یہ بے خودی آہستہ آہستہ غالب آتی گئی اور دیر تک رہنے لگی، کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک اور بعض مرتبہ رات بھر یہی حالت رہتی۔

فنائے فنا

جب میں نے یہ حالت حضرت پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا "تھوڑی سی فنا حاصل ہو گئی ہے"۔ پھر آپ نے مجھے ذکر سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا، دو دن بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہو گئی۔ جب اس کی کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا "اپنے کام میں لگے رہیں"۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی۔ پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا، "کیا آپ تمام جہاں کو ایک دیکھتے ہیں اور ذاتِ واحد کے ساتھ متصل پاتے ہیں" میں نے عرض کیا حضور ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، "فنائے فنا میں قابل اعتبار یہ بات ہے کہ اتصال کے دیکھنے کے باوجود بے شعوری حاصل ہو" چنانچہ اسی شب اس قسم کی فنائے فنا حاصل ہو گئی۔ میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اس کی کیفیت بھی عرض کی کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت علمِ حضوری پاتا ہوں (یعنی علم حصولی پالینے کے بعد بلاتوسطِ حصول صورت علمِ حضوری پاتا ہوں)۔ اور جو اوصاف میری طرف منسوب تھے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔

مرتبۂ علمی

پھر ایک سیاہ رنگ کا نور ظاہر ہوا جو تمام اشیائے عالم کو گھیرے ہوئے تھا میں سمجھا کہ حق تعالیٰ یہی ہے۔ میں نے عرض کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "حق جل سلطانہ مشہود ہے لیکن نور کے پردے میں"۔ نیز فرمایا کہ "یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے (دراصل) علم میں ہے کیونکہ ذات حق جل شانہٗ کا تعلق متعدد اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ اوپر نیچے واقع ہوئی ہیں، اس لئے منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے اس انبساط کی بھی نفی کرنی چاہیئے"۔ اس کے بعد وہ پھیلا ہوا سیاہ نور سکڑنے اور کم ہونے لگا حتیٰ کہ ایک نقطہ سا بن گیا۔

مقام حیرت و حضورِ نقشبندیہ

حضرت نے فرمایا "اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیئے اور مقام حیرت میں آجانا چاہیئے"۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ نقطۂ موہوم بھی درمیان سے زائل ہو گیا اور مقام حیرت حاصل ہو گیا کہ جس مقام میں حق تعالیٰ کا شہود (پردۂ نور کے بغیر) خود بخود ہے۔ جب میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی تو فرمایا کہ "یہی حضور حضرات نقشبندیہ کا حضور ہے اور نسبتِ نقشبندیہ اسی حضور کو کہتے ہیں اور اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اور اس طریقے میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب کا اپنے پیر سے اذکار اور اداا خذ کرنا، تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

فنائے حقیقی

اس خاکسار کو یہ عزیز الوجود نسبت ذکر کی تعلیم کی ابتداء سے دوماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی اور اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد ایک اور فنا حاصل ہوئی جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں اور دل کو اس قدر وسعت حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک تمام عالم (موجودات) کی اس وسعت کے مقابلے میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی قدر نہ تھی۔

مرتبۂ حق الیقین اور مرتبۂ جمع الجمع

بعد ازاں میں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرے کو دیکھتا تھا کہ یہ سب حق تعالیٰ ہے، اس کے بعد دنیا کے ہر ذرے کو الگ الگ اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان سب کا عین پایا یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں بلکہ اپنے آپ کو ہر ذرے کو ایسا پھیلا ہوا نور پایا جو ہر ذرے میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں گھل مل گئی اور فنا ہو گئی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو کو تمام جہان کے قائم رہنے کا باعث معلوم کیا۔ جب یہ کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا مرتبہ یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام کو کہتے ہیں۔

بعد ازاں جہان کی تمام صورتیں اور شکلیں جن کو پہلے حق تعالیٰ معلوم کرتا تھا اب وہ وہمی اور خیالی دکھائی دینے لگیں، پہلے ہر ذرے کو بغیر کسی فرق و تمیز کے حق تعالیٰ پاتا تھا اور اسی ذرے کو موہوم پایا، نہایت حیرت حاصل ہوئی۔

اور اس اثناء میں فصوص الحکم کی وہ عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی وہ یہ کہ صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ اَیِ الْعَالَمَ حَقٌّ و اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ خَلْقٌ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ حَقٌّ مِّنْ وَجْہٍ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَتِ لِعَدْمِ التَّمِیْزِ بَیْنَھُمَا۔

اگر تو چاہے تو کہے کہ عالم حق ہے اور اگر چاہے تو کہے عالم خلق ہے اور اگر چاہے تو کہے کہ یہ ایک اعتبار سے حق اور ایک اعتبار سے خلق ہے اور اگر تو چاہے تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہے یعنی یہ سب بجا ہے۔

اس عبارت سے اس اضطراب کو کسی قدر تسکین ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت عرض کی تو

مرتبۂ فرق بعد الجمع

"ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا، اپنے کام میں مشغول رہیں، حتیٰ کہ موجود اور موہوم میں تمیز ہو جائے"۔ میں نے فصوص کی وہ عبارت عرض کی جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اپنی اس عبارت میں کامل شخص کا حال بیان نہیں کیا عدم تمیز بھی بعد بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے"۔ حسب الارشاد میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض آں جناب (پیر و مرشدنا) کی توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان تمیز ظاہر فرمادی یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز پایا اور ان صفات و افعال و آثار کو جو موہوم دکھائی دیتے تھے میں نے حق سبحانہٗ سے دیکھا اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم پایا اور خارج میں بجز ایک ذات کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب میں نے یہ حالت

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ "مرتبۂ فرق بعد الجمع یہی ہے اور سعی کو کوشش کی انتہا یہیں تک ہے اسے مزید جو کچھ کسی کی فطرت و استعداد میں مقدر کیا گیا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے" اور اس مرتبے کو مشائخِ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے۔

سکر و صحو

جاننا چاہیئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبے میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف پایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ پایا اور ہر ذرے کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا نہ کہ ہر ذرے میں۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عالم کے متصل پایا، نہ اس سے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور اس سے خارج معلوم کیا۔ معیت و احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل منتفی ہو گئی، باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ پھر حیرت میں لے گئے، جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ کے علاوہ ایک اور نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہور ہوا۔

پھر حیرت میں لے گئے اس مرتبے میں ایک قسم کا قبض طاری ہو گیا، پھر جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا نہ ہی معلوم الکیفیت اور نہ ہی مجہول الکیفیت، اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔

اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی، اس وقت مجھے بتایا گیا کہ اس صفت و تنزیہ کا مشہود ذات حق نہیں ہے، حق تعالیٰ اس سے برتر ہے بلکہ یہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورتِ مثالی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ تعلقاتِ کونی سے بالاتر ہے خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت ہیہات ہیہات۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَوَ دُوْنَهَا[418]

قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

میں اپنی محبوبہ تک کس طرح پہنچوں جب کہ اس کے راستے میں پہاڑ کی چوٹیاں اور بڑے بڑے غار حائل ہیں۔

نسبتِ مرادیت و محبوبیت

الحاصل آپ نے دقائق علیہ، واردات مرضیہ اور احوال شریفہ بہت ہی کم مدت میں حاصل فرمائے جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اندر نسبت محبوبیت و مرادیت ہے او اس نسبت والوں کو مریدیت و محبیت کی نسبت والوں کے مقابلے میں بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہو جاتا ہے۔

---

[418] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعے میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا اس سے بڑی بھاری امید وابستہ ہے اور یہ جرأت و گستاخی اسی وجہ سے ہے"۔[419]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اسی دوران میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے سابقہ حالات استخارہ اور طوطا دیکھنے کی کیفیات بیان فرمائیں، نیز فرمایا کہ جب میں تمہارے شہر سرہند پہنچا تو واقعے (خواب) میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ میں قطب کے پڑوس میں اترا ہوا ہوں اور مجھے اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا گیا، اسی صبح کو اس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا ہر ایک جماعت کو دیکھا لیکن کسی کو اس حلیئے کے مطابق نہیں پایا اور نہ ہی کسی میں قطب ہونے کے آثار و حالات دیکھنے میں آئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس شہر کا کوئی شخص جو اس بات کی قابلیت رکھتا ہو آئندہ ظاہر ہونے والا ہو گا۔ پھر جس روز آپ کو دیکھا تو آپ کا حلیہ اس کے موافق پایا اور اس قابلیت (قطبیت) کی نشانی بھی آپ کے اندر مشاہدہ ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے اور مشاہدہ ہوتا تھا کہ ساعت بساعت اس چراغ کا نور بڑھتا جاتا تھا اور یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں، اور جب میں

---

[419] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ۱۴

سرہند کے نواح میں پہنچا تو میں نے اس جگہ کے جنگل و صحرا کو مشعلوں سے پر دیکھا، اس کو بھی میں آپ ہی کے متعلق اشارہ سمجھتا ہوں۔[420]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے عالی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ابھی چند روز ہی گزرنے پائے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک دوست کو خط میں آپ کی نسبت یہ تحریر فرمایا:

"اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد بڑے عالم فاضل ہیں جو کہ قوتِ عمل سے متصف ہیں، فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا، وہ ایک چراغ ہیں جو بہت عالم منور کریں گے، اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ ان کے کامل احوال کا مجھے واثق یقین ہو گیا ہے۔ شیخ موصوف کے چند بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں جو سب کے سب صالح اور عالم ہیں، ان میں چند ایک سے ملاقات ہوئی وہ جواہر عالیہ ہیں عجیب استعداد کے مالک ہیں۔ شیخ کے صاحبزادے جو ابھی بہت کم سن ہیں اسرارِ الٰہی اور شجرۂ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشوونما کرے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے کے فقیروں کے دل بھی عجیب ہیں۔[421]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یقین تکمیل

صاحب برکات احمدیہ لکھتے ہیں کہ اس فقیر نے خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں: جس روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھے تعلیمِ طریقت دینی

---

[420] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

[421] کلیات باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مکتوب: ۶۵، ص ۱۳۰، ۱۳۱

شروع کی، اسی دن سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے عنقریب اس راہ کی نہایت کو پہنچائے گا۔

اگرچہ میں ہر چند اس یقین کی نفی کرتا تھا کہ لیکن کسی طرح بھی یہ خیال میرے دل سے نہ نکلتا تھا اور اکثر یہ شعر زباں پر جاری ہو جاتا تھا:

ازیں نورے کہ از تو بر دلم

یقیں دانم کہ آکر خواہمت یافت

اس بیان کے بعد آپ بہ انکسار و نیاز مندی و استغراق اور پر نم آنکھوں کے ساتھ کلمۂ تحمید (الحمدللہ) زبان پر لائے۔[422]

حضرت کی توجہ و تصرف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے ہمارے برادرِ طریقت شیخ تاج کو اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا کہ وہ یارانِ طریقت کے بعض احوال و وقائع کو ان سے سن کر بیان کیا کریں مگر میرے احوال کو اس سے مستثنیٰ کر رکھا تھا، آپ خود مجھ سے دریافت فرمایا کرتے تھے اور میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا کر کچھ نہیں کہتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اپنے احوال مجھ سے بیان نہیں کرتے۔ میں نے تواضع کے طور پر عرض کیا کہ میرے ایسے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گذار ہونے کے قابل ہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نہیں تم ضرور بیان کرو خواہ معمولی واقعہ ہی ہوا کرے۔ اتفاقاً ان ہی دنوں مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ میں شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

---

[422] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۵

طرف متوجہ ہوا اور ان پر میں نے اپنا تصرف کیا چنانچہ وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب میں نے اظہار واقعہ کے بارے میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ دیکھا تو لا محالہ اس مذکورہ واقعے کا اظہار کر دیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بات سن کر خاموش رہے اور میں بھی خاموش ہو گیا۔[423]

اس واقعے سے آپ کی بلندیٔ ہمت، علو استعداد قابلیت اور آدابِ پیر کی کثرت رعایت اور تھوڑے عرصے میں ایسے بلند مرتبے پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

واپسی سرہند شریف

غرض کہ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کامل و مکمل پایا تو نسبتِ خاصہ القا فرما کر اور خلافت و اجازت کاملہ عطا کر کے اپنے چند طالبانِ صادق آپ کے ہمراہ روانہ فرمائے اور آپ کو ماہ رجب ۱۰۰۸ھ میں سرہند واپس جانے کی اجازت دی۔ پس آپ بکثرت انعامات کے ساتھ اپنے وطن تشریف لائے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق طالبین کی تربیت اور سالکین کی ہدایت میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی ہی مدت میں ہزارہا طالبوں کو اپنے چشمۂ فیوض سے سیراب و شاداب کر دیا۔[424]

---

[423] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

[424] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

تعمیر مسجد

دہلی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے سامنے "مسجد مردان خدا" (۱۰۰۸ھ میں) تعمیر کرائی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کا ہر ذرہ فلکِ ہدایت پر مہرِ درخشاں بن کر چمکا۔[425]

گوشہ نشینی

اسی زمانے میں طالبوں کی تربیت کے دوران آپ کو اپنے کمال میں کمی کا احساس ہوا اور اس اعلیٰ کمال کو حاصل کرنے کے لئے طالبوں کو رخصت کر دیا اور گوشۂ تنہائی اختیار فرمایا۔ چنانچہ مولانا ہاشم کشمی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

"اے برادر! جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقے کی اجازت عطاء فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالے کیا تو اس وقت مجھ کو اپنے کمال و تکمیل میں تردد تھا آپ نے فرمایا کہ تردد کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ مشائخِ عظام نے اس مقام کو کمال و تکمیل کا مقام فرمایا ہے، اگر اس مقام میں تردد کریں تو مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔ حسب ارشاد طریقت کی تعلیم کو شروع کیا اور طالبوں کے کام میں توجہات کو مد نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا یہاں تک کہ سالکین کا سالوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کرتا رہا"۔

---

[425] حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ناقدین، ص ۲۷

سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ

آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا اور ظاہر کیا گیا کہ تجلیٔ ذاتی برقی جس کو مشائخ کبار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کیا چیز ہے۔ پس اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے سب کو اکٹھا کر کے اپنا نقص ان سے بیان کیا اور سب کو رخصت کر دیا لیکن طالب اس بات کو کسرِ نفسی سمجھتے ہوئے اپنے عقیدے سے نہ پھرے۔ کچھ مدت کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل احوالِ منتظرہ (یعنی تجلیٔ ذاتی برقی و معنیٔ سیر الی اللہ فی اللہ) کو بھی عطا فرما دیئے۔[426]

بعض اہل غرض و اصحاب رشک نے گوشہ نشینی کے اس معاملے کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں دوسرے انداز سے بیان کیا جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اس کی بابت معلوم ہوا تو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"جس روز سے خادم حضور کی خدمت سے واپس آیا ہے فوق کی طرف رغبت ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشین ہو جائے کیونکہ لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے تھے، گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نظر نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے تاہم انتہا کے درجے تک عروج حاصل ہوا اور کبھی اوپر لے جاتے ہیں کبھی نیچے لے آتے ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي

---

[426] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

شَأْنٍ (الرحمن ۲۹) ''اُسے ہر دن ایک کام ہے'' تمام مشائخ کے مقامات پر عروج میسر ہو اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ۔

گلے بر دند زیں دہلیـــزہ پســـت
بداں درگاہِ والا دست بردست

اس اثناء میں اگر مشائخ کی روحانیات کے واسطے در واسطے ہونے کو گننے لگوں تو بات لمبی ہو جائے، مختصر یہ ہے کہ تمام مقاماتِ اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر کر آیا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا کیا بیان کرے قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَّا عِلَّةٍ (جو شخص قبول ہوا ہے بلا سبب و وسیلہ قبول ہوا) اتنی قسم کی ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہِ ذی الحجہ [427] میں نزول کے درجوں میں مقامِ قلب تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کے لئے تمام کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں یہ کام آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمرِ نوح میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کے کمالاتِ مرادین ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے افراد کا نہایتِ عروج مقام اصل کی ابتداء تک ہے (بلکہ) بہت سے افراد کا بھی گزر نہیں ہے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔

---

[427] غالبًا ماہ ذی الحجہ ۱۰۰۸ھ مراد ہے۔

تکمیل وارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کا نور ظاہر ہونے کے سبب سے ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، لوگ اپنے اپنے خیال کے مطابق کئی باتیں بناتے ہیں ان پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

درنیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشے میں ضرر کا احتمال غالب ہے، آپ ان لوگوں کو فرمادیں کہ اس خستہ دل کے حالات سے اپنی خیالی نظر کو بند کرلیں نظر ڈالنے کے لئے اور بہت سے مواقع ہیں۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید
با گم شدگان سخن مگوئید

اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہیئے۔ جس امر کو اللہ تعالیٰ کامل کرنا چاہتا ہے اس میں نقص نکالنے اور عیب لگانے کی گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔[428]

اس کے بعد ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''چند روز ہوئے کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی اور طالب علموں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے (لہٰذا) ان کا کام شروع کر دیا گیا ہے، لیکن ابھی

---

[428] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ١٦

اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا صرف لوگوں کے اصرار سے مروت و حیاء کے باعث کچھ نہیں کہتا۔[429]

دہلی کا دوسرا سفر

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت کا اشتیاق مالا یطاق موجزن ہوا تو آپ سرہند[430] سے دہلی تشریف لائے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے مع اپنے خلفاء و مریدین آپ کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خانقاہ شریف میں ٹھہرایا۔

اس مرتبہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں مدت تک قیام کیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت بابرکت سے مقام و مرتبے کو مزید بلند کیا اور پہلے کی نسبت بہت ترقی حاصل کی۔ ان مقاماتِ بلند اور فضائل ارجمند کے باوجود آپ اپنے پیر بزرگوار کے ادب کی رعایت اس درجے کرتے تھے کہ اس زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود مجھ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف و توصیف کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) باوجود علوِ مرتبت و کثرتِ فضیلت، اپنے پیر دستگیر کے ادب کی کمال رعایت کرتے تھے اور خواجہ علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اوروں سے پہلے آپ کو برکات نصیب ہوئیں۔ نیز آپ (خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

---

[429] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ۱۳

[430] یہ واقعات غالبًا ۱۰۰۹ھ کے ہیں۔

نے اس فقیر (خواجہ ہاشم کشمی) سے یہ بھی فرمایا کہ جن دنوں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ ان خلیفۂ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ پر نہایت التفات رکھتے تھے اور ان کی توقیر و احترام میں کمال مبالغہ کرتے تھے، مجھے آپ کے بلانے کے لئے بھیجا جوں ہی میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے پیر دستگیر آپ کو طلب کرتے ہیں، آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ قریب تھا کہ رعشہ پیدا ہو جاتا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جو میں نے سنا تھا کہ اہلِ قرب کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے، تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔[431]

خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بھی رسالہ مبدأ و معاد میں اس کا ذکر کیا ہے کہ "ہم چار آدمی اپنے خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں ایسے تھے کہ لوگوں کی نگاہوں میں باقی دوستوں کی نسبت میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ تھا اور معاملہ بھی جدا تھا۔ یہ فقیر تو یقین کے ساتھ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی صحبت اور یک جائی اور اس طرح اور اس طرح کی تربیت اور ہدایت آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانے کے بعد سے کبھی بھی کسی کو حاصل نہیں ہوئی، اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا تھا کہ اگرچہ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ صحبت سے مشرف نہیں ہو سکا، تاہم اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا (چند سطور کے بعد) چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے اندازے کے مطابق ہی حصہ ملا"۔[432]

---

431 زبدۃ المقامات، ص۱۴۸

432 مبدأ و معاد، ص۷۶

بہر کیف آپ کو آدابِ مرشد کی رعایت اور صحبتِ بابرکت کی وجہ سے بڑا عروج حاصل ہوا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایثار کر کے جس قدر نسبت ہائے عالیہ تھیں آپ کو عطا کیں، اور تاج تربیت و ارشاد آپ کے سر پر رکھا اور تمام کاروبارِ تربیت آپ کے حوالے کر دیا۔[433]

واپسی سرہند شریف

اس کے بعد آپ بہ کثرت مزید انعامات کے ساتھ اپنے وطنِ مالوف سرہند تشریف لے آئے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں: "باز آمدیم باصد ہزار خلعت و فتوح" اور مدت تک سالکوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور اسی ضمن میں اپنے احوال عظیمہ اور اپنے دوسروں اور پیر بھائیوں کی ترقی کے حال احوال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ خود خواجہ قدس سرہٗ بھی اپنے ان دوستوں کے حالات آپ سے دریافت کرتے رہتے تھے، جو دہلی سے آپ کے ہمراہ گئے تھے کہ آپ سرہند سے ان کی ترقی اور قابلیت معلوم کر کے لکھتے رہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بعض دقائقِ علوم اور درجات و مقامات اربابِ معرفت و تحقیق بھی آپ سے استفسار فرمائے اور جو کچھ آپ نے اس کے متعلق عرض خدمت کیا موجب اطمینان خاطر شریف ہوا۔[434]

۱۰۱۰ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

---

[433] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۰

[434] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۰

تجدید کا پہلا سال

از جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ تا ربیع الاول ۱۰۱۲ھ [435]

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر تجدیدِ الف ثانی کی پہلی علامت و نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ آپ سے عین شرعی امور کے مطابق مشاہدات، تجلیات، ظہورات، احوال، معارف اور علوم ظاہر ہونے لگے، اور وحدتِ وجود کے متعلقہ حالات جو اس سے پیشتر آپ پر ظاہر ہوئے تھے مفقود ہو گئے، کیونکہ وہ حالات ولایتِ صغریٰ میں سے ہیں جو اولیاء کی ولایت ہے۔[436]

---

[435] صاحب روضۃ القیومیہ نے تجدید و قیومیت کا جلیل القدر منصب عطاء ہونے کی تاریخ اس طرح تحریر فرمائی ہے: "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر "تجدید الف ثانی" کی خلعت کا نزول بروزِ جمعہ دسویں ماہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوا"۔ (ص ۹۳)

اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر تحریر فرماتے ہیں: "یہ واقعہ سوموار کے روز ۱۵ شعبان ۱۰۱۵ھ کو تجدید قیومیت کے دوسرے سال عصر اور مغرب کے درمیان ظہور میں آیا"۔ روضۃ القیومیہ: ص ۱۱۱۔

اس تضاد کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد کوئی تنقیص کرنا نہیں بلکہ ہم تو صاحب روضۃ القیومیہ کے ممنونِ احسان ہیں کہ انہوں نے سالانہ واقعات کو تفصیل کے ساتھ پیش کر کے ایک راہ متعین فرما دی، چنانچہ ہم نے بھی سالانہ واقعات آں موصوف ہی کی پیروی میں پیش کئے ہیں، الا ماشاء اللہ!۔ بعض جگہ اتفاق نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تاریخ کا تعین نہ تو خود حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا، نہ صاحب زبدۃ المقامات نے اور نہ صاحبِ حضرات القدس نے، لہٰذا آں موصوف کے حساب میں سہو ہو جانا یا کتابت میں غلطی ہو جانا ممکن ہوا۔ پھر ہمارے سامنے روضۃ القیومیہ کا اردو ترجمہ ہے، ممکن ہے کہ اصل فارسی نسخے میں اسی طرح ہو جیسا کہ ہم نے پیش کیا ہے۔ غرض کہ ہم نے جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو تجدید الف ثانی کے منصب عطا ہونے کا دن اس لئے قرار دیا ہے کہ اول تو اس تاریخ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کو پورے ایک ہزار سال ہو جاتے ہیں، دوم یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کے چالیس سال پورے ہو جاتے ہیں، سوم یہ کہ آئندہ بھی زندگی کے تیئس سال بن جاتے ہیں، چہارم یہ کہ اس حساب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف اور تبلیغ کے سال کی سنت پوری ہو جاتی ہے۔ پنجم یہ کہ تقویم کے حساب سے بھی دن و تاریخ پورے ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

[436] روضۃ القیومیہ، ص ۸۶

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ولایت صغریٰ سے ترقی کرکے ولایتِ کبریٰ و ولایت علیا اور کمالات نبوت حاصل کئے تو آپ پر علوم و معارفِ شرعیہ جو معارف انبیاء علیہم السلام ہیں ظاہر ہونے لگے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تجدیدِ الف ثانی کی خلعت سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نوازا۔ **فسبحان اللہ و بحمدہٖ**۔[437]

نزول خلعت تجدید

بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ صبح کے وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حلقۂ مراقبہ فرما رہے تھے تو حالتِ کشفی میں دیکھتے ہیں کہ حضورِ انور و سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک جماعت کے تشریف فرما ہوئے ہیں اور خود اپنے دست مبارک سے نہایت فاخرہ خلعت جو گویا محض نور تھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ تجدیدِ الف ثانی کی خلعت ہے۔[438]

تو گوئے عارفاں راز میداں ربودۂ
تجدیدِ الف را تو سزاوار بودۂ

چنانچہ خود حضرت موصوف قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں متعدد جگہ صراحتًا و اشارتًا تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ان عبارات کا اردو ترجمہ "مجددیت" کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[437] روضۃ القیومیہ، ص۸۸

[438] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

نزول خلعت قیومیت

پھر چند ماہ بعد بروز پیر ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ کا واقعہ ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک حافظ صاحب آپ کی مجلس میں قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے کہ یکایک ایک اعلیٰ درجے کی نوری خلعت آپ نے اپنے اوپر مشاہدہ کی، ساتھ ہی القاء ہوا کہ یہ قیومیت کی خلعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اتباع کی وجہ سے آپ کو عطا کی گئی ہے۔[439]

چنانچہ خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ قیومیت کی حقیقت اور اس منصب پر فائز ہونے کی تشریح فرماتے ہیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّهِ (الفاطر ۳۲)

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲)

ان دونوں آیتوں کی مراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ہم وہ تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (البقرة ۲۸۶)

---

[439] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

جاننا چاہیئے کہ اِنَّ اللهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے"۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ شکل و صورت سے پاک و منزہ ہے پس حق تعالیٰ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا اس معنی میں ہو سکتا ہے کہ اگر عالمِ مثال میں مرتبۂ تنزیہ کی کوئی صورت فرض کی جائے تو بے شک یہی مثال صورتِ جامع ہو گی جس پر یہ انسانِ جامع موجود ہوا ہے، دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں ہے کہ اس مرتبۂ مقدسہ کی تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے، کیونکہ خلیفہ جب تک شئے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اسے شئے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا، اس لئے کہ شئے کا خلیفہ شئے کا قائم مقام اور نائب ہوتا ہے اور جب انسان رحمٰن تعالیٰ شانہٗ کا خلیفہ ہوا تو امانت کا بوجھ اس کے واسطے متعین ہو گیا لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ (بادشاہوں کے عطیات کو ان ہی کے بار بردار اٹھا سکتے ہیں) آسمان، زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوں اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوں اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھا سکیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا اور وہ امانت اس حقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ یہاں پہنچ جاتا ہے کہ اس کو بحکمِ خلافت تمام اشیاء کا قیوم[440] بنا دیتے ہیں، اور تمام مخلوق کو تمام فیضانِ وجود و بقا اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی اسی کے واسطے سے پہنچاتے ہیں، اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر انسان اور جن ہے تو وہ بھی اس کا (دامن) پکڑنے والا ہے اور

---

[440] اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قیومیت کی طرف اشارہ ہے۔

در حقیقت تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہیں، خواہ وہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲) یعنی انسان اپنے نفس پر اس قدر زیادہ ظلم کرتا ہے کہ وہ اپنے وجود اور توابع وجود (یعنی صفات ثمانیہ) میں (کیونکہ انسان بھی حق تعالیٰ کی صفات ثمانیہ کا ظلال ہے) ان کا کچھ بھی نام و نشان اور حکم باقی نہیں چھوڑتا اور (واقعی) جب تک وہ اپنے اوپر اس طرح ظلم نہیں کرے گا بارِ امانت اٹھانے کے لائق نہیں ہو گا۔ جَهُوْلاً یعنی اس قدر جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب (مقصود) کا علم و ادراک نہیں بلکہ وہ مطلوب کے ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہے یہ عجز و جہل اس مقام میں کمال معرفت ہے کیونکہ اس مقام میں جو ان سب میں سب سے زیادہ جاہل وہ سب سے زیادہ عارف ہے اور اس میں شک نہیں جو ان میں سب سے زیادہ عارف ہو گا وہی بارِ امانت اٹھانے کے لائق ہو گا۔ یہ دونوں صفتیں ظَلُومًا جَهُولًا گویا بارِ امانت کو اٹھا لینے کی علت ہیں۔ یہ عارف جو کہ اشیاء کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ تمام مخلوقات کے اہم کام اور معاملات اس کی طرف راجع کر دیئے جاتے ہیں، انعامات اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ منصب عالی اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ان بزرگواروں کی تبعیت و وراثت کے طور پر جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف فرمائیں؛

با کریماں کارہا دشوار نیست

وارثانِ کتاب (یعنی جن تین گروہوں کا ذکر آیۂ مبارکہ) ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (الفاطر ۳۲) الآیۃ میں مذکور ہے، اس میں پہلا گروہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں

میں سے ہیں یہی لوگ ظالم لنفسہٖ ہیں جو کہ منصبِ وزارت و قیومیت سے مشرف ہیں، ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد (میانہ رو) سے تعبیر فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو دولتِ خلت سے مشرف ہوئے ہیں اور صاحبِ سرّ اور اہل مشورہ ہیں، اگرچہ بادشاہت کا معاملہ اور کاروبار وزیر سے وابستہ ہے، لیکن خلیل یعنی دوست ہم نشین و غمخوار اور انیس ہوتا ہے، یہ (خلیل) اپنی فرحت کے لئے اور وہ (وزیر) دوسروں کے معاملات کے لئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے (یعنی خلیل پہلے گروہ سے بڑا ہے) اور اس مقام عالی یعنی خُلّت کے سرِ حلقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن علی نبیبنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جس کو چاہیں اس مقام عالی سے مشرف فرمائیں۔ مقامِ خلت سے اوپر مقام محبت ہے جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں مشرف ہوئے ہیں۔ یار و ندیم اور ہوتا ہے اور محب و محبوب اور، وہ اسرار و معاملات جو محب و محبوب کے درمیان ہوتے ہیں یار و ندیم کا اس میں کچھ دخل نہیں، اگرچہ کمال الفت و انس کے وقت محبت کے خفیہ اور پوشیدہ اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور اس کو محب و محبوب کے اسرار کا محرم بنا سکتے ہیں۔ محبوں کے سرحلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کے سرگروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا ان بزرگواروں کی وراثت اور تبیعت سے جس کسی کو ان دونوں مقاموں سے مشرف فرمائیں اور وہ مقامات جو مقام محبت سے اعلیٰ ہیں اس فقیر کے کسی مکتوب میں مذکور ہو چکے ہیں ان میں بھی صدر نشین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں وہ سب مقامات سابقین کے مقام میں داخل ہیں جو وارثان کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔[441]

---

441 دفتر دوم، مکتوب نمبر ۴۷

نیز دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۴ میں تو بالکل واضح طور پر فرماتے ہیں "وایں خلعتِ زائلہ کنایت از معاملۂ قیومیت بودہ است" یعنی اس خلعتِ زائلہ سے مراد (جو وصال سے قبل آپ سے جدا ہو گئی اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو مرحمت فرمائی گئی جیسا کہ اس مکتوب شریف میں اوپر مذکور ہے) معاملۂ قیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے، الخ۔

مجتہد کا خطاب عطا کرنا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ "مبدأ و معاد" میں تحریر فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات نے واقعے میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ "تو علمِ کلام کے مجتہدین میں سے ہے"۔ [442]

اسی سال "خزینۃ الرحمۃ" کا خطاب بھی بارگاہِ ایزدی سے آپ کو عطا ہوا۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکتوب

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا نہایت شفقت و محبت سے لبریز ایک مکتوب گرامی موصول ہوا جو درج ذیل ہے:

"حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے، بزرگوں کے پیالے میں زمین کا حصہ بھی ہوتا ہے، اس میں سرِ مو تکلف نہیں جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے، پیر انصار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کا مرید ہوں لیکن اگر وہ اس وقت موجود ہوتے تو باوجود پیر ہونے کے میرے مرید ہوتے۔ جب کہ ان بے صفتوں کی یہ صفت ہو تو پھر کیوں

---

[442] مسائل اجتہادیہ کے لئے "تعلیمات" کا باب ملاحظہ فرمائیں۔

کہ ان آثار و صفات کا گرفتار طلب گاری کے لوازمات پر جان کو فدا نہ کرے اور جہاں سے خوشبو دماغ میں آئے کیوں اس کے پیچھے نہ جائے، اب ہماری سستی اور دیر کوئی بے نیازی یا استغناء کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اشارے پر موقوف ہے:

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

ہم نے اپنی موجودہ حالت اور دل کی قناعت ظاہر کر دی ہے اب جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی ہدایت کرے اور غرور و خود پسندی سے نجات دے"۔[443]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس مکتوب گرامی کا نہایت عاجزی اور انکساری سے جواب دیا جو مکتوبات شریف کے دفتر اول میں موجود ہے۔ اس کے تین ماہ بعد پھر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مزید مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارقام فرمایا:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا مکتوب گرامی

"اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین کو اپنے برگزیدہ بندوں کی برکات سے منزل مقصود پر پہنچائے، مدت سے میں نے درگاہِ ولایت میں اپنی نیاز مندی عرض نہیں کی۔ اس کلمے کو بیچ نامہ برضرور خدمتِ والا میں عرض کر دیں گے الحمد للہ، ایسی صورتیں خود ہی نکل آتی ہیں اور زیادہ کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بے جا ہے الغرض ہمیں اپنی حد کو مد نظر رکھ کر فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ والدعا"[444]

---

[443] کلیات باقی باللہ: مکتوب ۸۳، ص ۱۴۰

[444] کلیات باقی باللہؒ، مکتوب نمبر ۸۵

یہ استفارات و نوازشیں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اس حد تک ہوئیں کہ آپ کے وفورِ تعطش و اشتیاق کا مندرجہ ذیل اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے:

بس تشنہ و بس خرابم اے دوست
در حسرت یک دم آبم اے دوست
ہر جا کہ ترشحِ تو بینم
درالعطش آیم و نشینم

دہلی کا تیسرا سفر

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مکتوبات و نوازشات نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو زیارت و ملاقاتِ شیخ کے اشتیاق نے بے چین کر دیا اور آپ بے اختیار دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو پاپیادہ مع خلفا و مریدین شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو خانقاہ شریف میں لائے اور قیام کا انتظار فرمایا۔ یہ تیسرا سفر ۱۰۱۲ھ کے ابتدائی مہینوں کا معلوم ہوتا ہے۔

اس مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی صحبت میں مزید عروج و کمال حاصل ہوا۔ بسا اوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اپنی موجودگی میں آپ کو برسرِ حلقہ بٹھاتے اور صبح و شام مراقبے کے حلقوں کا مقتدا فرماتے اور خود بھی آپ کے حلقے میں مستفیدانہ شرکت فرماتے۔ اور جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حلقہ سے اپنی قیام گاہ تشریف لے جاتے تو نہایتِ ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے چند قدم تک الٹے پاؤں واپس ہوتے تھے اور دوستوں کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ جو استقبال و متابعت ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں آپ بھی کیا کریں اور ان کے ساتھ

دوستانہ سلوک اختیار کریں، بلکہ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ ان کی موجودگی میں اپنے باطن کو ہماری طرف متوجہ نہ رکھا کریں۔[445]

حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی تواضعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے حجرے میں تخت پر آرام فرمارہے تھے کہ اتفاقاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ بہ نفس نفیس آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ خادم نے آپ کو بیدار کرنا چاہا لیکن حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کو بیدار کرنے سے منع فرمادیا اور خود حجرے کے دروازے کے باہر نہایت ادب و نیاز کے ساتھ آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ حالانکہ گہری نیند میں سو رہے تھے لیکن ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ فوراً اٹھ بیٹھے اور دریافت فرمایا کہ باہر کون صاحب ہیں؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ادب[446] کے ساتھ فرمایا: فقیر محمد باقی۔ آپ فوراً اپنے تخت سے مضطرب ہو کر اٹھے اور باہر آکر نہایت فقر و انکساری کے ساتھ آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔[447]

ان ہی ایام میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادگان خواجہ عبید اللہ و خواجہ محمد عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اس وقت شیر خوار تھے آپ کے روبرو پیش کر کے ان دونوں کے حق میں

---

[445] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۳

[446] سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں "مرآۃ العالم" اور "مرآۃ جہاں نما" جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان میں بطور عجائب روزگار ان آداب کا ذکر ہے جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے بجالاتے تھے۔ روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۶

[447] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۳، ۱۵۴

توجہ کے لئے ارشاد فرمایا، آپ نے حسب الامر توجہ فرمائی جس کے آثار اسی وقت ظاہر ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق ہر دو صاحبزادگان کی والدات کے حق میں بھی غائبانہ توجہ فرمائی۔[448]

چنانچہ مکتوبات شریف میں جو دو صاحبزدگان کے نام صادر ہوا ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشان یعنی خواجۂ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا، اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر سے فرمایا کہ بدن کی کمزوری کمال درجہ مجھ پر غالب آ گئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے، بچوں کے احوال سے باخبر رہنا ہو گا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر سے فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اس کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو، حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیتِ لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو، ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اشارے اور اذن کے منتظر ہیں"۔[449]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں: "بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ ہم پر بھی توجہ کریں، پہلے تو آپ نے بڑی ادب

---

[448] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۴

[449] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۵

وانکساری سے معافی چاہی کہ کہیں ترکِ ادب نہ ہو جائے لیکن آخرکار جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر ہوئے تو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں عدم تعمیلِ ارشاد کے مرتکب نہ ہو جائیں، اس لئے مجبورًا آپ نے دعا اور توجہ باطنی کی، حتیٰ کہ عنایت الٰہی سے ان (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مقصود حاصل ہو گیا۔ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ مبارک سے ان مقامات میں پہنچے جو ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ان کی توجہ نے ہمیں توحیدِ وجودی کے مقام سے نکال کر مقاماتِ شرعیہ میں پہنچا دیا۔

نیز صاحب روضۃ القیومیہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جو مکتوبات اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں سے بعض میں تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے عزیزِ متوقف کو فلاں مقام تک پہنچا دیا اور فلاں مقام سے فلاں مقام تک ترقی کرائی"۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بعض احباب نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ "عزیز متوقف سے کون صاحب مراد ہیں؟" تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "میں ہی عزیز متوقف ہوں، مجھے ہی اشارتًا عزیز متوقف لکھتے ہیں"۔[450]

[450] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

واپسی سرہند

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کچھ عرصے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس سے فیض یاب ہو کر سرہند تشریف لائے، اس کے بعد پھر آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔

اس سال دیگر حضرات کے علاوہ ملا عبد الرحمٰن ایک جید عالم آپ کے مرید ہوئے۔[451]

خانۂ کعبہ کا نزول

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ہمیشہ کعبہ شریف کی زیارت کا بہت شوق رہا لیکن بعض موانعات کی وجہ سے وہ شوق پورا نہ ہو سکا، اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہو گیا اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی، ایک روز اسی بے قراری میں کشفی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ جن و انس اور ملائکہ وغیرہ تمام مخلوق نماز ادا کر رہی ہے اور آنجناب کی طرف رخ کر کے سجدہ کر رہی ہے، جب آپ نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ کعبۂ معظمہ کی مثالی صورت نے آپ پر نزول فرمایا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص کعبہ معظمہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اس کا رخ آپ ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، اسی اثناء میں الہام ہوا کہ تم ہمیشہ کعبے کے مشتاق رہتے تھے ہم نے کعبے کو تمہاری ملاقات کے لئے بھیجا ہے، بعد ازاں کعبۂ معظمہ نے حضرت کی خانقاہ میں حلول کیا اور خانقاہ شریف اور مسجد کی زمین کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فناء و بقاء حاصل ہو گئی، چنانچہ بعد میں اس متبرک جگہ کو جہاں کعبۂ معظمہ

---

[451] روضۃ القیومیہ، ص۱۱۵، ۱۱۶

کی مثالی صورت نے حلول کیا تھا نشاندہی کے طور پر باقی حصے سے اونچا کر کے ممتاز کر دیا گیا تھا، آج تک وہ صفہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔[452]

اس کے باوجود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ظاہر طور پر فریضۂ حج ادا کرنے کا شوق بے چین وبے قرار رکھتا تھا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقتِ کعبہ کے ساتھ الحاق یعنی وصول میسر ہو چکا ہے اور اس الحاق کے بعد بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں، مگر صورت کو صورتِ کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبۂ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کمال درجے کا ہے، لیکن دیر پر دیر ہوتی جارہی ہے، سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا اور اگرچہ اچھی طرح متوجہ ہوتا ہوں پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبے تک پہنچنا نظر نہیں آتا، کیا کیا جائے، ادائے فرض کی تاخیر میں یہ تمام عذرات فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فریضۂ حج ادا کرنے کے ارادہ پر گھر سے نکلنا چاہیئے اور سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہیئے، اگر پہنچ گئے تو نعمتِ عظمیٰ ہے اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بھی بڑی بھاری امیدواری ہے"۔[453]

اس قدر شوق وبے قراری اور کثرتِ اشتیاق کے باوجود آپ کو آخری عمر تک فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً کوئی بہت بڑی شرعی رکاوٹ آپ کے اس سفر کی مانع رہی ہے، ورنہ آپ ضرور فریضۂ حج اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے۔

---

[452] روضۃ القیومیہ، ص ۱۰۱، ملخصًا

[453] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۷

تجدید کا دوسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ

لاہور کا سفر

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فیضِ صحبت حاصل کر کے سرہند شریف واپس تشریف لے آئے، چند روز وہاں گزار کر پیر بزرگوار کے ارشادہ و ارشاد کے بموجب تبلیغِ دین کے لئے لاہور تشریف لے گئے، چنانچہ لاہور کے چھوٹے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر پرجوش استقبال کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ مولانا طاہر لاہوری، مولانا حاجی محمد، مولانا جمال الدین تلوی، خان خاناں اور مرتضیٰ خان وغیرہ بکثرت عوام و خواص آپ کے حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہوئے اور حلقۂ ذکر و مراقبہ بہت وسیع ہو گیا مجلسِ صحبت ہر وقت گرم رہنے لگی۔ علاوہ ازیں شیخ خواجہ فرخ حسین ماوراء النہر سے اور سید صفر احمد رومی روم سے بہت تلاش و جستجو کے بعد لاہور ہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔[454]

حضرت مولانا ہاشم کشمی قدس سرہٗ زبدۃ المقامات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا جمال تلوی علیہ الرحمۃ کے ایک فاضل تلمیذ نے احقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب لاہور میں قیام پزیر تھے تو ہمارے استاذ مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چاہا کہ چند قدم چل کر آپ کو

---

[454] روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۷

رخصت کریں، جب آگے بڑھے تو مولانا نے آپ کے نعلین اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیئے، شاگردوں پر آپ کا یہ افراطِ تواضع گراں گزرا کیونکہ ہمارے اعتقاد کے مطابق مولانا موصوف علم و ورع اور تقویٰ و صفائے باطن کے لحاظ سے کم نہ تھے۔ جب ہم باہر آئے تو گستاخی کر کے ہم نے عرض کیا کہ آپ کی اس تواضع و تذلل کی کوئی وجہ نہیں؟ فرمایا یہ علماء باللہ و محرمانِ اسرارِ مع اللہ ہیں ان کا احترام ہم پر لازم ہے، لہٰذا اس باب میں مجھے معذور سمجھو بلکہ ماجور و مصاب جانو۔ [455]

نیز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اور تلمیذ بیان کرتے ہیں کہ مولانا نے ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ اس وقت علمِ احکام و علمِ اسرار کے جامع ہیں، مسئلہ وحدت الوجود چنداں ظاہر شرع سے موافقت نہیں رکھتا، آپ کے نزدیک اس مسئلے کا حل کیونکر ہے، آپ نے سرگوشی کر کے مولانا موصوف سے چند کلمات فرمائے، اسی وقت مولانا موصوف کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور ارباب حال کی طرح چہرہ متغیر ہو گیا، دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور آخر خاموش ہی رخصت ہو گئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا کہا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی واز دیدہ خوں ریختی [456]

[455] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۷

[456] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۷

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ابھی لاہور ہی میں مقیم اور سرگرم حلقۂ ذکر و شغل تھے کہ حضرت پیر بزرگوار باقی باللہ قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال کی اطلاع آپ کو ملی کہ چند یوم کی علالت کے بعد ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ کو دہلی میں وصال ہو گیا ہے۔

اس جاں کاہ حادثہ کی خبر پاتے ہی آپ کا آرامِ دل بے آرامی میں تبدیل ہو گیا، بدن پر لرزہ طاری ہو کر ہوش و حواس گم ہو گئے اور ایک آہِ سرد کھینچ کر انا للہِ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے بے اختیار بہ حالتِ اضطرار دہلی کی جانب روانہ ہو گئے۔ اگرچہ راستے میں سرہند شریف تھا لیکن گھر نہ گئے۔ دہلی پہنچ کر مرشد برحق کے مزار پر انوار کی زیارت کی، مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں سے تعزیت کی اور صبر و دلاسہ دیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے اصحاب نے آپ کی صحبت و تربیت کی برکت سے اپنے شکستہ دلوں کے علاج کی درخواست کی، آپ نے اپنے پیر بزرگوار کے امر و وصیت کے مطابق اور دوستوں کی خواہش کے مطابق ان کے شکستہ دلوں کی تسلی و تشفی کے لئے چند روز دہلی میں قیام کرنا منظور فرمالیا اور احباب کے احوال کی جستجو اور ارشاد و افاضہ اور حلقۂ ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ نئے سرے سے تربیت و ارشاد کی اس محفل میں سرگرمی و تازگی پیدا ہو گئی اور طالبوں کے باطن میں آثار توجہات و انوارِ جذبات جلوہ گر ہو گئے۔[457]

اسی اثناء میں شیطان نے بعض کو ورغلا کر آپ کا مخالف بنا دیا، آپ نے ہر چند پند و نصیحت کی اور سمجھانا چاہا لیکن کچھ اثر نہ ہوا آخر آپ دہلی سے روانہ ہو کر سرہند شریف تشریف لے آئے۔ اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے

---

[457] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

اور دو تین مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا، البتہ اخیر عمر میں تین سال تک شاہی لشکر کے ہمراہ بعض شہروں پر آپ کا گزر ہوا تو وہاں کے اکثر حضرات آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔[458]

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خرقہ پیش ہونا

اس سال وہ خرقہ شریف جو حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے صاحب زادے سید تاج الدین عبد الرزاق قدس سرہٗ کو تفویض فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں ایک بزرگ وحیدِ امت پیدا ہو گا جو دین اسلام کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا اور شرک و الحاد کو نابود کرے گا، یہ خرقہ اس بزرگ کو عنایت کرنا۔ چنانچہ وہ خرقہ سید صاحب کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانتًا چلا آتا تھا، حتیٰ کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تجدید و قیومیت کی خلعت سے نوازا گیا تو حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ نے عالم رؤیا میں اپنے پوتے حضرت شاہ سکندر قدس سرہٗ[459] سے فرمایا کہ یہ خرقہ قیومیت مآب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پہنچا دو۔ جب دو تین مرتبہ ایسا ہی خواب دیکھا تو شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خرقۂ مبارک لے کر کیتھل سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[460] آپ اس وقت دوستوں کے ساتھ

---

[458] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

[459] حضرت شاہ سکندر بن شاہ عماد الدین بن حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس اللہ اسرارہم کی کیتھل میں ولادت ہوئی بچپن ہی میں اپنے جدِ امجد کی صحبت میں روحانی و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کو احوال و مواجید اور خرق عادات میں حضرت شاہ کمال قدس سرہ کا ورثہ حاصل تھا اور ایک مدت تک جذبات و حالتِ عظمیہ کا فیض جاری رہا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آفتاب کو دیکھنا آسان ہے لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلب کو نورانیت کے غلبہ کے سبب نگاہ کو دیکھنے کی تاب نہیں ہے، آپ کی وفات ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار پر انوار قصبہ کیتھل ضلع کرنال میں ہے۔ (زبدۃ المقامات و دربار قادری)

[460] روضۃ القیومیہ رکن اول، ص ۱۰۸

مراقب تھے۔ شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خرقۂ مبارک آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھا تو تواضع کے ساتھ معانقہ فرمایا، اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے وصال کے وقت یہ جبۂ مبارک بطورِ امانت میرے سپرد کیا تھا اب چند مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ چنانچہ آپ نے اس جبۂ متبرکہ کو پہنا اور پھر اس کو پہنے ہوئے زنان خانے میں تشریف لے گئے۔

جب کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے تو آپ نے اپنے کسی محرم اسرار دوست سے فرمایا کہ اس خرقۂ مبارک حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ کو پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا کہ مجھ پر قادریہ نسبت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ نقشبندیہ نسبت پر غالب آ گئی۔ پھر ذرا وقفے کے بعد نقشبندیہ نسبت اس پر غالب آگئی، چند مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ کبھی وہ نسبت غالب آ جاتی اور کبھی یہ اتنے میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال رحمہم اللہ تعالیٰ تک اپنے خلفاء حضرات کے ہمراہ تشریف لائے، میرے دل کو اپنے تصرف میں کیا اور اپنے انوار و اسرار اور نسبت ہائے خاصہ سے مجھے نوازا، میں ان انوار و احوال میں غرق ہو کر اس دریائے نور میں غواصی کرنے لگا، جب کچھ دیر اسی حالت میں گزر گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں تو اکابر نقشبندیہ کا پروردہ ہوں اب یہ صورت کیا ہو گئی ہے؟ اس خیال کے آتے ہی مشائخ نقشبندیہ کے خلفاء حضرات بھی حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ تشریف لے آئے اور حضرت خواجہ سید بہاؤالدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھے اور دونوں سلسلوں کے حضرات میں تکرار ہونے لگی۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ یہ تو ہمارا پروردہ ہے اور ہماری تربیت سے اس ذوق و حال اور کمال و اکمال تک پہنچا ہے آپ حضرات کو اس پر کس طرح حق حاصل ہے۔ اکابر قادریہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایام طفولیت سے ہی ہماری نظر اس پر رہی ہے اور یہ ہمارے ہی خوانِ نعمت کی چاشنی چکھے ہوئے ہے اور ابھی ہم نے اس کو اپنا خرقہ پہنایا ہے۔

زبہرِ آں بتِ چوں شمع وچوں گل
گرفتہ جنگ باپروانہ بلبل

یہ مباحثہ جاری تھا کہ مشائخ کبرویہ و مشائخِ چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی جماعت بھی آپہنچے اور انہوں نے مصالحت کرادی اس کے بعد میں نے ان دونوں نسبتوں سے کامل و وافر حصہ اپنے باطن میں پایا۔

الغرض آپ سلسلۂ قادریہ میں بھی مرید کرتے تھے اور ان مشائخ کا شجرہ وکلاہ و دامنی بھی دیتے تھے، اور اگر کوئی طالب اس سلسلہ کا ذکر طلب کرتا تھا تو اس کو اس کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی نسبت سے طالب کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آپ کو سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے اجازتِ ارشاد حاصل تھی۔[461]

حضرت خواجہ ہاشم کشمی اور مولانا بدرالدین سرہندی علیہما الرحمہ اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ اس دن اس قدر اولیائے امت کی روحیں سرہند شریف میں تشریف لائیں کہ ہر جگہ ہر طرف وہی نظر آتی تھیں اور صبح سے ظہر تک یہی مناظرہ و مذاکرہ ہوتا رہا، آخر سب نے حضرت سرورِ کائنات کی طرف رجوع کیا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ لطف و کرم ہر ایک کو تسلی و دلاسا دیا اور

---

[461] زبدۃ المقامات، ص ۱۳۴، ۱۳۵

فرمایا کہ تم سب اپنی اپنی نسبتیں اس عزیز کو دے دو جو شخص اس سلسلے میں داخل ہو گا اس کا اجر تم کو بھی مل جائے گا اور اس کے ذریعے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت زیادہ ہو گی، کیونکہ اسے نسبتِ معبود اسی سلسلے سے حاصل ہوئی ہے اور اس سلسلے کے سردار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات سے افضل ہیں، نیز اس طریقے میں اتباع سنت اور امور بدعت سے کنارہ کشی حد درجہ ہے۔[462] یہ واقعہ پیر کے دن ۱۵ شعبان ۱۰۱۲ھ کو تجدید و قیومیت کے دوسرے سال پیش آیا۔[463]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کے مسودات مکاشفۂ خاصہ میں سے ایک مسودہ ملا جس میں چار دائرے بنے ہوئے تھے، ایک دائرے میں ولایت بالفتح لکھی ہوئی تھی اور دائرہ چہارم میں کمال مطلق لکھا ہوا تھا اور اربابِ دوائر اربعہ میں آپ کو بعد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اخص لخواص سے شمار کیا تھا، ان دائروں کے حاشیئے پر مراتب و مقامات لکھے تھے جو آپ نے اپنے مکاشفے میں معائنہ کئے تھے اور ان دائروں کے درمیان مشائخِ طریقت کے دس بارہ نام لکھے ہوئے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا نام بھی آپ نے ان دس بارہ شخصوں کے درمیان تحریر فرمایا تھا۔[464]

اسی سال کے دوران سید صدر جہاں اور خان اعظم جو اکبر بادشاہ کے مقرب وزراء میں سے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔

---

[462] روضۃ القیومیہ، ص۱۰۹

[463] روضۃ القیومیہ، ص۱۱۱

[464] زبدۃ المقامات، ص۱۵۶

تجدید کا تیسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تعزیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں بعض حضرات کی مخالفت کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو کر سرہند تشریف لے آئے۔ اس کے نتیجے میں مخالفین کے باطنی حالات و کیفیات میں فرق آ گیا تو یہ حضرات بہت گھبرائے اور خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا محمد قلیج خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے برادرِ نسبتی تھے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ کیا اور استدعا کی کہ آپ ہماری طرف سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں معافی کی درخواست کریں، چنانچہ ان کی درخواست پر حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"بعض دوستوں کے بارے میں (آپ نے) تحریر فرمایا تھا، اس فقیر نے ان کو قصوروں کو معاف کیا، اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے معاف فرمائے، لیکن دوستوں کو نصیحت کریں کہ حضور غیبت میں آزار و تکلیف کے درپہ نہ ہوا کریں۔ خاص کر میاں اللہ داد کے بارے میں لکھا ہوا تھا فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشار الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے۔ معاف کرنا اس تقدیر پر مطلوب و متصور ہے کہ وہ لوگ اپنی وضع کو برا جانیں اور اس سے پشیمان ہوں ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا جیسا کہ بالمشافہ تذکرہ آ چکا ہے، وہ سلب اب بھی بدستور ہے زائل نہیں ہوا۔ آگ کے انگارے کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے تو پانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی نہیں رہتی ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی

آگ اس میں پوشیدہ ہے، واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے، یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کل ظاہر ہو جائے گی۔[465]

اسی سال خان خاناں اور شیخ فرید الملقب بہ مرتضیٰ اللہ خاں نے جو پہلے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت کی۔

اندازہ ہے کہ اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر بزرگوار کی یاد میں ان کی دو رباعیوں کی شرح فرما کر اپنے خستہ و غمگین دل کے لئے تسکین کا سامان مہیا کیا۔

تجدید کا چوتھا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ

جیسا کہ ولادتِ باسعادت کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں اکبر بادشاہ کا دور دورہ تھا جس کی وجہ سے نہایت درجے بے دینی پھیلی ہوئی تھی، بادشاہ رعایا کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہٹا کر اپنی چوکھٹ پر جھکنے اور سجدہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا منظر دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رگوں میں اسلامی خون جوش زن ہوا، آپ نے خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدر جہاں اور مرتضیٰ خاں وغیرہ کے ذریعے بادشاہ کو نصیحت آمیز پیغامات بھیجے۔ یہ حضرات اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی روحانی قوت سے خوف دلایا۔ غرض کہ بہت قیل و قال کے بعد بادشاہ اس بات پر رضامند ہو گیا کہ:

---

[465] مکتوبات شریف، مکتوب نمبر ۳۲

"لوگوں کو اختیار ہے خواہ دینِ اسلام پر رہیں یا بادشاہ کے اختراعی طریقے میں شامل ہو جائیں اور کسی پر سجدۂ تعظیمی کرنے کے لئے بھی جبر نہ کیا جائے گا"۔

علاوہ ازیں بادشاہ نے اپنے درباریوں کا جائزہ لینے کے لئے ایک دن مقرر کیا جس میں سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے والوں کا خیمہ الگ تھا جو معمولی درجے کا تھا اور شاہی معتقدین کا خیمہ الگ تھا جو نہایت شاندار طریقے پر پر تکلف کھانوں سے آراستہ کیا گیا تھا، اکبر بادشاہ میدان میں ایک غرفے میں بیٹھا ہوا درباریوں کی آمد و رفت ملاحظہ کر رہا تھا کہ اتفاقاً عین دربار کے وقت نہایت تند و تیز ہوا چلی جس کی وجہ سے شاہی ذریات کا خیمہ اکھڑ گیا اور لوگوں کو بہت چوٹیں آئیں، خود بادشاہ بھی نہ بچ سکا اس کو بھی کسی چیز کے لگ جانے سے چوٹ آئی، لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چلنے والوں کا خیمہ جوں کا توں اپنی آب و تاب سے کھڑا رہا اور کسی کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔[466]

اس واقعے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بروز شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

---

[466] روضۃ القیومیہ، رکن اول: ص ۱۲۶

اکبر بادشاہ کی موت[467]

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی مرحوم[468] تحریر فرماتے ہیں کہ اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر کی تاریخ ۱۰۰۴ھ پر ختم ہو جاتی ہے، ابوالفضل کی موت ۱۰۱۱ھ میں واقع ہوئی اور اکبر کے مرنے سے اس کی آئینِ اکبری اور اکبرنامہ ختم ہو گئے اس لئے اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر کے دس سال میں کسی مؤرخ نے نہیں لکھا، شہنشاہ اکبر کے مذہبی

---

[467] شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابو سعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین صاحب قرآن امیر تیمور گورگان بروز اتوار ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے قلعہ عمر کوٹ ضلع تھرپارکر سندھ میں اس وقت پیدا ہوا جب ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ آخر ہمایوں ایران چلا گیا اور اکبر کابل میں اپنے چچا مرزا عسکری کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا، جب ہمایوں نے چار سال بعد شاہ طہماسپ صفوی کی مدد سے کابل فتح کیا تو اکبر اپنے ماں باپ سے ملا۔ ہمایوں نے اپنے وزیر بیرم خان کو اکبر کا اتالیق مقرر کیا جس کی نگرانی میں اس نے فنونِ جنگ اور طرز، جہانبانی تو سیکھ لیئے لیکن تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کر لی، لیکن تقریباً چھ ماہ بعد ۱۵۵۶ء میں جبکہ اکبر عمر بمشکل چودہ سال ہو گی ہمایوں کتب خانہ کے زینے سے گر کر فوت ہو گیا، اور بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو کلانور ضلع گورداس پور پنجاب میں اکبر کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا، چار سال تک وہ اپنے اتالیق بیرم خان کی نگرانی میں حکومت کرتا رہا بعد ازاں تمام انتظامات اس نے اپنے ہاتھ میں لیئے۔ شروع میں اس نے فتوحات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیر نگیں لے آیا۔ اس کی سلطنت میں کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے، اس نے انتظام سلطنت میں نمایاں کامیابی حاصل کی، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کئے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھوں کے لئے بھی قابل رشک ہیں، شروع میں وہ مذہب اسلام کا بڑا پابند تھا علماء کی قدر کرتا اور بزرگان دین سے عقیدت رکھتا تھا، بعد میں شیخ مبارک ناگوری اور اس کے لڑکوں فیضی اور ابوالفضل کے اثر سے نہ صرف آزاد خیال ہو گیا بلکہ اس نے دینِ الٰہی کے نام سے ایک دین بھی رائج کیا تھا جس کو نہ اس کی زندگی میں مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ وہ اس کے انتقال کے بعد جاری رہ سکا، بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا واللہ اعلم، تقریباً پچاس سال حکومت کر کے منگل ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو انتقال کیا۔ آگرہ سے چار میل فاصلے پر سکندرہ میں مزار ہے۔

[468] تاریخ ہندوستان، ج۵، ص ۸۶۳

خیالات ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ ان آخری دس سال میں اس میں کیا تغیر پیدا ہو۔ جہانگیر کی توزک جہانگیر کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس نے کیا ہے، ترجمے میں یہ فقرہ ہے ''شہنشاہ اکبر نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا''۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزکِ جہانگیری میں نہیں ہے، جو ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر نے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں چھپوایا ہے۔ شمس العلماء موصوف نے جلد ششم میں تحریر فرمایا ہے کہ جہانگیر نے چھوٹی توزک میں اپنے باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے (اس میں درج ہے) روز سہ شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو میرے باپ و مرشد کا سانس تنگ ہوا اور وقتِ رحلت نزدیک آگیا فرمایا ''بابا (جہانگیر کو خطاب کیا) کسی آدمی کو بھیج کر میرے کل امراء اور مقربین کو بلا لو، تاکہ میں تجھ کو ان کے سپرد کروں اور اپنا کہا سنا ان سے معاف کراؤں، انہوں نے برسوں میری ہم رکابی میں جاں فشانی کی ہے۔ امراء حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی طرف منہ کرکے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور چند فارسی اشعار پڑھے، میران صدر جہاں حاضر ہوائے اور دو زانو ادب سے بیٹھ کر کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود بھی اپنی زبان سے بلند آواز کے ساتھ کلمۂ شہادت پڑھا اور میران صدر جہاں سے فرمایا کہ سرہانے بیٹھ کر سورۃ یٰسین اور دعائے عدیلہ پڑھیں جب میران صدر جہاں نے سورۂ یٰسین پڑھ کر دعاءِ عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور جان جانِ آفریں کو سپرد کی۔[469]

[469] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۰۱ بحوالہ خلاصہ، ص ۲۸ ے ۲۸۶۱۔ جلد ہشتم تاریخ ہندوستان

تجدید کا پانچواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں دور دراز ممالک کے بہت سے مشہور علماء و مشائخ داخل ہوئے۔ مثلاً شیخ طاہر بدخشی نے شاہِ بدخشاں کی رفاقت چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے میں مولانا صالح کولابی، طالقان کے ایک جید عالم شیخ عبدالحق شادمانی، شیخ احمد برکی، مولانا یار محمد اور مولانا شیخ یوسف بھی ساتھ ہو گئے، بالآخر یہ سب حضرات سفر کی دشوار گزار منزلیں طے کرتے ہوئے سرہند شریف پہنچے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرفِ زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے سب پر شفقت و عنایت کی نظر فرمائی۔

شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک ہفتے اپنی خدمت میں رکھا اور خلعتِ خلافت و قطبیت سے سرفراز فرما کر وطن کو رخصت کر دیا، چنانچہ شیخ احمد برکی کو اپنے وطن میں بڑی قبولیت نصیب ہوئی، خراساں، بدخشاں اور توران کے ہزارہا اشخاص آپ کے مرید ہوئے۔

اسی زمانے میں شیخ حسن کو اور شیخ یوسف کو بھی خلافت عطا فرما کر واپس کیا۔

مولانا صالح کولابی کو کچھ عرصے اپنی خدمت میں رکھ کر خلافت عطا فرما کر طالقان کی طرف روانہ فرمایا۔

مولانا قاسم علی کو بھی خلافت عطا فرما کر ماوراء النہر روانہ کیا۔

ان سب حضرات نے ان علاقوں میں دینِ اسلام کی بہت تبلیغ کی۔[470]

---

[470] روضۃ القیومیہ، ص ۱۲۸، ۱۲۹۔ اندازہ ہے کہ اس سال معارفِ لدنیہ کی تکمیل ہوئی۔

تجدید کا چھٹا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے طریقۂ عالیہ مجددیہ کی اشاعت خراسان و بدخشاں اور توران میں اس قدر ہوئی کہ وہاں کا کوئی شہر، گاؤں یا قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس سلسلۂ عالیہ کے خلفاء نہ پہنچ گئے ہوں اور وہاں کے بڑے بڑے آدمی ان کے معتقد نہ ہو گئے ہوں۔

شیخ طاہر بدخشی کو بھی اسی سال خلافت سے مشرف فرمایا۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خوش خبری دی گئی کہ آپ کا تمام سلسلہ قیامت تک جتنا ہو گا سب بخش دیا جائے گا، چنانچہ آپ اس نعمت کے شکر کا اظہار اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (المنشرح ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقے میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آچکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا اسی عرصے میں بمصداق مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور بلند فرما دیتا ہے) (کارکنان قضاء و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ غَفَرْتُ لَکَ وَ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان

تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ)۔۔۔۔اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعے کو ظاہر کر دوں۔ [471]

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے تو مخالفین حضرات ننگے سر اپنی اپنی دستاروں کو گلے میں ڈالے شہر سے کئی میل باہر استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور بالمشافہ بھی اپنے قصوروں کی صدق دل سے معافی چاہی، آپ نے سب کو معاف فرما دیا۔ [472]

تجدید کا ساتواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ

اس سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ نصیبِ دشمناں زندگی کی امید باقی نہ رہی، اس لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میر محمد نعمان کو بلا کر اپنی نسبتِ خاصہ القا کی بعد ازاں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پوری طور پر صحت نصیب ہوئی۔ [473]

شیخ فضل اللہ علیہ الرحمۃ برہان پوری اپنے زمانے کے بڑے مشائخ میں سے تھے جب ان کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ کی تجدید و قیومیت کا علم ہوا اور انہوں نے آپ کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی چاہی تو بعض حاسدین نے آپ کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا۔ چونکہ شیخ

---

[471] مبدا و معاد: منہا نمبر ۵، رکن اول، ص ۱۲۴

[472] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۲۴

[473] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

صاحب کمال بزرگ تھے اس لئے انہوں نے اس معاملے کی تحقیق کے لئے ایک ذی استعداد مرید کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ وہ تین ماہ تک خانقاہ شریف میں رہ کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات کا مشاہدہ کرتا رہا اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ واپسی کے وقت اس نے اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی تو آپ نے اس کے شبہات کے تسلی بخش جواب دیئے۔ اس مرید کے واپس پہنچنے پر شیخ فضل اللہ بھی حضرت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اطرافِ سرہند سے آپ کے پاس مرید ہونے کی غرض سے آتا تو فرماتے کہ "آفتاب کو چھوڑ کر ستاروں کی طرف رجوع کرنا برا ہے"۔ [474]

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلافت عطا فرما کر دکن بھیجا۔ اس علاقے میں میر صاحب کے ارشاد و ہدایت نے یہاں تک ترقی کی کہ مراقبے کے لئے خانقاہ میں کئی سو سوار اور بے شمار پیادے حاضر ہوا کرتے تھے، یہ زمانہ چونکہ جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے ابتدائی دور کا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسے مجمع کو خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا، اس لئے اس نے میر صاحب موصوف کو دکن سے بلا کر اپنے پاس رکھا۔ [475]

تجدید کا آٹھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ

شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ بھی ہندوستان کے بلند پایہ علماء میں سے تھے، ان کو بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مدارج کمالات میں شبہ تھا، لیکن تحقیق کے بعد انہوں نے توبہ کی اور آپ

---

[474] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

[475] حضرات القدس، ص ۲۶۹

کے تمام کمالات کا اعتراف کیا اور اولیاء کے احوال میں جو تذکرہ لکھا ہے اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے احوال میں یہ عبارت درج ہے:

"بالا نشین مسندِ محبوبیت، صدر آرائے محفلِ وحدانیت، خدیو مقامِ فردیت وقطبیت، صاحب مرتبۂ قیومیت وتجدیدِ الف"۔

ہندوستان کے ایک رئیس تربیت خاں کے ہاں کسی تقریب کے موقع پر چند علماء بھی مدعو تھے رئیس موصوف نے ان سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بارے میں دریافت کیا تو ایک عالم نے کہا کہ حضرت کے اوضاع واطوار دیکھ کر نہ صرف یہ کہ میری عقیدت بڑھ گئی بلکہ گزشتہ اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی میرے دل میں قائم ہوگئی۔ دوسرے عالم نے کہا کہ کتابیں تصنیف ہوتی ہیں یا تالیف، ایک عرصے سے تصنیف کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا صرف تالیف رہ گئی تھی، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مکتوبات ورسائل تصنیفات ہیں جو آپ کی علوِ شان کی شاہد ہیں، کیونکہ میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہے آپ نے کسی دوسرے کی عبارت کا کہیں حوالہ نہیں دیا، بلکہ صرف اپنے حاصل کردہ علوم واسرار بیان فرمائے ہیں۔ ایک اور عالم نے کہا کہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایک ادب کے ترک کو اپنے لئے حرام سمجھتا ہو اس کا کلام کس طرح شریعت سے ہٹا ہوا ہو سکتا ہے، ان کے کلام اور شریعت میں بال برابر بھی فرق نہیں، لیکن بات یہ ہے کہ اہلِ زمانہ کا مزاج ان کے حقائق سمجھنے کے لائق نہیں ہے وغیرہ۔ ان حقائق کو سن کر تربیت خاں اس قدر متاثر ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور باقی عمر آپ کی

خدمت میں گزار دی اور مرنے کے بعد بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضۂ شریفہ کے بالکل قریب دفن ہوا۔[476]

تجدید کا نواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ

اس سال کے حالات میں صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہِ لطف و کرم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنا مکون و مزور بنایا"۔ "مُکَوّن" اور "مُزَوَّر" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات خاصہ کو مرید میں القا کرے تو مرید اس کے تصرف و توجہ سے شیخ کی رنگت اختیار کر جائے اور اس کے حقائق و دقائق سے متحقق ہو جائے حتیٰ کہ مرید کی صورت بھی شیخ کی صورت ہو جائے۔[477]

اس بات کو سمجھنے کے لئے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی توجہ شریفہ سے نانبائی کا حضرت خواجہ کے ہم شکل بن جانا مثال کے لئے کافی ہے۔

علاوہ ازیں اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بعض کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اسی سال خواجہ محمد اشرف کابلی اور شیخ میرک حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، شیخ میرک شہزادہ دارا شکوہ[478] کے استاد تھے۔ چنانچہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں اپنے استاد کا آپ سے بیعت ہونا لکھا

---

476 روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۳۶

477 روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۳۸

478 دارا شکوہ شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس کی ولادت ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۶۱۵ھ میں ہوئی، وہ فارسی، عربی اور سنسکرت زبان میں تبحر رکھتا تھا، مذہب اسلام کے ساتھ ساتھ اس نے ہندو مذہب کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے اس میں کچھ ایسی رواداری پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کے ساتھ دیگر مذاہب کو بھی حق سمجھنے لگا تھا۔ اسلامی شریعت سے زیادہ وہ ایک ایسے

ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "میرے استاد بہت چھان بین کے بعد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے"۔[479]

اسی سال رسالہ مبدأ و معاد کے مضامین مکمل ہوئے۔

تجدید کا دسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ

اسی سال شیخ خلیل اللہ بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رؤیائے صادقہ کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بیعت کے لئے بدخشاں سے حاضر ہوئے۔ آپ نے کمال شفقت و مہربانی سے ان کو حلقۂ ارادت میں داخل کر لیا۔[480]

اسی سال شیخ بلخی بھی جو اپنے زمانے کے اکابر مشائخ میں سے تھے آپ کے مرید ہوئے، انہوں نے اپنے مرید ہونے کا یہ سبب بتایا کہ ایک رات میں نمازِ تہجد کے بعد خواجہ محمد زاہد بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تصوف کا قائل تھا جس میں ایمان و کفر کا فرق مٹ جاتا ہے، وہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے ویسی ہی عقیدت رکھتا تھا جیسی مسلمان اولیاء و صوفیہ سے۔ اس کے ان عقائد اور خیالات نے سنی مسلمانوں کو اس سے بدظن کر دیا تھا اور وہ سمجھنے لگے تھے کہ اگر اس کو حکومت مل گئی تو ایک مرتبہ پھر دورِ اکبری مع اپنے الحاد و بددینی کے لوٹ آئے گا۔ اورنگ زیب عالمگیر بھی جو شریعت کے بے حد پابند تھے اسی لئے داراشکوہ کے مخالف تھے، ان مخالفتوں کے باوجود شاہجہاں، داراشکوہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے ۱٦۸۵ء میں بادشاہ بیمار ہوئے، دارا نے ان کی بیماری کو پوشیدہ رکھ کر امورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیئے۔ عالمگیر کو اطلاع ہوئی تو انہیں مجبوراً مقابلے میں آنا پڑا۔ پہلے سامو گڑھ کے مقام پر دارا کو شکست دی اور دارالحکومت پر قبضہ کر کے امورِ مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اجمیر کے قریب دارا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد گرفتار کر لیا گیا اور ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۲۹ھ بمطابق ۹ ستمبر ۱٦۵۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اس کا جسدِ خاکی ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا، اس کی تصنیفات میں سفینۃ الاولیاء مشہور ہے۔

[479] سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۴

[480] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۱

علیہ کے خلیفہ خواجہ صدر الدین کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی کہ آپ تو اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے اور میرا کام تاحال سرانجام نہیں ہوا لوگ مجھے شیخ سمجھ کر مرید ہونے کے لئے آتے ہیں، آپ کسی ایسے بزرگ کا پتہ دیں جو اس زمانے میں فائق تر ہو تا کہ میں اس سے تکمیل کروں۔ آپ نے فرمایا "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف جاؤ" چنانچہ شیخ بلخی[481] حاضر ہو کر مرید ہوئے۔[482]

بروز جمعہ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۱ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے صاحبزادۂ اعظم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[483]

تجدید کا گیارہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ

اس سال حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے ایک روز مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک ایسا نور پاتا ہوں کہ تمام عالم اس سے منور ہے اور وہ نور عالم کے ہر ذرہ میں ساری ہے، جیسا کہ آفتاب کا نور کہ اس سے تمام عالم منور ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ "اے فرزند! تم اپنے وقت کے قطب ہو گے، میری اس بات کو یاد رکھنا"۔ چنانچہ مخدوم زادہ علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عالی منقبت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے

[481] میر مومن بلخی کے نام سے مکتوب صادر ہوا ہے، شاید یہی ہوں، واللہ اعلم

[482] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۲

[483] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۱۹۱

مجھ کو چودہ سال کی عمر میں قطبییت کی بشارت دی تھی اور الحمد للہ کہ قیومیت کی خلعت کے عطاء ہونے سے دس گیارہ سال پہلے یہ بشارت پوری ہو گئی اور اس بشارت کے اثرات حاصل ہوئے"۔[484]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معتقدین و مریدین کی تعداد میں جہاں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا وہاں کچھ حاسدین و ناقدین بھی پیدا ہو گئے تھے، حتیٰ کہ وہ آپ کی اہانت و خفت کے درپے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ فی الواقع قیوم و مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں تو ہمیں کوئی کرامت دکھائیں جس طرح کہ پیغمبر اپنے زمانے میں معجزہ دکھاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان لوگوں کی باتوں کا علم ہوا تو فرمایا "ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارا دل یہی چاہتا ہے تو آؤ مباہلہ کر لو"۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مباہلے کے لیئے تیار ہیں تو وہ مباہلہ سے خائف ہو کر طالب کرامت ہوئے اور حسبِ منشاء کرامت کے ظاہر ہونے پر توبہ کی اور حاضر خدمت ہو کر مرید ہو گئے۔[485]

تجدید کا بارہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ

اسی سال مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ جو علماء کے سر تاج اور تصانیف عالیہ کے مصنف تھے اور بہت سی کتابوں پر حواشی و شروح بھی لکھی ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تصانیف دیکھ کر معتقد ہو گئے اور پھر حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سب سے

---

[484] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۲۳۳

[485] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۴ تا ۱۴۷، ملخصًا

پہلے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو "امامِ ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی" تحریر کیا تھا۔[486] اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ مسمی بہ دلائل[487] التجدید لکھا ہے جس میں نہایت قوی دلائل اور براہین سے آپ کو مجدد الف ثانی ثابت کیا ہے۔[488]

اسی سال شیخ حمید جو ایک کامل صاحب استعداد بزرگ تھے اور اکبر آباد میں رہتے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اکبر آباد تشریف لے جانے پر مرید ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر بنگال کی طرف جانے کی اجازت فرمائی، جہاں آپ کو شہرت عامہ نصیب ہوئی اور آج تک شیخ حمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ اس ملک میں رائج ہے۔[489]

میر یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے بعد میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تجدید بیعت کی پھر کسی کام سے اپنے وطن چلے گئے تھے، اسی سال واپس آئے تو مرض الموت میں مبتلا ہو گئے، آخر مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے آپ کی درخواست پر سلوک طے کرا دیا بعد ازاں آپ نے وفات پائی۔[490]

---

486 روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۰

487 آپ کی مجددیت کے بیان میں ایک اور مستقل اور بے نظیر کتاب بھی تالیف ہو چکی ہے جس کا نام شواہد التجدید ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مخدومی حضرت مولانا حافظ ہاشم جان صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں موجود ہے، نیز بھوپال کی خانقاہ عالیہ مجددیہ میں بھی اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

488 روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

489 روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

490 روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شب صاحب زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ حجرے میں آرام فرمارہے تھے کہ جنات نے آکر صحن میں کھیلنا شروع کر دیا اور شرارت کے طور پر دروازے کھٹکھٹانے لگے اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو کر صاحب زادہ موصوف کو پریشان کریں ان کے اس شور و غوغا سے صاحب زادہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھ کھل گئی، ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی بیدار ہو گئے اور آپ نے زور سے کھنکار کر فرمایا، ''محمد سعید دروازہ نہ کھولنا''۔ جنات نے جوں ہی آپ کی آواز سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ حضرت بیدار ہو گئے ہیں پس بھاگ چلو ورنہ ہلاک کر دیں گے، چنانچہ وہ سب جنات بھاگ گئے۔ بعد ازاں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جنات کے بادشاہ کو بلایا وہ حاضرِ خدمت ہوا تو اس نے آپ سے معافی مانگی اور جو جنات صاحب زادہ موصوف کو ستانے کا ارادہ رکھتے تھے ان کو ہلاک کر دیا اور جس قدر جنات خانقاہ کے گرد و نواح میں آباد تھے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر شاہِ جنات نے مرید ہونے کے لئے منت و سماجت کی تو آپ نے جنات کے بادشاہ کو مع لشکر کے مرید فرمایا لیا۔ [491]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جنات سے متعلق مبدأ و معاد میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دن جنات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے وہ جن اس فرشتے کے ڈر سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا اور اپنے دائیں بائیں دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں کی طرح) گھوم رہے تھے اور قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے، بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (فرشۂ مقرر) کے

---

[491] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۲، ۱۵۳

ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے، اگر وہ جن سے ذرا سی بھی مخالفت کا احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا وپست آفرید

زبر دستِ ہر دست، دست آفرید[492]

خدا نے بنایا ہے بالا و پست

زبر دست بالائے ہر زیر دست

تجدید کا تیرہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ

اس سال بلخ میں ایک شیخ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں قطب الاقطاب کے مرتبے پر فائز دیکھا تو حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح ایک سید زادے اور سلسلۂ چشتیہ کے ایک سجادہ نشین کا بیعت ہونا روایت میں درج ہے لیکن ان بزرگوں کے نام کو کسی نے ظاہر نہیں کیا، اس لئے ہم بھی مجبور ہیں۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے جد امجد بانیٔ سرہند شریف حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد تمام قبرستان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ الہام ہوا کہ ہم نے ایک ہفتے کے لئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ آپ نے الحاح وزاری کے ساتھ مزید درخواست کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہاء نہیں اور زیادہ مغفرت فرما۔ بار

---

[492] مبدأ و معاد، منہا نمبر ۵۶، ص ۸۵

بار درخواست کے بعد الہام ہوا کہ ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔

پھر ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار پر فاتحہ اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت موصوف کے دل میں حدیث شریف کے اس مضمون کا خیال آیا کہ جب کسی عالم کا قبر پر گزر ہوتا ہے تو چالیس روز تک صاحبِ قبر پر عذاب نہیں ہوتا۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا اور آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا ہم اپنے فضل وکرم سے بخش دیں گے۔ شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر واقع ہے۔[493]

تجدید کا چودھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

اس سال ۱۰۲۵ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی پہلی جلد مکمل ہوئی، اس کے جامع شیخ یار محمد بدخشی طالقانی ہیں۔ اور اس کی نقلیں ایران، توران اور بدخشاں وغیرہ ممالک بھیجی گئیں۔[494]

اسی سال کئی الم ناک حادثات پیش آئے۔ خصوصًا سرہند شریف میں طاعون کی وبا ایسی پھیلی کہ روزانہ ہزارہا آدمی اجل کا شکار ہونے لگے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادے شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر دوسرے صاحبزادے شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے

---

[493] روضہ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۴، ۱۵۵

[494] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۳

چند دن بعد آپ کی صاحب زادی ام کلثوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بھی رحلت فرما گئیں۔ ان کے بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا بھی ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو مرض طاعون میں وصال ہو گیا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی دعا کی برکت سے یہ وباء دور ہوئی۔[495]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب گرامی میں مرض طاعون کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "اس وباء میں ہماری شوئ اعمال سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاف رکھتے تھے، اس کے بعد عورتیں، جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقاء کا دارومدار ہے مردوں کی نسبت زیادہ مر گئیں۔ اور جو اس وباء میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا اس کو موت شہادت کی مبارک باد دی اور خوش خبری ہے"۔[496]

ایک دوسرے مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ مصیبتیں بظاہر جراحت نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ ثمرات و نتائج جو اس دنیا میں ان مصیبتوں پر مرتب ہوئے ہیں وہ ان ثمرات کا سواں حصہ ہیں جن کے لئے ملنے کی امید و توقع حق تعالیٰ کی عنایت سے آخرت میں ہے۔ فرزندوں کا وجود عین رحمت ہے زندگی میں بھی ان سے فائدے اور منافع ہیں اور مرنے پر بھی ثمرات و نتائج مترتب ہیں"۔

---

[495] روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۹

[496] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ص ۲۹۹

چند سطور کے بعد:

"حدیث شریف میں ہے کہ "طاعون پہلی امتوں کے حق میں عذاب تھا اور اس امت کے لئے شہادت ہے"۔ واقعی وہ لوگ جو اس وباء سے مرتے ہیں عجیب حضور و توجہ سے مرتے ہیں، حرص آتی ہے کہ کوئی شخص ان دونوں میں اس بلا والے لوگوں کے ساتھ ملحق ہو جائے اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے اور باطن میں رحمت"۔

میاں شیخ طاہر بیان کرتے تھے کہ لاہور میں طاعون کے دنوں میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے کہہ رہے ہیں:

"جو کوئی ان دنوں میں نہ مرے گا حسرت اٹھائے گا"۔

ہاں جب ان گزشتہ لوگوں پر نظر کی جاتی ہے تو حالتِ غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدہ میں آتے ہیں۔ شاید شہدائے فی سبیل اللہ ان خصوصیات سے ممتاز ہوں۔

میرے مخدوم! فرزندِ عزیز (خواجہ محمد صادق) قدس سرہٗ کی مفارقت بڑی بھاری مصیبت ہے معلوم نہیں کہ کسی کو اس قسم کی مصیبت پہنچی ہو لیکن وہ صبر و شکر جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس مصیبت میں اس ضعیف القلب کو کرامت فرمایا ہے بڑی اعلیٰ نعمت اور عظیم انعام ہے۔ یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزا آخرت پر موقوف رکھے اور دنیا میں اس کی جزا کچھ بھی ظاہر نہ ہو، حالانکہ جانتا ہوں کہ یہ سوال بھی سینے کی تنگی کے باعث ہے ورنہ حق سبحانہ و تعالیٰ بڑی وسیع رحمت والا ہے"۔

فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالاولی۔

"دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے"۔

تجدید کا پندرہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ

اس سال وبا کے دور ہونے کے بعد ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا شہر سرہند سے باہر جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر ایک مقام موضع بر اس سے گزر ہوا اس گاؤں کے متصل شمالی جانب ایک بلند ٹیلہ ہے آپ نے اسے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، وہیں نمازِ ظہر ادا فرمائی پھر دیر تک مراقبہ کرنے کے بعد ہمراہیوں سے فرمایا کہ نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیلے پر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، مجھے ان بزرگوں کی روحانیت سے ملاقات بھی حاصل ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و تنزیہ و تقدیس کی نسبت جو کچھ اہل ہنود کے مذہبی پیشواؤں نے لکھا ہے وہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کے علوم سے حاصل کیا ہے، یہ مقام انبیاء علیہم السلام کی ہجرت گاہ ہے۔[497]

اسی سال حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر قرآنی حروفِ مقطعات کے اسرار ظاہر فرمائے اور آپ نے صرف اپنے خلفِ ارشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کئی دن تک خلوت میں ان اسرارِ مقطعات قرآنی سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مجدد قدس سرہٗ کے ان اسرار کا اظہار فرماتے وقت مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔[498]

---

[497] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۲، ۱۶۳، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

[498] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۴، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

اس سال بہت سے خلفاء ہدایت و اشاعت اسلام کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے گئے۔ ستر حضرات مولانا محمد قاسم کی سرداری میں ترکستان کی طرف روانہ کئے، اور چالیس حضرات عرب، یمن، شام اور روم کی طرف مولانا فرخ حسین کی ماتحتی میں بھیجے گئے۔ مولانا محمد صادق کابلی کے ماتحت دس معتبر حضرات کاشغر کی طرف بھیجے گئے اور تیس خلفاء مولانا شیخ احمد برکی کی سرداری میں توران، بدخشاں اور خراساں گئے، اور ان لوگوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔[499]

تجدید کا سولھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ

اب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بزرگی اور ارشاد و ہدایت کا شہرہ تمام عالم میں بلند ہو چکا تھا، تجدید ملت کی نوبت ہر چہار طرف بجنے لگی تھی، زمانے بھر کے بڑے بڑے اولیاء حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ غرض ہر طرف سے لوگ جوق در جوق زیارت اور شرفِ بیعت کے لئے آنے لگے۔ حتیٰ کہ عرب و عجم، ماوراء النہر، بدخشاں، کابل اور ہندوستان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے خلفاء موجود نہ ہوں۔ آپ کی عظمت و دبدبے کی یہ شان تھی کہ بڑے بڑے متکبروں کو بھی آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور آپ خلافِ شریعت کاموں پر ہدایت و تنبیہ فرمانے میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔

---

[499] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۶، ۱۶۷، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

چنانچہ اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خبر پہنچی کہ شہر سامانہ کے خطیب نے عید الاضحیٰ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی نہیں ادا کئے تو آپ نے مکتوب نمبر ۱۵/ج۲ جو شہر سامانہ کے بزرگ سادات اور قاضیوں ور ئیسوں کے نام صادر فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں:

''سنا گیا ہے کہ اس جگہ کے خطیب نے عیدِ قربان کے خطبے میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں لیا''۔

پھر چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبے کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہل سنت کا شعار تو ضرور ہے اور اس شخص کے سوائے جس کا دل مریض ہو اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص عمداً اور بغیر سرکشی کے اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا کیا جواب دے گا اور اتقوا من مواضع التهم کے موافق تہمت سے کس طرح بچ سکے گا، الخ''۔

اس سال کا ایک اہم واقعہ سلطان جہانگیر کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے منحرف ہونا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اکبر بادشاہ فوت ہوا تھا تو رعایا بہت خوش تھی اور شکر ادا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ملحدانہ عقائد والے بادشاہ سے نجات دلوائی اور جہانگیر بادشاہ کے اخلاق و عادات اور عدل و انصاف سے لوگوں کو توقع تھی کہ وہ دینِ اسلام کی اشاعت میں مدد و معاون ہو گا اس لئے مزید خوش تھے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی جہانگیر کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔

چنانچہ آپ خواجہ میر نعمان کو ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے مکتوب شریف میں سلطانِ وقت کی خدا پرستی اور احکام شریعت کے موافق عدل و انتظام کا حال لکھا ہوا تھا اس کے مطالعے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور کمال ذوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بادشاہِ وقت (جہانگیر) کو عدل و عدالت کے نور سے منور کیا ہوا ہے اسی طرح ملتِ محمدیہ کو بھی بادشاہ کے حسنِ اہتمام سے عزت و نصرت بخشے"۔[500]

لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ حکومت میں اہلِ تشیع کا غلبہ ہو رہا ہے تو بہت گھبرائے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اس فتنے کے دفیعے کے لئے توجہ بلیغ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جب تک ہم اپنے نفس پر تکلیف گوارہ نہ کریں گے مخلوقِ خدا اس فتنے سے خلاصی نہیں پائے گی۔ بعد ازاں آپ نے شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو خلافت عنایت فرما کر شاہی لشکر آگرہ بھیج دیا اور رخصت کے وقت شیخ بدیع الدین سے فرمایا کہ تمہیں شاہی لشکر میں قبولیت عامہ نصیب ہوگی، اگر کسی وجہ سے تم کو تکلیف بھی پہنچے تو مستقل مزاج رہنا اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے حرکت نہ کرنا، اگر مستقل مزاج نہ رہو گے تو خود بھی تکلیف اٹھاؤ گے اور ہمیں بھی تکلیف پہنچے گی۔

چنانچہ شیخ بدیع الدین کو لشکرِ شاہی میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اکثر ارکانِ سلطنت نے شیخ صاحب موصوف سے رجوع کیا اور لشکر کے ہزارہا آدمی مرید ہو گئے ہر روز اس قدر ہجوم ہوتا کہ بڑے بڑے امراء کو بڑی مشکل سے شیخ کی زیارت نصیب ہوتی۔ اس دوران میں آپ سے بہت کشف و کرامات بھی ظاہر ہوئیں، آخر ان احوال کی اطلاع آصف الدولہ شیعہ وزیر اعظم کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا اور موقع پا کر جہانگیر بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف بھڑکایا، طرح

---

[500] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲

طرح کے الزامات لگائے اور کہا کہ سرہند کے ایک مشائخ زادے نے جو علوم عربیہ میں ماہر ہے اور مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے، اس نے صدہا خلفاء مختلف دور دراز ملکوں میں بھیج دیئے اور لاکھوں آدمی اس کے اور اس کے خلفاء کے مرید ہو گئے ہیں۔ کئی غیر ممالک کے بادشاہ خود اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے اکثر امرائے سلطانی مثلاً خانخاناں، سید صدر جہاں، خان جہاں، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خان، سکندر خان، دریا خان، مرتضیٰ خان وغیرہ سب اس کے حلقہ بہ گوش ہو گئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض نازل معارف جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے وہ جہانگیر کو دکھائے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شاہی احکام کے ذریعے فوجی لوگوں کو شیخ بدیع الدین کے پاس جانے پر سخت پابندی لگا دی گئی اور شیخ کو ان کے کشف و کرامات کی وجہ سے جادوگر وغیرہ مشہور کر دیا گیا۔ ان حالات سے مجبور ہو کر بعض ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی خدمت میں آمد و رفت سے رک گئے، بعض خفیہ طور پر آتے جاتے رہے اور بعض راسخ العقیدہ بے تکلف شیخ بدیع الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے لیکن جس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو جاتی موردِ عتاب شاہی ہوتا۔ اس بنا پر شیخ موصوف خود بھی لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کرتے کہ تم کو میرے پاس آنے سے تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہے۔ ساتھ ہی شیخ موصوف ان تمام حالات و واقعات کی اطلاع حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کرتے رہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی ان کو تسلی اور اطمینان دلاتے رہے۔

اس دوران میں وزیر اعظم جہانگیر بادشاہ کو برابر بھڑکاتا رہا۔ آخر دربار شاہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قتل یا جلاوطنی یا قید کے مشورے ہونے لگے اور روزانہ نئ سے نئ افواہیں پھیلائی گئیں، جب ان مشوروں اور افواہوں کی اطلاع شیخ بدیع الدین کو ہوئی تو وہ گھبر اکر اکبر آباد سے روانہ ہو گئے اور اپنے وطن سہارنپور ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شیخ موصوف کی آمد کی اطلاع ہوئی تو شیخ پر بہت ناراض ہوئے کہ میں نے تم کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ وہاں سے میری اجازت کے بغیر نہ آنا پھر تم کیوں چلے آئے، تم شاہی لشکر میں خلیفہ بنا کر بھیجنے کے قابل نہیں ہو، اب تم آگرہ ہر گز واپس نہ جانا۔ شیخ نے خیال کیا کہ حضرت موصوف نے غصے میں واپس جانے سے منع فرمایا ہے اصل مقصد نہیں ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ جلد واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ شیخ صاحب اس غلط فہمی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر پھر آگرہ شاہی لشکر میں پہنچ گئے۔

اب مخالفین کو اور موقع ملا اور بادشاہ کو شیخ کے واپس آنے کی اطلاع کے ساتھ یہ پٹی بھی پڑھائی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ شیخ کے ذریعے فوج سے ساز باز کر رہے ہیں اور اب وہ کوئی خصوصی پروگرام شاہی لشکر کے لئے لے کر آئے ہیں اور بغاوت کا سخت اندیشہ ہے اس لئے جلد کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ضروری سمجھا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خصوصی مریدین جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے ان کو دور دراز ملکوں میں تبدیل کر دیا جائے تاکہ مزید فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ خان خاناں کو دکن، خان جہاں لودھی کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور

مہابت خان کو کابل کی صوبہ داری پر بھیج دیا اور اسی طرح باقی حکام کو بھی جو آپ کے خاص معتقد تھے دور دراز صوبوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا گیا۔ [501]

تجدید کا سترہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ

جب جہانگیر بادشاہ کو حکام کے اپنے اپنے تبدیل شدہ مقامات پر پہنچنے کی اطلاع مل گئی اور اس کو اطمینان ہو گیا کہ اب اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے تو یہ لوگ بے خبر رہیں گے اور سلطنت میں کسی قسم کا نقصِ امن نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک فرمان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نام جاری کیا جس میں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو مع جملہ صاحب زادگان و مریدین دعوت دی گئی اور حاکم سرہند کو تاکید کی کہ جس طرح ہو سکے مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو یہاں بھجوا دو۔

جب حکم نامہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنے صاحب زدگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کو پوشیدہ طور پر پہاڑی علاقہ کی طرف بھیج دیا اور اہل و عیال کو دلاسا و تسلی دے کر خود حاضر الوقت پانچ مریدوں کو ہم راہ لے کر روانہ ہو گئے، رخصت کے وقت اہل و عیال اور معتقدین نے گھبراہٹ و بے چینی ظاہر کی لیکن حضرت موصوف نے سب کو تسلی دی اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ تکلیف صرف ایک سال کے لئے بعد ازاں آرام ہی آرام ہے۔

---

[501] زبدۃ المقامات، ص ۳۴۷ تا ۳۵۰، روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۷۰ تا ۱۷۵ ملخصًا

بادشاہ نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو امراء کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت احترام کے ساتھ شاہی مہمان کی حیثیت سے آپ کا خیر مقدم کیا، اپنے محل کے قریب آپ کا خیمہ نصب کرایا اور آپ کے ہم راہیوں کے لئے بھی خیمے لگوا دیئے۔ آخر بادشاہ نے ملاقات کے لئے آپ کو دربار میں طلب کیا، آپ دربار میں تشریف لے گئے تو آداب شاہی جو خلافِ شرع شریف تھے آپ نے ادا نہ کئے۔ بادشاہ کی جوں ہی حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ پر نظر پڑی تو وہ اس درجہ متاثر ہوا کہ آداب شاہی بجانہ لانے پر ذرا بھی معترض نہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر شیعہ وزیر حیران رہ گیا اور بادشاہ سے کہا "حضور یہ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل بتاتا ہے اور حضرت موصوف کا وہ مکتوب گرامی بھی پیش کیا جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے تفصیل احوال کے سلسلے میں تحریر کیا تھا۔ وھو ھذا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ دوبارہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقامات ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے، اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے وہ مقام بھی جن کا ذکر اب ہوتا ہے تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں۔ اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے، اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ

نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، سوائے عبور اور مقام اور مرور اور اثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام سے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام نہیں ہوتا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا نہیں تھا ظاہر ہوا، اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا بلند تھا جس طرح کہ صُفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بتاتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ مقامِ محبوبیت کا مقام ہے اور مقام رنگین اور منقش تھا، اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔ اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا اور بعض اطراف کو گھیر لیا اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں ہیں، بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت کے ساتھ جو عرض کی گئی ہے اس مقام کے مقابل مقام میں پاتا ہے۔[502]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھے۔ حالانکہ اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خارش زدہ کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔[503]

---

[502] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۱

[503] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۰۲

اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیہ کو ابتدائے حال میں بڑے بڑے مقامات کی سیر حاصل ہوتی ہے اور پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں، مثلاً دربار شاہی میں کہ ہر ایک امیر وزیر شاہ زادے کی جگہ مقرر ہے، اگر سلطان کسی شخص کو مصلحتًا اپنے پاس ذرا سی دیر کے لئے طلب فرمائے اور اس سے سرگوشی کرکے پھر اس کو واپس کردے، چونکہ وہ شخص تمام اراکینِ سلطنت کے مقام سے گزرتا ہوا آئے گا تو اس سے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم رتبہ و ہم درجہ ہو گیا، یہی حال اس عروجِ باطنی کا بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے تیئں اس مقام کے عکس سے رنگین پایا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین ہر روز آفتاب کے عکس سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی۔ غرض کہ حضرت کے معقول جوابات سے بادشاہ کو ایسی تسلی ہوئی کہ اس کا غصہ دور ہو گیا۔[504]

اور بادشاہ نے کہا واقعی ہمارا خیال بھی ایسا ہی تھا کہ آپ جیسے بزرگ صالح اور متقی سے کیوں اہلِ حق کی مخالفت ظاہر ہو گی۔ جب شیعہ وزیر نے دیکھا کہ یہ داؤ بھی نہ چل سکا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ حضور! شیخ صاحب نے آداب سلطنت کی کوئی رعایت نہ کی۔ اس پر بادشاہ نے آپ سے وجہ دریافت کی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے آداب و احکام کی پابندی کی ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی آداب نہیں آتے، بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا مجھے سجدہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سوائے خدا کے نہ کسی کو سجدہ کیا اور نہ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا نہیں تم کو سجدہ کرنا پڑے گا۔ حضرت نے فرمایا تم مجھ سے ہرگز سجدہ نہیں کرا سکتے۔

---

504 مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۱۱

کہتے ہیں کہ اس واقعے سے پہلے شہزادۂ دین پناہ شاہجہاں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے خلوص کامل رکھتا تھا علامہ افضل خان اور خواجہ عبد الرحمٰن مفتی کو کتبِ فقہ کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ سجدۂ تحیۃ سلاطین کے لئے آیا ہے، اگر آپ سجدہ کرلیں تو آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں ضامن اور ذمہ دار ہوتا ہوں۔

آپ نے فرمایا:

یہ حکم بطور رخصت ہے اور بطور عزیمت حکم یہ ہے کہ غیرِ حق کو کبھی سجدہ نہ کریں۔[505]

جب بادشاہ کو اندازہ ہو گیا کہ آپ کسی طرح اس کو سجدہ نہیں کریں گے تو کہا اچھا آپ کا سجدہ صرف اتنا ہے کہ سر کو ذرا خم کر دیں باقی آداب میں نے معاف کر دیئے کیونکہ مجھے آپ سے شرم آتی ہے اور یہ کہ میری زبان سے ایک بات نکل گئی ہے اس کو پورا ہونا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس بات کے لئے بھی سر نہ جھکاؤں گا۔ بادشاہ نے اپنے مقربین سے کہا کہ شیخ صاحب کے سر کو پکڑ کر ذرا جھکا دو اور پھر ان کو تحفے اور انعام دے کر رخصت کر دو کیونکہ مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ چنانچہ چند قوی ہیکل امراء نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر مبارک کو خم کرنا چاہا اور بہت زور لگایا کہ کسی طرح ذرا خم کر دیں لیکن ممکن نہ ہوا، حتیٰ کہ زور آزمائی کی وجہ سے حضرت موصوف کی بینیٔ مبارک سے خون جاری ہو گیا، بعد ازاں بادشاہ نے کہا اچھا شیخ صاحب کو چھوٹے دروازے سے جو قدمِ آدم سے چھوٹا تھا لے کر آؤ کہ اس سے گزرتے وقت تو سر کو جھکانا ہی پڑے گا، لیکن حضرت نے اس دروازہ سے گذرنے کے لئے پہلے اپنا قدم نکالا اور پھر سر کو پچھلی طرف جھکا کر داخل ہوئے۔ شیعہ وزیر نے یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو اور بھڑکایا کہ شیخ صاحب جب آپ کے حضور میں اس قدر تکبر

---

[505] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۹۰

کرتے ہیں تو باہر نکل کر نہ جانے کس قسم کی شورش کا موجب ہوں، ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا، شیخ صاحب کو ابھی قید کر لیں ورنہ بعد میں بڑی پریشانی ہو گی اور اس وقت پچھتانا کچھ مفید نہ ہو گا۔ آخر بادشاہ شیعہ وزیر کے اصرار کرنے پر حضرت کو قید کرنے پر رضا مند ہو گیا اور گوالیار کے قلعے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو نظر بند کرنے کا حکم دے دیا۔[506]

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جہانگیر سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی اور دوسری ملاقات میں اس نے آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم

چنانچہ جہانگیر نے خود بھی توزک جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قید و بند کے بارے میں نہایت مغرورانہ انداز میں لکھا ہے:

درایں ایام[507] بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے در سہرند دام زرق و سالوس فرو چیدہ بسیارے از ظاہر پرستاں بے معنی راصید خود کردہ بہر شہرے و دیارے یکے از مریدانِ خود را کہ آئین دکان آرائی و معرفت فروشی و مردم فریبی را از دیگراں پختہ تر داند خلیفہ نام نہادہ فرستادہ و مزخرفاتے کہ بہ مریداں و معتقداں خود نوشتہ کتابے فراہم آوردہ مکتوباتے نام کردہ و دراں جنگِ مہملاتے با

---

506 روضۃ القیومیہ، ص ۱۷۹، ۱۸۰

507 حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قلعہ گوالیار میں قید کرنے کی تاریخ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ توزک جہانگیری کے ص ۲۶۵ پر چودھویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو بروز ہفتہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۲۸ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال کے ماہِ خورداد (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ مطابق مئی ۱۶۱۹ء) میں جو حالات و واقعات پیش آئے ان کی تفصیلات کے ضمن میں ص ۲۷۲، ۲۷۳ پر یہ عبارت درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کے وسط میں آپ کو قید کیا گیا، واللہ ورسولہ اعلم!

مقدمات لاطائل مرقوم گشتہ کہ بکفر و زندقہ منجر می شود ازاں جملہ در مکتوبے نوشتہ کہ در اثناءِ سلوک گذارم بمقام ذی النورین افتاد، مقامے دیدم بغایت عالی و خوش بصفا ازانجا در گذشتم بمقام فاروق پیوستم واز مقامِ فاروق بمقام صدیق عبور کردم وہر کدام را تعریفے در خورِ آں نوشتہ وازانجا بمقام محبوبیت و اصل شدہ مقامے مشاہدہ افتاد بغایت منور و ملون کو درا بانواع انوار و الوان منعکس یافتم یعنی استغفراللہ از مقام خلفاء در گذشتہ بعالی مرتبت رجوع نمودم و دیگر گستاخی ہا کردہ کہ نوشتن آن طولے دارد واز ادب دوراست بنا بریں حکم فرمودم کہ بدرگاہِ عدالت آئین حاضر سازند، حسب الحکم بملازمت پیوست و از ہر چہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود و باعدم خرد و دانش بغایت مغرور و خود پسند ظاہر شد صلاح او منحسر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محویں باشد تا شوریدگی مزاج و آشفتگی و ما غش قدرے تسکین پذیرو شورش عوام نیاز فرونشیند، لاجرم بانے سنگدلان حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد۔

شہنشاہ جہانگیر نے اگرچہ مندرجہ بالا عبارت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مدح میں نہیں لکھی بلکہ اس عبارت کا انداز منہ چڑانے کے مترادف ہے، اس کے باوجود اس عبارت میں بعض حقائق پنہاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جہانگیر خود اس بات کا اعتراف کر رہاہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور آں موصوف کے خلفاء و مریدین نے ہر شہر و ہر قصبے میں معرفت کی دکان کھولی ہے، یعنی آپ کی مقبولیت اس قدر عام ہو گئی تھی کہ ہر شہر و ہر قصبے میں آپ کی تعلیمات کے مدارس اور ذکر و اشغال کی مجالس

قائم ہو گئی ہیں۔ اس سے زیادہ حضرت کی مدح و ستائش کیا ہو سکتی ہے، سچ ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

دیگر یہ کہ چونکہ جہانگیر تصوف اور سلوک کی منازل و درجات سے ناواقف تھا، اس لئے وہ ان مقامات کو نہ سمجھ سکا جس کی بناء پر اس نے آپ کو قید کی سزا دی اور یقیناً وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص و اتباع سنت کے اثر سے متاثر اور آپ کی ولایت و کرامت کا ضرور تھا اور آپ کی عظمت و جلال کا رعب و دبدبہ بدرجۂ اتم اس کے دل پر ضرور چھا چکا تھا ورنہ جب کہ اس نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں ابو الفضل جیسے وزیر اعظم کو قتل کرا دیا تھا تو وہ اپنی مطلق العنان بادشاہی کے دور میں آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چونکہ ان واقعات کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو الہام ہو چکا تھا اسی لئے آپ قید ہونے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ابھی تک میری تربیت جمالی طور سے ہوئی ہے، اب حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ جلالی طور سے ہو، اور مجھ پر ایک مصیبت آنے والی ہے جو میرے مدارجِ قرب کی ترقیات کا موجب ہو گی۔ چنانچہ آپ نے ان قید و بند کی تکالیف کو بہ خوشی قبول فرما لیا۔

دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کی حویلی، سرائے، کنواں، باغ اور کتابوں کو ضبط کر لیا گیا تھا اور سب متعلقین کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا۔

نقل ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ گوالیار کے قلعے میں پہنچے تو حاکم قلعہ شاہی حکم کے مطابق نہایت سختی سے پیش آیا، یہ دیکھ کر آپ کے احباب میں سے ایک صاحب نے پاسبانوں سے کہا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بادشاہ نے ہمیں یہاں قید کر رکھا ہے؟ یاد رکھو کہ ہم حکم الٰہی سے

یہاں آئے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال کر ایک دم باہر جا سکتے ہیں۔ اتنا کہہ کر اچھلے اور قلعے کی دیوار پر جا بیٹھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جب یہ حرکت دیکھی تو جھڑک کر فرمایا کہ کیا مجھ میں اظہارِ کرامت کی قدرت نہیں جو تم کر رہے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس جفا کو برداشت کرنے پر مامور ہیں:

تو سمجھتا ہے حوادث ہیں ستانے کے لئے
یہ ہوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کے لئے
تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے!

جب پاسبانوں نے یہ حالت دیکھی تو بہت نادم و پشیماں ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر معافی مانگی۔[508]

نقل ہے کہ جب حضرت قلعہ گوالیار میں پہنچے تو وہاں کئی ہزار غیر مسلم قیدی بھی تھے آپ نے ان کو تبلیغ دین کر کے مشرف بہ اسلام کیا اور سینکڑوں قیدیوں کو ارادت سے سرفراز فرما کر درجاتِ ولایت پر پہنچا دیا۔[509]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ میں جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تو مکتوبات شریف کے دفتر دوم کو اسی واقعے کی یادگار کے طور پر ختم کر کے مکمل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم!

---

[508] سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۱۲۷، ۱۲۸

[509] علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۵۲

اسی سال آپ کے خلیفہ شیخ احمد برکی کا وصال ہوا۔ جب اس کی اطلاع حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہوئی تو بہت افسوس کیا۔

تجدید کا اٹھارواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر کے خلاف امراء کی بغاوت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی اور لشکر میں قیام، بادشاہ سے ملاقاتیں اور دینِ اسلام کی تبلیغ و ترویج وغیرہ ہیں۔

ہندوستان کے امراء اور اراکین سلطنت مثلاً عبدالرحیم خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدرِ جہاں، خان جہاں لودھی اور مہابت خاں وغیرہ جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و معتقد تھے، آپ کی نظر بندی کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور جنگ کرنے کے لئے باہمی خط و کتابت شروع کر دی، آخر یہ طے پایا کہ کابل کے حاکم مہابت خان کو اپنا سردار مقرر کیا جائے، مگر اسی اثناء میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں کہ میری یہ کیفیت اپنی رضامندی سے ہے، خبردار آپ لوگ کوئی جنبش یا حرکت نہ کریں۔[510]

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے ان واقعات کو اس طرح قلمبند کیا ہے کہ مہابت خان نے جب ہر طرح کے انتظامات مکمل کر لئے تو خطبے اور سکے سے بادشاہ کا نام نکال کر کابل سے ہندوستان کی طرف چلا، جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بہت پریشان ہوا اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ مہابت خان کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ بادشاہ خود ایک جرار لشکر لے کر نکلا، آخر دریائے جہلم پر جہانگیر اور مہابت خان کا مقابلہ ہوا۔ جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ شاہی لشکر میں حضرت مجدد الف

---

[510] سیرت امام ربانی، ص ۱۳۰، ۱۳۱

ثانی قدس سرہٗ کے مریدوں میں کثرت تھی اور سب کو معلوم تھا کہ مہابت خان حضرت موصوف کو قید کرنے کی وجہ سے بادشاہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہوا ہے، اس لئے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں لشکر نے مہابت خان پر حملہ صرف دکھانے کے لئے کیا۔ بادشاہ غصے میں بھرا ہوا تو تھا ہی اس نے آگے دیکھا نہ پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ مہابت خان جنگی چال چل کر پیچھے ہٹتا چلا گیا، حتیٰ کہ بادشاہ کو گھیرے میں لے کر گرفتار کر لیا۔ وزیر اور باقی لشکر کو جب بادشاہ کی گرفتاری کا علم ہوا تو بہت گھبرائے اور صلح کی پیشکش کی، اور وزیر نے مہابت خان کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت خوشامد کی اور معافی مانگی۔

بادشاہ تین یا سات دن مہابت کے پاس نظر بند رہا، اس دوران بعض امراء نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تخت پر بٹھانا چاہا لیکن حضرت نے تخت پر بیٹھنا تو درکنار قید سے نکلنا بھی پسند نہ کیا بلکہ آپ نے امراء کے ذریعے مہابت خان کو پیغام بھیجا کہ "فتنہ اور فساد فرو کرو، اور بادشاہ کی اطاعت کرو"۔

جب مہابت خان نے جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا پیغام سنایا تو وہ حیران ہوا اور حضرت کی عظمت و ہیبت سے تھرا گیا۔ چنانچہ مہابت خان نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا عہد و پیمان لے کر بادشاہ کو تخت پر بٹھایا اور خود دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا اور آدابِ سلطنت بجالایا۔ بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا حکم دیا۔ آپ کی نیک نیتی اور اخلاص کے اس عظیم مظاہرہ سے متاثر ہو کر بادشاہ نے آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے تشریف لانے کی دعوت دی۔[511]

[511] روضۃ القیومیہ، ص۱۸۸، ۱۸۹، سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، ص۸۹

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چند شرطیں حاضر ہونے کے لئے پیش کیں، جن کو بادشاہ نے بخوشی منظور فرمایا۔

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بڑی عزت و احترام سے رہا کئے گئے، تین یوم سرہند شریف قیام فرما کر آپ شاہی لشکر آگرہ میں تشریف لے گئے۔ ولی عہد شہزادہ خرم اور وزیر اعظم نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو شاہی مہمان خانے میں نہایت احترام کے ساتھ ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ نے آپ کی پیش کردہ شرطوں کو پورا کیا چنانچہ:

۱۔ سجدۂ تعظیمی بالکل موقوف کر دیا گیا۔

۲۔ گاؤ کشی میں آزادی دی گئی، گائے کا گوشت بر سرِ بازار فروخت ہونا شروع ہوا۔

۳۔ بادشاہ اور ارکانِ دولت نے ایک ایک گائے دربارِ عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کرا کے کھائے۔

۴۔ ملک کے جس جس حصے میں مساجد شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

۵۔ دربارِ عام کے قریب ایک خوش نما مسجد تعمیر ہوئی، تیار ہونے پر بادشاہ امراء سمیت اس مسجد میں آیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی امامت میں نماز ادا کی۔

۶۔ ہر شہر اور قصبے میں دینی تعلیم کے لئے مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے۔

۷۔ شہر بہ شہر محتسب، شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔

۸۔ کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

۹۔ جس قدر قوانین خلافِ شرع جاری تھے سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

۱۰۔ جملہ بدعات اور رسومِ جاہلیت بالکل مٹادی گئیں۔ اس طرح دینِ اسلام میں نئے سرے سے رونق اور تازگی پیدا ہوئی، مسلمانوں کے قلوب مسرت سے لبریز ہو گئے، اور شبانہ روز کفار اپنی رضا اور غبت سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔[512]

صاحبِ روضۃ القیومیہ رقم طراز ہیں کہ بادشاہ گزشتہ گستاخیوں کی بابت بہت شرمندہ تھا، ہر روز اپنے خاتمہ بالخیر اور مغفرت کے لئے آنجناب (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) سے التجا کرتا۔ آنحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خاطر جمع رکھو میں اس وقت بہشت میں داخل ہوں گا جب تم کو اپنے ساتھ لے لوں گا۔[513]

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی علیہ الرحمۃ قید سے رہائی کے واقعات کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

قید سے رہائی کا واقعہ بھی آپ کی روشن کرامت ہے۔ بادشاہ جہانگیر نے خواب دیکھا، خواب کیا قسمت جاگ اٹھی، دیکھا کہ سید الخلق اشرف الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطور تاسف اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جہانگیر! تو نے کتنے بڑے شخص کو قید کر دیا۔

اس خواب کے بعد فوراً آپ کی رہائی عمل میں آئی مگر دشمنوں نے پھر کچھ کہہ سن کر بادشاہ سے یہ حکم دلوایا کہ چند روز آپ ہمارے لشکر میں رہیں۔ گو یہ چیز حضرت کے لئے قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی لیکن کام جو بنا وہ اسی سے بنا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور اس صحبت نے اس کے باطن

---

512 سیرتِ امام ربانی، ص ۱۳۲، ۱۳۳

513 روضۃ القیومیہ، ص ۱۹۷

کو مزکی کر دیا، پھر تو وہ آپ کا غلام تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے ایسی بے تعلقی اختیار کی کہ باید و شاید۔[514]

جہانگیر اپنی توزک میں رہائی کے واقعات کو اپنے شاہی رعب و جلال کے ساتھ اس طرح لکھتا ہے:

"دریں تاریخ[515] شیخ احمد سرہندی را کہ بجہت دکان آرائی و خود فروشی و بے صرفہ گوئی روزے چند در زندان ادب محبوس بود بحضور طلب داشتہ خلاص ساختم خلعت و ہزار روپیہ خرچ عنایت نمودہ ور فتن و بودن مختار گردانیدم او از روئے انصاف معروض داشت کہ ایں تنبیہ و تادیب در حقیقت ہدایتے و کفایتے بود نقش مراد در ملازمت خواہد بود"۔

جہانگیر کی یہ عبارت بھی اپنے شاہی متکبرانہ انداز میں ہے لیکن اس عبارت سے واضح طور پر یقین ہوتا ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص سے ضرور مرعوب ہو چکا تھا جب ہی تو اس نے خلعت اور ہزار روپیہ کی رقم عنایت فرمائی اور اس کا بھی اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے وطن واپس تشریف لے جائیں یا میرے ساتھ رہیں۔ آپ نے شاہی لشکر میں قیام کو قبول فرمالیا اور فرمایا"میرا مقصد اسی سے پورا ہو گا"۔ یعنی اس سے بادشاہ کی اصلاح ہو گی اور اسلام کا بول بالا ہو گا۔

---

[514] تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص۲۵۶

[515] قید سے رہائی کے سلسلے میں عرض ہے کہ توزک جہانگیری میں صفحہ ۲۹۲ پر پندرہویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو کہ بروز جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۲۹ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال خورداد کے مہینے (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۹ھ و مطابق ۲۱ مئی ۱۶۲۰ء) میں جو حالات و واقعات پیش آئے ان کے ضمن میں صفحہ ۳۰۸ پر یہ عبارت درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کی کسی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پورے ایک سال بعد قید سے رہا کیا گیا۔

اس کے بعد بھی ایک دوسرے موقع پر جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو دو ہزار روپے پیش کئے، چنانچہ توزک جہانگیری میں درج ہے کہ ازاں جملہ بشیخ احمد سرہندی دو ہزار روپیہ عنایت شد۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب گوالیار کے قلعے سے باہر تشریف لائے اور لشکر میں قیام پزیر ہوئے تو وہاں کے حالات مخدوم زادوں کے نام تحریر فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فرزندانِ گرامی اگرچہ ہماری دائمی صحبت کے مشتاق اور خواہاں ہیں اور ہم بھی ان کے حضور و ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن کیا کر سکتے ہیں کیونکہ تمام امیدیں میسر نہیں:

تَجْرِیْ الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ۔

ہوا چلتی ہے کشتی کے مخالف۔

لشکر میں اس طرح بے اختیار و بے رغبت رہنا بہت ہی غنیمت جانتا ہوں اور اس عرصے کی ایک ساعت کو دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے بہتر تصور کرتا ہوں۔[516]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جیسا ارشاد فرمایا تھا کہ "میرا مقصد اسی سے پورا ہوگا یعنی لشکر کے دورانِ قیام بادشاہ سے ملاقات کی سہولت اور اس کو تبلیغِ دین کرنے کے مواقع حاصل ہو سکیں گے، چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی شاہی دربار میں آمد و رفت شروع ہوگئی۔

---

[516] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳

جس کو تذکرۂ مخدوم زادوں کے نام ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس طرف کے احوال اور اوضاع حمد کے لائق ہیں عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں وہی باتیں بیان ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر ہونا چاہیئے۔[517]

شاہی مجلس سے متعلق ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت و عافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا لکھ رہا ہوں اچھی طرح سماعت کریں۔ آج شنبہ کی رات کو بادشاہی مجلس میں گیا تھا ایک پہر رات گزرے وہاں سے واپس آیا اور تین سیپارہ قرآن مجید حافظ سے سنا، دو پہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی"۔[518]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف میں ایک مکتوب جہانگیر بادشاہ کے نام بھی ہے، چونکہ شہنشاہ جہانگیر سے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکتوب یہاں درج کر دیا جائے وھو ھذا:

"کم ترین دعا گویان احمد معلّٰی بارگاہ کے حاضرین اور بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عاجزی اور نیاز مندی ظاہر کرتا ہے اور اس امن و آرام کی نعمت کا شکر بجالاتا ہے جو جناب کے غلاموں کی دولت و اقبال سے عوام و خواص کے شاملِ حال ہے اور دعا کی قبولیت کے گمان کردہ وقتوں اور

---

[517] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۰۶

[518] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۷۸

فقراء کی جمعیت کے زمانوں میں فتح حاصل کرنے والے لشکر کے لئے فتح و نصرت کی دعا مانگتا ہے کیونکہ:

ہر کسے را بہرِ کارے ساختند

ہر کسی کو دے دیا ہے ایک کام

اس لئے کارخانۂ خداوندی میں کوئی چیز عبث نہیں ہے، وہ کام جو غزا اور جہاد کرنے والے لشکر پر موقوف ہے اس میں دولت و سلطنتِ قاہرہ کی تائید اور تقویت ہے جس پر شریعتِ روشن کی ترقی منحصر ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اَلشَّرعُ تَحتَ السَّیْفِ "شرع تلوار کے نیچے ہے" اور یہی بڑا معتبر کام لشکرِ دعا (دعا کرنے والے حضرات) سے بھی وابستہ ہے جو اربابِ فقر و احبابِ بلاہیں، کیونکہ فتح و نصرت دو قسم کی ہے، ایک وہ قسم ہے جس کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا اور وہ فتح و نصرت کی صورت میں ہے جو غزا کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے، دوسری قسم فتح و نصرت کی حقیقت ہے اور مسبب الاسباب کی طرف سے ہے، آیت کریمہ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران ۱۲۶) (نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) میں اسی نصرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ لشکرِ دعا سے تعلق رکھتی ہے، پس لشکرِ دعا اپنی ذلت و انکساری کے باعث لشکرِ غزا پر سبقت لے گیا اور سبب سے مسبب کی طرف دلالت فرمائی۔

بردند شکستگاں ازیں میدان گوے

لے گئے کمزور اس میدان سے گیند

نیز دعا قضا کو رد کر دیتی ہے، جیسے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: **لَا یَرُدُّ الْقَضَآ اِلَّا الدُّعَاءُ**[519] "سوائے دعا کے کوئی چیز قضاء کو نہیں ٹالتی" تلوار اور جہاد میں یہ طاقت نہیں کہ قضا کو رد کر سکے، پس لشکرِ دعا ضعف و عاجزی کے باوجود لشکرِ غزا کے لئے لشکرِ دعا کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جسم بغیر روح کی تائید و نصرت کے لائق نہیں ہوتا، اسی لئے راویوں نے کہا ہے: **کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکَ الْمُھَاجِرِیْنَ**[520] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لشکر غزا اور جہاد کرنے والوں کو غلبہ کے باوجود فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے"۔ پس فقراء جو دعا کا لشکر ہیں خواری و زاری اور بے اعتباری کے باوجود ضرورت کے وقت کام آتے ہیں اگرچہ **اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن** "فقر دونوں جہاں میں روسیاہی کا باعث ہے" کہا گیا ہے، اس بے اعتباری کے باوجود اعتبار حاصل کرتے ہیں اور سب سے آگے قدم لے جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "قیامت کے دن شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی کے ساتھ تولیں گے تو سیاہی والا پلہ غالب آجائے گا، **سبحان اللہ و بحمدہٖ**۔ یہی سیاہی اور روسیاہی ان کی عزت و سرخ روئی کا باعث ہو گئی اور ان کے مرتبے کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ہاں

بتاریکی دروں آبِ حیات است
چھپا ظلمت میں آبِ زندگی ہے

---

[519] رواہ الترمذی وابن ماجہ عن سلمان والحاکم وابن حبان عن ثوبان

[520] رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ)

کوئی شاعر کہتا ہے کہ، بیت:

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے

سیاہ روئیِ من کرد عاقبت کارے

میرے حبیب نے مجھ کو اپنا غلام کہا، میری سیاہ روئی نے آخر میرا کام بنا دیا۔

یہ کم ترین اگرچہ اس لائق نہیں کہ اپنے آپ کو لشکرِ دعا کے شمار میں داخل کرے لیکن تاہم صرف فقر کے نام اور دعا کی قبولیت کے احتمال پر اپنے آپ کو دولتِ قاہرہ کی دعا سے فارغ نہیں رکھتا اور حال و قال کی زبان سے سلامتی کی دعا و فاتحہ میں مشغول رہتا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ (البقرة ۱۲۷)

تجدید کا انیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر اور شہزادہ خرم کی جنگ، شہزادہ کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونا اور سلطنت کی بشارت پانا۔

اس سال ولی عہد شہزادہ خرم (شاہجہاں) جو بہت نیک طنیت اور فرشتہ خصلت تھا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا بہت معتقد تھا اور آصف الدولہ برادرِ نور جہاں کا داماد تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قید کے زمانے میں حضرت کے لئے کئی بار باپ سے لڑائی جھگڑا بھی تھا اور رہائی کے لئے سفارش بھی کی تھی۔ بادشاہ کی تلون مزاجی اور آئے دن ان فتنوں کے بپا ہونے سے سخت نالاں تھا۔ اسی اثناء میں شہزادے کو خفیہ طور پر معلوم ہوا کہ اس کو ولی عہدی سے محروم کر کے شہریار کو ولی عہد بنانے کی سازش ہو رہی ہے تو مجبور ہو کر باپ کے ساتھ آمادۂ پیکار ہو گیا شہزادہ کے ساتھ فوج کی

کثرت تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ عین جنگ کی حالت میں کچھ فوجی دستے بادشاہ سے جدا ہو کر شہزادے سے جا ملے۔ غرض بڑے زور سے باپ بیٹے کا مقابلہ ہوا۔

جہانگیر پریشان ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے فتح و نصرت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے معاملہ برعکس ہو گیا اور شہزادہ کو شکست اور جہانگیر کو فتح حاصل ہوئی۔

شہزادہ خرم شکست کے بعد چھپتا چھپاتا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں تو ہمیشہ بادشاہ سے آپ کے لئے لڑتا بھڑتا رہا اب آپ میری مدد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

"مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ عنقریب تم تخت پر بیٹھو گے اور تمہارا لقب شاہجہاں ہو گا اور عرصے تک تمہاری نسل میں سلطنت رہے گی"۔

یہ سن کر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بطورِ تبرک حضرت کی ایک دستار لے گیا جو عرصے تک شاہانِ مغلیہ کے خزانے میں رکھی رہی۔[521]

بعض حضرات نے اس جنگ کے اسباب اس طرح بیان کئے ہیں کہ نور جہاں اگرچہ سنجیدہ، قابل اور دانش مند عورت تھی، اس کے رحم و کرم اور دستِ فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں اپنی جملہ مشکلات سے نجات پاتی تھیں لیکن بسا اوقات وہ اپنے ذاتی منشاء کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔ اسی طرح شہزادہ خرم سے جہانگیر اتنا خوش تھا کہ عہدِ شاہزادگی

---

[521] روضۃ القیومیہ، ص۲۰۳ تا ۲۰۵، سیرت امام ربانیؒ، ص ۱۳۴

ہی میں اس کو "شاہجہاں"[522] کا خطاب دے کر چتر وغیرہ شاہانہ امتیازات اس کو مرحمت کر دیئے تھے۔ لیکن جب نور جہاں اس کی مخالف ہوئی تو جہانگیر کو اس فرزندِ عزیز سے زیادہ نفرت کسی سے نہیں تھی۔ شاہزادہ موصوف نے غلط فہمی کے ازالے کے لئے اپنا وکیل بادشاہ کی خدمت میں بھیجا تو اس کو بات کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مجبوراً اس عزیز فرزند کو اپنی جان بچانے کے لئے شاہی فوجوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور جہانگیر کی عمر کے آخری سال ان ہی خرخشوں کی نظر ہو گئے۔

بات صرف یہ تھی کہ نور جہاں شہزادہ شہریار کو جہانگیر کا جانشین بنانا چاہتی تھی، کیونکہ شہریار سے شیر افگ کی لڑکی منسوب تھی جو نور جہاں کے بطن سے تھی۔ شاہ جہاں کی مشہور اور مسلم قابلیت کے مقابلے میں شہریار طفلِ مکتب تھا مگر داماد کی محبت میں اس نے مفادِ سلطنت حتیٰ کہ خاندانی مصلحت کا بھی خیال نہ کیا اور پورے ملک میں ایک فتنہ برپا کر دیا۔

نور جہاں کا بھائی آصف الدولہ شاہجہاں کا حامی اور نور جہاں کے مقابلے پر تھا، کیونکہ آصف الدولہ کی لڑکی ارجمند بانو بیگم شاہجہاں سے منسوب تھی جس کا لقب ممتاز محل تھا، یہ رشتہ شاہجہاں کی حمایت کا باعث تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں کی ذات ستودہ صفات ہر ایک بھی خواہِ ملک اور مدبر

---

[522] شاہجہاں بادشاہ یکم ربیع الاول ۱۰۰۰ھ م ۱۷دسمبر ۱۵۹۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۰۳۷ھ م ۱۳ فروری ۱۶۲۸ء کو تخت نشین ہوئے اور شہاب الدین شاہجہاں کا لقب اختیار کیا۔ ان کے زمانے میں سلطنت میں کافی وسعت ہوئی۔ اگرچہ قندھار کا علاقہ مغلیہ سلطنت سے نکل گیا لیکن دکن کا بہت سا علاقہ میں اس میں شامل ہو گیا۔ شاہجہاں کا دور ملک کی خوشحالی اور ترقی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا عہد زرین کہلاتا ہے، فنِ تعمیرات میں قدرت نے اس کو سب سے زیادہ عمدہ مذاق عطا کیا تھا، انہوں نے اپنی بیوی ارجمند بانو بیگم کی قبر پر جو مقبرہ تعمیر کرایا تھا وہ آج بھی تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے، دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ "تاج محل" سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر آج تک تعمیر نہیں ہوئی، علاوہ ازیں دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ اور بکثرت مساجد ان کی یادگار ہیں، نہایت دین دار، رعایا پرور، نیک اور عادل بادشاہ تھے۔ تقریباً اکتیس سال ۱۰۶۸ھ تک حکومت کی مزید آٹھ سال نظر بندی میں گزرے اور شب دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ م یکم فروری ۱۶۶۶ء میں وفات پائی اور تاج محل آگرہ میں دفن ہوئے۔

کو اپنی حمایت پر مجبور کر دیتی تھی۔[523] اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحب زادوں کو کوہستان سے اپنے پاس لشکر میں بلالیا۔

تجدید کا بیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہمراہ جہانگیر کا سرہند آنا۔ اجمیر شریف حاضر ہونا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لشکر سے خلاصی وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اخلاص و کرامات کی وجہ سے جہانگیر اس درجے گرویدہ ہوا کہ اب ایک ساعت کے لئے بھی آپ کو اپنے سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا حتیٰ کہ سفر و حضر میں بھی اپنے ساتھ رکھتا۔ اس طرح ساتھ رہنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی مجبوریوں کی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے اور حصول فیض کے متمنی تھے ان کو حضرت سے فیض حاصل کرنے کا موقع مل گیا اور جن علاقوں میں دینی مدارس نہ تھے وہاں حضرت کے حکم سے مدارس قائم کئے گئے اور جو مساجد غیر آباد یا منہدم ہو گئی تھیں وہ آباد و تعمیر کی گئیں اس طرح دین کا چرچا عام ہو گیا اور عوام کی دینی اور اخلاقی اصلاح بھی ہو گئی۔

جب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لاہور پہنچے تو اس شہر کی قطبیت شیخ طاہر کو عنایت فرمائی اور سرہند کی طرف روانہ ہوئے، جب شاہی خیمے سرہند میں نصب ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بادشاہ کی ضیافت فرمائی، کھانا کھانے کے بعد بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ایسا لذیذ کھانا میں نے کبھی نہیں کھایا آپ اپنے باورچیوں سے فرمائیں کہ وہ ہمارے باورچیوں کو کھانا

---

[523] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۴۴

پکانا سکھائیں، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تمہارے باورچیوں سے ایسا کھانا نہیں پک سکے گا۔ چنانچہ جتنے دن بادشاہ سرہند شریف میں مقیم رہا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ سے اس کے لئے کھانا جاتا رہا۔ ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے بادشاہ سے فرمایا کہ مجھے اب سرہند ہی رہنے دو لیکن بادشاہ نے آپ کی جدائی گوارہ نہ کی اور آپ کی خاطر کچھ عرصے سرہند میں قیام کیا۔ بعد ازاں بادشاہ دہلی روانہ ہو گیا اور حضرت کو بھی ہم راہ لیا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے بنارس تک بادشاہ کے ہمراہ تشریف لے گئے، پھر بادشاہ اجمیر کی طرف روانہ ہوا حضرت بھی اس کے ہمراہ اجمیر تشریف لے گئے اور وہاں کافی عرصہ قیام پزیر رہے۔[524]

تجدید کا اکیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ

اس سال کے اہم واقعات میں شیخ نورالحق پسر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف مکتوب گرامی اور حضرت کا خصوصی مکاشفہ وغیرہ حالات ہیں۔

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحب زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کو لشکر شاہی سے سرہند شریف روانہ کیا۔

اسی سال شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صاحب زادے مولوی نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرفت چند اسرارِ باطنی کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے استفسار کیا۔ حضرت قدس سرہ نے نہایت تسلی بخش جواب دیا، جو مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر سوم میں شیخ نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ہے۔ یہ ایک طویل مکتوب گرامی ہے جس میں حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام

---

[524] روضہ قیومیہ، ص ۲۰۷ تا ۲۰۹

کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گرفتاری کے سِر کو منکشف فرمایاہے اور بعض اسرارِ غریبہ اور علومِ عجیبہ بیان فرمائے ہیں، اس مکتوبِ گرامی کی ابتداء اس طرح پر ہے۔

الحمدلله و السلام علی عباده الذین اصطفی، فضائل و کمالات کے پناہ والے برادرم شیخ نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس گرفتاری کی نسبت جو حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ تھی بڑے شوق واہتمام کے ساتھ دریافت کیا تھااور فقیر کو بھی مدت سے اس انکشاف کا شوق تھا جب آپ کا شوق اس شوق کے ساتھ مل گیا تو بے اختیار ہو کر ہم تن اس دقیقہ کے کشف کی طرف متوجہ ہوا اور سرسری نظر میں معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی خلقت اور ان کا حُسن وجمال اس عالم دنیا کی خلقت اور حُسن وجمال کی قسم سے نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کی قسم سے ہے اور مشہود ہوا کہ باوجود اس جہاں کے ان کا حُسن حور وغلمان کے حُسن کی مانند ہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بارے میں مفصل طور پر جو کچھ فائض ہوا ہے تحریر کر کے ارسال کیا جاتا ہے۔سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔الی اخر المکتوب الشریف۔[525]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس جواب کو دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے اور ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان ہی دنوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ ٔبیرنگ باقی باللہ قدسرہ العزیز کے خلیفہ شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

---

[525] دفتر سوم، ص ۱۰۰

تعالیٰ کی طرف ایک مکتوب لکھا جو اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی تجدید و قیومیت کے معترف تھے۔[526]

ایک عالم نے جو تصوف کے خلاف تھے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ایک مکتوب پڑھا جس میں تحریر تھا "حقیقت و طریقت دونوں شریعت کی خادمہ ہیں" تو اس عالم نے حضرت کے اس جملے سے بہت لطف اٹھایا اور بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّم ھَذَاالشَّیخ المُعَظَّم "اے پروردگار! اس شیخ معظم کو سلامت رکھ" پھر فرمایا کہ آج میرے دل سے وہ کدورت رفع ہو گئی جو مشائخ کی طرف سے تھی۔"[527]

اسی سال ۱۰۳۱ھ میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے امر و طلب پر آپ کی خدمت میں اجمیر شریف حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت قدس سرہ کی ہدایت کے بہ موجب مکتوباتِ شریفہ کا دفتر سوم مرتب و مدوّن کیا جس کا سالِ تدوین لفظِ "ثالث و معرفت الحقائق" ۱۰۳۱ھ سے ظاہر ہے۔ یہ دفتر ۱۱۴ مکتوبات پر ختم ہوا تھا لیکن اس کی تدوین کے بعد کے دس مکتوبات بھی اس میں اضافہ کر دیئے اور اب یہ دفتر ۱۲۴ مکتوبات پر مشتمل ہے۔[528]

اسی سال اجمیر ہی میں شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور باطنی کمالات میں بہت جلد ترقی کی، چند ماہ بعد جب حضرت علیہ الرحمہ نے شیخ کو لوگوں کی تربیت کے قابل پایا تو سرہند شریف میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔[529]

---

[526] حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا وہ مکتوب "مجددیت" کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

[527] سیرت امام ربانی ص ۱۳۸

[528] دیباچہ دفتر سوم

[529] روضۃ القیومیۃ ص ۲۱۴

تجدید کا بائیسواں سال

از بارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۲ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ

اس سال کے اہم واقعات میں آثارِ رحلت، سرہند شریف میں ورودِ مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسند ارشاد پر فائز ہونا وغیرہ حالات ہیں۔[530]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعض مخلص احباب آپ کے مکتوبات شریف کی پہلی اور دوسری جلد بدخشاں، خراسان اور ماوراء النہر لے گئے وہاں کے بعض علماء و مشائخ جو اپنے حلقے کے سردار بھی تھے ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے تھے جب انہوں نے مکتوبات شریف کا مطالعہ کیا تو حضرت کے معتقد ہوگئے، چناں چہ وہاں کے جید علماء میں سے مولانا ربانی حسن قادانی اور مولانا نولک نے ایک صالح شخص کے ہاتھ اپنے اپنے نیاز مندانہ عریضے آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجے، جو اس صالح شخص نے اجمیر شریف میں حاضرِ خدمت ہوکر آپ کے حضور میں پیش کئے اور ان بزرگوں کی طرف سے وفورِ محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ ان عریضوں میں تحریر تھا کہ اگر کبر سنی، ضعفِ جسمانی، بُعدِ مسافت اور صعوبتِ سفر وغیرہ امور مانع نہ ہوتے تو ہم خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر بقیہ لمحات درِ دولت پر گزارتے لہٰذا ہم نیاز مندوں کو اپنے مخلصوں اور مریدوں میں شامل کر کے غائبانہ افاضت سے ہمارے احوال پر توجہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان میں سے ہر ایک عرض گزار کی طرف سے اس شخص کو مرید کیا۔ رخصت ہوتے وقت اس شخص نے درخواست کی کہ وہاں

---

[530] روضۃ القیومیہ ص ۱۶۳

کے بزرگوں نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کی بھی درخواست کی ہے۔ آپ قدس سرہ نے تیسرے دفتر کا ایک جزو اس شخص کو عنایت فرمایا۔[531]

آثارِ رحلت و جانشینی

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ ابھی اجمیر شریف ہی میں تشریف فرما تھے کہ ایک دن فرمایا: آثار بتاتے ہیں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے۔[532]

چنانچہ سرہند شریف اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو مندرجہ مکتوب تحریر فرماتے ہیں۔

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، مدت گزری کہ فرزندانِ گرامی نے اپنے ظاہری و باطنی احوال کی نسبت کچھ نہیں لکھا شاید دیر تک جدا رہنے کے باعث مجھ دورافتادہ کو بھول گئے ہوں، ہم بھی أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ رکھتے ہیں۔ آیتِ کریمہ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ(الزمر ٣٦) "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔" نامراد غریبوں کی تسلی بخشنے والی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ تمہاری اس قدر لاپروائی کے باوجود دل ہمیشہ تمہارے احوال کی طرف متوجہ ہے اور تمہارے کمال کا خواہاں ہے۔ کل صبح کی نماز کے بعد مجلسِ سکوت یعنی مراقبے و خاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں پہنے ہوئے تھا مجھ سے جدا ہو گئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی، دل میں آیا کہ یہ خلعتِ زائلہ (میری اتاری ہوئی خلعت) کسی کو دیتے ہیں یا نہیں۔ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعتِ زائلہ میرے فرزند محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو دے دیں تو بہتر ہے۔ ایک لمحے کے

---

[531] روضۃ القیومیۃ، رکن اول ص ۲۱۷،۲۱٦

[532] زبدۃ المقامات ص ۲۸۲

بعد دیکھا کہ میرے فرزند کو مرحمت فرمائی گئی ہے اور وہ خلعت سب کی سب ان کو پہنائی گئی ہے۔ اس خلعتِ زائلہ سے معاملۂ قیومیت مراد ہے جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے عرصۂ مجتمع کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے۔ اس خلعتِ جدیدہ کا معاملہ جب انجام تک پہنچ جائے گا اور خلعت کے مستحق ہو جائیں گے تو امید ہے کہ کمال کرم سے فرزند عزیز محمد سعید (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو عطا فرمائیں گے۔ یہ فقیر ہمیشہ عاجزی کے ساتھ یہ سوال کرتا ہے اور قبولیت کا اثر پاتا ہے اور فرزندِ عزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اس دولت کا مستحق معلوم کرتا ہے۔

باکریماں کارہا دشوار نیست

کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

استعداد ہے تو وہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ بیت

نیاوردم از خانہ چیزے نخست

تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تُست

نہیں لایا میں کچھ بھی اپنے گھر سے مجھے سب کچھ ملا ہے تیرے در سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (السبا ۱۳)

"اے آلِ داؤد عمل کرو اور شکر بجالاؤ میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔"

تم جانتے ہی ہو کہ شکر سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطنی اعضاء و جوارح اور قویٰ کو جس جس غرض کے لئے خدائے تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ان میں صرف کرے۔ اگر یہ نہ کیا جائے تو شکر بھی ادا نہ ہو۔ وَ اللّٰهُ سُبحَانَهُ اَلْمُوَفِّق۔ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اس قسم کے علوم پوشیدہ اسرار میں

سے ہیں، اگرچہ احتیاط کے ساتھ کہے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

دوسرے یہ کہ وہ مشکل جو درپیش تھی شاید وہ معاملہ عالمِ مثال میں سے تھا ان دنوں میں وہ بھی حل ہوگئی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں رہی، شاید اس امر میں خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی روحانیت کا بھی دخل ہوگا، محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی شاید اس مشکل کو دل میں رکھتا ہوگا۔ والسلام۔[533]

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے اسی سال ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں فرمایا کہ آج عجیب معاملہ پیش آیا کہ میں اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا مجھے محسوس ہوا کہ اسی تخت پر میرے ساتھ کوئی اور آکر بیٹھ گیا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تشریف فرماہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارے واسطے اجازت نامے لکھنے کے لئے آیا ہوں جو آج تک میں نے کسی کے واسطے نہیں لکھے۔ میں نے دیکھا کہ اس اجازت نامہ کے متن میں وہ الطاف عظیم درج فرمائے تھے جو اس جہان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کی پشت پر وہ عنایات کثیرہ رقم فرمائی تھیں جو عالمِ آخرت کے متعلق تھیں، چناں چہ یہ بات حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ نے مکتوبات کی تیسری جلد میں تحریر فرمائی ہے۔[534]

فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت وعافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا ہے لکھتا ہوں اچھی طرح سماعت کریں (پھر چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں)

---

[533] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۴

[534] زبدۃ المقامات ص ۱۸۰

دوپہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی۔ صبح کے حلقے کے بعد چونکہ رات کا تھکا ماندہ تھا سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسالت پناہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے فقیر کے لئے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح مشائخ کی عادت ہے کہ اپنے خلفاء کے لئے لکھتے ہیں اور فقیر کے دوستوں میں سے ایک دوست بھی اس معاملے میں ہم راہ ہے۔

اسی اثنا میں گویا ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامے کے اجراء میں ایک طرح کا فتور ہے، اس فتور کی خاص وجہ بھی اسی وقت معلوم ہو گئی۔ وہ دوست جو اس خدمت کا پیش کار ہے گویا دوبارہ اس اجازت نامے کو آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں لے گیا اور آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے اس اجازت نامے کی پشت پر دوسرا اجازت نامہ لکھا ہے یا لکھوایا ہے، یہ تشخیص نہیں ہوا لیکن آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے ساتھ نسبت معلوم ہے اور لکھنے کے بعد اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے۔ اس اجازت نامے کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامے کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا ہے اور مقامِ شفاعت میں نصیب و حصہ عطا فرمایا ہے اور کاغذ بھی بہت بڑا ہے اور اس میں بہت سی سطور لکھی ہیں۔ میں اس دوست سے پوچھتا ہوں کہ پہلا اجازت نامہ کون سا ہے اور دوسرا اجازت نامہ جو لکھا ہے وہ کون سا ہے اور مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں اور آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم باہم ایک ہی جگہ میں باپ بیٹے کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم اور ان کے اہل بیت کا حضور مجھ سے اجنبی نہیں ہے اور میں اس کاغذ کو لپیٹ کر اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر مَحرم فرزندوں کی طرح ان کے حرم شریف میں داخل ہوا ہوں، امہات المؤمنین (مومنوں کی ماؤں) میں سے بڑی ماں (حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے آں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے حضور میں

بعض خدمات کے لئے بڑے اہتمام سے فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں تیرا انتظار کرتی تھی ، اوراس طرح کرنا چاہیئے، اسی اثناء میں افاقہ ہو گیا۔ یہ بات دل سے دور ہو گئ کہ اس فتور کی کیا وجہ تھی جو(اس وقت) معلوم نہیں ہوتی تھی، جوں جوں آنکھ کھلتی جاتی تھی اس واقعہ کی خصوصیات دل سے نکلتی جاتی تھیں۔

تمہیں یاد ہو گا کہ میں اس بارے میں پہلے بھی یہ بات کہا کرتا تھا کہ یہ بلند نسبت عجیب ہے کہ اپنے اندازہ کے موافق ظاہر نہیں ہوتی، دل میں یہ بات آتی تھی کہ اس واقعہ کا ظہور ظاہراً آخرت کے لئے ذخیرہ رکھا ہے اوراس کا نعم البدل میسر ہو گا، اس واقعہ کی وجہ سے ان تردددات سے تشفی حاصل ہوئی۔ قیامت قریب ہے اور ظلمتوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں، کہاں خیریت کجا نورانیت، شاید حضرت مہدی علیہ الرضوان خلافتِ ظاہر کی تائید پا کر اس کو رواج دیں گے، اوراس نعمت کے شکریہ میں ہم نے حکم دیا ہے کہ قسم قسم کے کھانے (پکا کر) آں حضرت صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّمَ کی روحانیت کو ہدیہ کریں اور خوشی کی مجلس قائم کریں۔ شاید اس مکتوب کے اٹھانے والے بھی ان کھانوں سے تناول فرمائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مکتوب میں ایک واقعہ کے بیان میں جو ظاہر ہوا تھا لکھا تھا کہ تیسرے دوست کو نوکری میں قبول نہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد ظاہر ہوا کہ محض کرم سے اس کو بھی قبول فرمایا، اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔لِلّٰہِ الحَمدُوَ المِنَّۃُ عَلیٰ ذٰلِکَ وَعَلیٰ جَمِیعِ النَعمَاءِ۔ (اس نعمت پر بلکہ تمام نعمتوں پر اللہ تعالٰی کی حمد اوراحسان ہے) ان دنوں معارفِ غریبہ اور علومِ عجیبہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ گویا وہ ورق مرقوم ہوا ہے اور ہر ایک کا معاملہ جدا ظاہر ہوا ہے،"فرزند دور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہو تا جاتا ہے"اَلخَیرُ فِی مَاصَنَعَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔(وہی بہتر ہے جو اللہ تعالٰی کرے) کہتا ہوں اور صبر کرتا ہوں۔ رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً وَھَیِّیٔ لَنَا مِنْ

أَمْرِنَا رَشَدًا (الکھف ۱۰) "یااللہ تواپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرمااور ہمارے کام سے بھلائی نصیب کر"وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ التَّبَعِ الْھُدٰی۔[535]

اس نامۂ مبارک کے پہنچتے ہی دونوں صاحب زادے یعنی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بے اختیار خدمت اقدس میں حاضر ہوکر شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے۔ چند روز کے بعد ایک دن خلوت میں دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ اب مجھے اس جہان سے متعلق دلچسپی نہیں رہی، اُس جہان میں جانا ہے کیونکہ کوچ کی علامات نمایاں ہورہی ہیں۔

چناں چہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مجدد الفِ ثانی قدسنااللہ تعالیٰ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومیت سے نوازااوراس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا۔ اس درویش کو خلوت میں طلب کرکے فرمایا کہ اس مجمع گاہ(دنیا)کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا معاملہ رہاہے جو کہ تجھ کو عطا کردیا گیاہے اور مکونات(موجودات)پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوگئے ہیں، اب میں اس فانی دنیامیں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتاہوں اوراس پر آشوب دنیاسے اپنے رحلت فرمانے کاوقت قریب ہونے کی بابت فرمایا۔ وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشمِ پُرنم ہوکر اپنے اندر نہایت غم واندوہ میں ڈوب گیا، نہ زبان کو کہنے کی طاقت رہی اورنہ ہی کانوں کوسننے کی تاب رہی۔ جب حضرتِ عالی قدس سرہٗ نے اس تبدیلی کواس مسکین

[535] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۶

میں ملاحظہ کیا تو نہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھاتا ہے۔

(چند سطور کے بعد) اس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے اندر چھپا ہوا تھا، ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا درمیان میں نہ لایا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی وخوش ہیں (یہ درویش) اس کی لم وعلت کو پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وحشی گزشت یار و نکردی حکایتے اے خانمان خراب زبانِ تو بستہ بود

اے وحشی! یار گزر گیا اور تو نے کوئی بات بھی نہ کی اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی۔

جب حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ "میرے رحلت کرنے میں قدرے مہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے" متوجہ ہو کر ایک لمحے کے بعد فرمایا "میرے انتقال کے دن تک تیرا قیام میرے ساتھ ہو گا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہو گا۔" یہ ارشاد اس مسکین کے غمگین دل کے لئے قدرے تسکین دینے والا ہو گیا۔ اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت مجدد قدس سرہٗ (کی رحلت) کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو ۱۰۳۲ھ کے ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٔ انام کا ارتحال اٹھائیس صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوا تھا۔[536]

---

[536] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۲

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو اپنے حضور میں مسندِ ارشاد پر بٹھایا اور تمام خلفاء اور مریدین کو حکم دیا کہ ان سے بیعت کریں۔ سب نے حسب الارشاد بیعت کی اور خانقاہ کے تمام معاملات بھی ان کے سپرد ہوئے۔ سب کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے حلقے میں بیٹھا کریں حتیٰ کہ اگر کوئی آپ قدس سرہٗ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا آپ قدس سرہٗ اسے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج دیتے اور خود مرید نہ فرماتے۔[537]

تجدید کا تئیسواں سال

ازبارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۴ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کا سرہند واپس تشریف لانا، تمام تعلقات سے انقطاع کر کے خلوت اختیار فرمانا اور وفات حسرت آیات وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کا تقریباً ایک باقی رہ گیا تو آپ قدس سرہٗ نے بڑی کوشش کے بعد بادشاہ سے رخصت حاصل کی۔[538] اور حسبِ معمول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیر تک مرقدِ مبارک کے محاذ میں مراقب رہے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے حقِ مہمانی ادا کیا اور طرح طرح کی ضیافتیں فرمائیں اور بہت سی پوشیدہ باتوں کا اظہار فرمایا۔ اتنے میں مزار کے خادموں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کا قبر پوش جو ہر سال نیا چڑھا کر پرانا بادشاہوں

---

[537] روضۃ القیومیۃ رکن اول ص ۲۲۲

[538] جیسا کہ خود حضرت مجدد قدس سرہٗ دفتر سوم مکتوب ۱۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لشکر کی ہمراہی سے خلاصی میسر ہو گئی۔“

کو دیا جاتا تھا، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ قدس سرہٗ نے قبول فرماکر خادم کے سپرد کر دیا۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہ زیارتِ روضۂ خواجہ قدس سرہٗ کے بعد اجمیر سے اپنے وطنِ مالوف کو روانہ ہو گئے اور ۱۹ ربیع الآخر ۱۰۳۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۶۲۴ء کو اپنے وطن تشریف لے آئے۔ جب اس سفر سے دارالارشاد سرہند شریف تشریف لے آئے تو اہلِ سرہند نے آپ کے شایانِ شان استقبال کیا اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر بجالائے۔

دیوار و در ش سجود کردند ــــــ شکرانۂ ایں ورود کردند[539]

سرہند شریف پہنچ کر حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے تمام تعلقات سے کلی انقطاع کر کے خلوت اختیار کرلی، سوائے مخدوم زادوں اور دو تین خادموں کے اور کوئی آپ قدس سرہٗ کی خدمت میں جانے کا مجاز نہ تھا۔

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان ہی خلوت کے ایام میں ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور! ملکِ دکن کے امورِ سلطنت میں آج کل سخت بد نظمی ہے اگر اجازت ہو تو اپنے اہل وعیال کو لے آؤں۔ آپ قدس سرہ نے اجازت دے دی ۔ رخصت ہوتے وقت میں نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ پھر آستانہ پر حاضر ہو کر قدم بوسی نصیب ہو۔ آپ قدس سرہ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا۔

دعا کنم کہ در آخرت باہم یکجا جمع شویم

دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں پھر ایک جگہ جمع ہوں

---

[539] روضۃ القیومیۃ ص ۲۲۵، ۲۲۴۔ زبدۃ المقامات ص ۲۸۴، ۲۸۳

اسی طرح شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ کی پندرہویں شب کوجب آپ حرم سرامیں تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ ''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹادیا گیاہے اور کس کا باقی رکھا گیاہے۔'' یہ سن کر حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم تو شک وشبہ میں یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کی کیا حالت ہو گی جو بچشمِ خود دیکھتا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹادیا گیاہے[540] اس میں اپنی جانب اشارہ تھا۔

حضرت خواجہ محمد سعید وحضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالی علیہما سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ اپنے مکان میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے فرمایا کہ میں آئندہ جاڑے کے موسم میں اس مکان میں نہ ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا شاید اس مکان میں جو خلوت کے واسطے درست کرایا ہے میں قیام فرمائیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اس جگہ بھی نہیں۔ پھر خدام نے دوبارہ عرض کیا کہ پھر کہاں رونق افروز ہوں گے؟ فرمایا کہ ان مکانوں میں سے کسی میں بھی نہیں، دیکھو خود بخود کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتفاقاً موسمِ سرما آنے سے پہلے ہی اس عالمِ فانی سے عالمِ جاوِدانی کی طرف آپ رحلت فرما گئے۔[541]

ان ہی دونوں مخدوم زادوں سے منقول ہے کہ ہم حضرت اقدس قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ نے اہل وعیال سے اس قدر بے رغبتی اور خلق سے بے تعلقی کس لئے اختیار فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے انتقال کا زمانہ بہت ہی نزدیک اور نہایت ہی قریب ہے۔ پس جس آدمی کو یہ معلوم ہو تو اس کو لازم ہے کہ اپنے کو بہ زور عبادت میں مشغول کرے اور تسبیح واستغفار اور درود و

---

[540] زبدۃ المقامات ص ۲۸۵

[541] وصالِ احمدی ص ۱۰،۹

تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر وغیرہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو اور غیر حق سے بالکل علیحدگی اختیار کرے، اس لئے تم سب بھی مجھ کو خدا پر چھوڑ دو، حق سبحانہٗ وتعالیٰ تم سب سے زیادہ دوست ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ میری توجہ اور اعانت تم لوگوں کے لئے رحلت کے بعد قبلِ رحلت کی بہ نسبت اور زیادہ ہو جائے گی، اس لئے کہ تعلقِ بشری بعض وقتوں میں اعانت اور توجہ کو مانع ہے اور بعد انتقال کے چوں کہ فراغت و تجرد ہے، کوئی مانع نہیں۔[542]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے عید الاضحیٰ ۱۰۳۳ھ کی نماز کے بعد ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا کہ "لوگو! میں نے تمہیں پہلے ہی اطلاع دے دی ہے کہ میں عن قریب دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں، آثار مجھے بتا رہے ہیں کہ میری عمر بھی حضور انور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی سنت کے مطابق تریسٹھ سال ہو گی۔ اب تریسٹھواں سال شروع ہو چکا ہے لہٰذا عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے مولیٰ کا دیدار حاصل کروں گا۔ خدا کے بندو! جو کچھ مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کی طرف سے حاصل ہوا وہ میں نے تم کو پہنچا دیا۔ یہ بھی تم سے مخفی نہیں کہ میں نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کس قدر کوششیں کیں، کتنے ظلم سہے اور کتنی جفائیں برداشت کیں، کتنے سخت سے سخت مصائب اٹھائے حتیٰ کہ قید تک منظور کی، لشکر میں رہنا اختیار کیا لیکن اپنے کام میں کوتاہی نہیں کی، آہ! میں اب تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو اپنے پروردگار کے سپرد کرتا ہوں، میری اور تمہاری ملاقات اب قیامت کے دن حضور اکرم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے جھنڈے تلے ہو گی جہاں آں حضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم تم سے پوچھیں گے کہ شیخ احمد (قدس سرہٗ) نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کیا کچھ کیا تھا۔"

---

[542] زبدۃ المقامات ص ۲۸۸

یہ سن کر حاضرینِ مجلس تڑپ گئے، بے اختیار رونے لگے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا! یاامام الاولیاء قدس سرہٗ واقعی آپ قدس سرہٗ نے شریعت کو رواج دینے میں مذہب وملت کی تجدید میں حد درجے کوشش فرمائی ہے اور اس دوران میں جو جو مصائب و تکالیف آپ کو پیش آئیں ان پر آپ قدس سرہٗ نے صبر سے کام لیا اور شکرِ الٰہی بجالائے۔ اللہ تعالیٰ آپ قدس سرہٗ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ہم قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد آپ قدس سرہٗ نے حاضرین کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور خانقاہ شریف میں تشریف لے آئے۔[543]

۱۰۳۴ھ کا آغاز ہوا تو بارہ (۱۲) محرم کو گوشہ نشینی سے اٹھ کر والدِ ماجد کے مزار شریف پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقبہ فرمایا اور تمام اہلِ قبور کے دعائے مغفرت فرمائی پھر وہاں سے جدِّ اعلیٰ حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار شریف پر تشریف لے گئے وہاں بھی مراقبہ فرمایا اور دعائے مغفرت کے بعد دولت خانے پر تشریف لے آئے۔[544]

چھ سات ماہ کی گوشہ نشینی کے بعد یہ آخری بار زیارتِ قبور کا اتفاق تھا اس کے بعد ضیق النفس کا دورہ عارض ہو گیا جو ہر سال ہوا کرتا تھا لیکن اس سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض شب وروز بڑھتا چلا گیا، ۱۳ صفر کو اس کے ساتھ بخار بھی شروع ہو گیا۔ ان سب کے باوجود آپ قدس سرہٗ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے اور اوراد ووظائف اور ذکر ومراقبے میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔ ۲۳ صفر پنج شنبہ کے دن کچھ افاقہ ہوا لیکن پھر مرض کا زور بڑھنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ بروز منگل بوقتِ چاشت ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۳۴ء کو آپ قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔

---

[543] روضۃ القیومیۃ ص ۲۶۲

[544] سیرتِ امام ربانی ص ۱۴۶

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے وصایا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وصال سے قبل، زندگی کے آخری ایام میں صاحب زادوں، خلفاء اور مریدوں کو بہت سی وصیتیں فرمائیں جن میں سے چند درج کی جاتی ہیں:

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کرنا، دینِ حق کے مجتہدوں کی فرماں برداری کرنا، خلافِ شرع مشائخ سے بچنا، جو فقراء وحدت وجود کے قائل ہیں اور رقص و سماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں کیونکہ جو احوال سالک پر ان امور سے وارد ہوئے میں نے انہیں حضرت سرور کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم نے ان سے منع فرمایا۔ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہنا، عزیمت پر عمل کرنا، کرامت اور رخصت کو اعمال میں داخل نہ کرنا، شغلِ ذکر اور مراقبہ بہ کثرت کرنا، اپنا سارا وقت یادِ الٰہی میں صرف کرنا تاکہ باطنی احوال کشادہ ہو جائیں۔ باطنی ترقی شریعت پر ثابت قدم رہنے اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کے بغیر محال ہے۔ اگر کوئی شخص شریعت کا مخالف ہو اور اس سے خوارقِ عادات یا کرامات ظاہر ہوں تو وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے کلام (مکتوبات) میں مفصل لکھ دی ہیں، ان پر عمل کرنا تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو اور علمِ باطنی سے حصہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام مریدوں کا حال مجھ پر منکشف فرمایا ہے جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے، امت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہِ وَاٰلہ وَسلَّم کے اکثر نیک لوگ مجھے اپنے سلسلے میں معلوم ہوئے۔

نیز میرے فرزندوں کی عزت کرنا، ان سے دعا و توجہ کے لئے التماس کرنا، سختی اور مصیبت میں ان سے مدد طلب کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری پوری معرفت اور مکمل قرب عطا فرمایا ہے،

وہ تمام جہان میں شریف اور کریم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایاہے کہ ہماری نسبتِ خاصہ اور تمام جہان کی قطبیت قیامت تک ہمارے فرزندوں میں رہے گی، وغیرہ۔[545]

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت نبویہ علی صاحبہاالصلوۃ والسلام کی پوری پوری رعایت رکھنا، میری قبر کو خام رکھنا، میری قبر کو کسی گمنام جگہ بنانا۔ اس تیسری وصیت پر مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے عرض کیاکہ حضرت سلامت آپ قدس سرہٗ نے پہلے فرمایاتھاکہ ہماری قبر صاحبزادہ محمد صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے گنبد میں ہوگی اور قبر کی جگہ بھی آپ قدس سرہٗ نے معین فرمادی تھی اوراس جگہ کی شرافت اور برکت وانوار بھی بیان فرمائے تھے۔ فرمایاہاں میں نے کہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہی شوق ہے، اگر تم کو یہ منظور نہ ہوتووالدِ بزرگوار کے نزدیک یاباغ میں دفن کرنا۔ جب مخدوم زادہ قدس سرہٗ نے زیادہ اصرار کیاتو فرمایااچھاجو مناسب ہو کرنا اور مخدوم زادگان رحمہم اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز و تکفین اپنے مہر سے کرنا۔[546]

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہٗ کی وفاتِ حسرت آیات

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے چھ سات مہینے گزرے تھے کہ بتاریخ ۱۷ذوالحجہ ۱۰۳۳ھ آپ قدس سرہٗ کو ضیق النفس کا دورہ پڑا، اگرچہ یہ دورہ ہر سال ہوا کرتا تھالیکن اس سال زیادہ شدت کے ساتھ مع بخار لاحق ہوا تھا، جس کی وجہ سے اعزا کو صحت سے مایوسی ہوئی۔ ایک روزآپ قدس سرہٗ نے مخدوم زادہ محمد سعید قدس سرہٗ سے فرمایاکہ آج

---

545 روضۃالقیومیۃ ص ۲۶۳، ۲۶۲

546 زبدۃالمقامات ص ۲۹۰

شب میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر:

اَفَلَت شُمُوسِ الاَوَّلِینَ وَ شَمسُنَا اَبَداً عَلَی اُفُقِ العُلیٰ لَاتَغرِبُ

گزشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں، لیکن ہمارا آفتاب ہمیشہ افقِ اعلیٰ پر (چمکتا رہے گا اور) غروب نہ ہو گا۔

اور میرے اس قول میں کہ

قَدَمِی هٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔

میرا یہ قدم، اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

لوگ حیران ہیں، اس کا حل (اس کی برکت سے) تم کو اس ضعف سے صحت حاصل ہو گی۔ چناں چہ مرضِ موت میں آپ قدس سرہٗ نے حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح فرمادی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قدس سرہٗ کی وصیت کو آپ قدس سرہٗ کی عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات شریف کی تیسری جلد میں داخل کر دیا ہے، جو جلد سوم کے آخر میں مکتوب ۱۲۳، شیخ نور محمد بہاری کے نام لکھا گیا ہے۔[547]

اور چوں کہ اس ضعف میں حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی ملاقات کا شوق کمال درجے غالب تھا اس لئے آپ پر گریہ وزاری طاری ہوا، حتیٰ کہ کلمہ اللھم الرفیق الاعلیٰ

---

[547] روضۃ القیومیۃ ص ۲۶۷

کے ساتھ دم بدم رطب اللسان تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ تمہاری بیماری کا علاج نہیں ہے تو سو روپیہ بہ طور شکرانہ خیرات کروں۔

نیز ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ کو ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان تمہاری قبر بن جائے گی۔ سننے والوں کو گمان ہوا شاید اسی ضعف میں آپ قدس سرہ کا وصال ہو جائے گا لیکن بموجب بِشارت حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ حضرت موصوف کو صحت حاصل ہو گئی اور ضعف بھی جاتا رہا۔ طبیبوں نے صحت کی خوشخبری سنائی حتیٰ کہ آپ قدس سرہٗ نماز کے لئے مسجد میں جانے لگے، تمام عزیزوں کو آپ قدس سرہٗ کی صحت کا یقین ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ کا وہ فرمانا کہ چالیس پچاس روز کے درمیان گزر جاؤں گا لوگوں کے خیال سے نکل گیا اور وہ اس مشہود کو واقعے اور خواب پر محمول کرنے لگے اور اس کی تاویلات و تعبیرات کر کے اپنے دلوں کو اطمینان و تسلی دینے لگے لیکن حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ برابر دن گنتے اور وصال کے منتظر تھے۔

ان ایامِ صحت میں آپ قدس سرہٗ سے صدقات و خیرات بکثرت ظہور میں آئے۔ آپ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص جس نے آپ قدس سرہٗ کے اندر رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے وصال کے شوق کی کثرت کا مشاہدہ کیا تھا اور اس دنیا کی زندگی سے آپ قدس سرہٗ کی ناامیدی کو دیکھا تھا وہ ان صدقات و خیرات کو بلاؤں کا دفعیہ گمان کر کے حیرت میں تھا، یہاں تک کہ ایک روز اس نے عرض کیا کہ آپ قدس سرہٗ میں زندگی سے ناامیدی اور اس دارِ فانی سے رحلت کے آثار ظاہر ہیں اور رفیقِ اعلیٰ کی ملاقات کا شوق نمایاں ہے پھر یہ سب صدقات و خیرات جو دافعِ بلاء ہیں کس لئے ہیں؟ آپ قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں یہ ہندی مصرع پڑھا:

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جب دینوں وار۔[548]

آج دوست سے ملنے کا دن ہے اے رازدار دوست! میں اس نعمت کی خوشی میں تمام دنیا کو قربان کرتا ہوں۔

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں کہ ان ہی ایامِ صحت میں حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا"جو کمال کہ کسی انسان کے واسطے مخصوص اور ممکن الحصول ہو سکتا ہے بہ طفیلِ حضورانور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم مجھ کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا ہے۔"

حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرا دل سخت پریشان ہوا اور سمجھا کہ شاید اب حضرت قدس سرہٗ اس عالم سے کوچ فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیتِ شریفہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدة۳) کے نزول سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب سرورِ ہر دوعالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ یہاں تک کہ جمعرات ۲۳ صفر کو عصر کے وقت صوفیوں کو قبائیں تقسیم فرما رہے تھے اور اس وقت آپ قدس سرہٗ صرف فرجی (از قسمِ قبا) پہنے ہوئے تھے اور فرجی قبا کے نیچے کوئی دوسری قبا عادت کے موافق نہ تھی جس کی وجہ سردی لگ کر بخار ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ فراش ہو گئے، اس کے باوجود آپ قدس سرہٗ اس رات تہجد کے لئے اٹھے اور بعد نمازِ تہجد فرمایا"یہ ہماری آخری تہجد ہے۔" حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات کے سنتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ بیماری سے صحت پا کر پھر بیمار ہونا اور اس عالم سے رحلت فرمانا گویا اس معنی میں

[548] زبدۃ المقامات ص ۲۸۷، وصالِ احمدی ص ۸

بھی آپ قدس سرہٗ کو آں حضرت سرورِ کائنات صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی نصیب ہوئی۔[549]

اس ضعف وناتوانی کے باوجود حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ نے کوئی نمازِ جماعت کے بغیر نہ پڑھی **الاماشاءاللہ۔** قومہ اور جلسہ بھی جیسا کہ چاہیئے ادافرماتے تھے، بلکہ دعااور وظیفہ معمول تھاسب ادافرماتے تھے، کوئی دقیقہ دقائق شریعت سے اور کوئی ادب آدابِ اعمال سے ترک نہ فرماتے اور کسی جزئیاتِ شریعت میں حالتِ صحت کی طرح بال برابر بھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔

اسی حالتِ ضعف میں آپ قدس سرہٗ نے حافظ عبدالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ دوروپے کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لے آؤ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک ہی روپے کے لے آؤاس لئے کہ کوئی واعظ دل میں کہتاہے کہ اس قدر وقت کہاں ہے جو دوروپے کے کوئلے جل سکیں۔ شیخ حبیب خادم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیاکہ حضرت سلامت سردی کازمانہ ہے کام آئیں گے۔ اس پر فرمایا: مُلا حبیب اس قدر وقت اورزندگی کی امید کہاں مگر ایساہی کرو۔ جب کوئلے آگئے توان میں سے ایک روپیہ کے کوئلے جدا کئے اور فرمایا کہ اتنے کوئلے ہمارے واسطے کافی ہیں اور باقی اندرونِ خانہ بھجوا دیئے۔ اپنے لئے جو کوئلے رکھے تھے وہ وصال کے وقت تک کافی ہوگئے اور کچھ نہ بچے۔[550]

فقط واللہ اعلم۔

حضرت مجددالف ثانی قدس سرہٗ پر اس مرض میں حالت صحت سے بھی زیادہ علوم ومعارف کا نزول ہوا، جن کو آپ نے مخدوم زادوں پر ظاہر فرمایا۔ چنانچہ ایک روز معارف وحقائق کے بیان میں

---

[549] زبدۃ المقامات ص۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص۱۶-۱۸

[550] زبدۃ المقامات ص۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص۱۶-۱۸

ایسے سرگرم ہوئے کہ ضعف وناتوانی ہو کر طاقتِ گویائی نہ رہی تھی۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت آپ کو بہت ضعف ہو گیا ہے، اس لئے ان معارف کو صحت کے وقت پر موقوف رکھئے۔ ارشاد فرمایا: "اے عزیز! آئندہ وقت کہاں ہے اور فرصت کس کو ہے، میں جانتا ہوں کہ دوسرے وقت زبان کو اتنا بھی یارائے سخن نہ ہو گا۔[551]

آخر منگل کی شب کو وصالِ حق جلّ و علا کے اشتیاق میں آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا: اِصۡبَحۡ یَالَیۡل (صبح ہو اے رات!) اور جو خدام تیمارداری و خدمت گزاری کے لئے حضور میں حاضر تھے ان سے فرمایا کہ تم نے بہت تکلیف اٹھائی اب (صرف) یہی رات محنت کی ہے۔ اس پر سب کو گریہ طاری ہو گیا اور آپ پر بھی ضعف کی وجہ سے بے ہوشی اور استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت سلامت یہ غیبت آپ کو استغراق کی وجہ سے ہے یا خواب کی وجہ سے؟ ارشاد فرمایا استغراق کی وجہ سے ہے، بعض معاملات و حقائق در پیش ہیں اس لئے توجہ کرتا ہوں کہ (پوری طرح) ظاہر ہو جائیں اور اختتام کو پہنچیں، اور ان معاملات کو مخدوم زادوں کو بھی بیان فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لطیف اسرار تھے۔

اس بیماری میں بھی اکثر اوقات وصیت فرماتے اور سنت عالیہ کی پیروی اور پسندیدہ ملت کے التزام پر رغبت دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شریعت کو مضبوطی سے اختیار کرو اور یہ بھی فرمایا کہ الدین ھی النصیحۃ (دین نصیحت ہی ہے) کے مصداق صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی (بیان کئے بغیر) نہیں چھوڑی۔[552]

---

[551] زبدۃ المقامات، ص۲۸۹، وصال احمدی، ص۲۰

[552] زبدۃ المقامات، ص۲۹۰، وصال احمدی، ص۲۲،۲۰

اس کے بعد پیشاب کرنے کے لئے طشت منگایا، اتفاقاً آپ کے خادم مولانا محمد ہاشم نے طشت پیش کیا لیکن اس میں ریت نہیں ڈالی ہوئی تھی، اس لئے فرمایا اس میں ریت نہیں ہے احتمال ہے کہ پیشاب کے قطرے اُچٹ کر لباس پر گریں، لہٰذا پیشاب کا ارادہ ترک فرما دیا۔ آخر ریت والا طشت حاضر کیا، تو فرمایا اب اتنی فرصت کہاں کہ پیشاب کے بعد وضو کر سکوں، اس کو لے جاؤ اور مجھے بستر پر لٹا دو۔ چنانچہ آپ کو تکیہ کے سہارے لٹا دیا گیا تو آپ نے بہ طریقِ مسنون قبلہ رُخ کر کے رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نماز فجر سے باطہارت تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ رحلت کا وقت بہت قریب ہے اور پیشاب کے بعد استنجا اور وضو کی مہلت نہیں ملے گی، اس لئے آپ نے پیشاب کا ارادہ ترک فرمایا تاکہ پہلا وضو نہ ٹوٹے اور طہارت کے ساتھ اس دارِ فانی سے انتقال فرمائیں۔ جب مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ سانس تیز آنا شروع ہو گیا ہے تو گھبرا کر پوچھا حضرت سلامت مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا کہ "میں بہت اچھا ہوں، دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی وہ کافی ہے"۔ اس میں بھی آپ کو انبیاء علیہم السلام کی اتباع نصیب ہوئی، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی اور ایک لمحے بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے عالمِ قدس میں پہنچ گئے، آہ! وہ آفتابِ حقیقت جس کے فیضان کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہو گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون رحمۃ اللہ سبحانہ رحمۃً واسعةً**[553] یہ حادثہ بوقت چاشت بروز منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۴ء بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء پیش آیا۔

---

[553] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۳، حضرات القدس، ص ۱۷۹

اس حادثۂ عظیمہ کے واقع ہوتے ہی گھر میں ایک کہرام مچ گیا اور آناً فاناً یہ خبر دور دور تک پہنچ گئی، اور ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق رنج و غم میں مبتلا تھا۔ مخدوم زادوں نے انتہائی رنج و غم کے باوجود اپنے آپ کو سنبھالا اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اس وقت آپ کے متعلقین، اعزا و احباب اور خلفاء و مریدین و معتقدین کا رنج و الم سے کیا حال ہوا ہو گا، اس کا بیان کس طرح کیا جا سکتا ہے، جب کہ آج چار سو سال بعد ہم پڑھنے اور لکھنے والوں کے دل اس حادثے کے تصور سے اثر پزیر ہو رہے ہیں۔

غرض کہ جب غسال نے غسل دینے کے لئے آپ کو تختہ پر لٹایا اور بدنِ مبارک سے کپڑے اتارے تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بہ طریقِ نماز باندھے ہوئے تھے، بائیں ہاتھ کی کلائی پر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ حالانکہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال کے بعد آپ کے ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر دیئے تھے۔ تختے پر لٹاتے وقت آپ نے تبسم کیا اور حاضرین آہ و فغاں کرنے لگے۔

یہ قطعہ آپ کے اور حاضرین کے وقت کے مناسب حال ہے:

یاد داری کہ وقتِ زادن تو
ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں
ہمچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو
ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

غسال نے آپ کو وضو کرایا اور آپ کے دونوں ہاتھ کھول کر سیدھے کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا، اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا۔ جب بائیں جانب

بھی غسل دے چکے تو حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ آپ کے دونوں دستِ مبارک پھر بہ طریقِ سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالتِ نماز کی طرح بندھ گئے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا نے بائیں ہاتھ کے پہنچے پر حلقہ کر لیا۔ حالانکہ جب داہنی جانب لٹایا جائے تو سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر ہرگز نہیں ٹھہرتا مگر آپ نے اپنے اختیار و قوت سے ایسا پکڑ لیا کہ نہ گرا، باوجودیکہ آپ کے اعضائے شریفہ موم سے بھی زیادہ نرم اور برگِ گل سے زیادہ ملائم تھے۔ اسی طرح کفن پہناتے وقت بھی ہاتھوں کا باندھنا ظہور میں آیا اور اس طرح جب آپ کو غسل کے تختے سے اٹھایا اس وقت بھی ہاتھوں کا پکڑنا اسی طرح واقع ہوا۔ حاضرین مشاہدہ کر رہے تھے کہ آپ کے دستِ مبارک سیدھے کر دیئے جاتے ہیں اور آپ بطریق مذکور حالت نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا تو یقین ہوا کہ اس امر میں کوئی پوشیدہ بھید اور مخفی راز ہے اس لئے پھر تعرض نہیں کیا اور آپ کے دستِ مبارک ویسے ہی بندھے رہنے دیئے۔ اس وقت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپ کے دستِ مبارک اسی طرح رہنے دیئے جائیں صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی بسر کرو گے ویسے ہی مرو گے) ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ (الجمعة ۴)[554]

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ جملہ بھی ہے کہ احقر غسل کے وقت حاضر تھا حضرت کے بھتیجے شیخ بہاؤالدین غسل دے رہے تھے اور میں پانی ڈال رہا تھا میں نے آپ کے پاؤں مبارک کو چوما اور اپنی آنکھوں سے ملا، دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں کو بہ طریق

---

[554] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۴، ۲۹۳

نماز باندھے ہوئے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں جیسا کہ زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ جو دیکھتا تھا تعجب کرتا تھا۔[555]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ، قمیص اور تہبند۔ نمازِ جنازہ آپ کے فرزند خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کی قبر سے مغرب کی جانب آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر ایک بالشت بلند مثلِ کوہانِ شتر بنائی گئی۔[556]

روایت ہے کہ مخدوم زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر شریف گنبد کے وسط میں مائل بقبلہ واقع ہوئی تھی جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وفات پائی تو آپ کی قبر شریف مخدوم زادہ کی قبر سے جانبِ قبلہ کھودی گئی اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کو خزانے کی طرح سپرد کیا گیا اور قبر بنائی گئی، مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ یکایک مخدوم زادہ کی قبر شریف بہ تعظیم والد بزرگوار و پیر دستگیر کسی قدر (بقدر ایک ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹ گئی ہے۔ اب تک اسی حالت میں ہے، یہ واقعہ جس نے دیکھا حیران رہ گیا۔[557] اب بھی زائرین بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ مخدوم زادہ کی قبر تقریباً ایک ذراع (ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹی ہوئی ہے۔[558]

پھر جب حضرت خواجہ محمد سعید "خازن الرحمۃ" قدس سرہٗ کا وصال ہوا تو ان کو بھی اسی گنبد میں صاحب زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کے پہلو میں شرقی جانب دفن کیا گیا۔ اب اس گنبد میں

---

[555] حضرات القدس، ص ۱۷۹

[556] وصال احمدی، ص ۳۳

[557] حضرات القدس، ص ۱۹۸

[558] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۶

تین مزار مبارک ہیں، مغربی سمت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ درمیان میں صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور مشرقی سمت میں صاحب زادۂ دوم حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے دن آسمان کے چاروں طرف کنارے سرخ ہوگئے تھے جیسا کہ "شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور" میں حدیث شریف مذکور ہے کہ مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں اور آسمان کارونا اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا ہے۔[559]

آپ کے وصال کے بعد مخدوم زادوں اور دیگر حضرات نے جو کچھ خواب میں دیکھا یا مکاشفات میں معلوم ہوا وہ واقعات بہ کثرت ہیں ان میں سے چند پیش کیئے جاتے ہیں:

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفات کے رنج و غم کے زمانے میں ایک شب میں اس حجرہ میں جو روضۂ مبارک کے صحن میں ہے بستر پر لیٹا تھا، اسی ماتمِ فراق و درد اشتیاق کی حالت میں سو گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صحنِ روضہ میں ٹہل رہے ہیں پھر واقعی میں دیکھا کہ حضرت حجرہ کے دروازہ کی طرف مڑے اور اندر تشریف لے آئے اور میرے بستر پر بیٹھ کر مجھ کو گود میں دبالیا، جس طرح کہ مشائخین بوقت عطاءِ نعمتِ باطنی معانقہ کیا کرتے ہیں اس امر سے مجھ پر ہیبت غالب ہوگئی اور تمام جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ اتنے میں آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ علاوہ ازیں میں نے مختلف راتوں میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضہ کے صحن میں چہل قدمی فرمارہے ہیں۔[560]

---

[559] زبدۃ المقامات، ص۲۹۶

[560] حضرات القدس، ص۱۸۰

شیخ پیر محمد سلطان پوری جو کہ حضرت مجد د الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہیں نقل کرتے ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت کے چار یا پانچ یوم بعد میں حضرت کی مسجد میں ظہر کی نماز کے لئے آیا۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مجد د الف ثانی قدس سرہٗ میرے برابر کھڑے ہیں اور اپنے دستِ مبارک سے مجھ کو پکڑ کر اپنے قریب کر لیا، تا کہ درمیان میں فاصلہ نہ رہے، آپ ایک سبز شال اوڑھے ہوئے اور پاؤں میں موزے پہنے ہوئے تھے۔ آخر نماز تک میں نے آپ کو بغور دیکھا کہ شاید وہم وخیال ہو، معلوم ہوا کہ بلاریب وشک حضرت مجد د الف ثانی قدس سرہٗ ہی ہیں لیکن جوں ہی نماز ختم ہوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہ پایا۔[561]

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضرت سلامت منکر نکیر کے سوال کا حال کیسا گزرا؟، فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے کمال رحمت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے تو یہ دونوں فرشتے تیری قبر میں آئیں اور تیری قدم بوسی کریں۔ میں نے عرض کیا کہ بارِ الٰہا یہ دونوں تیری ہی بار گاہ کے دروازے پر رہیں یہاں نہ آئیں، چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مہربانی فرما کر ان فرشتوں کو میرے پاس نہ بھیجا۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ حضرت سلامت ضغطۂ قبر (قبر کی تنگی) کی کیا حالت ہوئی؟ فرمایا ہوئی مگر نہایت کم۔ اور گویا آپ کے خادم محمد ہاشم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ یہ تواضع کے طور پر فرماتے ہیں ورنہ اصلاً تنگی نہیں ہوئی۔[562]

---

[561] وصال احمدی، ص۳۴

[562] زبدۃ المقامات، ص۲۹۷، وصال احمدی، ص۳۶

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان انعامات الٰہی کو بیان فرما رہے ہیں جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے بعد وصال آپ پر عنایت فرمائے ہیں اور آپ ان پر شکر ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو مقامِ شکر سے بھی کچھ حصہ عطا فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے بھی شکر گزاروں میں شمار فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں وَ قَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبأ ۱۳) جو وارد ہوا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہوگی یا پیغمبروں کے کامل ترین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بھی اس جماعت میں داخل کر لیا ہے۔[563]

مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں کہ آپ کی رحلت کے پانچ چھ دن کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں راستے میں شیخ فرید فاروقی مل گئے میں نے ان سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ خلوت خانے میں تشریف رکھتے ہیں اور خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط تحریر فرما رہے ہیں، فقیر بھی اندر پہنچا تو دیکھا کہ (واقعی) خط تحریر فرما رہے ہیں۔ میں نے خط کا مطالعہ کیا اس کا عنوان تھا کہ "ہم خود اس جہان کے نگہبان ہیں، ہم (اس) جہان سے گزر گئے اور اس جہان میں آ گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن (بے شک ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) بہت

[563] زبدۃ المقامات، ص۲۹۸،۲۹۷، وصال احمد یم ص ۳۸

سا حصہ یاد نہیں رہا، اس کے بعد خط کو لپیٹ کر اس کے اوپر یہ عبارت لکھی "یہ خط مرزا کا بمہر خاص ہے"۔[564]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص عبد العلیم بن شیخ احمد برکی مرحوم نے مخدوم زادگان کی خدمت میں نقل کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کی خبر ابھی ہم تک نہیں پہنچی تھی اور ان دنوں میرا لڑکا بیمار تھا اور شدتِ مرض کے سبب تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت مجدد کو دیکھا تھا کیا اب آپ مبارک کی صورت تجھے یاد ہے؟ اس نے کہا آپ کا حلیہ مبارک اور ریش شریف (داڑھی) میری نظر میں ہے۔ میں نے کہا پس اسی کو نظر میں رکھ تاکہ وسوسے دور ہو جائیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت کے تصور کے خیال سے تجھ کو صحت عطا فرمائے۔ اچانک اس کو غنودگی طاری ہوئی اور اس نے دیکھا کہ حضرت موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے اور بہشت اعلیٰ میں آ گئے ہم نے پہلے دایاں پاؤں بہشت میں رکھا اس کے بعد سر پھر بایاں پاؤں اندر لائے اور ہم خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضرت سلامت مجھ کو بھی بہشت اور دیدارِ خدا تک پہنچا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ابھی تیرا اور میرے فرزندوں کا وقت نہیں آیا ہے جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو صحت یاب ہو چکا تھا اور ضعف و وسواس کا کچھ اثر باقی نہ رہا تھا۔ یہ واقعہ حضرت قدس سرہٗ کے وصال سے دس روز بعد کا ہے۔[565]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

---

[564] زبدۃ المقامات، ص۲۹۸، ۲۹۷، وصال احمد یم ص۳۸

[565] وصال احمدی، ص۳۶، زبدۃ المقامات، ص۳۹۸

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تاریخ وصال اکثر حضرات نے بہ کثرت کہی ہیں چنانچہ حضرت مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ۶۳ مادے بعدد عمر شریف آپ کی وفات کے نکالے ہیں مگر یہاں مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے جس سے آپ نے سنہ وفات نکالا ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (یونس ۶۲)[566]

۱۰۳۴ھ

حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث شریف اَلْمَوْتُ هُوَ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ میں لفظ ھُوَ کو موت اور جسر کے درمیان اضافہ کرکے آپ کا سنہ وفات نکالا ہے۔[567] از حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

زیں جہانِ پر ملا چوں شاہِ عرفاں نقل کرد

ظل را بگذاشت دررہ، رو باصل الاصل کرد

جسم ازتاریخِ نقلِ اوز دار الابتلا[568]

گفت ہاتف "احمد الشانی باول نقل کرد"

۱۰۳۴ھ

---

[566] زبدۃ المقامات، ص ۳۰۰

[567] زبدۃ المقامات، ص ۳۰۰

[568] عمدۃ المقامات، ص ۲۱۵

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم اول قدس سرہٗ

آپ کا لقب عروۃ الوثقیٰ ہے آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے تیسرے نمبر پر صاحبزادے اور نائب مناب ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ آپ کو دیگر بیٹوں پر فضیلت دیتے۔ آپ کے بڑے بھائی خواجہ خازن الرحمۃ بڑا ہونے کے باوجود آپ کو خود ممتاز سمجھتے تھے۔ اور آپ کے مسند ارشاد کو تسلیم کرتے۔ نیز آپ قدس سرہٗ منصبِ قیومیت (جو کہ تمام مناصبِ کمال پر فائق ہے) تک پہنچے ہوئے تھے۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے:

اشیا از قیومیت من بتوراضی ترند۔[569]

نیز آپ فرماتے تھے:

"میرے فرزند محمد معصوم کی تشریف آوری میرے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مجھے حضرت خواجہ (باقی باللہ قدس سرہٗ) کی ملازمت نصیب ہوئی۔ اور یہ تمام علوم و معارف حاصل ہوئے"۔

مرتبہ و مقام

(آپ کی شان عظمت کا) اندازہ لگائیں کہ ایک روز آپ اپنے والد (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کی جگہ پر سو رہے تھے، حضرت مجدد ان کو دیکھ کر جلدی سے الٹے پاؤں واپس ہوئے اور گھر سے باہر نکل گئے اور فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ترساں و لرزاں ہوں کہ خدا کا دوست آرام کر رہا ہے کہیں میں اس کے لئے حزن و ملال کا باعث نہ بن جاؤں۔ آپ کافی دیر تک فیروزی مسجد کے

---

[569] عمدۃ المقامات، ص ۲۵۱

پتھر پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ گرم ہو گیا۔ آپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نیند سے بیدار ہو گئے۔ [570]

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ کو ہوئی، ایسا ہی عمدۃ المقامات میں ہے جو کہ از غلام المرید کے بھی مطابق ہے۔ علامہ شیخ بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس میں ۱۰۰۹ تحریر کی جو تذکرہ علمائے ہند کے موافق ہے۔

آپ کی ولادت ۱۰۰۹ھ کو ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ جامع علوم نقلی و عقلی اور مخزن کمالات صوری و معنوی تھے۔ مقام نسبت اور منصب قیومیت کی بشارت اپنے والد بزرگوار سے پائی۔

آپ کی توجہات سے سلسلۂ عالیہ احمدیہ مجددیہ اطراف عالم میں شائع ہوا۔ اور ایک عالم (آپ کی توجہات سے) احوال بلند اور مقامات ارجمند تک پہنچا۔ کشف مقاماتِ الٰہیہ میں اس طرح تھے کہ اپنے مریدوں کو ولایاتِ بعیدہ کی خبر دیا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی تک پہنچا ہے اور فلاں ولایت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سے مشرف ہوا ہے۔

نوے ہزار افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ۷ ہزار کو آپ نے خلافت سے نوازا۔ آپ کی خدمت میں طالب ایک ہفتہ میں مرتبۂ فنا تک اور ایک ماہ میں کمالِ ولایت تک پہنچ جاتا تھا اور بعض کو تو آپ ایک ہی توجہ سے تمام مقامات تک پہنچا دیتے تھے۔

---

570 حضرات القدس ملخصًا، ص۲۶۶

آپ کی طرح آپ کے فرزندان بھی وقت کے اقطاب تھے اور انہوں نے ہفت اقلیم کو منور کیا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۰ھ کو رضوان جنت سے جاملے۔

صاحب ارغام المرید نے صفحہ ۷۴ پر اس طرح تحریر کیا کہ آپ نے ۱۰۷۹ھ میں وفات پائی آپ کا مزار اقدس سرہند میں ہے جہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے اور برکت حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل اللہ برادر اصغر حضرت شہید صاحب (جو کہ اس خاندان میں بمنزلہٗ صاحب البیت ہیں) نے عمدۃ المقامات ص ۳۳۵ پر اس طرح لکھا ہے کہ آپ کا وصال مبارک ہفتہ کو نصف دن کے وقت ماہ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آخر الذکر دو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التذکرۃ علماء ہند نے تاریخ وصال نو سال کم لکھی ہے یا پھر سہواً ہوا ہے۔

عالمگیر اورنگزیب بادشاہ جو کہ آپ کے مریدین میں سے تھے اس جملہ ''رفتہ زجہان امام معصوم'' سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے۔

آپ کی عمر پورے ۷۲ سال ہوئی۔ آخری کلام جو آپ سے سنا گیا وہ ''السلام علیکم'' تھا۔ آپ کا مدفن باغیچہ میں ہے جس کی طرف آپ نے اپنی زندگی میں اشارہ کیا تھا کہ یہ ایک صاحب کمال فقیر کی جگہ بنے گی۔ آپ وہیں مدفون ہوئے۔

یہ حضرت مجدد کے روضہ انور سے نزدیک ہے۔ اور نگزیب عالمگیر کی بہن نے آپ کی مرقد انور پر ایک عالی شان قبہ تعمیر کروایا تھا جو دور سے ''گنبد خضراء'' کی طرح نظر آتا ہے۔

حضرت تاج الاولیاء خواجہ محمد صبغۃ الاولیاء قدس سرہٗ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں "قیوم الزمان اور تاج الاولیاء" ہے۔ آپ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے ذی وقار پوتے اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلف اکبر ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۳ھ میں آپ کے جد محترم کی حیات مبارکہ میں سرہند شریف میں ہوئی۔ ان دنوں حضرت مجدد قدس سرہٗ اجمیر شریف میں تھے، اور والد ماجد (حضرت عروۃ الوثقیٰ) حضرت مجدد کی زیارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ نے اس بوستان ولایت کے نونہال کا اسم گرامی جدِبزرگوار اور والد پرانوار کی تشریف آوری پر موقوف رکھ چھوڑا۔

راستے میں ان دونوں بزرگوں کو اس قرۃ العین کی ولادت کی خبر ہوئی۔ یہ خبر سن کر والد اور جد محترم نہایت خوش و مسرور ہوئے۔ جب گھر آئے تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "السلام علیکم ملا صبغۃ اللہ" پھر چہرہ مبارک ان کے کان کے قریب لے جا کر چند خفیہ کلمات بولے جن کے راز سے کوئی شخص بھی آگاہ نہ ہو سکا۔

پھر فرمایا اس کا نام میں نے "صبغۃ اللہ" اس لئے رکھا ہے کہ میں اس میں شرافت کا رنگ پاتا ہوں اور اسی طرح ہوا کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بعد آپ منصب قیومیت پر فائز ہوئے اور رنگ اصالت ظاہر ہوا۔

آپ کے والد محترم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں میں تمہاری نسبت "صحابہ" کی طرح ہے کہ تم نے حضرت مجدد کی زیارت کی ہے۔

خلاصہ ٔکلام یہ کہ حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جو اشارات و بشارات آپ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے پایہ ٔثبوت کو پہنچے اور آپ خاندانِ مجددیت میں اپنے وقت کے قیوم الزمان اور مربی الدوران ہوئے۔ اور اطراف واکناف کو طریقہ مجددیہ کے فیوضات وبرکات سے روشن کیا۔ اور جو کمالات والد محترم نے حضرت مجدد قدس سرہٗ سے کسب کئے تھے۔ آپ کو تفویض کر دیئے اور فرمایا:

عرصہ ہوا کہ جو کچھ میرے پاس تھا میں نے تمہارے لئے ایثار کر دیا اگر اس میں زیادتی کا شوق ہو تو حضرت مجدد قدس سرہٗ کے روضہ ٔانور پر جاؤ اور ہمیں بھی تازہ نعمتوں میں شریک بناؤ۔

صاحب برکات معصومی لکھتے ہیں کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی باپ کے لئے بیٹے کی تعظیم کرنا ہوتا تو میں اپنے بیٹے صبغۃ اللہ کی تعظیم کرتا۔

تمسک بالسنۃ

آپ کی تمام عبادات و عادات حتیٰ کہ کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، سفر و حضر کی دعائیں، موقوتہ و غیر موقوتہ دعائیں، ذکر و اذکارِ لسانی وجنانی سب کچھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق تھا۔ آپ ہر روز و شب میں اپنے اعمال کا موبمو محاسبہ کرتے اور اپنے اعمال کو معیوب سمجھتے۔ اپنے کشف و حالات کو بال برابر بھی حکم شرعی کے مقابل نہ رکھتے۔ حالانکہ وہ روز روشن کی طرح واضح ہوا کرتے تھے۔ باوجود تبحر علمی کے کبھی ایک چھوٹا سا مسئلہ بھی علماء کرام کے مشورہ کے بغیر عمل میں نہ لاتے۔

منصبِ غوثیت

منصبِ قطبیت و قیومیت کے بعد آپ منصب غوثیت و فردیت سے بھی ممتاز ہوئے تھے۔ یہ مناصب آپ کو اس سال حاصل ہوئے جب آپ حرمین شریفین کی زیارت سے واپس آئے۔ اور پھر

والد ماجد کی اجازت سے امام طریقہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس دربار پر انوار پر حضرت غوث الاعظم کے عطایا سے یہ مناصب آپ کو حاصل ہوئے۔

آپ نے اپنے والد کی رحلت سے ۱۱۲۲ء ہجری تک طریقہ عالیہ کو عرب و عجم میں رونق بخشی اور تشنگان عرفان و علم کو سیراب کیا۔

یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۹ ربیع الثانی بروز جمعہ ۱۱۲۲ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں "کل نفس ذائقة الموت" کا شربت چکھا اور عالم فانی کو وداع کہا۔

"اناللہ و انا الیہ راجعون"

۱۱۳ افراد آپ کے خلفاء میں تھے جن میں حضرت میاں سفر احمد مولف معدن الجواہر اور برکات معصومی اور خلف رشید حضرت خواجہ محمد اسماعیل کے اسماء نمایاں ہیں۔ آپ کی مرقد انور سرہند شریف میں آپ کے والد محترم کے گنبد میں داخل ہے اور پردۂ خاک میں آپ والد محترم کے دریائے کرم میں غوطہ زن ہیں۔

حضرت امام العارفین خواجہ محمد اسماعیل قدس سرہٗ

آپ اس طریقہ عالیہ میں امام العارفین کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے وقت کے عرفاء کے مقتدیٰ تصور کئے جاتے تھے۔ آپ کے انوار و برکات اطراف و اکناف میں منتشر تھے۔ بڑے بڑے صاحبان کمالات و عرفان آپ کی صحبت عنبر فشاں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک جہاں آپ کے پاس انفاس سے صاحب تکمیل ہوا اور درجہ ارشاد کو پہنچا۔

کسبِ فیض

آپ حضرت تاج الاولیاء خواجہ صبغۃ اللہ کے فرزند دوم تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم (جدبزرگوار) کو بھی پایااور آپ کی خدمت کرکے دریائے علم و عرفان سے مستفیض ہوئے۔ اور بہت سے فیوضات وبرکات حاصل کئے۔

اس مقتدیٰ اربابِ کمال کے وصال کے بعد والد محترم کی خدمت میں بقیہ کمالات ومقامات طے کئے اور درجہ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ آپ کا درجہ علمیت پایہ مولویت کو پہنچا ہوا تھا۔اشعار کہنے میں بھی آپ طبع عالی رکھتے تھے۔اشعار گوئی میں آپ کا تخلص 'عاشق' ہے۔ آپ کے اشعار عالی کو جمع کرکے ایک دیوان بھی بنا ہوا ہے۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی مدح میں بہت سے مضامین نظم و نثر کی صورت میں تخلیق کئے۔

وفاتِ حسرت آیات

جب آپ کی عمر مبارک ۸۰ سال کی حدود میں پہنچی تو آپ نے دارِفانی سے کوچ کیا۔۔۔"انا للہ وانا الیہ راجعون" آپ کی مرقد انور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے روضہ کے بیرون میں معروف ومشہور ہے۔

خلفاء ومجازان

آپ کے خلیفہ مجاز بہت سے ہیں۔ ان میں سے دو فرزندانِ ارجمند ہیں، ایک شاہ محمد صبغۃ اللہ ہیں کہ ان کا سلسلہ ارشاد پشاور، کابل، ماوراالنہر، روم اور بلغار تک پہنچا۔ انہی کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ حسن اتا ہوئے ہیں، جو کابل کے نواحی علاقے کی ایک بستی میں ہو گزرے۔ دوسرے فرزند حضرت حاجی غلام محمد معصوم جو "خواجہ معصوم ثانی" کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت حاجی غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی قدس سرہٗ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب "قطب الاقطاب" ہے۔ شہرت آپ کی "خواجہ معصوم ثانی" کے نام سے ہے۔ آپ اپنے زمانے میں منصب قیومیت، غوثیت وقطبیت کے جامع تھے۔

بشارتِ ولادت

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہٗ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت تاج الاولیاء کو بشارت دی تھی کہ تیری نسل سے ایک فرزند تولد ہو گا وہ بالواسطہ تیری اولاد ہو یا بلاواسطہ، جب وہ پیدا ہو تو میرے نام پر اس کا نام رکھ دینا کیونکہ نسبت مجددی معصومی اس سے شرافت پائے گی۔ اس کے فیوضات و برکات اس کی اولاد و مریدین میں تا قیام قیامت باقی رہیں گے۔ وہ طریقہ عالیہ کو مزید رواج دے گا۔ آپ نے حضرت معصوم ثانی کے لئے فوق الذکر مقامات عالیہ کی بھی بشارت دی تھی۔

آپ کی یہ بشارت حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی بشارت کی مانند ہے جو انہوں نے حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے حوالے سے ان کی ولادت سے چند سال پہلے دی تھی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ آپ کے جد امجد نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ وہ اپنے زمانہ میں ایک عالم کو روشن کرے گا اور اس طریقہ عالیہ کو اوج کمال تک پہنچائے گا۔

تحصیل علم ظاہر و باطن

آپ نے تحصیل علومِ نقلیہ و عقلیہ کی ابتداء کی اور ۲۰ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اپنے زمانے میں ممتاز اور اوحد الدھر ہوئے۔ دورۂ فراغت کے بعد اپنے جد محترم خواجہ صبغۃ اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں طریقہ عالیہ کے کسب میں مشغول ہوئے، اور تھوڑے ہی عرصے میں درجۂ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے۔ اور جد امجد کی طرف سے خلافت مطلقہ سے سرفراز ہوئے۔

آپ اپنے والد محترم کے مرید و خلیفہ ہیں اور وہ اپنے والد محترم حضرت قیوم الزماں کے مرید و خلیفہ ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ فضل اللہ قدس سرہٗ جو کہ اس خاندان کو زیادہ جانتے ہیں انہوں نے عمدۃ المقامات، ص۳۷۸ پر آپ کو حضرت قیوم الزماں کا مرید و خلیفہ قرار دیا ہے۔

راقم الحروف بھی یہی کہتا ہے کہ آپ کا اپنے جدِ محترم سے کسبِ کمالات باطنی کا حاصل کرنا اس بات کے منافی نہیں کہ آپ نے (اپنے والد محترم سے) اکتسابِ فیض کیا ہو۔ کیونکہ آپ کے والد محترم بھی اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور پھر تبرکاً جد امجد سے منصب خلافت حاصل کیا ہو۔ مثلاً ایک شخص کا والد بھی عالم ہو اور دادا بھی عالم و فاضل ہو۔ اور جب یہ شخص دونوں کی تربیت سے مرتبۂ مولویت پر فائز ہو گا تو تبرکاً اپنے جد محترم سے دستارِ فضیلت حاصل کرے گا، کیونکہ ان کا مرتبہ و مقام والد کے مرتبہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔

وفات حسرت آیات

جب آپ کی عمر ۹۰ برس سے تجاوز کر گئی تو ۵ ذی الحجہ ۱۱۶۱ھ میں اس جہان سے دارالخلد کی طرف منتقل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں ٹھکانہ پایا۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون"

آپ کا مزار پر انوار دارالارشاد سرہند شریف میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کے گنبد کے باہر والد محترم کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد معلوم نہیں۔ آپ کے خلفاء میں حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہٗ آپ کے خلف رشید اور ولد شریف، حضرت میر غیاث الدین حرمی صاحب دیوان غیاثی معروف و مشہور ہیں۔

حضرت شاہ غلام محمد عرف قدوۃ الاولیاء قدس سرہٗ

آپ کا لقب اس طریقہ عالیہ میں "قدوۃ الاولیاء" اور حضرت جی صاحب کلاں ہے۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد کسب کمالات باطنی اپنے والد محترم حضرت قطب الاقطاب سے حاصل کئے، اور آپ کی خاص نسبتوں سے مشرف ہوئے اور درجہ کمال و اکمال تک پہنچ کر خلیفہ مجاز ہونے کا شرف پایا۔

جب آپ کے والد محترم نے آپ کی خدمت کو کامل و مکمل پایا تو مسند شیخیت ان کی طرف تفویض فرمادی اور تمام فرزندان اور مریدان کو ان کے سپرد فرمایا۔ آپ اپنے والد محترم کی حیات میں ہی مسند ارشاد پر جلوہ افگن ہو کر مخلوق کی راہنمائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے رشد و ہدایت کا ہنگامہ تمام جہان کے اطراف اکناف میں پھیل گیا اور پوری دنیا سے لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ میں داخل ہوئے اور فیوض و برکات حاصل کرکے سرور و برکات کے مظہر ہوئے۔

المختصر آپ اپنے وقت میں مرجع کل تھے۔ تمام بھائیوں اور کثیر قوم نے آپ کی خدمت سے فیوض و برکات اخذ کئے۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (١) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر ٢) (ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں) کے مصداق امیر و غریب، بادشاہ و حکام، مشائخ و اکابر اور علماء و فضلاء جوق در جوق آپ کی جانب مرجوع ہوئے۔ اور آپ کے خلفاء دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

جو رواج اس طریقہ عالیہ کو ان دنوں آپ کے وجودِ باوجود سے اور آپ کے فرزندان، برادران اور خلفاء مجازان سے حاصل ہوا، کاتب کا حوصلہ اس کو گننے سے عاجز اور زبانِ قلم اس کو لکھنے سے قاصر ہے۔

اکابرین سے سنا گیا ہے کہ آپ کے صبح و شام کے مراقبہ میں معمولی طور پر بارہ ہزار سے زائد افراد شریک ہوتے تھے اور نماز جمعہ کے بعد مراقبے میں اتنے لوگ ہوتے تھے جن کی تعداد اعداد و شمار سے باہر ہے۔[571]

آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ چھ ماہ لاہور میں اپنے اہل و عیال میں اور چھ ماہ پشاور میں گزارتے، اور لوگ آپ کی راہ میں خیمے لگا کر سراپا انتظار ہوتے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ آپ نے تمام عمر خدمت حدیث شریف میں بسر کی اور کئی ہزار حدیثوں کو آپ نے باسناد حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ جو بھی عمل کرتے اس پر دلیل کے طور پر حدیث شریف روایت کرتے۔

وفات

بالآخر ماہ شوال کے شروع میں عید الفطر کی رات ۱۱۷۷ھ میں پشاور میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اور شہر سے باہر اسد خان جو کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا کے باغ میں مدفون ہوئے۔

مرقد اقدس

شروع شروع میں مزار کی عمارت بڑی عالی شان تھی پھر سکھوں کے ہاتھوں خراب ہو گئی۔ ان دنوں (۱۴۰۳ھ نہم محرم الحرام) آپ کی مسجد جو حضرت باباجی کے نام سے معروف ہے کے احاطہ میں ہے اور شہر پشاور میں موضع شحبہ میں مشہور ہے۔

آپ کے مزار پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس کے ایک طرف آیۃ الکرسی کندہ ہے، اور باقی اطراف میں حضرت غیاث الدین جرمی کے چند اشعار آپ کی وفات کے بارے میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس کتبے

---

571 عمدۃ المقامات، ص ۴۲۳، ۴۲۴

میں آپ کی تاریخِ وفات ۱۱۷۸ھ درج ہے جو کہ عمدۃ المقامات کی عبارت کے خلاف ہے۔ آپ کے خلف اور خلیفہ حضرت شاہ غلام حسن کا مزار بھی اس احاطہ میں ہے۔

حضرت حاجی صفی اللہ قدس سرہٗ

اس طریقہ عالیہ میں آپ کا لقب قیوم جہاں اور کنیت 'ابوالبشر' ہے۔

ولادت وبشارتِ ولادت

آپ کی ولادت ۴ ذی القعدہ ۱۱۵۶ھ کو ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے والد حضرت قطب القطاب نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اور آپ نے والد محترم کو بشارت دی تھی کہ کل تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہو گا، جو برگزیدۂ روزگار اور عجوبہ زمانہ ہو گا۔ اس کے قدوم میمنت لزوم کو غنیمت سمجھنا اور اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نماز فجر کے بعد خانقاہ معلیٰ میں فقراء کے ساتھ مراقبہ میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ بیت اللہ ان کے گھر کی طرف اتر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے فرزند کی زیارت کے لئے آیا ہوں جو ابھی تولد ہوا ہے۔

اسی اثناء میں آپ کی خادمہ گھر سے آئی اور اس قرۃ العین کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی۔

(ولادت کے بعد) آپ نے رونے سے قبل تین بار اسم "اللہ" بکمال فصامت بولا اور پھر گریہ کرنے لگے (رونے لگے)۔

جب آپ کے کان میں اذان اور تکبیر کہی تو آپ نے بھی تکبیر کے لئے لب ہلائے جس کی آواز تمام حاضرین نے سنی۔

ابھی عمر عزیز کے چند سال ہی گزرے تھے کہ والد محترم جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے اخذ فیض ''قطب الاقطاب'' سے کیا جبکہ آپ کے والد نے ایام طفلیت میں بھی اپنی توجہات عالیہ سے ان کو دور نہیں رکھا۔

حضرت قطب الاقطاب کی وفات حسرت آیات کے بعد بقیہ کمالات و مقامات برادرِ بزرگ حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت سے حاصل کئے اور صاحب جذبات و بلند حالات ہوئے۔

آپ عرصے تک شہر کابل (اللہ تعالیٰ اس کو آفات و زلزال سے بچائے) میں سکونت پزیر رہے۔ اس وقت آپ کے ارشاد والارشاد کا شور و غل تھا۔ ایک عالم کو اس طریقہ عالیہ خواجگان اور اکابرین خاندان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور ہر دور و نزدیک شخص کے کانوں تک آپ کے حالات وکیفیات کا طنطنہ پہنچ گیا تھا۔ آپ کی صحبت، عاشقانہ جذبات وصیحات سے مالامال تھی۔

شعر گوئی

آپ شعر گوئی میں بھی طبع نازک اور بلند مقام رکھتے تھے۔ ایک دیوان عالی شان بھی لکھا تھا جو ایام جذب میں خود ہی پانی سے دھوڈالا۔ اس دیوان سے چند اشعار باقی بچے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف میں (دیوان کے علاوہ) تین رسالے اور بھی یاد گار ہیں۔

۱۔ آداب الارشاد جس کو معدن الاسرار بھی کہتے ہیں۔

۲۔ مخزن انوار صفی احمدی جو کہ ''مخزن الانوار احمدی فی کشف الاسرار المجددی'' کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ رسالہ چہار جوی۔

سفر وفات

جب آپ کی عمر آخری منزل تک پہنچی تو دل میں زیارت حرمین شریفین کا شوا پیدا لہٰذا آپ عزنی، قلات، سندھ اور بلوچستان کے راستے سے ہوتے ہوئے عازم حج ہوئے۔ اس سفر میں حضرت شہید اور برادر بزرگ حضرت محمد فضل اللہ مولف عمدۃ المقامات اور حضرت بی بی قیومہ آپ کی ہم رکاب تھیں۔ آپ کی قسمت میں زیارت حرمین شریفین نہ تھی لہٰذا ابھی راستے میں ہی تھے کہ بیمار ہو گئے۔ اور ۶ ذوالعقد ۱۲۱۲ پیر کی صبح دار فانی کو الوداع کہا اور رحمت خداوندی سے پیوست ہو گئے۔

آپ کا مزار پر انوار شہر حدیدہ (یمن کے توابع میں سے ہے) میں روشن ہندی مسجد سے متصل ایک درخت کے نیچے واقع ہے۔

حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت ایشان شہید قدس سرہٗ

آپ کا نام حضرت حاجی شاہ محمد ضیاء الحق ہے۔ نیز آپ میاں ضیاء الحق کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت "حضرت شہید اور ایشان شہید" کے نام سے ہے۔

صاحب گلدستہ کراماتِ شمسیہ نے آپ کا نام یوں ذکر کیا ہے:

حضرت غوث العلمین، قدوۃ المحققین، زبدۃ العارفین حاجی شاہ محمد ضیاء الحق المعروف حضرت شہید قدس سرہٗ العزیز۔

الغرض شاہ ضیاء الحق، میاں ضیاء الحق، محمد ضیاء الحق، حاجی شاہ محمد ضیاء الحق، حضرت شہید اور حضرت ایشان شہید سبھی آپ کے اسماء والقابات ہیں۔

آپ حضرت بی بی صاحبہ کے بیٹے ہیں جو اس طریقہ میں بی بی قیومہ کے نام سے شہرت رکھتی ہیں۔ آپ حضرت صفی اللہ کی عینی بھانجی ہیں۔ اور والد کی طرف سے حضرت شاہ غلام محمد کی نواسی ہیں۔ حضرت شہید تمام دورِ سلوک میں مرشد گرامی حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ رہے۔ سفر حرمین میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

مرشد گرامی کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ نے ماوراء النہر کی طرف رخت سفر باندھا۔ اس سفر میں برادرِ اعظم حضرت خواجہ محمد فضل اللہ المعروف حضرت حاجی، مؤلف عمدۃ المقامات اور والدہ ماجدہ حضرت بی بی صاحبہ آپ کے ساتھ تھیں۔ بخارا کے مزارات مقدسہ اور تبرکات کی زیارت کے بعد واپس آئے۔ جب مزار شریف جو کہ بلخ میں واقع ہے میں پہنچے تو بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ ۱۲۱۸ھ حضرت بی بی صاحبہ رحلت فرما گئیں اور گنبد شرقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روضۂ پر انوار کے پاس مدفون ہوئیں۔

اس کے بعد آپ کی بقیہ عمر شہر کابل میں طریقہ عالیہ کی ترویج اور اخلاق مصطفویہ کی اشاعت میں صرف ہوئی۔

بعض دوستوں سے شنید کے مطابق آپ نے حضرت بی بی صاحبہ المعروف بی بی قیومہ اپنی والدہ سے خلافت حاصل کی۔ بلکہ یہ بات بھی کسی کو معلوم نہیں کہ حضرت بی بی صاحبہ، حضرت ایشان شہید کی والدہ ہیں۔ لوگ صرف اتنا کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ایک فرد مستورات میں سے ہے۔ فقط راقم الحروف (علی محمد بلخی) نے اس معاملے میں تحقیق کی ہے۔

صحیح قول کے مطابق آپ (حضرت شہید) حضرت صفی اللہ کے خلیفہ ہیں اور حضرت بی بی صاحبہ بھی انہی کی خلیفہ تھیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ اپنی والدہ کی طرف سے بھی بشارات عالی اور اشارات مثالی سے سرفراز ہوئے ہیں۔

حضرت ایشاں شہید قدس سرہٗ کے حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ کا خلیفہ ہونے پر یہ عبارت دلیل کے طور پر ملاحظہ فرمائیں، صاحب گلدستۂ کراماتِ شمسیہ فرماتے ہیں:

"آپ (حضرت شاہ محمد ضیاء الحق) حضرت قیوم ربانی، غوث صمدانی مجدد مأۃ ثالث عشر مسمیٰ باسم ابوالبشر سرگروہ اہل اللہ حضرت حاجی صفی اللہ المعروف قیوم الجہان کے مرید مکرم اور خلیفہ و جانشین تھے"۔[572]

اس سے بڑھ کر اس بات پر دلیل یہ ہے کہ حضرت فضل اللہ نے کتاب مستطاب **عمدۃ المقامات**، ص ۴۹۰ پر حضرت صفی اللہ کے چار خلفاء میں حضرت شہید کو بھی شمار کیا ہے۔

عبارت اس طرح ہے:

"اور اس فقیر کے برادر عینی میاں ضیاء الحق آپ (حضرت صفی اللہ قدس سرہٗ) کے خلفاء میں سے ہیں۔ آپ حالات بلند اور معارف ارجمند کے منبع تھے اور حضرت قیوم جہاں اور حضرت بی بی صاحبہ کی طرف سے بھی بشارت عالیہ سے سرفراز ہوئے ہیں"۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان عبارات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے والدہ محترمہ حضرت بی بی صاحبہ سے بھی فیوض وبرکات حاصل کئے ہیں مگر آپ کا خلیفہ وماذون ہونا، صرف حضرت صفی اللہ کی طرف سے قطعی ہے۔

---

572 گلدستۂ کرامات شمسیہ، ص ۱۴

علم لدنی

حضرت شہید کا ایک عجیب واقعہ ان دنوں پیش آیا جب آپ حضرت خواجگان کے مزارات کی زیارت کے لئے بخارا تشریف فرما تھے۔ بخارا کے بادشاہ نے آپ کو آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ مؤلف عمدۃ المقامات (جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے) کے ساتھ دعوت پر بلایا۔ حضرت شہید باوجودیکہ مقامات بلند اور معارف عام رکھتے تھے مگر رسمی تعلیم سے بہت کم حصہ حاصل کیا تھا۔ جبکہ آپ کے بھائی حضرت فضل اللہ جامع علوم اور عالم و فاضل تھے۔ دعوت کے درمیان بادشاہ نے حضرت شہید سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو حضرت خواجہ فضل اللہ نے جواب دینے میں جلدی کی کہ کہیں حضرت شہید کو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور دربار شاہی سے نکال نہ دیے جائیں۔ اس حادثہ سے حضرت شہید بڑے غمگین ہوئے۔ رات کو حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی قبر پر گئے اور اپنے احوال حضرت خواجہ کے واسطہ سے بارگاہ رب تعالیٰ میں عرض کئے۔ پھر رات کو وہیں سو گئے۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو تمام علوم و معارف آپ کو دوچند حاصل ہو چکے تھے۔

تالیفات و تصنیفات

بہت سی تالیفات ان کی یادگار ہیں جو ان کے علم لدنی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک ”مفتاح الحقائق“ ہے جس میں علم تصوف کے دقیق مسائل درج ہیں۔ اسی طرح نعت سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کی مدح میں اشعار کثیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

وصال صد ملال

آپ کا وصال یوم عاشوراء ۱۲۵۵ھ کو ہوا آپ کی مرقد انور نجراب جو کہ درۂ حضرت فرخ شاہ ولی میں ہے، میں واقع ہے۔ یہ آپ کے اجداد کبار میں سے ہیں۔

حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی صاحب قدس سرہٗ

آپ کا نام حضرت شاہ ضیاء ہے۔ نیز حاجی شاہ ضیاء کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں آپ کی شہرت "حضرت میانجی" کے نام سے ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت ایشان شہید میاں ضیاء الحق کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب و سلوک حضرت شاہ غلام محمد قدس سرہٗ تک جا کر یکجا ہو جاتا ہے۔ آپ نے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ اپنے والد بزرگوار سے کسب کیا۔

صاحب گلدستہ کرامات شمسیہ، ص ۷ پر لکھتے ہیں:

حضرت والد بزرگوار محمد ضیاء الحق نے آخری عمر میں آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو معارف و مدارج قرب الٰہی جل سلطانہ اور تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ مجھ سے متعلق تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام کے تمام سلوک میں نے تمہیں دے دیئے ہیں ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن چونکہ تمہاری استعداد بھی بلند ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ ہندوستان کے شہر پنجاب کی اطراف میں چلے جاؤ۔ ایک درویش خاک نشین کہ ظاہراً قلندری کے لباس اور گداگری کی صفات سے متصف ہو گا، تم سے ملے گا۔ باقی معاملاتِ سلوک اس درویش کی ملاقات پر محصور ہے۔

چنانچہ حضرت شہید کے سانحۂ ارتحال کے بعد حسب الامر آپ پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اور بڑی تتبع و جستجو کے بعد درویش موصوف کو پا لیا۔ جو کہ ایک مٹی کے تودہ پر مدہوش و مستغرق پڑے تھے۔

سوائے ایک چادر کے جو کہ ستر کو چھپا رہی تھی کوئی اور لباس بدن پر نہ تھا۔ اور جو حلیہ حضرت شہید نے بیان کیا تھا بعینہ اس پر پورے اتر رہے تھے۔

آپ نے چند کھانے کی نرم چیزیں اور شکر والا شربت موصوف کے منہ میں ڈالا تا کہ کچھ ہوش آجائے۔ بعد ازاں وہ اٹھ بیٹھے اور حضرت صاحب کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے پھر جلدی سے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت صاحب بھی آپ کی تلاش میں چل دیئے اور ساتھیوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے اس دن بڑی جستجو کی لیکن حضرت صاحب کو تلاش نہ کر سکے۔

آخر ایک دن بعد بڑی جستجو اور تلاش کے بعد گرد و نواح کے ایک جنگل میں گئے دیکھا کہ وہاں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اور حضرت میانجی وہاں اس پر بے ہوش پڑے ہوئے ہیں، لیکن درویش موصوف کی کوئی علامت وہاں پر نہ تھی۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک نے آپ کا سر اپنے زانو پر رکھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت ممدوح کو ہوش آیا آپ نے سر اٹھایا اور رفقاء کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ باقی کمالات تصوف اور معاملات سلوک اس درویش کی صحبت سے حاصل ہو گئے۔

وصال پُر ملال

آپ کی تاریخِ وصال ۵ شوال بروز جمعہ ۱۳۱۶ھ ہے۔ آپ کا مزار پر انوار کابل سے شمال کی طرف ۲۰ کوس پر واقع بستی لغمانی میں ہے۔

حضرت شمس الحق المعروف حضرت صاحب کوہستان قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی شمس الحق ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ۵ سے سراج العارفین شمس المقربین حضرت امام سیف الدین تک پہنچ جاتا ہے جو کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔

سلسلۂ نسب یوں ہے:

حضرت شمس الحق بن شاہ عزیز احمد عرف حضرت پیرزادہ بن حضرت شیخ فدا احمد بن حضرت شیخ فضا احمد بن حضرت شیخ محمد موسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت غلام نجم الدین کابلی نے آپ کی سوانح حیات، خوارق و کرامات ایک رسالہ "گلدستۂ کراماتِ شمسیہ" میں جمع کی ہیں، جس میں آپ کے القاب و اوصاف اس طرح تحریر ہیں:

قطب دائرہ زمان غوث انس و جان قیوم عالم و عالمیان و حید بارگاہ حضرت منان غوث الجن و البشر مجدد ماۃ ربع و العشر شیخنا و امامنا قدوۃ المحققین زبدۃ العارفین شاہ محمد شمس الحق و الدین علیہ الرحمۃ و الرضوان الفاروقی نسبًا الحنفی مذھبًا المحمدی و النقشبندی مشربًا۔

آپ کے والد محترم نے انگریزی حکومت کے تسلط کے بعد برا عظم ہندوستان کی طرف ہجرت مسنون اختیار کی اور کابل تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت شاہ ضیاء الحق کے ارشاد و ولایت کا طنطنہ کابل اور اس کے اطراف و اکناف میں خوب بج رہا تھا۔

حضرت عزیز احمد (والد حضرت شمس الحق) جب حضرت ضیاء الحق کی صحبت میں پہنچے تو فرد واحد تھے اور آپ کی اہلیہ اپنے دو فرزندوں شیخ فدا محمد اور شیخ عطا محمد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئی تھیں۔ موصوف فارسی میں بہت کم مہارت رکھتے تھے۔ حضرت ایشان شہید نے کوہستان اور پنجشیر کے معتبر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔ یہ حضرت صاحب تمہارے پیرزادہ ہیں، لہٰذا کوہستان و پنجشیر کے لوگ ان کی طرف لپک پڑے اور ان کو اپنے ساتھ وطن لے جانے کے لئے کمر ہمت باندھی۔

حضرت ایشان شہید قدس سرہٗ نے اپنی بیٹی جن کا نام خوبی جہاں بی بی تھا کو حضرت صاحب موصوف کے (نکاح) میں دے دیا۔ حضرت عزیز احمد کو اقامت اختیار کئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میاں ضیاء الحق شہید عالم فانی کو وداع کہہ گئے۔

آپ کی رحلت کے چند سال بعد آپ کے بیٹوں حضرت میانجی اور ان کے بھائی حضرت تبرک شاہ نے مذکورہ بیٹی کا نکاح حضرت عزیز احمد سے کر دیا۔ اور پھر انہی کے بطن اطہر سے حضرت شمس الحق المعروف حضرت کوہستان قدس سرہٗ پیدا ہوئے۔ حضرت پیرزادہ (عزیز احمد) کی اس سے قبل بھی شادیاں ہو چکی تھیں۔

ابھی اس بوستانِ ولایت کے نونہال کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی کہ والد محترم حضرت عزیز احمد ۳ صفر المظفر ۱۲۹۶ھ میں وفات پا گئے۔

واقعہ ٔوفات اور مقاماتِ تصوف کی منتقلی

آپ اپنی وفات کے سال کابل، پغمان، لوگرد، کوہ دامن اور چہاردیہ کی طرف اپنے مخلصین کے پاس تشریف لائے۔ اس سفر میں حضرت شمس الحق صاحب کم عمری کے باوجود آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عزیز نے لوگوں کو الوداع کہتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اب ہماری ملاقات ہو گی یا نہیں، لہٰذا میرے بعد یہ میرا بیٹا تمہارا پیر ہے"۔ اس سفر سے اپنے وطن کوہستان واپس تشریف لائے اور چند دن بعد ملک پنجشیر کی جانب تشریف لے گئے۔

حضرت شمس الحق نے قرائن و حالات سے جان لیا کہ ان کی رحلت کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا مضبوطی سے ان کا دامن تھام لیا اور روتے ہوئے کہنے لگے "آپ تو جا رہے ہیں مجھے کس کے لئے

چھوڑا ہے'' اس حالت میں آپ نے بیٹے کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر گز ضائع نہیں کرے گا۔

مقاماتِ تصوف و معارف میں سے جو کچھ میرے پاس تھا اللہ وحدہٗ لا شریک کی توفیق سے سب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن ظاہراً تمہارے سلوک کا تعلق تمہارے ماموں حضرت حاجی ضیاء مجدد کے ساتھ ہے۔ اور پھر اسی دوران آپ کے والد حضرت عزیز احمد ملک پنجشیر کی بستی رخہ میں وفات پا گئے۔

حضرت شمس الحق صاحب نے اپنے والد محترم کے فرمان کے مطابق کمالاتِ تصوف کو بدرجۂ اتم اپنے ماموں حضرت میاں جی قدس سرہٗ سے حاصل کیا۔ اور ان کی طرف سے خلافت اور ارشاد خلق اللہ کے لئے مأمور ہوئے۔ ہر دور و نزدیک سے بخلوص نیت آنے والے کو توجہات طریقۂ عالیہ سے خوب نوازا، اور ایک جہان آپ کی توجہات سے روشن ہوا۔

مرشد گرامی حضرت میاجی قدس سرہٗ کی حیات میں آپ لوگوں سے کٹ کر رہا کرتے تھے اور ان کی جانب متوجہ نہ ہوتے۔ اور فرماتے میرا دل لوگوں کی آشنائی و صحبت سے سرد ہو چکا ہے۔ آپ کے والد گرامی کے مریدوں نے حضرت میاجی سے عرض کیا کہ آپ نے ان کو ہمارے لئے خلافت عطاء کی ہے لیکن وہ تو ہمارے حالات کی خبر گیری نہیں رکھتے۔

ان شکایات کی بناء پر حضرت میاجی قدس سرہٗ نے ان کو بلایا اور ڈانٹا کہ کیوں اپنے والد کے مخلصین کی طرف متوجہ نہیں ہوتے؟ اور پھر ایک تصوف کی کتاب انہیں دیتے ہوئے مزید تاکید ارشاد فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شمس الحق پغمان چلے گئے، اس واقعہ کو کچھ مدت ہی گزری تھی کہ حضرت میانجی نے داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔

اس کے بعد آپ کے دل کی بے کلی اور بڑھ گئی اور آپ بے حد غمگین ہوئے، شکستہ دل کے ساتھ وطن واپس لوٹے لیکن لوگوں سے کنارہ کش ہی رہے۔ اس کی تھوڑی مدت بعد آپ نے حضرت حاجی شاہ ضیاء المعروف حضرت میانجی کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ کے اس طریقہ کار سے آزردہ تھے۔ پھر اس کے بعد آپ مخلصین کی جانب متوجہ ہوگئے اور لوگوں کو توجہات عالیہ سے نوازنا شروع کردیا۔

وفات

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ شب جمعہ نماز مغرب کے بعد آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہتے ہوئے عالم فانی کو الوداع کہا اور آپ کا مرغِ روح پنجرۂ جسم سے پرواز کرگیا۔

انا للہِ وانا الیہ راجعون

تب آپ کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی۔ کوہستان کے مضافات میں علاقۂ اشتر گرام کی ایک بستی ''دیھنو'' میں آپ کی مرقد انور عام و خاص کو فیض بانٹ رہی ہے۔ اس وقت یہ بستی شہر گل بہار کے قرب وجوار میں مشہور و معروف ہے۔

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ

اسم گرامی

''شاہ رسول'' ہے مگر آپ مبارک مولانا طالقان کے لقب سے مشہور ہوئے تھے آپ کا اصلی وطن تگاب شریف تھا۔ آپ مبارک نے اپنے زمانے کے معروف اساتذہ کرام سے علوم عقلی و نقلی

خوب اچھے طریقے سے حاصل کرنے کے بعد فراغت و دستار فضیلت حاصل کی اور ان علماء زمانہ کی علمی جلالت وفقاہت کے وارث بنے اور جو اس زمانہ میں صاحب کمال مروجہ علوم وفنون تھے ان میں کمال حاصل کیا اور آپ کے علمی کمال کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے تدریس کا آغاز فرمایا اور اعلیٰ مدرس کی حیثیت سے آپ کی اچھی شہرت ہو گئی اور طالب علم علم ظاہری کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا شروع ہو گئے۔
دورانِ تدریس آپ مبارک نے مکتوبات امامِ ربانی کا مطالعہ فرمایا جس سے علوم باطنی کا شوق وذوق بڑھ گیا اور کسی کامل و مکمل مرشد کی تلاش شروع فرمادی اور حصول علم باطن کے لئے اس زمانہ کے عظیم المرتبت شیخ کامل و مکمل عارف باللہ ولی زمانہ یگانہ روزگار حضرت اخندزادہ تگاب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور تین سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ مبارکہ کی مکمل تفصیل حاصل کی اور حضرت نے ان تینوں سلاسل میں اجازت و خلافت سے نوازا۔

مگر اس تکمیل سے پیاس باقی رہی اور مولانا حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے نقشبندیہ سے حصول طریقہ کے لئے تلاش جاری رکھی، اگرچہ تینوں سلاسل سے فیض لے چکے تھے، دوست احباب اور علماء کرام سے زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام المحققین حضرت سیدنا شمس الحق کوہستانی کی روحانی شہرت و کمال کے چرچے سنے جن کی توجہ شریف سے مرجھائی ہوئی جانیں التفات حاصل کرتی تھیں، طلب حق اور تلاش مرشد میں چلتے چلتے حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ گئے۔

پہلی صحبت و توجہ شریف نے ایسا اثر کیا کہ حضرت مولانا شمس الحق کے ہو کر رہ گئے۔

امام طریقہ خواجہ خواجگان نقشبندیہ فرماتے ہیں:

اول ما آخر ہر منتہی　　　　آخر ما جیب تمنا تہی

ہماری ابتداء اوروں کی انتہاء ہے اور ہماری انتہاء دامن آرزو خالی کر دیتی ہے۔

حضرت سے بیعت کی التجاء کی جس کو آپ مبارک قدس سرہٗ نے قبول فرمایا اور اپنی خدمت اقدس میں کچھ دن گزارنے کا اشارہ فرمایا، روزانہ کی لاجواب توجہ شریف وہ رنگ لائی جس کی تمنا تھی، حضرت نے بہت کم عرصہ میں تمام اسباق مکمل فرما کر درجہ کمال تک پہنچادیا۔

ہر کجا چشمہ شیریں بود　　　　مردم و مرغ و مور گرد آئیند

اور باکمال بنا کر اجازت تلقین و توجہ بھی فرمادی۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں دوسرے سلسلوں کی نسبت پیروی سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم زیادہ ہے اور ترقی کا انحصار زیادہ تر اتباع سنت پر رکھا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران ۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

لہٰذا جو طریق سنت کی پیروی نہ کرے گا وہ ترقی سے محروم رہے گا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"طریقہ ما محرومی نیست ہر کہ از طریقہ ما رو گرداند خطرہ دین در روچرا کہ این طریقہ بعینہ طریقہ صحابہ کبار است"۔

ہمارے طریقے میں کسی کو محرومی نہیں ہے جو کوئی طریقہ سے منہ پھیر لے وہ جان لے کہ دین کے خطرہ میں ہے کیونکہ یہ طریقہ بالکل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مطابق ہے۔

اور کامل و مکمل استاد کی رہنمائی کے بغیر یہ منزل بہت دشوار ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کار بے استاد خواہی ساختن　　　جاہلانہ جاں بخواہی باختن

اگر استاد کے بغیر کام بنانا چاہے تو کامیابی ممکن نہیں بلکہ جاہلوں کی طرح اپنی جان پر کھیلنا پڑے گا۔

حضرت خواجہ ٔخواجگان حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر　　　راہ برون بے دلیل راہبر

اے بیٹے راہ عشق میں یہ ممکن نہیں ہے کہ بغیر راہبر (پیر) راستہ پر چلا جاسکے۔

مزید عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود پیدا نہ شُد　　　ہیچ آھن خود بخود تیغ نہ شُد

کوئی چیز اپنے آپ پیدا نہیں ہوئی اور نہ کوئی لوہا خود بخود تلوار بنا۔

مولوی ہر گز نہ شُد مولائے روم　　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

مولائے روم اس وقت تک مولوی نہ بن سکا جب تک وہ حضرت شمس تبریز کا غلام نہ بن گیا۔

مزید مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

پیر را بگذیں کہ بے پیر ایں فقیر　　　ھست راہ پر آفت و خوف و خطر

اپنے لئے پیر و مرشد پکڑ کیونکہ بغیر پیر کامل و مکمل کے یہ سفر نہایت آشوب اور خطرناک ہے۔

دامن اُو گیــر زور تر بے گمــاں   تا رہی از آفت آخر زماں

بلا شک و شبہ اس بندۂ خاص کا دامن جلد از جلد پکڑ، تاکہ تو اس آخری زمانہ کی آفتوں سے بچا رہے۔

حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے حضرت مولانا شمس الحق قدس سرہٗ کی صحبت اور روحانیت سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا اور ان کی خدمت میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ مبارک کے حالات و واقعات اکثر حضرت مولانا باقی باللہ قدس سرہٗ سے ملتے جلتے ہیں اکثر آپ مبارک کی کیفیات اُن کی ہی طرح ہیں، لوگ نورِ ہدایت و خوشبو معطر اور معرفت کا حصول آپ کے وجود بابرکت سے حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے مرشدِ گرامی نے آپ کو نورِ معرفت سے ایسا پہچانا کہ آپ مبارک کی لیاقت استعداد و قابلیت نامہ کی بنا پر دوسرے پرانے اور کئی سالوں سے زیر تربیت احباب طریقت سے پہلے اور بہت کم عرصہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ہر اک نے تجھے اپنی نظر سے پہچانا   جدا جدا ہے تیرا انداز دلربائی کا

حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ خلافت عطا ہونے کے واقعہ کو اس طرح خود بیان کرتے ہیں:

"میں اور میرے کامل و مکمل مرشد قدس سرہٗ ایک سفر میں جارہے تھے کہ آپ مبارک قدس سرہٗ گھوڑے پر سوار تھے اور ہم دوسرے لوگ پیدل جارہے تھے، آپ مبارک قدس سرہٗ نے فرمایا: اے ملا! ذکر دیا کرو"، حالانکہ ابھی مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کے تمام اسباق مکمل نہیں ہوئے تھے"۔

اس واقعہ سے آپ مبارک کی استعداد اور صلاحیتوں اور روحانی کمال اور مرشد کامل و مکمل کی خصوصی نظر عنایت کا واضح پتہ چلتا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا　　　　ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اس کے بعد آپ نے منازل سلوک کو بہت جلد مکمل فرمایا اور آپ مبارک کے مرشد گرامی قدر نے سلوک و روحانیت کے تمام راستوں کو طے کروادیا۔ جب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مکمل ہو گیا اور تمام اسباق بھی منزل مقصود تک پہنچ گئے تو حضرت مولانا شمس الحق قدس سرہٗ نے آپ مبارک قدس سرہٗ کو تلقین و توجہ کی مکمل اجازت فرمادی مگر ارشادِ خط ابھی تک تحریری عطا نہیں فرمایا تھا کہ سلطان الاولیاء، قدوۃ السالکین، شمس العارفین مولانا شمس الحق کوہستانی کا ۱۳۵۰ھ میں انتقال ہو گیا تو حضرت کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد مولانا شاہ رسول قدس سرہٗ اپنے وطن تنگاب شریف میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور طلباء کو علوم ظاہری و باطنی کے ساتھ مزین کرنے لگے جو بھی آپ مبارک کی زیر تربیت رہ کر دونوں علوم کی فضیلت سے بہرہ ور ہوتا تو وہ کندن بن کر مدرسہ سے نکلتا اور جو سالک ذکر و بیعت کی سعادت حاصل کرتا تو وہ جذب و کمال حاصل کرکے دوسرے لوگوں کو بھی سیر اب کرنے لگ جاتا اس طرح آپ مبارک قدس سرہٗ کے مریدین اور مخلصین و احباب کی تعداد زور پکڑ گئی اور ایسا اضافہ شروع ہوا کہ ہر طرف ذکر و فکر وجد، حال و مستی شروع ہو گئی اس میں شک نہیں کہ جب آگ لگتی ہے تو دھواں ضرور اٹھتا ہے جیسے جیسے محبت کرنے والے بڑھتے گئے ساتھ ساتھ مخالفین کے دل بھی حسد کی آگ سے بھڑکتے گئے۔ آپ کے مریدین وسالکین کے جذب و حالات بہت عجیب تھے، مستی حال و کیف اس طرح وارد تھا کہ جس طرف آپ کی نظر جاتی عاشقوں کو مرغ بسمل کی طرح تڑپاتی جاتی جب لوگوں کے سینے نگاہوں سے چرنے لگے تو حاسدوں نے شور شرابا شروع کر دیا کیونکہ آپ اپنے مرشد گرامی سے تحریراً ارشاد خط حاصل نہیں کر سکے تھے۔ اس وجہ سے اس بات کو وجہ بنا کر حضرت کو نشانہ بنایا گیا کہ آپ بے خلافت اور ارشاد

خط کے بغیر پیری مریدی کر رہے ہیں اس واقعہ کی خبر علاقہ کے افسر مجاز کو دی گئی کہ یہ مولوی بے سند پیری مریدی کر رہا ہے اور اس کے مریدوں کی ان کیفیات سے اہلیان شہر پریشان ہیں۔ یہ بات چلتے چلتے حضرت نور المشائخ قدس سرہٗ حضرات کابل تک پہنچی۔ حضرت کی عزت و کمال اور بزرگی دور دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ظرف اور بصیرت سے نوازا تھا۔

آپ نے مخالفین کی من گھڑت توہمات اور پروپیگنڈا دیکھا تو اپنے دست مبارک سے ارشاد خط تحریر فرما کر خدام کے ذریعے مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کو ارسال کیا مگر مخالفین ارشاد خط کی وجہ سے آپ مبارک قدس سرہٗ کو پریشان نہیں کر رہے تھے وہ تو آپ مبارک کی عزت و کمال سے پریشان تھے۔ حضرت نے ارشاد خط قبول فرمایا اور حضرات نور المشائخ قدس سرہٗ کا شکریہ ادا کیا اور عرض کی کہ حضرت آپ کو جن حالات و واقعات کی خبر ہوئی ہے وہ حقیقت ہے یہ لوگ خود تو روحانیت و کمالات سے بے خبر ہیں ان کی اپنی توجہ میں یہ طاقت نہیں کہ کسی کو اپنی توجہ سے درجہ کمال تک عروج دے سکیں، یہ لوگ صرف پریشان کرنے کے لئے ایسی باتوں میں گرفتار ہیں۔

اب اگرچہ ارشاد خط کا اعتراض ختم ہو جانا چاہیئے تھا مگر مخالفین اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور اسی طرح دشمنی اور مخالفت پر اترتے رہے اور حسد کی آگ تھوڑی سی بھی سرد نہ ہوئی تو مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے ہجرت فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وطن چھوڑ کر طالقان کے علاقہ میں تشریف لے آئے اور یہاں علوم ظاہری و باطنی کے ارشاد کا کام زور و شور سے شروع فرمایا، سلوک کی تربیت کے ساتھ ساتھ اخلاق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تربیت و احباب طریقت کو منور فرماتے رہے اور درس و تدریس کو بھی ترک نہ فرمایا آخری عمر تک طالقان کی سرزمین پر آنیوالے عاشقین کی عشق و محبت

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم اور روحانی و جسمانی تعلیمات اور دونوں علوم کی روشنی سے روحانی تربیت فرمائی اور باقی تمام عمر کا حصہ اسی جگہ پر گزارا اور لوگ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم و تربیت سے مستفیض ہوتے رہے۔

جیسا کہ مولانا جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند　　　　که برند از رہ پنہا محرم قافلہ را

حضرات نقشبندیہ عجیب قافلہ کے سالار ہیں کہ پوشیدہ طور پر اپنے طلبہ کو حرم میں لے جاتے ہیں۔

از دل سالک رہ جاذبہ محبت شاں　　　　می برد وسوسۂ خلوت فکر چلہ را

سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش خلوت کے خیال اور چلہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔

تو نقش نقش بنداں را چہ دانی　　　　تو شکل پیکر جاں را چہ دانی

تو نقش نقشبنداں کو کیا جانے تو جان کے جسم کی شکل کو کیا جانے۔

گیاہ سبزہ داند قدر باراں　　　　تو خشکی قدر باراں را چہ دانی

تو خشک ہے بارش کی قدر کیا جانے سبز گھاس بارش کی قدر جانتی ہے۔

ہنوز از کفر ایمانت خبر نیست　　　　حقالقائے ایمان را چہ دانی

ابھی تجھے کفر و ایمان کی ہی خبر نہیں ہے، تو بھلا کمالات ایمان کو کیا جانے۔

بالآخر ۱۳۶۰ھ میں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے مقام امامت سے سرفراز تو آپ سیدنا و مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ

عطار ہو، رومی ہو، سعدی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر دور، زمانہ اور صدی میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہوتی ہے جو اپنی نظیر آپ ہوتی ہے، اور اس کے رخصت ہونے سے کبھی نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہو جاتا ہے اور پھر چشم عالم اس جیسی ہستی کا مشاہدہ کرنے کے لئے عرصہ دراز تک انتظار کرتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان ہی دیدہ وروں میں سے ایک ہستی جن کی دید کو آج دنیا ترستی ہے فرید عصر صاحب خوارق و معارف عالم الوریٰ ولی کامل و مکمل محبوب ذات سبحانی مجاہد ملت اسلامیہ چراغ خانوادۂ ولایت فخر اہلسنت نائب تاجدار طالقان حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سیدنا و مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ المعروف مولوی بزرگ ہیں۔

آپ قدس سرہٗ کی ولادت سمنگان میں ہوئی آپ پچیس برس کی عمر میں ظاہری علوم کے حصول کے لئے گھر سے نکلے اور تمام مروجہ علوم و فنون ایک سال اور دو ماہ میں مکمل فرمائے۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت کی طرح روزانہ بخاری کے پچیس چھبیس اوراق کی تلاوت فرماتے۔ طالب علمی کے دور میں کبھی کبھی آپ تگاب شریف نامی قریہ میں تشریف لے جاتے، وہاں فرید دوراں شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان تگابی قدس سرہٗ کا مزار شریف تھا جو اپنے زمانے کے فرید عصر اور صاحب خوارق کثیرہ تھے، اور ان کی کئی کرامات بعد از وصال بھی مشہور تھیں اور مولانا صاحب مبارک

قدس سرہٗ اکثر ان کے مزار شریف پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سلطان محمد تگابی قدس سرہٗ کے تمام علوم مجھے عطا ہو گئے اور اس خواب کے بعد مجھ پر علوم و معارف اور فنون کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ جس کتاب پر میں نظر کرتا تو اس کے مطالعے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوتی اور میں کتاب کی تہہ تک پہنچ جاتا۔

در مدرسہ ہائے کشور غیب تحصیل نمودہ علم لاریب

آپ مبارک کے علمی و ادبی حلقوں میں مقام کو سمجھنے کے لئے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے جنہیں حتی المقدور انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ مبارک قدس سرہٗ نے صرف و نحو کی تعلیم کا آغاز اپنے زمانہ کے بڑے بڑے قابل علماء سے کیا اور انہیں سے علوم کا اختتام ہوا یہاں تک کہ آپ آسمان علم و تحقیق کے آفتاب بن کر چمکے۔ آپ مبارک کو تلاوت کلام پاک سے از حد محبت تھی۔ آپ مبارک ۵ گھنٹوں میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرمالیا کرتے۔ آپ قرآن کریم کے اٹھارہ پاروں کے حافظ تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ آپ نے صیام داؤدی کے مطابق روزے رکھے کیونکہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے پانچ سال روزے رکھے تھے۔

بیعت و ذکر

آپ مبارک نے اپنے وقت کے عظیم المرتبت شیخ سلطان الاولیاء، شمس العارفین سراج السالکین حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے بیعت اور ذکر حاصل کیا۔ آپ نے بہت کم وقت میں اپنے شیخ کامل و مکمل کی صحبت میں رہ کر کمال حاصل کیا اور حضرت شاہ رسول طالقانی قدس

سرہٗ کے مریدوں اور خلفاء کرام میں بہت بلند مقام حاصل کیا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی وجہ سے حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کے سلسلہ طریقت کو بہت عروج حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ بہاریں عطا فرمائیں۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
رہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

کوئی آدمی جب مولانا صاحب مبارک کی صحبت میں آ بیٹھتا تو آپ مبارک کی کمال توجہ کی برکت سے بہت جلد مقام ولایت پر سرفراز ہو جاتا، گویا کہ آپ مبارک کی محفل اولیاء کرام کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اگر آپ مبارک کسی بھی عالم دین سے گفتگو فرماتے تو وہ عالم خود کو علوم سے عاری اور اپنے آپ کو محض عوام سمجھتا کیونکہ آپ مبارک دقائق اور معارف اکثر قرآن عظیم الشان اور احادیث مبارکہ کی نصوص سے بیان فرماتے تھے اور سامعین تو حالتِ اضطراب میں رہ جاتے۔

کرامات

آپ مبارک صاحبِ خوارق و کرامات تھے، ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید اپنی کمزور بچی سمیت سیلاب کے پانی میں گر گیا، بے یار و مددگار ہونے کی وجہ سے کبھی کسی پتھر پر ہاتھ ڈالتا اور کبھی کسی جھاڑی پر۔ اچانک اس کے دل میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی یاد موجزن ہوئی تو اس نے آپ مبارک کو پکارا، اس کے سامنے ایک ہاتھ برآمد ہوا جس نے انہیں خشکی پر پہنچا دیا۔

اسی طرح عبدالرزاق نامی شخص جو "بزکشی" (بزکشی ایک کھیل ہے جو افغانستان میں کھیلا جاتا ہے) کھیلتا تھا۔ دوران کھیل اچانک زین سمیت گھوڑے کی کمر سے پیٹ کی طرف پھسل کر لٹک گیا، اگر گر جاتا تو گھوڑے کے پاؤں تلے روندا جاتا۔ اس نے اس پریشانی کی حالت میں سرکار مولانا صاحب

قدس سرہٗ کو یاد کیا تو ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس کو زین سمیت اوپر کر دیا۔ جب یہ واقعہ عبد الرزاق نے مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ کے مریدوں اور عقیدت مندوں سے ذکر کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی کہ فلاں دن ہم نے حضرت مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ کو "عبد الرزاق" فرماتے سنا تھا۔ اور ہم اس وقت حیران ہوئے کہ حضرت مولانا صاحب کس کو بلا رہے ہیں؟

ان کے علاوہ اور بہت سی کرامات ہیں جن کو یکجا کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب بنے گی۔

آپ مبارک لباس فاخرہ عمدہ پہنتے تھے۔ خصوصًا آپ سیاہ اور سبز دستار پسند فرماتے تھے۔

از درون شد آشنا واز برون بیگانہ شد

کایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کامل و مکمل اشخاص کی تلاش میں مختلف مزاروں پر گئے اور مشائخ کبار علیہم الرحمہ سے ملاقاتیں کیں، مگر دل کو تسلی نہ ہوئی۔ جو چیز آپ مبارک کو قبلہ شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی تھی اس کا دوسری جگہ عشر عشیر بھی نظر نہ آیا۔ دل کی تمنا تھی کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ جیسا شخص دوبارہ مل جائے اور اس سے فیض حاصل کر کے روحانیت کی پیاس مزید بجھائی جائے، مگر ایسا کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت مولانا ہاشم سمنگانی اور سیدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن صاحب مبارک قدس سرہٗ آپس میں پیر بھائی تھے۔ مولانا صاحب مبارک قدس سرہٗ نے سلاسل اربعہ کا مروجہ سلوک حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ سے مکمل کیا تھا مگر سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ ابھی ابتدائی سلوک میں تھے کہ حضرت شاہ رسول طالقانی قدس سرہٗ کا انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ نے شاہ صاحب قدس سرہٗ کے بعد حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ

کی طرف رجوع کیا۔ اگرچہ سلسلہ نقشبندیہ میں پانچ لطائف جاری ہو گئے تھے، مگر باقی سلاسل کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بھی تمام اسباق و مراقبات مکمل کئے۔

سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ تو شاہ صاحب کے انتقال کے بعد مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ سے مل گئے مگر مولانا صاحب قدس سرہٗ کو شاہ صاحب کے بعد ایسا شخص نہیں ملا۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کے آخری چند سال طریقت وارشاد کا کام کیا مگر ہر کس و ناکس کو آپ فوراً بیعت نہیں فرماتے تھے اور آنے والے سالک کو ایک ہی نظر میں مکمل پڑھ لیتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ عز وجل۔

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

خلفاء کرام

حضرت مولانا ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کے خلفاء کی تعداد تیس کے قریب تھی وہ خلافت عطا کرنے میں جلدی نہیں فرماتے تھے اور اسباق بھی وقت کے ساتھ تبدیل کرتے تھے۔ آپ مبارک قدس سرہٗ کی صحبت بہت پُر اثر ہوا کرتی تھی، جو آتا اس میں گم ہو جاتا اور اس کا آپ کی صحبت سے جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ صرف وہ لوگ جو دنیاوی نام و نمود کو پسند کرتے وہ آپ کی صحبت سے کچھ حاصل نہ کرتے۔

"قدر ایں می ندانی بخدا تانہ بخشی"

جب تک کسی چیز کو چکھانہ جائے اس کا ذائقہ معلوم نہیں ہوتا۔

اکثر اوقات جس طرح لوگ عام مشائخ کبار کو تحفہ دیتے یا خدمت کرتے ہیں تو آپ کی بھی معتقدین خدمت کرتے تو آپ فوراً اسی وقت غرباء اور مساکین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپ نے کبھی دنیا کی زیب وزینت کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا اور اسے کوڑی کے برابر بھی اہمیت نہ دی۔ آپ کے قریبی احباب جانتے ہیں کہ آپ مبارک نے مال ودولت کو اپنے لئے کبھی بھی جمع نہیں فرمایا، بلکہ اکثر اوقات اسے غرباء و مساکین میں تقسیم فرما دیا۔ میرے مرشد گرامی حضرت سیدنا اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ نے مال کی تقسیم کی بابت بہت عمدہ جملہ استعمال فرمایا کہ "نہ طمع، نہ جمع، نہ منع"، کوئی لے آئے تو لالچ نہیں، آجائے تو جمع نہیں، کیونکہ مال جمع کرنا فقر نہیں، اور اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے تحفہ دیتا ہے تو سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ صدق دل سے اسے قبول کیا جائے اور اسے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت قیوم زماں سیدنا ومرشدنا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کا یہی طریقہ کار تھا۔

حضرت اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کا سینہ مبارک جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی سخاوت سے سیراب ہوا اور سرکار اخندزادہ مبارک قدس سرہٗ نے اپنے اٹھارہ ہزار خلفاء کو سیراب کر کے ایسی جماعت تیار کی ہے جس سے ایک جہاں فیض یاب ہو رہا ہے اور دن بدن اس سلسلے کو عروج واقع ہو رہا ہے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کو علومِ معارف اور تصوف میں ایسی مہارت حاصل تھی کہ جو حقائق و معارف آپ کے پاس تھی وہ دوسرے ہم عصر علماء و مشائخ کو حاصل نہ تھے۔ خصوصًا آپ مبارک کو مکتوبات امام ربانی اور مثنوی شریف مولانا روم میں بہت مہارت حاصل تھی۔

وفات

آپ اکثر و بیشتر بیمار رہتے اور مختلف قسم کی بیماریاں اور امراض آپ کو لاحق تھے۔ مگر آنے والے سائل توجہ اور فیوض و برکات سے ضرور نوازے جاتے۔ جب آپ کی عمر ۴۲ سال ہوئی تو تکالیف مزید بڑھ گئیں۔ آپ کو ٹی بی اور تپ دق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ علاج کی غرض سے آپ پاکستان تشریف لائے مگر بقضائے الٰہی ۹ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ سیف الرحمٰن المعروف پیر ارچی و خراسانی قدس سرہٗ ہیں جن کے بارے میں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ نے خط میں تحریر فرمایا "مقبوله مقبولی و مردوده مردودی" (جو ان کی نظر میں مقبول ہے وہ میرے نزدیک بھی مقبول ہے اور جو ان کے نزدیک مردود ہے وہ میرے نزدیک بھی مردود ہے) ایک اور مکتوب میں فرمایا "ردیف کمالاتم" اور ساتھ شعر تحریر فرمائے جن کا مطلب ہے کہ تم میرا خط پڑھو تو گریہ وزاری کرو کیونکہ جس وقت میں نے خط تحریر کیا تھا تو میں بھی رویا تھا۔

لوگوں میرے دوست کو سلام پہنچاؤ
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

اولادِ امجاد

آپ مبارک نے دو شادیاں فرمائیں پہلی شادی مرزا حضرت کی بیٹی کے ساتھ اور دوسری شادی حضرت اخندزادہ مبارک کے بڑے بھائی بادشاہ لالہ مولانا عبد الباسط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے، اور دوسری بیوی سے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی

عطاء فرمائی جس کا نام بی بی فاطمہ ہے۔ آپ اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کے بھائی کی نواسی ہیں اور ان کی والدہ محترمہ اور مخدوم زادہ حضرت حیدری صاحب مبارک أطال الله حیاتهٔ جو سرکار مبارک صاحب قدس سرہٗ کے بڑے بیٹے ہیں دونوں ہمشیر ہیں یعنی دودھ کے بہن بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے قبلہ حیدری صاحب مبارک قدس سرہٗ مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کی دختر نیک اختر کے ماموں لگے اور اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کی پہلی زوجہ کی تمام اولاد ان کی خالائیں اور ماموں ہوئے اس وجہ سے محترم بی بی فاطمہ، سرکار اخندزادہ صاحب مبارک قدس سرہٗ کے گھر میں زیادہ جاتی ہیں۔

قیوم زماں حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی قدس سرہٗ کا عرس ہر سال ۹ شوال المکرم کو آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد لکھوڈیر میں بڑے جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔

(تذکرۂ مشائخ سیفیہ، ص ۱۵۸ تا ص ۱۹۷)

مختصر تعارف

مجددِ دوران، محبوبِ سبحان، امامِ خراسان

پیرِ ارچی حضرت خواجہ سیف الرحمٰن اخندزادہ صاحب مبارکؒ

نامِ نامی اسمِ گرامی

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کا اسمِ محضہ سیف الرحمٰن ہے، کنیت لکھنے میں ابو حمید جبکہ کہنے میں ابو حبیب ہے۔ سلسلے میں آپ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، افغانستان کے علماء ومشائخ آپ کو اُخندزادہ صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اخون زادہ استاد یا معلم کے بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ (اخون) وسطی ایشیا میں علماء کے لئے کہا جاتا ہے، جس سے

مراد ایک مخصوص دینی منصب ہوتا ہے۔ مشرقی ترکستان میں لفظ "آفندی" اس کی جگہ استعمال ہوتا ہے، جس سے مراد بلند مرتبہ علماء ہوتے ہیں۔ (اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ)

تاریخ اولیاء میں ابوالاسفار علی محمد البلخی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی میں "آخوند" تحریر کیا جاتا ہے اور افغانی زبان میں "اخون" کہتے ہیں جو کہ کثرت استعمال کی وجہ سے "آخوند" سے "اخُند" ہو گیا ہے۔

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اپنے نام کے ساتھ امضاء (دستخط) میں فقیر لکھتے تھے اور علمائے وقت نے آپ کو مجددِ عصر، قیوم زمان، قطب الارشاد، شیخ المشائخ وغیرہ کے القابات سے یاد کیا ہے۔

وطنِ اصلی کے اعتبار سے آپ کو پیر ارچی خراسانی کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے اہل و عیال (بچے، پوتے اور نواسے وغیرہ) آپ کو دادا مبارک کہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے دربار میں وقت گزارا، آپ کے عیال کے قریب رہے تو وہ بھی آپ کو دادا مبارک یا دادا جان سے یاد کرتے ہیں۔

والدِ گرامی

آپ کے والد گرامی قدر کا نام قاری سرفراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا جو ایک نیک سیرت انسان تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں وقت کے عظیم شیخ، فخر کشمیر، عاشق رسول حاجی محمد امین بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حاجی آباد، عمرزئی چارسدہ، خیبر پختون خواہ) کے مرید تھے۔

آپ علیہ الرحمۃ کا مزید نسب نامہ کچھ یوں ہے:

سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن محمد حیدر بن محمد علی بن نور علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کا تعلق پٹھانوں کے مشہور قبیلہ مہمند سے تھا جو کہ افغانستان و پاکستان کی سرحد پر دونوں طرف آباد ہیں۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت افغانستان کے صوبہ ننگرہار کے علاقے جلال آباد شہر سے تقریباً بیس کلومیٹر دور جنوب کی طرف واقع گاؤں کوٹ باباکلی میں ہوئی۔ آپ کی سن پیدائش میں اختلاف ہے مگر بقول اشہر (مشہور تر) ۱۳۴۹ھ ہے۔

ابتدائی حالات

والدہ محترمہ کی رحلت

آپ کے عہد طفولیت ہی میں آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال سن ۱۳۵۷ ہجری میں ہوا۔اس وقت والدہ محترمہ قندوز میں تھیں جبکہ آپ علیہ الرحمۃ آٹھ سال کی عمر کے تھے اور ایک اور روایت کے مطابق والدہ کی وفات کے وقت آپ علیہ الرحمۃ کی عمر مبارک بارہ سال کی تھی (یہی اختلاف آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی موجود ہے) آپ کی والدہ محترمہ کا مدفن قندوز میں ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے والدہ کی بہت دعائیں لی ہیں، والدہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں، میں ان کی خدمت کرتا، وہ مجھے دعائیں دیتیں۔ فرماتیں کہ خدا تمہیں ولیوں کا سردار بنائے۔ والدہ کو دوائیں پلاتا، جلانے کے لئے لکڑیاں لاتا، چھوٹے بھائی کی تمام خدمت بھی میں ہی کرتا جبکہ مجھ سے بڑے بھائی اپنے کاموں میں

مصروف ہوتے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر والدہ کے صبح و شام میرے لئے دعاؤں میں ہی گزرا کرتے تھے۔[573]

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بچپن

چونکہ آپ علیہ الرحمۃ اویسی یعنی مادرزاد ولی اللہ تھے، لہٰذا بچپن سے ہی صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے تھے میں چھوٹا ہوتے ہوئے کون و مکان اور جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب مخلوق جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی، میں دیکھا کرتا تھا۔

آپ مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھائی

آپ کے چار بھائی تھے:

۱)سب سے بڑے بھائی کا نام مولانا عبد الباسط المعروف باچالالا تھا جو کہ آپ کے ابتدائی اساتذہ میں سے بھی تھے جن سے آپ نے بوستان تک اسباق پڑھے تھے۔

۲)دوسرے بڑے بھائی کا نام مولانا محمد صادق تھا۔

۳) تیسرے آپ سے چھوٹے بھائی فضل الرحمٰن المعروف معاون صاحب تھے جو کہ جہادِ افغانستان کے ابتدائی دور میں روسی افواج کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔[574]

---

573 جانشینِ امامِ خراسانی حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کے مطابق حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی والدہ محترمہ کا قندوز میں جانا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے کوٹ جلال آباد میں وفات پوئی اور وہیں پر ان کی تدفین کی گئی، البتہ آپ کے والد محترم کا مدفن قندوز ہے۔(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہر داد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

574 حضرت حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق وہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ سے عمر میں بڑے تھے۔
(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہر داد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

۴)چوتھے سب سے چھوٹے بھائی کا نام مفتی غلام الرحمٰن صاحب المعروف مولوی کاکا ہے(جو کہ بقید حیات ہیں)۔

تعلیم وتربیت

آپ علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار قاری سرفراز خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے وقت و دیار کے دیگر علمائے ذی وقار سے بھی استفادہ کیا۔ علوم وفنون میں ترقی پانے کے لئے مختلف علاقوں کا سفر کیا جن میں افغانستان کے علاوہ پاکستان کے علاقہ پشاور میں بھی متعدد علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

آپ کے چند اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱)حضرت مولانا محمد آدم خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (آمازو گڑھی)

۲)شیخ القرآن حضرت محمد اسلام بابا صاحب(کوٹ باباکلی)

۳)حضرت مولانا محمد ولید صاحب

۴)ولی محمد اسلم صاحب(کوٹ حیدر خیل)

۵)مولانا محمد حسین صاحب مترانی

۶)مولانا محمد فقیر صاحب(فرید کلاجات سرہ غونڈے)

۷)مولانا عبد الباسط صاحب(بڑے بھائی)

۸)مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب

۹)وزیر ملا صاحب(کوٹ حیدر خیل)

ان اساتذہ کے علاوہ دیگر ذی علم شخصیات سے بھی آپ نے صرف و نحو، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ، تجوید و قرأت اور عقائد میں کامل دسترس حاصل کی، بالخصوص آپ کو فقہ حنفی اور اصول فقہ پر مکمل دست گاہ تھی جس کا اندازہ آپ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات پڑھ کر بخوبی ہو جاتا ہے۔

مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ازدواجی زندگی

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کے کل سات نکاح ہوئے تھے تاہم وصال کے وقت تک آپ کے عقد میں چار ازواج رہیں۔ اولاد کی نعمت، اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ کو چار بیویوں سے عطا فرمائی۔

اولادِ امجاد

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کی طرح اولاد کی نعمت سے بھی حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ آپ کی اولاد میں تیرہ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ محمد سعید حیدری سیفی صاحب مبارک (جانشین حضرت مبارک علیہ الرحمۃ)

۲۔ شیخ الحدیث علامہ محمد حمید جان سیفی صاحب مبارک

۳۔ مولانا عبد الباقی جان سیفی صاحب مبارک

۴۔ قاری و حافظ علامہ محمد حبیب جان سیفی صاحب مبارک

۵۔ علامہ احمد سعید یار جان سیفی صاحب مبارک

یہ پانچوں شاہزادے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی پہلی زوجہ محترمہ سے ہیں جو افغانستان کی ایک نامور شخصیت "ملک عطاء خان" کی صاحبزادی ہیں۔

۶۔ قاری وحافظ مولانا احمد حسین سیفی صاحب مبارک

۷۔ مولانا احمد حسن سیفی صاحب مبارک

۸۔ محمد محسن سیفی صاحب مبارک

آپ علیہ الرحمۃ کے یہ تین شاہزادے ان زوجہ محترمہ سے ہیں جو سیدہ ہیں اور آپ کے کبار خلفاء میں سے ایک خلیفہ حضرت مولانا سید جعفر باچا صاحب شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی ہیں۔

۹۔ محمد صفی اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۰۔ محمد سیف اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ دونوں شاہزادے آپ کے خلیفۂ اعظم وردیف الکمالات محمد شاہ روحانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ محمد نجیب اللہ سیفی صاحب مباک

۱۲۔ محمد حبیب اللہ سیفی صاحب مبارک

۱۳۔ محمد حسین اللہ سیفی صاحب مبارک

یہ تینوں شاہزادے آپ علیہ الرحمۃ کے محترم خلیفہ صوفی کندل صاحب علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں۔

آپ علیہ الرحمۃ کے داماد

۱۔حاجی خلیل سیفی صاحب مبارک

۲۔مُلاَّ اِنظر گل صاحب مبارک

۳۔مولانا احمد مبین سیفی صاحب مبارک

۴۔ صاحبزادہ قاری روح اللہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت محمد شاہ روحانی صاحب مبارک علیہ الرحمۃ

۵۔صوفی عبد الرحمٰن سیفی صاحب مبارک

۶۔ صاحبزادہ سید محمد طاہر علی شاہ جیلانی سیفی بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

۷۔ صاحبزادہ سید محمد انور علی شاہ سیفی صاحب مبارک بن حضرت سید نور علی شاہ جیلانی سیفی صاحب مبارک دامت برکاتہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشائخِ عظام

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سن ۱۳۷۳ھ میں جب حکومتِ افغانستان کی طرف سے آپ اور آپ کے بھائیوں کو دشتِ ارچی، قندوز میں غیر آباد زمین ملی تو آپ نے اس زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔ وہاں پر رہائش کے لیے گھر آباد کیا، ساتھ ہی ایک مسجد بھی بنائی۔ وہ علاقہ مرورِ ایام کے ساتھ ایک بستی بن گئی جسے سرہ مٹہ کا نام دیا گیا۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کچھ عرصہ تک اسی علاقے میں درس و تدریس کے راستے سے دینِ متین کی خدمت میں مشغول رہے۔ یہ زمانہ شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا شاہ رسول طالقانی

علیہ الرحمۃ کی شہرت کا تھا جو مریدین کی تربیت میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ مرجع عوام وخواص تھے حضرت مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرب وجوار کے علاقوں میں مریدین کی دعوت پر تشریف لے جایا کرتے تھے، اسی سلسلہ میں آپ علیہ الرحمۃ کا آنا قندوز دشت ارچی بھی ہوتا تھا۔ دشتِ ارچی میں چونکہ حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کی سکونت تھی، مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وہاں تشریف لانے پر حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان کی صحبت سے سرفراز ہوتے رہے، حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی پیشانی میں وسیع استعداد اور عظیم کمال کی نشانی کی جھلک دیکھ کر مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو سلوک کی رغبت دلاتے، اسی طرح حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مانوس ہوئے اور ان کی محبت وبزرگی نے آپ علیہ الرحمۃ کے دل میں جگہ بنائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ اسی اثناء میں ایک مرتبہ آپ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے چار رکعت نماز کی امامت کے لئے آگے کر دیا اور خود مسافر ہونے کے عذر کو پیش کر دیا۔ جب میں نماز پڑھا رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے غوث وقت نے میرے پیچھے اقتداء کی ہے۔ جب مغرب کی نماز کا وقت آیا تو میں نے ان سے نماز پڑھانے کے لئے عرض کی، چونکہ تین رکعتیں نماز تھیں اور عذر سفر نہیں تھا لہٰذا آپ علیہ الرحمۃ نے نماز مغرب پڑھائی، دورانِ نماز مجھ پر گریہ (رونے کی کیفیت) طاری ہوا۔ اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں میں نے غوثِ زماں کے پیچھے اقتداء کی ہے۔

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا ایک شاگرد تھا جو مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین میں سے تھا، اس نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی کوئی بے

ادبی کی تھی، تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس کو عاق کر دیا تھا۔ جب مولانا شاہ رسول علیہ الرحمۃ کا قندوز آنا ہوا تو اس بندے نے آپ کے حضور مبارک علیہ الرحمۃ کی شکایت کی جس پر انہوں نے حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ:

"اخندزادہ صاحب! آپ اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے بے ادبی کی اور اس کو عاق نہیں کیا گیا ہو؟" آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ "وہ عاق ہے"۔ پھر مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اور اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں کہ جس نے بے ادبی نہیں کی اور اسے عاق کیا گیا ہو؟" آپ علیہ الرحمۃ نے عرض کی: "اس کو عاق کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا"۔

حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جب معاملہ ایسا ہے تو پھر معاف کر دیا کریں، اس لئے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے" تو مبارک علیہ الرحمۃ نے اس شاگرد کو معاف کر دیا۔[575]

جب حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کا دل مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت اور بزرگی پر مطمئن ہوا تو ان سے طلبِ تلقین کی۔ یہ سن ۱۳۸۱ھ کا زمانہ تھا۔ اس وقت

---

575 بفرمان حیدری صاحب مبارک علیہ الرحمۃ، یہ واقعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا ہے جو کہ مولوی محمد رحمٰن، مولوی نور رحمٰن اور مولوی گل رحمٰن صاحبان کے والد تھے اور حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کسی بات میں حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ تکرار کی جس پر مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان سے فرمایا کہ مخالفت اور بے ادبی نہ کرو ورنہ عاق ہو جاؤ گے۔ یعنی ان کو عاق نہیں کیا تھا بلکہ صرف تنبیہ کی تھی لیکن وہ سمجھے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کو عاق کر دیا ہے، لہٰذا طالقان جا کر انہوں نے مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ میرے استاد اخندزادہ صاحب نے مجھے عاق کر دیا ہے۔

(بحوالہ تذکرہ ابو حبیب از مولانا مہرداد سلطانی سیفی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ کی عمر ۳۲سال تھی کہ آپ حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے۔

آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیرِ تربیت شغلِ باطن میں مصروف رہے، مگر ابھی آپ علیہ الرحمۃ پہلے ہی سبق میں تھے کہ حضرت شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیائے فانی کو الوداع کہہ گئے۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میں نے آپ کے صاحبزادے اخندزادہ عبید اللہ کو دعوت دی اور جب تبدیلی ذکر کے لیے ان کے قریب ہوا، انھوں نے میرے لطیفۂ روح پر اپنی انگلی رکھی تو میرے پانچوں لطائف سرد پڑ گئے، حالانکہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے مجھے لطائف میں گرمی اور حرارت محسوس ہوئی تھی۔

(راقم الحروف کہتا ہے کہ) حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ ناقصین کی صحبت کے نقصانات اور ان سے بچنے کے بیان میں یہ واقعہ اکثر بیان فرماتے تھے اور کہتے کہ چونکہ اخندزادہ عبید اللہ صاحب نے کمالاتِ باطنیہ کا کسب نہیں کیا تھا اور ناقص تھے، اس وجہ سے ان کے میرے لطیفۂ روح پر انگلی رکھنے کا نقصان آج بھی میں لطیفۂ روح میں محسوس کر رہا ہوں۔

مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ آئندہ کے معاملاتِ سلوک کے لیے پریشان تھے کہ آپ کو حضرت شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصیت یاد آگئی اور وہ یہ تھی کہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، مجھے امید نہیں کہ میری تم سے دوبارہ ملاقات ہو، میرے بعد

بزرگ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کو لازمی اختیار کرنا اور انہیں میری طرح سمجھنا۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے تیس خلفاء تھے جن میں سب سے کم عمر خلیفہ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے لیکن آپ (مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ مولانا محمد ہاشم جیسی شخصیت طویل زمانے میں کہیں نظر نہیں آتی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد میری تربیت کا سلسلہ کچھ عرصہ تک موقوف رہا، یہاں تک کہ مجھے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت مل گئی۔ سن ۱۳۸۶ھ میں حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی تربیت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ کے اسباق پورے ہو گئے تو پہلے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو مقید اجازت (ارشادِ خط) عطا فرمائی اور پھر جب مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی محبت و فنا، شوق و ذوق، صبر و تحمل اور استعداد وسیع کو دیکھا تو آپ کو خلافتِ مطلقہ عطا فرمائی، تاکہ آپ کے کمال پر تاکید و توثیق ہو جائے۔

اس زمانے میں ولایت ننگرہار میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک عظیم شیخ بنام حاجی خدائے نظر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بچیر حاجی صاحب بقید حیات تھے۔ حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے امر سے ان کے پاس سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق کی تلقین کی غرض سے حاضر ہوئے۔

انہوں نے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلندیٔ شان اور فراخیٔ استعداد کو دیکھا تو ایک ہی مرتبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے تمام اسباق دے دیئے اور ساتھ ہی خلافت بھی عطا فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اسباق اور خلافت، حضرت خدائے نظر المعروف پچپیر حاجی صاحب سے لیے لیکن طریقۂ اسباق اور اس طریقہ کے تمام اسرار و رموز میں نے مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھے یہاں تک کہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مجھے اس طریقہ میں مجھے اجازت فرمائی۔

حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے اسباق بھی مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لیے تھے مگر ان کی حیات دنیوی میں ان سے خلافت نہیں پائی یہاں تک کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر شریف پر حاضری دی اور اجازت طلب کی تو ان کی طرف سے یہ فرمان صادر ہوا کہ آپ مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضری دیں اور ان سے ان دونوں سلسلوں میں اجازت طلب کریں۔ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان دونوں سلسلوں میں اجازت مولانا شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی طرح لی تھی۔ پھر حضرت سیدی مبارک علیہ الرحمۃ طالقان تشریف لے گئے اور مولانا شاہ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقدِ منورہ پر حاضری دی اور ان دونوں سلسلوں میں ارشاد کی اجازت طلب کی تو انہوں نے آپ کو بذریعہ الہام اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

دست بوسی

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک وقت تک تواضع (انکساری) کی وجہ سے ہاتھ پر بوسہ دینے نہیں دیتے تھے مگر جب افغانستان میں وہابیت کا زہر پھیلنے لگا اور ان نجدیوں نے بزرگان دین کی دست بوسی کو شرک و حرام کہنا شروع کر دیا تب مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دست بوسی کا امر دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے''۔(الحدیث)

یہ وہابی بزرگان دین، مشائخ عظام، علماء باعمل مخلص (ورثۃ الانبیاء) اور والدین کی دست بوسی نہیں کرتے اور اس کو شرک کہتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ عملی طور پر ان کی مخالفت کرتے ہوئے مشائخ، علماء اور والدین کی دست بوسی کیا کرو کہ ان وہابیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ مرشد کی محبت

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب آپ کو اپنے علاقے دشتِ ارچی کی طرف نسبت کی تعلیم وارشاد کے لئے بھیج رہے تھے تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی مولانا عبد الباسط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المعروف باچالالا) اور دوسرے بھائی مولانا محمد صادق صاحب اور مرزا محمد حضرت جو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر تھے، تینوں کو بلایا اور آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی کو فرمایا: آپ اخند زادہ صاحب کو جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: کیوں نہیں، میرے بھائی ہیں۔ مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان کو میری آنکھوں سے دیکھو اور پہچان لو۔ اخندزادہ صاحب قیوم الزمان ہیں۔ میں ابھی ان کو قیومیت کی توجہ کر رہا ہوں، زمانوں میں کہیں ایک اس طرح کا اللہ تعالیٰ کا ولی پیدا ہوتا ہے، ہزاروں کی تعداد اغواث، اقطاب اور آئمہ ولایت ان کے زیر تصرف ہیں۔ پھر ان کو فرمایا کہ آپ کے بھائی اخندزادہ صاحب مثلِ آفتاب ہیں۔ جب سورج چڑھ جاتا ہے، اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمانے لگے:

آپ کے بھائی (اخندزادہ صاحب) یوسفی الصفت ہیں، یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا، پھر تاجروں پر بیچ دیا اور جب (یوسف علیہ السلام) مصر چلے گئے تو نبوت و بادشاہت دونوں ملیں۔

یہ نعمت (اخندزادہ صاحب) آپ کو اپنے لئے چاہیئے یا ان کو کہیں اور بھیج دوں؟ تو بڑے بھائی (مرحوم) نے عرض کیا ہمیں یہ نعمت اپنے لئے چاہیئے، تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس نعمت کو آپ کے ساتھ بھیج رہا ہوں مگر چند شرائط کے ساتھ۔ وہ شرائط یہ ہیں کہ:

۱) آپ اخندزادہ صاحب سے آگے نہیں جاؤ گے، اس لیے کہ عمر میں اگرچہ آپ سے چھوٹے ہیں مگر انہوں نے آپ کو توجہات دی ہیں۔

۲) ان کے حضور میں (اپنی عادت کے مطابق) پرانی حکایات اور قصے نہیں سناؤ گے۔

۳) آپ ان سے علمِ ظاہر کے اسباق بھی شروع کر لیں۔

۴) اور ساتھ ساتھ علمِ باطن میں بھی استفادہ کرتے رہیئے۔

آپ کے بڑے بھائی نے عرض کیا: مجھے یہ شرائط منظور ہیں۔ تب آپ اپنے علاقے دشتِ ارچی چلے گئے۔ چند دن بعد آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے نام خط بھیج دیا جو آج بھی موجود ہے۔

اس خط میں انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو ان الفاظ سے یاد کیا تھا:

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط

بنام حضرت مبارک علیہ الرحمۃ

اخوی عزیزم ردیف کمالاتم همکار و صدیقم اخندزاده صاحب وجناب غمخوار وعاشقم پاچالالاو باقی همه دوستان تحفۂ سلام برسد الحمد للہ لباسِ خیریت در بر است فراقِ اخندزادہ بفقیر بسیار دشوار است نمے دانم سبب آن چیست۔

خط چی می گورے ورتہ جاړه

ماچی لیکہ ورتہ می دیر جړلی دینہ

خلقہ پہ یار می سلام وائے

زمادے سل زلہ سلام پہ تاسووینہ

فقیر محمد ہاشم

(۳۱برِج حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

خط کا اردو ترجمہ

میرے معزز بھائی! میرے کمالات کے نقشِ ثانی، میرے شریکِ کار دوست، اخندزادہ صاحب اور میرے غمخوار و عاشق باچالالا صاحب اور باقی تمام دوستوں کو تحفۂ سلام پہنچے۔ الحمد للہ کہ خیریت سے ہوں۔ اخندزادہ کی جدائی فقیر کے لئے بہت بھاری ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا سبب کیا ہے۔

جب میرا خط پڑھو تو خوب رونا
کیونکہ جب میں لکھ رہا تھا تو بہت رویا
اے لوگو میرے یار کو میرا سلام دینا
میری طرف سے تمہیں سینکڑوں سلام ہوں

فقیر محمد ہاشم

(۳۱ برجِ حمل ۱۳۴۹ھ شیوم دوشنبہ)

شیخ مقتداء کی بارگاہ میں مقبولیت

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکیس خلفاء تھے۔ ان تمام کو آپ نے یہ امر دیا تھا کہ تم لوگ مرید کر سکتے ہو، لیکن اگر تمہارا کوئی مرید تمہارے علم کے مطابق خلافت کے مقام تک پہنچ جائے تو اس کو اخندزادہ صاحب کے پاس لاؤ گے۔ اگر انہوں نے خلافت کا اہل پایا تو یہی مبارک اس کو خلافت دیں گے۔

ان اکیس خلفاء میں خلافتِ مطلقہ صرف اخندزادہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو حاصل تھی۔

آپ مبارک کو اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے ان الفاظ کے ساتھ سندِ خلافت (ارشادِ خط) لکھ کر دیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بانوار التجلیات و الواردات و
عطر مشام المشتاقین بنفحات الانس و المشاھدات و الصلوٰۃ
و السلام الزاکیات النامیات علی اشرف الموجودات و علیٰ اٰلہٖ و
اصحابہٖ الذین استفادوا بصحبتہٖ اعلیٰ المقامات و الکرامات
و بعد: فیقول الفقیر الیٰ اللہ العلی القدیر محمد ھاشم بن محمد
وزیر (قدس اللہ سرہٗ) ان الاخ البار الصالح اخندزادہ سیف الرحمٰن
بن قاری سرفراز لما اخذ عنی الطریقۃ النقشبندیۃ و اتم جمیع اسباقھا
و وصل الیٰ مرتبۃ الحضور و الولایۃ و رأیتہ اھلاً لارشاد المسترشدین
ثم لما وجدتہٗ ذا استعداد قوی لا یشارکہٗ غیرہٗ بین الخلان فاجزتہٗ
حینئذ بعد عدۃ سنوات اجازۃ مطلقۃً و ھو الآن کالشمس فی منتصف
النھار و لا یخالفہٗ الا من انطمس بصیرتہٗ

"فمقبولہٗ مقبولی و مردودہٗ مردودی"

و اللہ ولی التوفیق و السداد و منہ الھدایۃ و الارشاد

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ ھش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ:(حمد و صلوٰۃ کے بعد)

نیکوکار صالح بھائی اخندزادہ سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز نے جب مجھ سے طریقہ نقشبندیہ کا اخذ کیا اس طریقہ کے تمام اسباق کو مکمل کیا اور حضور وولایت کے مرتبہ تک پہنچ گیا اور میں نے ان کو رشد وہدایت کے طلبگاروں کے ارشاد کا اہل پایا تو ان کو اجازت دی کہ رشد و ہدایت کے طلب کرنے والوں کو ذکر کی تلقین کرتے رہیں۔ پھر جب ان کو ایسی قوی استعداد کا مالک پایا جس میں ان کے پیر بھائیوں میں سے کوئی ان کے ساتھ شریک نہیں تو میں اب ان کو کئی سالوں کے بعد مطلق اجازت دیتا ہوں

آپ (مبارک علیہ الرحمۃ) اس وقت دن کے درمیانی وقت کے سورج ہیں۔ ان کا انکار نہیں کرے گا مگر وہ جس کے دل کی بینائی ماند پڑ گئی ہو۔

"پس ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور ان کا رد کیا ہوا میرا رد کیا ہوا ہے"

اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے اور ہدایت وارشاد اسی کے ہاں سے ہے۔

۲۴ جوزا ۱۳۴۴ھ ش

آپ کی سندِ خلافت پر گواہان

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کی سند خلافت پر مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین میں سے آٹھ گواہ قائم کیے جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱)ملا محمد لعل زر خریدی عرف استاد صاحب

۲)مرزا محمد حضرت (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر)

۳)عبید اللہ اخندزادہ صاحب ولدِ مولاناشاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴)ملا عبد الباسط صاحب المعروف باچالالا (حضرت مبارک علیہ الرحمۃ کے بڑے بھائی)

۵)ملا محمد صادق صاحب (حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے بھائی)

۶)مولوی سید محمد (مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چچا سسر)

۷)ملا خائستہ خان صاحب

۸)ملا ہجوم صاحب لغمانی

- آپ مبارک علیہ الرحمۃ ساڑھے تین سال تک اپنے شیخ (مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے امام رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ کے خصوصی معاون وخادم رہے۔
- آپ مبارک علیہ الرحمۃ اپنے شیخ مبارک کے امر پر ان کے مریدین کو آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتے تھے۔
- آپ کے شیخ مبارک حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سل (دمہ) کی بیماری لاحق ہوئی تو انہوں نے آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو امر دیا تھا کہ ذکر کی تلقین کروں

گا اور میرے مریدین کو توجہات آپ دیں گے۔ لہٰذا آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو اسی مقصد کے لئے اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتے تھے اور آپ اپنے پیر بھائیوں کو توجہ دیتے تھے۔

- حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سسر مرزا محمد حضرت نے ایک موقع پر آپ مبارک علیہ الرحمۃ کے ساتھ حسد ظاہر کیا تو حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"میں اخند زادہ صاحب کو پہچانتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا ولی ہے کہ میں ان کی داڑھی کے ایک بال کے ساتھ مرزا محمد (یعنی اپنے سسر) کو، اس کے تمام گھر والوں کو، اس کی بیٹی (یعنی اپنی زوجہ کو) اور اس کے دونوں نواسوں (یعنی اپنے صاحبزدگان) کو برابر نہیں کرتا"۔

بشارات (مرشد کریم کی زبانِ درفشان سے)

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے شیخ علیہ الرحمۃ نے بہت سی بشارات سے نوازا جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) حضرت اخند زادہ مبارک اخص الخواص ولی ہیں۔

۲) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محمدی المشرب ولی ہیں۔

۳) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) محبوب و مراد ولی ہیں۔

۴) آپ (مبارک صاحب علیہ رحمۃ) کی طرح کے اولیاء قرونِ متطاولہ (بہت زمانوں) میں ایک پیدا ہوتے ہیں۔

۵) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) مقربین کے زمرے میں سے ہیں۔

۶) آپ (مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مقبول میرا مقبول ہے اور رَد کیا ہوا میرا رَد کیا ہوا ہے۔

۷) میں (محمد ہاشم سمنگانی علیہ الرحمۃ) اور اخندزادہ (سیف الرحمٰن) صاحب ایک تن دو وجود کے نام ہیں۔

۸) اخندزادہ صاحب قیوم زماں ہیں۔

۹) اخندزادہ میرے بھائی اور میرے کمالات کے ردیف ہیں۔

۱۰) اخندزادہ صاحب بہت سارے فقہی مسائل میں میرے استاد ہیں۔

۱۱) اخندزادہ صاحب سورج کی مثل ہیں، جس طرف جاتا رہتا ہے اندھیرے ختم ہوتے جاتے ہیں اور روشنی پھیلتی جاتی ہے۔

اپنے شیخ کی بارگاہ میں انکساری

حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ ان کے امر پر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ تلاوت کرتے ہوئے آپ علیہ الرحمۃ نے سورۃ الانعام کی آیت کریمہ کے یہ الفاظ پڑھے: دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (الأنعام ۱۶۱) حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چونکہ غیر کوفین کی قرأت حفظ تھی۔ لہٰذا ان کے مطابق اس مذکورہ جزوِ آیت کا دوسرا لفظ قَيِّمًا بنتا تھا جبکہ مصاحف (قرآنی نسخوں) میں کوفین کی قرأت لکھی گئی ہے قِيَمًا (بکسرۂ قاف و فتحۂ یاء) تو حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے جب قِيَمًا پڑھا تو مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: قِيَمًا نہیں بلکہ قَيِّمًا پڑھو۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اس وقت غیر کوفین کی یہ قرأت یاد نہیں تھی تو آپ نے قرآن کریم کے اس لفظ پر قرأت کوفین قِیَمًا کے تلفظ کرنے کی جرأت نہیں کی اور احناف کے امام حضرت امام عاصم کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قرأت پر اکتفاء کیا اور مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

فرمان کارد نہیں کیا بلکہ آپ علیہ الرحمۃ نے توقف اور سکوت اختیار فرمایا۔ چونکہ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت بیمار تھے اور شدتِ مرض میں حوصلہ و برداشت کی کمی ہوتی ہے، علاوہ ازیں آپ موسوی المشرب جلالی طبیعت بھی تھے اور حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بے پناہ محبت بھی تھی، ان وجوہات کی بناء پر آپ طبعی طور پر کچھ ناراض ہو گئے۔

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی سے پہلے میں دو قسم کا فیض محسوس کرتا تھا، ایک بلاواسطہ اور ایک بالواسطہ تو جو فیض بلاواسطہ محسوس کر رہا تھا وہ توجوں کا توں رہا مگر جو فیض و نور میں مولانا ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واسطے سے محسوس کر رہا تھا وہ نہیں رہا۔

باوجود یہ کہ حضرت سیدی مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حق پر تھے مگر شیخ کی ناراضگی پھر بھی باعثِ نقصان رہی۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے حضرت مبارک علیہ الرحمۃ نے منہ میں گھاس پکڑا اور اپنی گردن میں رسی ڈالی، اس حالت میں مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمرے میں معافی مانگنے کے لئے گئے۔ مولانا صاحب نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا تو اتنے خوش اور ایسے راضی ہوئے کہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس ایک مسند پر بٹھایا اور فرطِ محبت کا اظہار فرمایا۔

مولانا محمد ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے ارشاد فرمایا کہ "اخندزادہ صاحب! کیا وجہ تھی کہ حق بجانب آپ تھے مگر پھر بھی ناراض میں ہو گیا؟"

حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: "قربان! چونکہ آپ بیمار ہیں اور بیماری میں قوت برداشت کم ہوتی ہے، اس لئے آپ ناراض ہو گئے"۔

مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اخندزادہ صاحب! عفو مانگنے کا یہ طریقہ آپ نے کہاں سے یاد کیا تھا؟"۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے عرض کیا: "قربان! یہ طریقہ میں نے حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یاد کیا تھا، جب امتحاناً بغیر کسی موجب کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اپنے جوتوں کے ساتھ سر پر مارا اور اپنے آستانے سے نکال دیا تو وہ مبارک (شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) رات کو آئے اور امیر کلال قدس سرہٗ کے دروازے کے سامنے مٹی میں لیٹ گئے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب فجر کی نماز کے لئے نکلے، رات کے اندھیرے میں دروازے کے سامنے راستے میں پڑے ہوئے شخص پر نظر پڑ گئی تو فرمانے لگے: کیستی؟ (کون ہو؟) شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: "سگِ دربار شما، بہاؤالدین استم" (آپ کے دربار کا کتا، بہاؤالدین ہوں)

خدمتِ شیخ

آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ جتنے عرصہ تک اپنے شیخ (حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں رہے تو اذان دینا، امامت کرنا، خانقاہ کی صفائی کا اہتمام کرنا، بچوں کو قرآن مجید اور درسی کتب پڑھانا، آنے والے سالکین کو آداب طریقت اور سلوک کے اہم مسائل سمجھانا، ان کو توجہ کرنا یہ سب آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی ذمہ داری تھی۔

علاوہ ازیں مرشدِ گرامی کے گھر والوں اور خانقاہ کے اخراجات کا مصرف بھی آپ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اٹھاتے تھے۔

حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے تو میں ادھار لے کر یہ مصارف پورے کرتا تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ادھار کی رقم واپس کرنے کے لئے مجھے مشکل کا سامنا ہوا، لوگ (قرض خواہ) اپنے اپنے پیسے مانگنے لگے تو میں نے مجبور ہو کر مرشد مبارک سے اجازت طلب کی کہ گھر جا کر اپنی زمین کا کچھ حصہ فروخت کر کے قرض ادا کر سکوں۔

پیر بھائیوں پر شرف

مولانا محمد رحمان صاحب جو کہ ہمارے گاؤں کے قریب باغیچہ ڈھیری افغانی کیمپ میں رہائش پزیر تھے، اسی کیمپ کی ایک مسجد میں امام اور پرائمری سکول میں ٹیچر تھے۔ وہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید اور فارسیات میں شاگرد تھے۔ وہ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صحبت یافتہ بھی تھے۔ انہوں نے مجھے (راقم الحروف کو) واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر پیر بھائیوں کی آپس میں بحث چھڑ گئی کہ حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کے پاس روحًا تشریف لاتے ہیں یا جسدًا۔ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مؤقف یہ تھا کہ ان کی روح جسدی صورت میں اولیائے کرام کے پاس آتی ہے جبکہ دیگر پیر بھائیوں کا مؤقف تھا کہ آپ جسدی صورت اختیار کئے بغیر روحًا تشریف لاتے ہیں۔ اتنے میں مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک دوسرے سفید ریش بزرگ بھی تھے۔ آپ نے ان کو اپنی جگہ پر اپنے ساتھ بٹھایا۔ تھوڑی دیر تک آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر وہ سفید ریش بزرگ رخصت ہونے لگے تو مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ساتھ باہر

دروازے تک گئے۔ جب واپس آئے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ تم لوگ اخندزادہ صاحب کے ساتھ کس بات پر بحث کر رہے تھے؟ یہ تھے حضرت خضر علیہ السلام! تم سب نے دیکھ لیا کہ اُن کی روح جسدی صورت میں آئی تھی۔

انہوں (مولانا محمد رحمان) نے مجھے یہ بھی بتایا کہ اخندزادہ صاحب کے پاس میں جن دنوں پڑھ رہا تھا، روزانہ آپ کے پاس آنا جانا ہوتا تھا، یعنی صحبت زیادہ تھی۔ میں جب بھی اخندزادہ صاحب کی خلوت میں داخل ہوتا اور آپ اکیلے میں ہوتے تو آپ کو روتا ہوا پاتا۔

محمدی المشرب ہونا

صاحبزادہ محمد سعید حیدری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن ہی سے صاحبِ کشف و مشاہدہ تھے۔ مولانا محمد ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض امور میں آپ کو امر فرماتے تھے کہ مراقبہ کر کے فلاں بزرگ سے فلاں کام کے بارے میں پوچھ لیں کہ ان کا کیا مشورہ ہے۔

ایک بار آپ نے صاحبزادہ حیدری صاحب مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ تم مراقبہ کر کے دیکھ لو کہ میرا مشرب کون سا ہے اور اخندزادہ صاحب (سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ) کا مشرب کون سا ہے؟ آپ نے جب مراقبہ کیا تو عرض کرنے لگے کہ میں نے ایک بڑا بکس (صندوق) دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا:

"ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ" میں نے اسے کھولا تو اس کے اندر دو خانے بنے تھے، دونوں خانوں میں پرچیاں پڑی تھیں۔ ایک پرچی پر لکھا تھا: "مولوی محمد ہاشم بن محمد وزیر موسوی المشرب" دوسری پرچی میں لکھا ہوا تھا: "سیف الرحمٰن بن سرفراز خان محمدی المشرب" تو مولانا محمد

ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے اس کشف کی تصدیق کی اور فرمایا کہ واقعی میں موسوی المشرب ہوں اس وجہ سے میری طبیعت میں جلال زیادہ ہے اور اخندزادہ صاحب محمدی المشرب ہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کی علمی شان

ایک عالم کے ساتھ دلچسپ مکالمہ

سرحد کے ایک مشہور عالم دین و شیخ الحدیث کے ساتھ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کا مباحثہ ہوا۔ اس شیخ کے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں شاگرد پاکستان و افغانستان میں موجود ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے گفتگو کے دوران اُن سے پوچھا: "مولوی صاحب! یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) ان علماء سے کون سے علماء ہیں؟"۔

مولوی صاحب نے کہا: "یہی جو مدارس میں درس و تدریس میں مشغول ہیں"۔

آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "مولوی صاحب! مدارس میں تو رافضی (شیعہ) اور خارجی (وہابی) بھی پڑھتے پڑھاتے ہیں، کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں؟"

مولوی صاحب نے کہا: "نہیں حضرت عقیدے کی درستگی شرط ہے"۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: "مولوی صاحب اگر کسی مولوی کا عقیدہ درست ہے مگر علم پر عمل نہ ہو، کیا وہ انبیاء علیہم السلام کا وارث ہو گا؟ کہ اس کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا (لجمعة ۵)

(جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے) یعنی بے عمل عالم کی مثال اللہ تعالیٰ نے گدھے کے ساتھ دی ہے"۔

مولوی صاحب نے کہا: "نہیں حضرت وراثت کے لئے علم پر عمل کرنا بھی لازمی ہے"۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: "مولوی صاحب! اگر کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہو مگر اس کے عمل میں اخلاص نہ ہو تو کیا وہ وارث انبیاء ہو سکتا ہے؟ کیونکہ حدیث مبارک میں قاری (عالم) شہید اور سخی کے بارے میں آیا ہے کہ ان کو اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا، اس وجہ سے انہوں نے عمل تو کیا ہو گا مگر ان کے عمل میں اخلاص نہ ہو گا"۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الناس یقضی یوم القیامۃ علیہ رجل استشھد فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال قاتلت فیک حتی استشھدت قال کذبت ولکنک قاتلک لان یقال جرئ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی في النار ورجل تعلم العلم وعلمہ وقرأ القرآن فیأتي بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرأت فیک القرآن قال کذبت ولکنک تعلمت العلم لیقال عالم وقرأت القرآن لیقال ھو قارئ فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ حتی القی في النار ورجل وسع اللہ علیہ واعطاہ من اصناف المال کلہ فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفھا قال فما عملت فیھا قال ما ترکت من سبیل تحب ان ینفق فیھا الا انفقت فیھا لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال ھو جواد فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجھہ ثم القی في النار۔[576]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے جس کا فیصلہ سب سے پہلے کیا جائے گا وہ شہید راہِ حق ہے۔ اس کو سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد کروائے گا جن کو وہ پہچان لے گا۔ اس کے بعد رب تعالیٰ اس (شہید) سے دریافت کرے گا کہ تو نے اس سلسلے میں کیا عمل کیا تو وہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔ رب تعالیٰ فرمائے گا تو نے غلط کہا، تو نے

---

576 صحیح مسلم: باب من قاتل للریاء حدیث نمبر ۵۰۳۲

جنگ اس لئے کی کہ تو بہادر کہلائے اور تجھے یہی کہا گیا۔ اس کے بارے میں فیصلہ ہو گا اور اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ایک اور شخص جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا، قرآن پاک پڑھا اس کو بھی لایا جائے گا۔ اس کو بھی نعمت الٰہی بتائی جائے گی جس کا وہ اعتراف کرے گا۔ رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تو نے غلط کہا، تو نے علم اس لئے سیکھا تھا کہ تجھے عالم اور قاری کہا جائے اور لوگوں نے تجھے یہی کہا۔ پھر اس کے بعد اس کے بارے میں حکم ہو گا اور اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ ایک وہ شخص ہے کہ اللہ نے اس کو دولت سے نوازا، انواع واقسام کے مال دیئے، اس کو لایا جائے گا۔ اس کے سامنے بھی نعمتوں کا تذکرہ کیا جائے گا، اور وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اس سے رب کریم فرمائے گا: تو نے اس مال سے کیا کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: مولا میں نے کوئی راہ نہ چھوڑی اور جہاں جہاں تیری رضا کے حصول کے لئے مال خرچ کر سکتا تھا کیا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تو غلط کہتا ہے، تو نے میری رضا کے لئے نہیں بلکہ مال اس لیے خرچ کیا کہ تو سخی کہا جائے۔ پس اس کے لئے حکم ہو گا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

مولوی صاحب کہنے لگے: نہیں حضرت عمل کے ساتھ اخلاص بھی شرط ہے، تب وراثت آئے گی۔

یعنی وراثتِ انبیاء کے لئے اعتقاد کی درستگی، علم، علم پر عمل اور عمل میں اخلاص شرط ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: مولوی صاحب! ابھی تو آپ فرما رہے تھے کہ ورثاء وہی ہیں جو مدارس میں پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اب اتنی ساری شرطیں لگا دیں؟

مولوی صاحب کہنے لگے: حضرت! اتنی باریکیاں آپ جیسے لوگ سمجھتے ہیں، ہم نہیں۔
پھر آپ علیہ الرحمۃ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص کی یہ عظیم دولت ملتی کہاں سے ہے؟
وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا: مولوی صاحب! اخلاص مخلصین کی صحبت سے ملتا ہے۔

ہیچ چیزے نفس را نکشد جز ظلِّ پیر
دامنِ ایں نفس کش را سخت گیر

جزئیات فقہ پر عبور

آپ مبارک علیہ الرحمۃ کو فقہ کی جزئیات پر ایسا عبور حاصل تھا کہ ہم جو بھی مسئلہ آپ سے پوچھتے، آپ اس کا آسانی سے جواب دیتے اور اگر کسی مسئلہ کی دلیل دریافت کرتے تو فورًا کتاب کا حوالہ دیتے۔

صاحبزادہ علامہ و مولانا حمید جان سیفی صاحب مبارک فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ تعویذ کے بارے میں مجھے شک پڑ گیا کہ اس کو چمڑے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اور اگر کوئی فائدہ ہے تو اس کی دلیل کہاں ہے؟ میں نے حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا تفسیرِ جمل کے آخر میں دیکھو، یہ مسئلہ موجود ہے۔ میں نے تفسیرِ جمل میں دیکھا۔ جہاں آپ نے فرمایا تھا اسی جگہ یہ مسئلہ لکھا ہوا تھا کہ تعویذ چمڑے میں بند ہو جائے تو ایسا ہے جیسے حافظ کے سینے میں قرآن مجید یعنی پاکی و ناپاکی دونوں حالتوں میں جسم پر، گلے میں یا بازو پر رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظات

حضرت سیدی مبارک صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا تعارف کچھ یوں بیان فرماتے تھے:

"میں فقیر سیف الرحمٰن بن قاری سرفراز خان بن قاری محمد حیدر، حنفی مذہبًا، نقشبندی مشربًا، ماتریدی اعتقادًا، کوٹ ننگرہار مولدًا، ارچی ترکستان مسکنًا، باڑہ کھجوری (خیبر ایجنسی) تمام اہل اسلام کو عمومًا اور علمائے کرام ومشائخ عظام کو خصوصًا یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ ہوں۔ تمام سرزمین پر اپنے آپ سے باعتبار ذوق کوئی اور مجھے ادنیٰ ترین نظر نہیں آتا اور میں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہوں اور اصول وعقائد میں اہل سنت وجماعت کے عظیم پیشوا حضرت ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تابع ہوں اور تصوف وطریقت میں حضرت خواجہ بزرگ محمد بہاؤالدین شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات کا تابع اور انہی بزرگانِ دین کا بالواسطہ مرید ہوں"۔

اولیائے کرام اور فقرائے حقیقی اصولاً و فروعًا، ظاہرًا و باطنًا، قلبًا و لسانًا اور عناصرًا متابعتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود بھی مزین ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی انہی مذکورہ درجاتِ متابعت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

پیر کے کمالات مریدوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر مریدوں میں اتباعِ شریعت، حیاتِ لطائف، وجد وحال اور علوم ومعارف موجود ہیں تو یہ پیر کے کمالات کا ثمرہ ہیں۔

جیسے ایک قابل اور لائق شاگرد سے اس کے استاد کی قابلیت اور علمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
لیکن اگر مریدوں میں کوئی حال باطنی کمالات اور علوم و معارف موجود نہیں تو یہ پیر کے ناقص یا نا مکمل ہونے کی دلیل ہے البتہ مرید میں خلوص اور آدابِ شیخ کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اتباعِ سنت کا موجود ہونا شرط ہے۔

بے ادب، کاذب (جھوٹا) اور مخالفِ شریعت مرید اپنے پیر کے باطنی کمالات سے فیض یاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان برائیوں سے سچی توبہ نہ کرلے۔

آپ علیہ الرحمۃ ھدایت الابرار نامی کتاب کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ:

''ایک شخص کی استعداد کو ضائع کرنا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کسی اولوالعزم پیغمبر کو شہید کرنا یا ستر کُمل اولیائے کرام کو قتل کرنا''۔

اپنے متعلقین کو نمازِ تہجد کی اہمیت سمجھاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ:

''صحت کی حالت میں جب کبھی میری تہجد کی نماز چھوٹ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جمعہ کی نماز فوت ہو گئی ہو اور اب جب کہ ضعف غالب ہے اور کئی طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوا ہوں تو اب اگر تہجد کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وقتی نماز فوت ہو گئی ہو''۔

باعمل بدعقیدہ سے بے عمل خوش عقیدہ ہے۔

شریعت اصل ہے یعنی جڑ، طریقت شاخیں اور حقیقت پھل ہے۔

شریعت کی مثال درخت کے تنے کی ہے، طریقت کی مثال شاخوں کی سی ہے، اگر کسی درخت کی شاخیں کاٹ دی جائیں تو اس پر پھل کیسے آئے گا۔

شریعت اور طریقت ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں جیسے ظھر و بطن یعنی پیٹھ اور پیٹ کا تعلق ہے۔

رسوخ کا مقام شریعتِ محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع سے وابستہ ہے اور درجات ولایت کا حصول بھی اتباعِ شریعت پر موقوف ہے۔

اخلاص کے ساتھ علم و عمل کا امتزاج رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

جو سنت پر پوری طرح کاربند ہو، خلافت اس کا حق ہے۔

رسوم و رواجات کو چھوڑ کر سنتِ نبوی کو اپنائیں، اسی میں دونوں جہان کی بہتری کا راز مضمر ہے۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو ایسے عالم کی مثال گدھے جیسی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔

عالمی سطح پر غلبۂ اسلام کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اپنے حالات، اختیارات اور وسائل کو بروئے کار لا کر فروغِ اسلام کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ ہر شخص کم از کم اپنے وجود پر پہلے مرحلے میں نظامِ اسلام کو عملاً نافذ کرے۔ اس سے پورے معاشرے میں نیکی کے گلاب کھلیں گے اور سارا ماحول معطر و معنبر ہو جائے گا۔

میرے پاس ہزاروں لوگوں کا آنا جانا ہے لیکن مجھے خوشی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی اللہ کی معرفت کے لئے میرے پاس آتا ہے۔

طلبِ جنت میں لوگوں کی تین جماعتیں ہیں:

ایک جماعت جنت کو اس لئے طلب کرتی ہے کہ وہ دائمی نعمتوں اور آرام اور راحت کی جگہ ہے، یہ جماعت عوام الناس کی ہے۔ دوسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں، نہ جہنم سے بچنے کی فکر میں ہیں، بس ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ جماعت خواص اولیاء کی ہے۔ تیسری جماعت کے لوگ جنت کو طلب کرتے ہیں مگر اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی رضا اور دیدار کی جگہ ہے اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اس لئے کہ وہ رب تعالیٰ کی ناراضگی اور قہر وغضب کی جگہ ہے۔ یہ تیسری جماعت اخص الخواص اولیاء کی ہے۔

اخلاص کا ایک مفہوم یہ ہے کہ باطنی بیماریاں ختم ہو جائیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے عمل کو ہیچ جانا جائے، لوگوں کی تعریف و تنقید کو اہمیت نہ دی جائے اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کے لیے زندگی بسر کی جائے۔

جو لقمۂ حلال ایک صوفی عارف کھاتا ہے تو اس سے نور و برکت پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ صوفی کھانا اپنے نفس کے لئے نہیں کھاتا بلکہ عبادت کے لئے قوت کی خاطر کھاتا ہے، اسی طرح جب ایک غافل اور سخت دل انسان کھانا کھاتا ہے تو بوجہ غفلت وخوشیٔ نفس اس سے ظلمت اور تاریکی حاصل ہوتی ہے کہ اس کے کھانے میں خالق کی مرضی کے خلاف نیتیں شامل ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ سیدی ومرشدی مبارک سرکار گھر تشریف لائے تو آپ نے ٹیپ پر ذکر والی نعت کی آواز سنی، دائیں بائیں دیکھا تو کوئی موجود نہ تھا، آپ نے پوچھا کہ یہ نعمت کس نے لگائی ہے؟ جواب ملنے پر آپ نے اس خاتون خانہ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ آپ نعت لگا کر کیا کر رہی تھیں؟ جواب ملا کہ گھر کا کام کاج۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی نعت لگاؤ تو حضورِ قلبی کے ساتھ بیٹھ کر متوجہ ہو کر سنو

اور فیض طلب کرو، نعمت لگا کر کام کاج میں لگ جانا اور قلبی حضور نہ رکھنے سے قساوتِ قلبی پیدا ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور قلبی عطا فرمائے اور قساوت قلبی سے محفوظ فرمائے، آمین، بحوالہ صاحبزادہ سید احمد حسن باچا سیفی دامت برکاتہم العالیہ)

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے تاثرات

سہ ماہی مجلہ "انوارِ رضا" سن ۲۰۰۸ء کے تیسرے شمارے کے مطابق چیف ایڈیٹر مجلہ ھذا ملک محبوب الرسول قادری جب حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ سے انٹرویو لے رہے تھے تو کیے گئے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ آپ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں کیا تاثرات رکھتے ہیں؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

"مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو میں اس نظر سے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو یہ سارا خطہ وہابیت سے بھر جاتا۔ وہ ولی کامل، عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، محقق عالم اور مجاہد تھے۔ وہ امامِ وقت اور مردِ کامل تھے۔ وہ ماتریدی تھے، میں بھی ماتریدی ہوں، امامِ اعظم کے وہ بھی مقلد تھے، میں بھی مقلد ہوں وہ ہمارے بزرگ اور رہنما ہیں۔ ولایت میں وہ اعلیٰ مقام کے حامل انسان تھے، وہ پٹھان تھے، میں بھی پٹھان ہوں، وہ قندھار کے تھے، میں قندوز کا رہنے والا ہوں۔ میں عقیدے، مذہب، قوم اور علاقہ ہر اعتبار سے ان کے موافق ہوں"۔

کنز الایمان پڑھانے کا حکم

حضرت میاں محمد حنفی سیفی صاحب مبارک (راوی ریان شریف) جو کہ حضرت سیدی مبارک صاحب علیہ الرحمۃ کے مشہور خلفاء میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مدرسے میں طالبات کو قرآن مجید کا کونسا ترجمہ پڑھایا جارہا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میری اہلیہ نے ضیاء القرآن منگوایا تھا۔ آپ نے میری بات قطع کرتے ہوئے فرمایا: نہیں، قرآن کریم کے اردو تراجم میں سب سے بہتر ترجمہ شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ آپ کنز الایمان طالبات کو پڑھائیں۔ اللہ کا شکر ہے جب گھر آکر میں نے اپنی اہلیہ سے ذکر کیا کہ مبارک صاحب علیہ الرحمۃ نے کنز الایمان پڑھانے کا امر فرمایا ہے تو میری اہلیہ نے بتایا کہ شکر ہے، ہم تو پہلے ہی کنز الایمان طالبات کو پڑھا رہے ہیں۔

خواتین کے ارشاد و تبلیغ پر آپ کا ایک مدلل مکتوب

عمدۃ المکتوب علیٰ اجازۃ ارشاد السالکات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوساطت عزیز الوجود ارجمند پیر مفتی محمد عابد حسین سیفی بنام عارفہ صادقہ مبلغہ بی بی سیدہ تسنیم کوثر ہاشمی بنت صلبیہ مولانا عبد الرحمٰن و عذرا شمیم سیفی و مسرت جبیں ہاشمی سیفی (دارالعلوم سیفیہ رحمانیہ للبنات الاسلام ادھوال کلاں نزد سروس موڑ گجرات)

یہ مکتوب ایک سوال کے جواب میں ہے۔

سوال: بعض فتنہ انگیزوں نے یہ فتنہ شائع کیا ہے کہ عورتیں منصبِ ارشاد کے لائق نہیں ہیں اور گزشتہ کوئی ایک بھی ایسی عورت نہیں ملتی جس نے مخلوقِ خدا کے افادہ کے لئے کام کیا ہو۔

منکرین کے اس جھوٹے پراپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے ہم آپ کی صحیح ہدایت کے منتظر ہیں۔

الجواب:الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا خط موصول ہوا، بہت خوشی ہوئی کیونکہ اکثر واخوانکم فی الدین (اپنے دینی بھائیوں کی کثرت کرو) کے تحت ہماری بھی یہی خواہش ہے اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ (القصص ۳۵) (ہم آپ کے بازو کو آپ کے بھائی کے ذریعے تقویت دیں گے) بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہے، اور فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (البقرۃ ۱۴۸) إِلَی مَغْفِرَۃٍ مِنْ رَبِّکُمْ (آل عمران ۱۳۳) (نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو اور اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے میں سبقت لے جاؤ) کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں بلند ہمت اور سخت محنت دکھانی چاہیئے اور گھاٹا پانے والوں کی پریشان کن باتوں سے حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے کیونکہ کل یعمل علی شاکلتہ (سب اپنے انداز پر عمل کرتے ہیں) اس جیسے معاملات میں سخت مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔ جھوٹ زیادہ دیر تک نہیں چلتا۔ ان مخالفین کی بری حالت کا سبب ان کی یہی بے سروپاباتیں ہی ہوں گی۔ مَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہُ نُورًا فَمَا لَہُ مِنْ نُورٍ (النور ۴۰) (جسے اللہ تعالیٰ نور نہ دے، اس کے لئے نور نہیں) جو کام اپنے آپ کو درپیش ہو اس کو پورے اہتمام سے سرانجام دینا چاہیئے اور اغیار سے چشم پوشی بہتر ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون

المختصر نہ صرف یہاں کے بلکہ پورے ملک کے علماء زینۃ الملک والشھادہ ہیں اور شریعت کی ترویج وترقی انہی کی عمدہ کوششوں سے ہی ممکن ہوئی ہے (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) بعض احباب جو کہ دولت شہود اور وجدانی ذوق کی لذت سے بے بہرہ ہیں، انوار و تجلیات اور قربِ خداوندی کے مقامات ان پر ابھی منکشف نہیں ہوئے، وہ عارفہ وسالکہ خواتین کے خلیفہ بنائے جانے

اور ان کی دعوت و ارشاد پر اعتراض و انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان معارف کی حقیقت سے آشنا فرمائے اور ہمیں اور ان کو اس آزمائش سے نجات عطا فرمائے۔

معترضین کے یہ اعتراضات نصوص اور سلف و خلف صالحین کے اسوہ کے خلاف ہیں۔

الکتاب میں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی پیروی کرتا ہے اور ان کے اخبار و احوال کو جانتا ہے نیز ان کے اقوال و افعال سے واقف ہے، اس پر عیاں ہے کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے اختیار فرمایا اور امت کو بھی اسی حالت پر ابھارا اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے بدعتوں کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کی اگرچہ ان میں سے بعض مستحسن بھی تھیں۔

المختصر عارف محقق اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

اس راز کے ظاہر کرنے میں بلند ترین مقصد ایمان، اسلام اور اس احسان کے کمال کو ثابت کرنا ہے، جس کو حق الیقین سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سے خاص طور پر سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا ہے۔ لہٰذا اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے یہ مضبوط رسی تھام رکھی ہے۔

اس عبارت کے بعد فرماتے ہیں کہ جان لیجئے کہ طریقہ نقشبندیہ اصلاً صحابہ کا طریقہ ہے۔ نہ تو انہوں نے اس میں اضافہ کیا اور نہ کمی۔ یہ اپنے آپ کو رنگ میں رنگنے اور پھر منعکس ہونے کا طریقہ ہے جس کے حصول میں بوڑھے بچے سب برابر ہیں اور اس کی فیض رسانی کرنے میں زندہ و مردہ سب برابر ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے کسی شیخ کے دامن کو نہ تھاما جو کہ اس کو اس سے نکلنے میں رہنمائی کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ آدمی بغیر شیخ کے طریقہ علاج حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ایک ہزار کتاب حفظ کرے۔ لہٰذا یہ کہنے میں احتیاط کریں کہ صوفیاء کا طریقہ کتاب و سنت کا طریقہ نہیں کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ یہ سارا طریقہ اخلاقِ محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہے۔ اس کا گوشت پوست (ظاہر و باطن) اخلاق محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہے"۔

قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الأحزاب ٢١)

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ٢٩)

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الأحزاب ٣٥)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمان بردار اور فرمان برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

نیز ارشاد گرامی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات ۵۶)

اور میں نے جِنّ اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں۔

ان آیات کے عموم کی وجہ سے عورتوں کی نفی کبھی متصور ہی نہیں ہو سکتی بلکہ تمام اعمال میں مرد وزن برابر ہیں لیکن ہاں اس اعتبار سے کہ عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے، اس لیے ان کو منصبِ نبوت ورسالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قربِ خداوندی میں بعض عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدم ثابت ہوئی ہیں، بلکہ بعض عورتیں مردوں سے سبقت لے جاتی دکھائی دیتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی نے اپنی کتاب "نفحات الانس" میں "ذکر النساء العارفات الواصلات الی مراتب الرجال" کے نام سے علیحدہ باب ذکر کیا ہے اور صاحبِ فتوحات "فتوحات" کے ۷۳ ویں باب میں اللہ والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

کل ما تذکرہ من ھولاء الرجال باسم الرجال فقد یکون منھم النساء ولکن یغلب ذکر الرجال۔

جو تمام تذکرہ ہم نے مردوں کے متعلق مردوں کے نام سے کیا ہے، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں، لیکن مردوں کا ذکر غالب تھا۔ (اس لیے مردوں ہی کا تذکرہ کیا، عورتوں کا نہیں)

نیز ارشاد فرمایا:

قیل لبعضهم کم الابدال قال اربعون نفسا قیل له لم لا تقول اربعون رجلا فقال فقد یکون فیهم النساء۔

کسی اللہ والے سے پوچھا گیا کہ ابدال کتنے ہیں تو فرمایا کہ چالیس نفوس ہیں۔ ان سے عرض کی گئی کہ آپ نے چالیس مرد کیوں نہیں فرمایا (چالیس نفوس کیوں کہا؟) فرمایا: کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

شیخ ابو عبدالرحمٰن اسلمی صاحب طبقات المشائخ نے عابدہ اور عارفہ عورتوں کے احوال کے متعلق ایک علیحدہ کتاب جمع فرمائی ہے اور اس میں کئی خواتین کا ذکر کیا ہے۔

شاعر کا کہنا ہے:

ولو کان النساء کما ذکرنا لفضلت النساء علی الرجال

اگر عورتیں ان مردوں کی طرح ہو جائیں جن کا ہم نے ذکر کیا تو وہ مردوں پر فضیلت لے جائیں۔

فلا التانیث لاسم الشمس عیب ولا التذکیر فخر للهلال

نہ تو (لفظ) شمس کا مؤنث ہونا عیب کی بات ہے اور نہ ہی (لفظ) ہلال کا مذکر ہونا قابلِ فخر بات ہے۔[577]

577 نفحات، ص ۲۱۵

۱۔رابعہ عدویہ : از اہل بصـــرہ بود سفیـان ثوری از وـمســـائل می پرســـید وموعظت ودعـــای وی رغبتـــ می نمود رابعـــہ گفتـــہ است کہ ہر چیـــز را ثمـــرہ ایســـت وثمـــرہ معـــرفت روی بخـــدا آوردنستـــ۔

ترجمہ: رابعہ عدویہ رحمہ اللہ اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور ان کی نصیحت اور دعا کے طالب رہتے تھے۔ حضرت رابعہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) فرماتی ہیں کہ ہر چیز کا ایک پھل ہوتا ہے اور معرفت کا پھل اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

۲۔مریم البصریہ از اہل بصـــرہ است در عصـــر رابعـــہ بودہ وباوی صحبتـــ داشـــتہ وبعـــد از رابعـــہ چنـــد گاہ زیستہ وچون سخنان محبتـــ شـــنیدی مستـــ وبیخود گشـــتی۔ روزی از محبتـــ سخن میگفتند زہرہ وی۔ـودر مجلس جـان بداد۔ ص۶۱۶ نفحاتـــ

ترجمہ: مریم البصریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ بھی اہل بصرہ میں سے تھیں۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی ہم عصر تھیں اور ان کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ حضرت رابعہ بصری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تک زندہ رہیں۔ جب بھی محبت الٰہی کی باتیں سنتیں تو بے خود ومست ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک دن لوگ محبت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ عشق کی آگ بھڑک اٹھی اور اسی محفل میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔[578]

۳۔رابعہ شامیہ: زوجـــہ احمـــد بن ابی الحواری بود گاہی بودی عشق ومحبتـــ غلبـــہ وگاہی انـــس وگاہی خود درحـــال غلبـــہ می محبتـــ میگفت۔

---

[578] (نفحات ص ٦ ١ ٢)

ترجمہ رابعہ شامیہ: آپ حضرت احمد بن حواری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی زوجہ تھیں کبھی آپ پر عشق کا غلبہ ہوتا کبھی انس کا اور کبھی خوف کا جب محبت کا غلبہ ہوتا تو کہا کرتی تھیں۔

حبیب لیس یعدلہ حبیب　　　وما لسواہ فی قلبی نصیب

ترجمہ: میرا دوست ایسا ہے جس کے مقابلے کا کوئی دوست نہیں اور میرے دل میں اس کے علاوہ کسی کا حصہ نہیں۔

حبیب غاب عن عینی و جسمی　　　ولکن عن فوادی لا یغیب

ترجمہ: (میرا) محبوب میری آنکھ اور جسم سے دور ہے لیکن میرے دل سے دور نہیں۔

انس کے حال میں کہا کرتیں:

ولقد جعلتک فی الفواد محدثی　　　وبخت جسمی من اراد جلوسی

ترجمہ: تجھے میں نے اپنے دل میں گفتگو کا مرکز بنالیا ہے اور اپنے جسم سے باتیں اس کے لیے روا کر دی ہیں جو میرے بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے۔

فالجسم منی للجلیس موانس　　　حبیب قلبی فی الفواد انیسی

ترجمہ: میرا جسم میرے ہم نشین کا غمگسار ہے اور میرے دل کا دوست میرے دل کا ساتھی ہے۔

خوف کے حال میں کہا کرتیں:

وزادی قلیل لا اراہ مبلغی　　　اللزاد ابکی ام بطول مسافتی

ترجمہ: میرا زادراہ کم ہے۔ مجھے اپنی منزل ملتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ کیا میں زادراہ کے لیے روتی ہوں یا طویل سفر کی وجہ سے۔

اتحرقنی بالنار یاغایۃ المنی　　　　فاین رجائی منک این مخافتی

ترجمہ: اے میری امیدوں کی انتہا کیا تو مجھے آگ میں جلاڈالے گی، میں نے کہاں تم سے امید لگائی ہے اور کہاں تم سے ڈرتی ہوں۔

۴۔ فاطمہ نیشابوریہ از قدماء نساء خراسان بودہ است واز کبار عارفات رحمہ اللہ تعالیٰ یک از مشائخ ذوالنون راپرسید کہ رابزرگ تر دیدی از این طائفہ گفت زنی بوددرمکہ کہ ویرافاطمہ نیشابوریہ میگفتند در فہم معانی قرآن سخنان میگفت کہ مراعجب می آمدوی گفت **من عمل للہ علی المشاھدۃ فھو عارف ومن عمل علی مشاھدۃ اللہ ایاہ فھو المخلص۔**

ترجمہ: فاطمہ نیشاپوریہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا): یہ خراساں کی بزرگ خواتین میں سے تھیں اور بڑی بڑی عارفات میں سے ایک تھیں۔ کسی بزرگ نے حضرت ذوالنورین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھااس عارفوں کے گروہ میں سے آپ کو بزرگ ترین ہستی کونسی نظر آئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک خاتون دیکھی تھیں۔ لوگ اسے فاطمہ نیشاپوریہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ قرآن کے ایسے معانی بیان کرتیں کہ میں حیران ہو جاتا تھاوہ فرماتی تھیں۔

جس شخص نے اللہ کے لیے اس کو دیکھ کر عمل کیا وہ عارف ہے اور جس نے یہ سمجھ کر عمل کیا کہ اللہ اس کو دیکھ رہاہے وہ مخلص ہے۔

۵۔ فاطمۃ البروعیۃ در اروبیل بودہ **کانت من العارفات المتکلفات بالشطح** بعض از مشائخ ویراازقول صلی اللہ علیہ وسلم کہ از حق سبحانہ حکایت کردہ است کہ "**انا**

جلیس من ذکرنی، سوال کرد بگفت۔ **ان الذکر ان تشھد ذکر المذکور لک مع دوام ذکرک لہ فیفنی ذکرک فی ذکرہ لہ ویبقی ذکرہ لک حین لا مکان ولا زمان۔** [579]

فاطمہ البروعیۃ اروبیل کے علاقہ سے تعلق رکھتی تھیں اور مقام شطح کی عارفہ خواتین اور متکلمات میں تھیں کسی اللہ والے نے آپ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا جلیس من ذکرنی (جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں)

آپ اس کے متعلق کیا فرماتی ہیں آپ نے فرمایا کہ ذکر یہ کہ تو ہمیشہ مذکور کے ذکر میں کمر بستہ رہے اور تیرا ذکر اس کے ذکر میں فنا ہو جائے اور پھر اسی کا ذکر تیرے لیے وہاں باقی رہ جائے جہاں نہ مکاں ہے نہ زماں۔

پس ہیچ شکی نیست کہ در طی مقامات قرب خداوندی و حصول خلعت ارشاد نسواں بار جال طریق متساوی اند حضرت مجدد حضرت صاحب قدس اللہ سرہ در آخر مکتوب چنین تحریر فرمودہ است مخدوماً اکابر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ہمین راہ نا مسلوک را اختیار کردہ اند وآن راہ نا معہود در طریقہ این بزرگواران را معہود گشتہ است وعالم عالم را ازین راہ بتوجہ و تصرف بمطلب میرسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات پیر مقتدا نمودہ اید چہ درین طریق پیر وجوان در فصول برابرند ونساء صبیان متساوی بلکہ موتی نیز ازین دولت امیدوارند حضرت خواجہ

---

[579] نفحات، ص ۶۳۳

نقشبند قدس سرہ فرمودہ اند کہ از حق سبحانہ وتعالیٰ طریقی خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد وحضرت خواجہ علاؤالدین عطار کہ خلیفہ نخستین ایشان است درین معنی این بیت میخواند۔

گرنہ شکستی دل دربان راز　　　قفل جہان ہمہ بکشاوی

ثبتنااللہ سبحانہ علی طریقۃ ہولاءالاکابراز نعمت معرفت نساءرافرونگذاشت بلکہ علاوہ برنسوان طائفہ پیر وجوان وبلکہ صبیان واموات را نیز سہیم وشریک نشان دادند۔ برای تشفی منصف ہمین قدربس است واگر تصریع مزید میطلبند لابدی است کہ از دیگر کتب معتمدہ قوم در اثبات ارشاد نسوان عارفات حجتی رابمیان آریم۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ قرب خداوندی کے مقامات طے کرنے میں اور خلعت وارشاد کے حصول میں عورتیں مردوں کے مساوی ہیں۔ حضرت مجدد قدس اللہ سرہ مکتوب نمبر ۳۰۰، ج ا، کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار کیا ہے اور یہ غیر معروف راہ ان بزرگان کے طریقہ میں معروف راہ بن چکی ہے۔ یہ بزرگ اپنی توجہ اور تصرف سے ایک دنیا کو منزل مقصود تک پہنچادیتے ہیں۔ یہ راہ ایسی ہے جس میں منزل مقصود تک پہنچنالازمی ہے مگر پیر کی توجہ رہنمائی کرے تو پھر کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب مقصود کے حصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے حصہ پاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا طریقے عطا کیے جانے کی درخواست کی جو یقینی طور پر اس (اللہ

تعالیٰ) تک پہنچانے والا ہو۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ آپ کے پہلے خلفاء میں سے ہیں، نے اسی معنیٰ میں یہ شعر پڑھا ہے:

گرنہ شکستی دل دربان راز   قفل جہان راھمہ بکشادی

ترجمہ: اگر تو راز کے دربان کی دل شکنی نہ کرتا تو تو دنیا کے تمام تالے کھول سکتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان اکابرین کے طریقہ پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

معرفت کی نعمت سے عورتوں کو دور نہ رکھیں بلکہ عورتوں کے علاوہ بزرگ، نوجوان بلکہ اور مردوں کے متعلق بھی یہی سمجھیں کہ وہ اس میں برابر کے شریک وحصہ دار ہیں ان لوگوں (مخالفین) کی تسلی وتشفی کے لیے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر وہ مزید تصریح چاہیں تو ہم بزرگان دین کی ان کتب سے دلائل پیش کر سکتے ہیں جو کہ عارفہ عورتوں کے ارشاد کے اثبات میں تحریر کی گئی ہیں۔

درکتاب عمدۃالمقامات مسطوراست ص ۴۹۵:

تذکرہ سابع از منتخب سابع در ذکر عارفہ باللہ ومقبولہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا خدمت ایشان والدہء راقم وخواہر زادہ حضرت قیوم جہان اند اول بخدمت حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف بودند وار نسبتہائی خاصہ ایشان بہرہ یافتہ چنانچہ رمزی ازان درتذکرۂ احوال حضرت قدوۃ الاولیاء گذشتہ چون حضرت قیوم جہان اشارہ بدان رفتہ وسلوک آن راہ از سر نو بخدمت ایشان از ابتداء تا انتہاء بانجام رسانیدند وبہ اعلیٰ درجات کمال واکمال فائض ومشرف شدند اول نسب ایشان بہ

بیان آوردہ شو بعدہ کیفیت احوال ایشان بطریق اجمال مذکور گردد والد ماجد حضرت بی بی صاحبہ حضرت شاہ عطاء اللہ نام دارندہ در نسب از طرف آبائی کرام از سادات بخاری دھلوی انداز اوالاد حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری قدس سرہ کہ در ایام حضرت مجدد الف ثانی، در حضرت دہلی صاحب ارشاد بودند وطریق اجداد خود را ترویج میفرمودنداز جناب حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ مکاتیب بطرف ایشان درود یافتہ دران مکاتیب فقرات مدحیہ ایشان بسیار نوشتہ اند انشاء اللہ مکتوبی ازان مذکور خواہد سہ حضرت حاجی عبدالوہاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بحضرت مخدوم جہانیاں میرسد وطریقہ نیز از ایشان داشتند مکتوبی کہ بالاوعدہ ذکر شدہ نوشتہ می شود۔

عمدۃ المقامات کے صفحہ ۴۹۵ پر مرقوم ہے:

منتخب سابع سے تذکرہ سابع: یہ تذکرہ عارفہ باللہ مقبولہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کے متعلق ہے (جس میں مرقوم ہے) کہ راقم کی والدہ اور حضرت قیوم زماں کی بھتیجی ان کی خدمت میں رہیں اس سے پہلے وہ حضرت قدوۃ الاولیاء شاہ غلام محمد شرف رحمہ اللہکی خدمت میں رہیں۔ لہذا ان خاص نسبتوں سے انہوں نے وافر حصہ حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الاولیاء رحمہم اللہ کے احوال کے تذکرہ میں ان کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ جب حضرت قیوم زماں قیومیت کے مقام پر فائز ہوئے تو بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) ان کی خدمت میں رہیں چنانچہ حضرت قیوم زماں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال میں ان کی طرف اشارہ گزرا ہے۔ بی بی صاحبہ نے

ان کی خدمت میں رہ کر ان سے از سر نو ابتداء تا انتہا سلوک طے کیا اور کمال واکمال (خود کمال پر فائز ہونا اور دوسرے کو بھی درجہ کمال تک پہنچا دینا) کے مقام سے مشرف ہوئیں۔ پہلے ان کے نسب کو بیان کیا جاتا ہے پھر اجمالی طور پر ان کے احوال کی کیفیت مذکور ہو گی۔ حضرت بی بی صاحبہ کے والد ماجد کا نام حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ تھا۔ اپنے آبائی نسب کے لحاظ سے ان کا تعلق دہلی کے بخاری سادات سے تھا جو کہ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے اور یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں صاحب ارشاد تھے اور اپنے اجداد کے طریقہ کی ترویج فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی طرف سے حضرت کے نام کئی مکتوبات ملتے ہیں ان مکتوبات میں حضرت کی تعریف میں کئی عبارات لکھی ہیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب بخاری رحمہ اللہ نے جو مکتوب حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجے ان شاء اللہ ان میں سے ایک کا تذکرہ بھی ہو گا۔ انہوں نے ان سے طریقہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

جس مکتوب کا اوپر وعدہ کیا وہ ذیل میں مذکور ہے:

جلد اول، مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

مکتوب پنجاہ وپنجم از جلد اول شیخ عبد الوہاب بخاری صدور یافت چندگاہ است کہ دل را محبتی نسبت بملازمت شما پیدا شدہ است غیر ان ارتباطی کہ سابقا متحقق بود بناء علیہ بدعای ظہر الغیب بی اختیار مشغول است وچون سرورِ کائنات وفخر موجودات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات فرمودہ اند کہ من احب اخاہ فلیعلم ایاہ اظہار حب خود نمودن اولیٰ وانسب دانست وبہ این محبت کہ نسبت بہ اقربائ آنحضرت

علیہ السلام پیدا شدہ رشتہ امیدواری تمام بدستِ آوردہ حق سبحانہ وتعالیٰ بر محبت ایشان استقامت ارزانی فرماید بحرمة سید البشر علیه وعلیٰ آله صلوات والسلام۔ مکتوب الشریف ۴۹۶

جلد اول مکتوب نمبر ۵۵، بسیادت پناہ شیخ عبد الوہاب بخاری، کچھ عرصہ ہوا کہ آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے آپ سے محبت پیدا ہو گئی جو تعلق آپ سے پہلے تھا تو اس کو چھوڑ کر اسی وجہ سے آپ کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آپ کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

من احب اخاه فليعلم اياه (جو اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو س کو (اس محبت سے آگاہ کر دے) محبت کا خود بخود اظہار بہتر واعلیٰ ہوتا ہے اور وہ محبت جو حضور ﷺ کے اقرباء سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے امید کا رشتہ ہاتھ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے طفیل ان کی محبت میں استقامت عطا فرمائے۔

چون خدمت ایشان بسیر محبوبی ومرادی مراتبِ اظہار کمال واکمال را حاصل کردند ومعاملات سنین را بساعات علی فرمودند وبمقامات علی ومراتب متعالی مشرف شدند وچون مشرب ایشان محمدی واقعہ شدہ بودہ جمیع مدارج ولایات فائض گردیدند دقیقہً از دقائق اسرار وکمال نماند کہ بدان ممتاز نشدند وبہ الہامات خاصہ وعنایات مختصہ وسرورآمدند مرشد ایشان حضرت قیوم جہان خدمت ایشان را تکلیف تام بامر ارشاد داشتند وایشان خود را ازین امر خطیر یکسو نمودند وسوانح ان بیان میفرمودند

هر چند مبالغه دران امر مشاهده میمودند کناره ازاں می جستند درین لیت ولعل مدتی در گفتگوی کشید تاآنکه در معامله بشرف زیارت جناب اطهر صلوات الله علیه مشرف شدند وازان سرور کائنات وفخر موجودات بخلعت خاصه خلافت ارشاد وممتاز ومجاز گردید ند وتاکید اکید درین امر شریف دیدند لاچار اظهار بخدمت مرشد والا تبار خود نمودند وان قیوم وقت چون از مدتی خواهش این امر داشتند ازین مرور گردیده نامۂ اجازت وارشاد برای ایشان نوشته وجبه ودستار خود رابه تبرکات به ایشان عنایت فرمودند وجماعت طلاب که بخدمت عالی بود امر کردند که بخدمت حضرت بی بی صاحبه رحمہا اللہ تعالیٰ رفته از بیرون حجره شریف توجه گرفته باشند حتی که خلفای کامل خود را نیز اذن بتوجه از ایشان نمودند وفرزنداں واطفال واہل خود راتمام چه بنات وچه ازدواج بخدمت ایشان مرید کردند ایشان به امر مرشد واشاره ارواح طیبه طوعاً وکرہاً مشغول شدند تاثیر در مسترشدان ایشان بنوعی شد که مافوق ان متصور بناشد ومردم از دور ونزدیک خصوصاً از عالم نساء به ایشان رجوع آوردند وهنگامه ارشاد فیض رشاد ایشان دراطراف واکناف منتشر شد بانسوان از خانمان خود دوست برداشته بذیل دامان ایشان افتادند وازانوار واسرار سرمست وسرشار شدند وبسیاری از مسترشدات ایشان مجذوبه گردید ند حتی که در خانه ایشان مجذوبات زنجیر بپاهمیشه فتاده بودند درعالم نسوان مثل این احتماع لله

وفی اللہ کہ در خدمت ان مقبولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدہ بود چہ در متقدمین ومتاخرین از صالحات شیذہ نہ شدہ بلکہ در عالم رجال خنال خنال دران حال باین قوت کمال واکمال بودہ باشد

بیت

فیض روح القدس دیگراں ہم بکنند
اگر باز مدد فرماید آنچہ مسیحا میکرد

ا۔بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) کی باطنی نسبت کا اظہار

جب بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے ان کی خدمت میں رہ کر مراتب کمال واکمال حاصل کر لیے اور معاملات سنین بہت جلد طے کر لیے اور بلند مقامات اور اعلیٰ مراتب سے مشرف ہو گئیں اور جب ان کا مشرب مشرب محمدی ہو گیا اور ولایت کے جملہ مدارج کا فیض حاصل کر لیا تو اسرار وکمال کی کوئی باریکی نہ تھی جس سے وہ ممتاز نہ ہوئی ہوں اور جب خاص الہامات اور خاص عنایات سے بھی فیض یاب ہو گئیں تو آپ کے مرشد حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ تعالیٰنے ان کو ارشاد و تبلیغ کا حکم دیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ کو اس مشکل معاملے سے دور رکھا اور اس امر مشاہدہ سے ہر چند کنارہ کیے رکھا اور ایک مدت تک اس معاملے میں گفتگو کرنے سے پس وپیش سے کام لیتی رہیں یہاں تک کہ اسی معاملہ میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور حضور ﷺ نے ان کو خلافت وارشاد کی خاص خلعت عطا فرمائی اور ان کو اجازت عطا فرمائی اور اس معاملہ میں سخت تاکید فرمائی۔ پھر مجبوراً آپ نے اپنے مرشد گرامی سے اس (خواب) کا اظہار کیا۔ قیوم زماں تو مدت سے اس امر کی

خواہش رکھتے تھے لہذا آپ بہت خوش ہوئے اور ان کو ارشاد و تبلیغ کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نیز اپنا جبہ و دستار تبرک کے طور پر ان کو عنایت فرمائیں اور جو طلبا آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ان کو حکم ارشاد فرمایا کہ حضرت بی بی صاحبہ (رحمہا اللہ تعالیٰ) کے پاس جایا کریں اور ان کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر ان سے توجہ لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز اپنے بیٹوں، بچوں اور اہل خانہ کو بھی یہی حکم دیا، کیا بیٹیاں کیا بیویاں تمام کو ان کا مرید کروا دیا۔ آپ (بی بی صاحبہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) طوعاً و کرہاً مرشد گرامی کے حکم اور ارواح طیبہ کے اشارہ سے اس کام میں مشغول ہو گئیں۔ جلد ہی ان میں ایسی تاثیر نظر آنے لگی جو تصور میں بھی نہ تھی اور قریب و بعید سے لوگ خصوصاً عورتیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں۔ اطراف و اکناف میں ان کے فیض و ارشاد کے ڈنکے بجنے لگے۔ ان کے اپنے خاندان کی بہت سی عورتیں ان کے دامن کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور راز و اسرار سے سرمست و سرشار ہوئیں۔ بہت سی ارادت مند خواتین مجذوب ہو گئیں۔ یہاں تک ان مجذوب عورتوں کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھروں میں رکھا جاتا۔ عورتوں کی جو حالت ان مقبولہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھی وہ کسی اور متقدمین اور متاخرین بزرگوں کے اجتماع للہ و فی اللہ میں سننے کو نہیں ملیں بلکہ مردوں میں بھی اس طرح کمال و اکمال کی قوت کا عالم خال خال ہی نظر آتا ہے۔

بیت

فیض روح القدس اگر باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ: حضرت روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد فرمائے تو دوسری ہستیاں بھی اسی طرح کر سکتی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔

ارشادخط

ارشادنامه که خدمت حضرت قیوم جهان رضی اللہ تعالیٰ عنه نوشته اند اینجا ثبت میشود،

هذاهو الحمدلله الذی خلق الآدم علی صورته و کرمه بخلافته و اجری تلک النسبة بین انبیائه و اولیائه صلوات اللہ علی نبینا محمد و آله الطاهرین و صاحبه المهتدین و کذالک علی الانبیاء اجمعین و اولیائے المرضیین و عباد اللہ الصالحین امابعد!

نموده می آید که خدمت مخدومه معظمه مکرمه مظهر انوار القیوم نور العین و ثمرة الفواد امة المعصومیه سلمها اللہ تعالیٰ چون سلوک و تسلیک طریقه علیه حضرات نقشبندیه مجددیه رضی اللہ تعالیٰ عنهم نزد فقیر حاجی صفی اللہ السرهندی باتمام واختتام رسانید وباعلی درجات کمال واکمال مشرف شده قطع مراتب ولایت صغریٰ و کبریٰ وعلیا و سیر الی اللہ وفی اللہ عروج درمدارج کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم بمقامات انبیاء ورسل ودخول در صفوف ان اکابر ووقوف از علوم معیت احاطه و سریان توحید وجودی و شهودی بتفصیل حاصل نمود واز حضور خاصه نقشبندیه بطرز حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنه وفناء اتم وبقاء اکمل وزوال عین واثر وفناء فنا تحقق یافت وارتقای از جمیع مقامات ظلال واصول ووصول باصل الاصل که از شائبه ظلیت مبداو یکسواست حاصل وقت او شد وسوی آنچه مذکور گردید بمعاملاتی مشرف شد که این کمالات نسبت بآن حکم قطره دارد نسبت بدریای محیط چه این کمالات از علوم واجب الاظهار است وان از

اسرار لازم الاستتار یضیق صدری ولاینطلق لسانی۔ ایمای بان مینماید وقطع منی
ہذاالبلعوم اشارہ بان میکند ودر مقام نزول چون عروج کامل آمد بخاطر فقیر
افتاد کہ معززا الیہا را اجازت تعلیم وتلقین نماید تا خلائق از فیوض
وبرکاتش بہرہ ور گردند اما مخدومہ مکرمہ معظمہ در قبول این امر اہمال درزیدہ
وتعویق درین امر افتاد تا عنایات بی غایات ازلی شامل حال او گردید کار اورا
از حضیض باوج رسانید وبمنصب خلت ومحبوبیت وبھرہ اصالت وفردیت
ومایناسب ذالک من الخصوصیات والاازجناب اقدس خداندی علی التواتر
والتوالی سرفراز وممتاز شد وبشرف زیارت حضرت خیرالبریہ
خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیۃ مشرف گردید وازان
جناب بخلعت خلافت وارشاد ماذون کامل شد ودر قبول این امر تاکیدا کید
یافت الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً الاکابر الحال خدمت مخدومہ مشار
الیہا را احتیاج باذن نیست اماچون از قلم موسوم گردید کہ بی اذن پیر درین امر
خطیراقدام نمی نمایند لہذا میگردد کہ ہرکہ از قسم نساء ورجال کہ طالب راہ ایزد
ومتعال باشد بخدمت شریفش برسد واخذ طریقہ نماید گویا باین فقیر
رسیدہ باشد وبقدر استعداد از انعکاس باطن شریفش بھرہ ور گردد شرط
الاجازۃ الاستقامہ بالشریعہ المرضیہ والسنۃ المصطفویہ علی صاحبہا
الصلوات والسلام والتحیۃ والرسوخ بمحبۃ الشیوخ السلسلۃ العلیۃ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین ثم
الصلوات والسلام علی خیرالانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیام۔

ارشاد خط

حضرت قیوم جہاں رحمہ اللہ کا ارشاد نامہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اپنی خلافت سے ان کو نوازا اور اس نسبت کو انبیاء اور اولیاء کے درمیان جاری فرمایا اور اللہ عزوجل کی رحمتیں ہوں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ پر اور ان کی آل پاک پر اور ان کے ہدایت یافتہ اصحاب پر اور اسی طرح رحمتوں کا نزول ہو تمام انبیاء علیہم السلام واولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) اور اللہ عزوجل کے نیک بندوں پر اما بعد! دیکھنے میں آیا ہے کہ جب مخدومہ، محترمہ، معظمہ، مکرمہ، مظہر انوار القیوم، نورالعین ثمرۃ الفواد امۃ المعصومہ سلمہا اللہ تعالی نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک فقیر حاجی صفی اللہ سرہندی سے مکمل کیا اور کمال واکمال کے اعلیٰ درجات سے مشرف ہو گئیں اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ وعلیا حاصل کرلیں اور سیر الی اللہ سیر فی اللہ کے مدارج میں عروج حاصل کرلیا اور کمالات نبوت ورسالت میں عروج حاصل کیا اور انبیاء ورسل کے مقامات میں صعود سے مشرف ہوچکیں اور ان اکابرین کی صفوں میں داخل ہو گئیں اور معیت احاطہ کے علوم اور توحید وجودی وشہودی کی سیر کا تفصیل سے مشاہدہ کرلیا اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مجدد الف کے طریقہ کے مطابق حضور کا مقام پالیا اور مکمل فنا اور اکمل بقا اور عین واثر کے زوال اور فنادر فنا کے مقام کو حاصل کرلیا۔ ظلال اصول اور وصول باصل الاصل کے تمام مقامات میں اس قدر ترقی حاصل کرلی کہ اس میں ظلیت کے شائبہ سے یکسوئی حاصل ہو گئی۔ نیز مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ ایسے بہت سے دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں کہ ان کی مثال ان کے مقابلہ میں قطرہ ودریا کی سی ہے۔

علوم کے ان کمالات کا اظہار واجب ہوتا ہے اور ان کے اسرار ورموز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔یضیق صدری و لاینطلق لسانی۔(میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زباں نہیں چلتی) میں اُس کی طرف اشارہ ہے اور قطع منی ھذاالبلعوم میں اس کی طرف اشارہ ہے اور جب انہوں (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) نے نزول کے مقام میں عروج کامل حاصل کر لیا تو فقیر (حاجی صفی اللہ رحمہ اللہ) کے دل میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ بی بی صاحبہ کو تعلیم و تلقین کی اجازت دی جائے تاکہ مخلوق خدا ان کے فیوض وبرکات سے بہرمند ہو لیکن ایک مخدومہ ومکرمہ (بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا) تھیں کہ اس کو قبول کرنے سے اغماض برتتی رہیں اور اس امر کو ملتوی کرتی رہیں۔ یہ اسی وجہ سے ہو گا کہ انتہائی ازلی عنایات ان کے شامل حال ہو جائیں۔ سو ہوا بھی یوں ہی کہ ان کا معاملہ پستی سے اوج ثریا تک جا پہنچا اور وہ خلت و محبوبیت کے مقام سے مشرف ہوئیں اور اللہ جل جلالہ کی جناب سے اصالت وفردیت اور دیگر مقامات سے مشرف ہوئیں۔ (جو اس کے لائق تھے) پھر وہ حضرت خیر البریہ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ ﷺ نے خلافت و ارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس کو قبول کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔

اگرچہ اب مخدومہ مذکورہ کو اجازت کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن چونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ پیر کی اجازت کے بغیر اس مشکل راہ پر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ لہذا یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ راہ خدا عزوجل کے طالبین تمام مرد وعورت کو چاہیے کہ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے وہ طریقہ حاصل کریں جو فقیر سے ان کو پہنچتا ہے اور اپنی باطنی استعداد کے مطابق ان سے بہرمند ہوں اور اس اجازت کی شرط یہ ہے کہ شریعت مرضیہ پر استقامت اور سنت مصطفوی علی

صاحبہاالصلوات والسلام والتحیۃ پر ثابت قدم رہیں اور سلسلہ عالیہ کے شیوخ رحمہم اللہ تعالیٰسے محبت میں راسخ ہوں۔

الصلوات والسلام علی خیر الانام وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیمۃ۔

بعد ازین مدتی ارشاد در زید ند وجہانی از قسم نسوان از خدمت ایشان مستفیض شدند جماعت کہ بنقص عقل ودین متصف اند بکمال عرفان ویقین موصوف شدند۔

اس کے بعد ایک مدت تک ارشاد و تبلیغ کا کام ہوتا رہا اور خواتین کا ایک جمِ غفیر ان کی خدمت سے مستفیض ہوتا رہا۔ وہ جماعت جو ناقص العقل اور ناقص الدین تھی وہ معرفت کے کمال سے متصف ہو گئی ہے۔

حنظل صحراچو سیب بوستان　　　　میزند پھلو بقندی دوستاں

اے دوستو! ریگستان کا تمہ باغ کے سیب کی طرح اب میٹھے سے شانہ ملاتا ہے (مقابلہ کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی ان پر بے پایاں عنایت دیکھ کر میں ان کی خدمت میں اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

اگر بادشاہ بر در پیرزن　　　　بیاید تواے خواجہ سبلت مکن

اس بزرگ عورت کے دروازے پر اگر بادشاہ بھی آئے تو اسے بھی مونچھیں نیچی کرنا پڑیں گی، یہ بی بی صاحبہ کی معرفت وارشاد کے مختصر احوال تھے۔ اگر تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ بہر حال ایک منصف مزاج مومن کے لئے یہی کافی ہے۔ ان متعصبین ومنکرین کی بات نہیں کرتا جو اہل اللہ کا انکار کرتے ہیں، ان سے تعصب رکھتے ہیں اور ان کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔ ان کی

شان میں تفریط سے کام لیتے ہیں اور ان خواتین کی عیب جوئی کرتے ہیں جو اس مطلوبہ امر کی اہل ہوتی ہیں۔ ان سالکات پر طعن زنی کرتے ہیں جو مقامات سلوک کی بلندی تک جا پہنچی ہیں۔

حاشاء وکلاء اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی فریب زدہ باتوں سے محفوظ فرمائے جو اپنے منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں شریعت جن کو قبول نہیں کرتی۔

قارئین گرامی قدر! حضراتِ قائدین و مدرسین ہمارے اس علاقہ میں مزید ملاحظہ فرمائیں کہ ضلع گجرات میں ایک خوبصورت مدرسہ ہے جس میں علوم دینیہ اور فنونِ مذہبیہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور بلاشبہ اس کی طالبات کی تعداد ۷۰۰ تک جا پہنچی ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس کا نظم و نسق تمام کا تمام عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح کی تعلیم و تربیت قرون ثلاثہ میں ہوا کرتی تھی۔ اُس زمانے کو سرکار شفیع انس و جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے عمدہ زمانے سے متصف فرمایا تھا اور ہمارے اس زمانے میں فتنے سر اٹھا چکے ہیں اور اب وہ وقت آ چکا ہے جسے فتنوں کا زمانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس حالت میں ان مدارس کی تعمیر و بقا ایک مستحسن عمل ہے۔

اس کی مثال اس اشارہ سے سمجھی جاسکتی ہے کہ:

من راٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔

جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اس علاقے کی عورتوں کے افادہ و استفادہ کا دارومدار اسی پر ہے کیونکہ وہاں آداب شریعت کے مطابق ظاہر کو سنوارنے کی تربیت دی جاتی ہے اور اس پر ان کے معاملاتی امور کی اصلاح کا انحصار بھی ہے اور پھر علوم باطنیہ کی کیا شان ہو گی جسے اسلاف تصوف کا نام دیتے ہیں اور یہ علوم قرآن وحدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

اگر اس کا تذکرہ شروع ہوا تو ممکن ہے کہ ایک ضخیم کتاب میں ڈھل جائے اس لیے اشارہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ کتابوں میں (تصوف کو) حالت شریفہ سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ اس کی تعریف نور ہدایت عنایت اور توفیق من اللہ کے الفاظ سے کی گئی ہے اور یہ عین شریعت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ کیونکہ شریعت وطریقت میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور جو شخص طریقت کو شریعت سے جدا گر دانتا ہے وہ زندیق ہے کیونکہ آداب شریعت کے ذریعے ظاہر میں نکھار آتا ہے اور آداب طریقت سے باطن سنورتا ہے اور یہ مخلوق کو خالق سے ملا دیتا ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دیتا ہے اور اہل اللہ کو فنا وبقا کے مقام سے مشرف فرما دیتا ہے لیکن ان کمالات کے حصول کا دارومدار شیخ کامل ومقتدا کی توجہات پر ہے۔ کوئی بھی صاحب بصیرت شخص اپنے ظاہر کو صورت شریعت اوراپنے باطن کو حقیقت شریعت کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ لیکن جو شخص بے بصیرت ہو وہ تو پھر ایسا ہی کرے گا۔

المختصر مذکورہ بالا بحث سے میرا مقصد ارشاد اور دعوت کے مطلق طریقہ کو ثابت کرنا ہے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں۔ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح مخالفین اور حاسدین گمان کرتے ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کا ارشاد ممنوع ہے اور ایک غیر معروف چیز کی طرف متوجہ ہونا ہے جیسا کہ بعض باتیں بنانے والے اور منع کرنے والے کہتے رہتے ہیں تو پھر یہ بھی چاہیئے کہ مردوں میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کی دعوت وارشاد کو بھی ممنوع قرار دیا جائے کیونکہ مرد اور عورتیں شریعت کے احکام کے یکساں مخاطب ہیں۔

ہم صرف آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں پروردگار عالم نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات ٥٦)

ترجمہ: میں نے جن اور انسان پیدا نہیں کیے مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یہاں خطاب مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ المطلق يجري على اطلاقه (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے)۔

اس لیے جب ہر دو فریق (مرد وعورت) کا ذکر معرفت میں برابر ہوا ہے تو ضروری ہے کہ استفادہ وافادہ اور ارشاد میں وہ اپنی استعداد کے مطابق برابر ہوں لیکن ہاں یہ بات ہے کہ مرد وعورت کے درجات میں فرق کو بہر حال ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح مخالفین عورتوں کے لیے علوم باطنیہ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو پھر اسی طرح وہ علوم ظاہریہ میں بھی ان کی تدریس کا انکار کیوں نہیں کرتے؟ ان کا یہ انکار صرف اپنی کمزوری کی وجہ سے ہے کہ وہ خود تو طریقت کے اسرار کی خوشبو پا نہ سکے (اور چلے ہیں دوسروں کا انکار کرنے)۔

وفى الاحياء للغزالى لذة العلم بقدر شرف العلم و شرف العلم بقدر شرف المعلوم و قال فى آخر قوله و بهذا تبيين ان العلم لذيذ و الذ العلوم العلم بالله تعالىٰ و بصفاته و افعاله و تنبيره و فى ممكنته من منتهى عرشه الى تخوم الارضين فينبغى ان يعلم ان لذة المعرفة اقوىٰ من سائر اللذات انتهى۔

امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی لذت اس علم کے شرف کے مطابق ہوتی ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے اسی قول کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ علم لذیذ ہوتا ہے اور لذیذ ترین علم اللہ تعالیٰ اس کی صفات اور افعال کا علم ہے۔ نیز عرش الٰہی

کی انتہا سے لے کر تحت الثریٰ تک اس کی بادشاہت میں غور و فکر کرنا یہ لذیذ ترین علم ہے۔ لہٰذا جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی لذت تمام لذات سے قوی ہے۔

ویا ایھا السالک و السالکۃ ابقا کما اللہ بعد ما افنا کما۔ ان مسائل الجواب کثیرۃ جدا لایمکن احصائھا علی التفصیل خوفاً عن الاطناب و لکن اثرت الی مجامعھا و سلکت اخصر المسالک فی نھایۃ الاختصار لئلا یقع بھذا مثلاً فلیبک علی نفسہ و لیمت علی غیضہ و للہ در القائل:

وان کنت تعلم فذاک مصیبۃ　　وان کنت لاتعلم فالمصیبۃ اعظم

زد شیخ شہر طعنہ بر اسرار اہل دل　　المرء لایزال عدو لما جھل

آب خضر از جوی بار اولیائی　　نہ خوریم از تشنہ غافل بیاء

اے سالک مردوں اور عورتوں، اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کے بعد بقا کا مقام عطا فرمائے۔ ان سوالوں کے جواب بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ان کو بالتفصیل ذکر کرنا یہاں ممکن نہیں۔ بہر حال میں نے اجمالاً ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختصر راستہ اختیار کیا ہے تاکہ طالب سالک اور طالبہ و سالکہ دنیا کے جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں۔ زمانہ کے تفرقہ بازوں کی واہمات میں نہ الجھیں اور مکار اور دھوکے باز لوگوں کی لغویات سے پریشان نہ ہوں۔ اہل علم خود بھی اس مسئلہ کو سمجھ لیں اور اہل عبادات کو بھی آگاہ کر دیں اور جو شخص ان دلائل پر بھی قناعت نہیں کرتا اسے اپنے آپ پر رونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہی غصے کی موت مر جائے۔

شاعر نے اللہ کے کرم سے کیا عمدہ بات کی ہے:

ان کنت تعلم فذاک مصیبة　　　　و ان کنت لا تعلم فالمصیبة اعظم

ترجمہ: اگر تو جان جائے پھر بھی مصیبت ہے اور اگر تو نہ جانے تو پھر اس سے بڑھ کر مصیبت ہے۔

زد شیخ شهر طعنه بر اسرار اهل دل　　　　المرء لا یزال عدو لما جهل

ترجمہ: شیخ شہر نے اہل دل کے اسرار پر طعنہ زنی کی آدمی جس چیز کو جانتا نہیں اس کا دشمن ہی رہتا ہے۔ (آب خضر از جوی بار اولیاء)

فهذا الامر شروح ان اردت یطول لا یحتملها المقام فهذا النبذ یکفی للعالم المحقق المنصف۔

یہ مسئلہ بہت واضح ہے اگر میں چاہوں تو بات کو طول دے سکتا ہوں مگر یہ مقام اس طوالت کا متحمل نہیں۔ یہ مختصر سی وضاحت ایک منصف مزاج عالم اور محقق کے لیے کافی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شریعتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

فقیر سیف الرحمن اخندزادہ ارچی وخراسانی

۱۴۱۵ ہجری ربیع الثانی

(تذکرہ ابو حبیب قدس سرہٗ العزیز، ص ۲۰ تا ص ۷۱)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ